Muhammad Jamaluddin Khan Qadiri Razavi +917860520899
سامانِ آخرت
محمد جمال الدین خان قادری رضوی 7860520899
مصنف
حضرت علامہ عبد المصطفی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
اعظمی بکڈپو
مدھوبن روڈ، گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض: حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

سامان آخرت

اسلامی مسائل وخصائل کا خزانہ

تالیف

حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ

(متوفی ۵ر رمضان ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۵ر مئی ۱۹۸۶ء)

سلسلۂ اشاعت نمبر ۵۵۱

نام کتاب : سامان آخرت

تصنیف : حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ

اشاعت خصوصی : بموقع ۱۷۵ واں یوم ولادت حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بارسوم ۱۴۳۰ھ)

ناشر : رضا اکیڈمی ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی-۹

فون: 022-66342156 فیکس 022-66659236

Website:razaacademy.com

طابع : رضا آفسیٹ، بمبئی-۳

تعداد : ۱۰۰۰

خصوصی قیمت مجلد : [illegible].00

۷۸۶

مُبَسْمِلاً وَّ مُحَمِّدِلاً وَّ مُصَلِّیاً وَّ مُسَلِّماً

کتاب کیوں لکھی گئی؟

سنہ ۱۳۹۹ھ میں عورتوں کی اصلاح اور اُن کی صلاح و فلاح کے لئے ایک کتاب **جنّتی زیور** کے نام سے احباب کے اصرار پر میں نے تحریر کر دی۔ جو بحمدہٖ تعالیٰ ملک اور بیرونِ ملک کے مسلمانوں میں بیحد مقبول ہوئی۔ پھر اس کے بعد مخلصین و احباب کی یہ خواہش بلکہ فرمائش ہونے لگی کہ جنّتی زیور ہی کے طرز پر میں ایک دوسری کتاب بھی مرتّب کر دوں۔ جس میں مسائل کثیر تعداد میں جمع کرنے کے ساتھ ساتھ مردوں خصوصاً نوجوانوں کے لئے کچھ ایسی مخصوص ہدایات اور خاص نصیحتیں بھی لکھ دوں جن کی اُن کو بیحد ضرورت ہے۔ کیونکہ آئندہ مسلم معاشرہ کے سُدھار، اور اسلامی زندگی کے بناؤ سنگار کا دار و مدار مسلم نوجوانوں ہی کے اعلیٰ کردار پر ہے۔ چنانچہ مخلصین کی خواہشوں اور اُن کی فرمائشوں کا احترام کرتے ہوئے میں نے باوجود مشاغلِ تدریس اور اپنی ضعیفی کے جبکہ طویل علالتوں نے مجھ کو انتہائی مضمحل اور بیحد کمزور کر دیا ہے اس کارِ خیر کا عزم کر لیا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ سات ماہ میں اس کتاب کی تدوین و ترتیب مکمل ہوگئی فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ چونکہ اس کتاب کے مضامین پر عمل کرنا تمام مسلمانوں کے لئے سفرِ آخرت کا بہترین سامان، واعلیٰ ترین توشہ ہے۔ اور خود میرے لئے جبکہ سفرِ آخرت کا وقت قریب آن پہنچا ہے یہ بہت ہی کار آمد اسبابِ سفر، وعمدہ ترین زادِ راہ ہے۔ اس لئے میں نے اس کتاب کا نام **سامان آخرت** رکھا ہے۔ دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو دونوں جہان میں مقبولیت کی کرامتوں سے سرفراز فرمائے۔ اور مجھ گنہگار اور میرے والدین نیز میرے اہل وعیال اور میرے تمام محبّین و معتقدین کے لئے ذخیرۂ آخرت و سامان مغفرت بنائے۔ آمین وحسبی اللہ و نعم الوکیل و

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین ٥
برحمتہ وھو ارحم الراحمین ٥ والحمد للہ رب العالمین ٥

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

فہرست مضامین سامانِ آخرت

۴۸۶
۹۲

حضرت شیخ الحدیث علامہ اعظمی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی

لاجواب کتاب

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ضرور پڑھئے

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی مکمل و جامع تاریخ ہے کہ اس میں آپ کی سیرتِ مبارکہ سے تعلق رکھنے والی ہر ہر چیز کا نہایت ہی واضح اور روشن بیان ہے اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد سیرت کی کوئی دوسری کتاب پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ۔ علماء، واعظین اور عوام سب کے لئے یہ کتاب معلومات کا ایک عظیم علمی خزانہ ہے ۔

طباعت فوٹو آفسیٹ سائز ۲۲×۱۸ مجلّد مع ڈسٹ کور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط

تمہید

الحمد للہ! کہ ہمارا دین اسلام ہے۔ اور ہم مسلمان ہیں۔ اور ہمارا مذہب اہلسنت وجماعت ہے۔

جاننا چاہیے کہ دینِ اسلام کے مسائل دو قسم کے ہیں۔ کچھ مسائل تو ایسے ہیں کہ اُن کو سچے دل سے صرف مان لینا اور اُن پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ کچھ کرنا یا نہ کرنا نہیں ہے۔ اور کچھ مسائل ایسے ہیں کہ اُن کو سچے دل سے مان کر اور اُن پر ایمان رکھ کر اُن کو کرنا یا نہ کرنا بھی ضروری ہے۔ پہلی قسم کے مسائل کو "عقائد" اور دوسری قسم کے مسائل کو "اعمال" کہتے ہیں۔

پھر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ عقائد جڑ ہیں اور اعمال شاخیں ہیں۔ جس طرح درخت کی جڑ کٹ جانے یا خراب ہو جانے سے شاخیں مُرجھا کر فنا ہو جاتی ہیں اسی طرح عقائد کے نہ ہونے یا بگڑ جانے سے اعمال خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اعمال سے پہلے عقائد کا صحیح و درست ہونا بیحد ضروری ہے۔

اس زمانے میں قسم قسم کے عقائد کی بنا پر طرح طرح کے فرقے مسلمانوں میں پیدا ہو چکے۔ اور پیدا ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چودہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً	بیشک بنی اسرائیل متفرق ہو گئے بہتر مذہب پر اور میری اُمّت متفرّق ہو جائے گی تہتّر مذہب پر کہ ان میں سے

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاؤُدَ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۳۰)

سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک مذہب کے۔ تو صحابہ نے کہا کہ کون ہیں وہ ایک مذہب والے (جو جنتی ہیں) یا رسول اللہ! تو حضور نے فرمایا کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور احمد و ابوداؤد کی روایت میں حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ بہتر مذہب والے جہنم میں جائیں گے اور ایک مذہب والے جنتی ہیں اور وہ مذہب "جماعت" ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اُمتِ محمدیہ میں تہتر مذہب نکلیں گے اور اُن میں سے جو مذہب جنت میں لے جانے والا ہے۔ وہ صرف ایک ہی مذہب ہے جس کا نام "جماعت" ہے اور یقین رکھئے کہ "جماعت" ہم سُنّیوں ہی کا مذہب ہے، جو آج "اہلسنّت وجماعت" کے نام سے ساری دُنیا میں مشہور ہے۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مذہبِ اہلسنّت وجماعت اس زمانے میں چاروں مذہبوں یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں منحصر ہے۔ کیونکہ ان چاروں مذہبوں کے عقائد ایک ہیں فرق صرف فروعی مسئلوں میں ہے چنانچہ آج سے بہت پہلے حضرت علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے حاشیہ دُرِمختار کے کتاب الذبائح میں تحریر فرمادیا کہ

هٰذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِي الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ هُمُ الْحَنَفِيُّوْنَ وَالْمَالِكِيُّوْنَ وَالشَّافِعِيُّوْنَ وَالْحَنْبَلِيُّوْنَ وَمَنْ كَانَ خَارِجًا مِّنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ

یہ جہنم سے نجات پانے والی جماعت چار مذہبوں حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں، حنبلیوں میں ان دنوں جمع ہے۔ اور جو اس زمانے میں ان چاروں مذہبوں سے خارج ہیں وہ بدعتی اور جہنمی

فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ ہیں۔

حضرت علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تحریر کا حاصل یہ ہے کہ اہلسنّت وجماعت کے سوا جتنے فرقے ہیں وہ سب بدعتی اور جہنمی ہیں۔ اس لئے ضرورت پڑی کہ ہم مذہب اہل سُنّت وجماعت کے عقائد کو صاف صاف بیان کر دیں تاکہ برادرانِ اہلسنّت ان عقائد پر پہاڑ کی طرح مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ اور دوسرے فرقوں اور اُن کے عقائدِ باطلہ کی گمراہیوں سے بچے رہیں۔ واللہ الھادی الی الرشاد۔ ومنہ التوفیق فی المبدء والمعاد!

پانچوں کلمے

پہلا کلمۂ طیبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

دوسرا کلمۂ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

تیسرا کلمہ تمجید

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اور طاقت وقوت دینے والا صرف خُدائے برتر و بزرگ ہی ہے۔

چوتھا کلمہ توحید

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی
لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا
شریک نہیں۔ اُسی کے لئے بادشاہی ہے۔ اور اُسی کے لئے تعریف ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے
یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط
اور وہی موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ اُسی کے قبضہ میں ہر قسم کی بھلائی
ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

پانچواں کلمہ ردِّ کفر

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ
اے اللہ! بیشک میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے
بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ
کہ میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ اور میں معافی چاہتا ہوں تجھ سے ہر اُس
بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَ
چیز کے بارے میں کہ جس کو میں نہیں جانتا ہوں۔ توبہ کی میں نے اُس سے اور بیزار ہوا میں
الْمَعَاصِیْ کُلِّھَا وَاَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ
کفر سے۔ شرک سے۔ اور تمام گناہوں سے۔ اور مسلمان ہوا میں اور ایمان لایا میں۔ اور میں
اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط
کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

ایمانِ مُجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ
ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیساکہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے
قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ۔
اور میں نے اُس کے سب حکموں کو قبول کیا۔

ایمانِ مُفصّل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ
ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر، اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ
پر اور اُس کے رسولوں پر۔ اور قیامت پر اور اس بات پر کہ تقدیر کی اچھائی اور
بَعْدَ الْمَوْتِ ط
بُرائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور میں اس پر ایمان لایا کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے۔

تنبیہ۔ ان پانچوں کلموں اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل کو زبانی یاد کر لو۔ اور معنوں کو خوب سمجھ کر سچے دل سے یقین کے ساتھ ان پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ یہی وہ کلمے ہیں جن پر ایمان و اسلام کی بُنیاد ہے۔ جب تک ان کلموں پر ایمان نہ لائے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

یہ مسلمانوں کی بہت بڑی کم نصیبی ہے۔ کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کلموں سے ناواقف یا غافل ہیں۔ حالانکہ ہر مسلمان ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو اسلامی کلمے زبانی یاد کرا دیں۔ اور ان کلموں کے معنی اُن کو بتا کر ذہن نشین کرا دیں۔ تاکہ یہ اسلامی عقیدے بچپن ہی سے دلوں میں جم جائیں۔ اور زندگی بھر ہر مسلمان مرد و عورت ان عقیدوں پر پہاڑ کی طرح مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ اور دُنیا کی کوئی طاقت ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ اور جن بالغ مردوں اور عورتوں کو یہ کلمے یاد نہ ہوں اُن پر بھی لازم ہے کہ جلد سے جلد ان کلموں کو یاد کر لیں۔ اور ان کے معنوں کو سمجھ کر سچے دل سے ان کو جان کر اور مان کر ان پر ایمان رکھیں۔ کیونکہ یہی عقیدے اسلام کی پوری عمارت کی بُنیاد ہیں جس طرح کسی عمارت کی بُنیاد ہل جائے یا کمزور ہو جائے تو وہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی ٹھیک اسی طرح اگر اسلام کے ان عقیدوں میں کوئی شک و شبہہ پیدا ہو جائے تو اسلام کی عمارت تہس نہس اور برباد ہو جائے گی۔ لہٰذا ہرگز ہرگز ان کلموں سے کسی مسلمان مرد و عورت کو ناواقف یا غافل نہیں رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان مرد و عورت کو ان اسلامی عقیدوں پر زندگی بھر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور انہی عقیدوں پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین ٥ والحمد للہ رب العٰلمین ٥

عقائد اہلسنّت وجماعت

(۱) عقیدہ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

یہ دُنیا نہ ہمیشہ سے ہے۔نہ ہمیشہ رہے گی۔یہ کسی نہ کسی وقت پیدا ہوئی ہے۔اور کبھی نہ کبھی فنا ہوجائے گی۔تو یقین رکھو کہ دُنیا کی سب چیزوں کا کوئی پیدا کرنے والا۔اور فنا کرنے والا ضرور ہے۔اُسی کا نام "اللہ" ہے۔وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔وہی تمام جہان کا بنانے والا ہے۔آسمان، زمین، چاند سورج، تارے، تمام آدمی، جانور، درخت وغیرہ دُنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں سب کو اُسی نے پیدا کیا ہے۔وہی سب کا مالک ہے۔وہی سب کو روزی دیتا ہے۔وہی سب کو پالتا ہے۔جلاتا اور مارتا اُسی کے اختیار میں ہے۔سب اُس کے محتاج ہیں۔وہ کسی کا محتاج نہیں۔کوئی ذرہ بغیر اُس کے حکم کے ٹل نہیں سکتا۔وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔کوئی اُس کو روک ٹوک کرنے والا نہیں۔وہ ہر کمال و خوبی والا ہے۔اور ہر عیب و بُرائی سے پاک ہے وہ ہر ظاہر اور ہر چھپی چیز کو جانتا ہے۔ہر نعمت اور ہر عزت و ذلت اُسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔وہ جسے جو نعمت چاہے دے۔اور جس سے جو نعمت چاہے چھین لے۔وہ جسے چاہے عزت دے۔اور جسے چاہے ذلیل کردے۔جس کو چاہے امیر کردے اور جس کو چاہے فقیر بنادے۔اُس کا ہر کام حکمت اور انصاف سے ہے۔چاہے بندوں کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

جس طرح اُس کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔اسی طرح اُس کی صفتیں اور خوبیاں بھی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔وہ زندہ ہے۔وہ قدرت والا ہے۔وہ سننے والا ہے۔وہ دیکھنے والا ہے۔وہ کلام کرنے والا ہے۔وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ہر کام کو اپنے ارادہ سے کرنے والا ہے۔صرف وہی عبادت کا حقدار ہے

دوسرا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔وہ ایک ہے۔اور اکیلا ہے۔نہ کوئی اُس کا ساجھی ہے۔نہ کوئی اُس کا ساتھی۔نہ وہ کسی کا باپ ہے۔نہ کسی کا بیٹا۔نہ اُس کی کوئی بیوی ہے۔نہ کوئی رشتہ والا۔وہ سب سے الگ اور سب سے بے پرواہ ہے۔وہ بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔اور اُس کی پکڑ بہت سخت، اور اُس کا عذاب بہت بڑا ہے۔وہ آخرت میں مسلمانوں کو جنّت دے گا۔اور کافروں کو جہنّم میں ڈال دے گا۔ہم سب اُس کے بندے ہیں اور وہ ہمارا مالک اور معبود ہے۔

مسئلہ۔ان سب باتوں کو سچے دل سے مان لینا۔اور ایمان رکھنا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔جو ان میں سے کسی ایک بات کو بھی نہ مانے وہ کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ جہت و مکان و زمان و حرکت و سکون اور شکل و صورت وغیرہ سے پاک ہے۔دُنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔اور آخرت میں ہر سُنّی مسلمان کو اُس کا دیدار نصیب ہوگا۔

(۲) عقیدہ۔ نبی و رسول پر ایمان

چونکہ بندے نہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔نہ اُس کا کوئی حکم اور پیغام خود بخود سُن سکتے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت اور اُن کو اچھا راستہ بتانے کے لئے کچھ انسانوں کو وحی کے ذریعہ اپنا پیغام دے کر بندوں کے پاس بھیجتا ہے۔تاکہ اُس کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں اور پیغاموں کو سُن کر اور سمجھ کر عمل کریں۔انھی انسانوں کو "نبی" کہتے ہیں۔اور اگر ان پر کوئی کتاب بھی اُتری ہو۔تو یہ "رسول" کہلاتے ہیں۔ہر نبی اور ہر رسول پر وحی یعنی خُدا کا پیغام اُترتا ہے جس کو یہ حضرات خُدا کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے سب نبی انسان اور مرد تھے۔نہ کوئی جن نبی ہوا نہ کوئی عورت۔ہاں البتہ فرشتوں میں سے بھی کچھ رسول ہوئے ہیں۔

جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نبی و رسول بناکر بھیجتا ہے۔اُن کا نام، اُن کا خاندان، اُن کا گھرانا بہت اعلیٰ۔اُن کی صورت اُن کا چال چلن بہترین۔اُن کا کام اُن کی ہر بات

بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ اُن کی عقل اور سمجھ اور اُن کا علم سب انسانوں سے بڑھ کر ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو غیب کا علم بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر نبی و رسول کو تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ بناتا ہے۔ اور ان کو پیدائشی معصوم بناتا ہے۔ یعنی ان کی خدا کی طرف سے ایسی حفاظت، خاص طور پر ہوتی ہے کہ ان بزرگوں سے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ حضرات تمام گُناہوں سے پاک رہتے ہیں۔ اور بہت زیادہ پرہیزگار اور عبادت گزار ہوتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے بدن کی بناوٹ، اور ان کی عادت میں ہرگز کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔

ہر نبی و رسول کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مرتبہ دیا ہے۔ کہ تمام مخلوق میں کسی کو نہیں مل سکتا ہے۔ اور نبی و رسول ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہے اپنا یہ فضل عطا فرمائے۔ کوئی شخص اپنی محنت اور عبادت سے ہرگز نبی و رسول نہیں بن سکتا۔

ہر نبی و رسول کا ادب، اُن کی تعظیم، اُن کی فرماں برداری سب پر فرض و ضروری ہے۔ کسی نبی و رسول کی ادنیٰ سی بے ادبی، اور ذرہ برابر توہین کُفر ہے۔ ہر نبی و رسول پر ایمان لانا اور اُن کو دل سے سچا ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اگر کسی ایک نبی کا بھی انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور سب سے آخری نبی ہمارے حضور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان جو نبی و رسول آئے اُن میں سے کچھ بزرگوں کا نام قرآن مجید میں ہے اور کچھ حضرات کے نام حدیثوں میں آئے ہیں۔ اور کچھ کے نام اللہ و رسول ہی کو معلوم ہیں۔ اور اُمت کو اس کا علم نہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے اس طرح ایمان لانا چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور اُس کی تمام کتابوں پر ایمان لایا۔ جن نبیوں اور رسولوں کے نام قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت نوح علیہ السلام (۳) حضرت ادریس

علیہ السلام (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۶) حضرت اسحاق علیہ السلام (۷) حضرت یعقوب علیہ السلام (۸) حضرت یوسف علیہ السلام (۹) حضرت لوط علیہ السلام (۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۱) حضرت ہارون علیہ السلام (۱۲) حضرت شعیب علیہ السلام (۱۳) حضرت ہود علیہ السلام۔ (۱۴) حضرت داؤد علیہ السلام (۱۵) حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۶) حضرت ایوب علیہ السلام (۱۷) حضرت الیاس علیہ السلام (۱۸) حضرت الیسع علیہ السلام (۱۹) حضرت یونس علیہ السلام (۲۰) حضرت ذوالکفل علیہ السلام (۲۱) حضرت صالح علیہ السلام (۲۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۲۳) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۲۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲۵) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال۔ کیا ہر نبی اور رسول مرتبے میں برابر ہیں؟

جواب ۔ ہرگز نہیں۔ نبیوں اور رسولوں کا ایک دوسرے پر افضل ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ یعنی یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو افضل بنایا۔ اور فرمایا تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط یعنی یہ رسولوں کی جماعت ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ لیکن ہم لوگوں کو یہ علم نہیں ہے کہ کون کس سے افضل ہے؟ مگر ہمارے حضور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب نبیوں اور رسولوں سے افضل و اعلیٰ ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ اس لئے اگر کوئی حضور کی افضلیت کا انکار کرے۔ یا اس میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا۔ ان حضرات کو "مرسلین اولوالعزم" کہتے ہیں۔ ان حضرات کے سوا دوسرے تمام نبیوں اور رسولوں کا مرتبہ تمام انسانوں، تمام جنوں، اور تمام فرشتوں اور تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

ہمارے حضور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین
ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرمادیا کہ حضور کے زمانے میں
یا بعد میں کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ جو شخص حضور کے زمانے میں یا حضور کے
بعد کسی کو نبوت ملنا مانے۔ یا یہ کہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے۔ تو وہ
کافر ہے۔

سوال۔ کیا نبی کے لئے معجزہ والا ہونا ضروری ہے۔

جواب۔ ہاں معجزہ نبی کے دعوئ نبوت میں سچا ہونے کی دلیل ہوتا ہے
جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ
ہوجانا۔ اور آپ کا ید بیضا (روشن ہاتھ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ
کرنا۔ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردینا۔ اور ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام
کے معجزات تو بہت ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کرام کو بھی طرح طرح کے معجزات
اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔

سوال۔ معراج کیا ہے؟

جواب۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے مختصر حصہ میں مسجد
حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور عرش و کرسی تک۔ بلکہ اس سے
بھی اوپر جاگتے میں اپنے بدن کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وہ قرب خاص
حاصل ہوا کہ کسی نبی اور فرشتہ کو کبھی نہ حاصل ہوا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا۔ اور
بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔ اسی کو "معراج" کہتے ہیں۔ یہ ہمارے حضور کا بہت ہی
خاص معجزہ ہے۔

سوال۔ کیا نبی اور رسول قیامت میں شفاعت بھی کریں گے؟

جواب۔ ہاں سب سے پہلے ہمارے حضور شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔
پھر سب نبی و رسول بھی شفاعت کریں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ
نے شفاعت کبریٰ (سب سے بڑی شفاعت) کا منصب و مرتبہ دیا ہے۔ جو شفاعت

کا انکار کرے وہ بہت بڑا گمراہ ہے۔

سوال۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے کسی قول وفعل کو حقیر سمجھنا کیسا ہے؟

جواب۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی قول وفعل، یا آپ کی کسی
سنت، یا آپ کی کسی عادت، یا آپ کے لباس وغیرہ کو حقیر سمجھنے والا کافر ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ
کے نائب مطلق، اور محبوب اعظم ہیں۔ آپ کی تعظیم و محبت رکن ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے
جب تک حضور کی محبت ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو آدمی مسلمان
نہیں ہوسکتا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کی آل اور آپ کے
اصحاب اور آپ کی ازواج، اور سب متعلقین ومتوسلین سے محبت رکھے۔ اور حضور کے
دشمنوں سے عداوت رکھے۔ اگرچہ وہ اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

سوال۔ کیا وفات کے بعد نبی اور رسول کو زندہ کہا جاسکتا ہے؟

جواب۔ بیشک ہر نبی و رسول اپنی وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں
زندہ ہیں۔ ان کو روزی بھی ملتی ہے۔ اور یہ حضرات اپنی اپنی قبروں میں خدا کی
عبادت بھی کرتے ہیں۔ اور ان حضرات کی زندگی شہیدوں کی زندگی سے بہت اعلیٰ
وافضل ہے۔ ان حضرات پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے کے لئے ایک لمحہ بھر موت
طاری ہوئی۔ پھر یہ بدستور زندہ ہوگئے ہیں۔ ہر نبی و رسول اور ہر شہید کے بارے
میں یہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ زندہ ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ان کی زندگی کو
اپنے حواس سے جان نہیں سکتے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں سے چھپا دیا ہے۔
یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

(۳) عقیدہ۔ اللہ کی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سی کتابیں اپنے رسولوں
پر اتاری ہیں۔ یہ سب کتابیں سچی ہیں۔ ان سب کتابوں کو ماننا اور ان پر ایمان

رکھنا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔
جو چار رسولوں پر نازل ہوئی ہیں۔ (۱) توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (۲) انجیل
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر (۳) زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر (۴) قرآن مجید ہمارے
حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ ان چاروں اور ان کے سوا دوسری
اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص خُدا کی کسی ایک کتاب
کا بھی انکار کردے وہ کافر ہے۔

سوال۔ جب ہم قرآن مجید کے علاوہ توریت وانجیل اور زبور وغیرہ پر ایمان
لاتے ہیں تو پھر ان کتابوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

جواب۔ اس لئے ہم دوسری کتابوں پر عمل نہیں کرتے کہ یہ کتابیں ایک خاص
وقت تک کے لئے تھیں۔ جب قرآن مجید نازل ہوا تو دوسری کتابیں منسوخ ہوگئیں۔
یعنی اُن پر عمل کا وقت ختم ہوگیا۔ اب ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگلی کتابوں میں جو اللہ تعالےٰ
کے احکام ایک خاص وقت کے لئے اُترے تھے وہ سب برحق اور سچے ہیں۔ اور جب
کوئی بات ان کتابوں کی ہمارے سامنے آئے تو اگر وہ قرآن مجید کے مطابق ہوگی۔ تو ہم
اُس کو مان لیں گے۔ اور اگر قرآن مجید کے مطابق نہ ہوگی۔ تو ہم یقین جانیں گے کہ اگلی اُمتوں
کے شریروں نے ان کتابوں میں ردّ وبدل کردیا ہے۔ اور اگر موافقت ومخالفت کچھ
معلوم نہ ہو تو یہ حکم ہے کہ ہم نہ اس کو سچا مانیں۔ نہ اُس کو جھٹلائیں۔ بلکہ یوں کہیں گے کہ
اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ہمارا ایمان ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگلی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اگلی اُمتوں کے
سپرد فرمائی تھی۔ تو اُن کے شریروں نے امانت میں خیانت کی۔ اور خُدا کی کتابوں میں
بہت، کچھ گھٹا بڑھا دیا۔ اور قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی
ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں ایک نقطہ بھی آج تک نہ کوئی گھٹا بڑھا سکا۔ نہ قیامت تک
گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید جیسا نازل ہوا تھا۔ قیامت تک ویسا ہی رہے گا
اور اگلی کتابیں جیسی نازل ہوئی تھیں ویسی باقی نہیں ہیں۔ بلکہ بہت کچھ اُن میں کمی بیشی لوگوں
نے کرڈالی ہے۔

(۴) عقیدہ۔ فرشتوں پر ایمان

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ اور اُن کو یہ طاقت دی ہے
کہ وہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور
کبھی دوسری شکلوں میں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں۔ جو کبھی اللہ تعالیٰ
کی نافرمانی نہیں کرتے۔ وہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں یعنی کبھی بھی اُن سے
کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ ہوسکتا ہی نہیں۔ فرشتے کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ خدا کی بندگی
اُن کی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں قسم قسم کے کاموں پر مقرر فرمایا ہے۔ بعض جنت
پر ہیں۔ بعض دوزخ پر۔ کچھ انسانوں کے اچھے بُرے کاموں کا نامۂ اعمال لکھتے ہیں۔
کچھ روزی پہنچاتے ہیں۔ کچھ پانی برساتے ہیں۔ کچھ درخت اور کھیتی اُگاتے ہیں۔ کچھ ماؤں
کے پیٹوں میں بچوں کی صورتیں بناتے ہیں بعض مرنے والوں کی روح قبض کرتے ہیں۔ کچھ
رسولوں کے پاس وحی یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا کرتے ہیں۔ کچھ امتیوں کا درود وسلام
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا کرتے ہیں۔ غرض اس دُنیا کا سارا کاروبار
اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے چلاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو اتنی بڑی طاقت
دی ہے کہ ایک فرشتہ اکیلا جو کام کرلیتا ہے۔ لاکھوں آدمی مل کر بھی وہ کام نہیں کرسکتے۔
ہم فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر وہ ہم لوگوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ نبی اور رسول فرشتوں کو
دیکھتے تھے۔ اور قبروں میں مُردے بھی فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔

فرشتوں کی گنتی بے شمار ہے۔ مگر چار فرشتے بہت مشہور ہیں (۱) حضرت جبرئیل
علیہ السلام (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام (۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام (۴) حضرت
عزرائیل علیہ السلام۔ یہ چاروں سب فرشتوں سے افضل ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانا بھی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ جو فرشتوں کے موجود
ہونے کا انکار کرے یا فرشتوں کی توہین وبے ادبی کرے۔ وہ کافر ہے۔

(۵) جن کا بیان

جن اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں بھی بعض کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ ان کے شریروں کو "شیطان" کہتے ہیں۔ یہ سب انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور جیتے مرتے ہیں۔ بیاہ بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے اولاد بھی ہوتی ہے۔ یہ سب عقل والے اور روح و بدن والے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔ مگر ان کے کافروں کی تعداد بہ نسبت انسانوں کے بہت زیادہ ہے اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں۔ اور فاسق بھی ہیں۔ سُنّی بھی ہیں اور بدمذہب بھی ہیں۔ یہ یقیناً موجود ہیں۔ جو شخص جن کے موجود ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ جن کا موجود ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(۶) عقیدہ ۔ تقدیر پر ایمان

دُنیا میں جو کچھ ہوتا ہے۔ اور بندے جو کچھ نیکی و بدی کرتے ہیں۔ دُنیا پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے پاس لکھا ہوا ہے اسی لکھے ہوئے علمِ الٰہی کا نام "تقدیر" ہے۔ اور اسی کے مطابق دُنیا میں سب کچھ ہو رہا ہے۔

سوال۔ کیا تقدیر کے مطابق کام کرنے پر آدمی مجبور ہے؟

جواب۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو نیکی و بدی کرنے کا اختیار دیا ہے لیکن آدمی جو کچھ اپنے اختیار سے کرتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس لکھا ہوا ہے کیونکہ پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون کیا کرے گا۔ آدمی جو کرنے والا تھا وہی لکھا ہوا ہے ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ لکھ دیا گیا ہے آدمی اُس کے کرنے پر مجبور ہے۔

مسلمان ہونے کے لئے تقدیر پر بھی ایمان لانا فرض ہے جو تقدیر کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

(۷) عالَمِ برزخ کا بیان

جس طرح ہماری یہ دُنیا ایک عالَم ہے۔ اسی طرح دُنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالَم اور بھی ہے۔ جس کو "عالَمِ برزخ" کہتے ہیں۔ اور یہ عالَمِ برزخ دُنیا کے عالَم سے بہت بڑا ہے مرنے کے بعد اور قیامت آنے سے پہلے سب جن و انسان وغیرہ اسی عالَم میں رہیں گے۔ اس عالَم میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف۔

مرنے کے بعد اگرچہ روح بدن سے جُدا ہوگئی ہے۔ مگر روح کا تعلق بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ بدن پر جو کچھ حال گزرے گا روح ضرور اُس سے آگاہ و متاثر ہوگی۔ اور روح کو ضرور آرام یا تکلیف پہنچے گی۔

مرنے کے بعد مسلمان کی روح اپنے مرتبوں کے لحاظ سے مختلف مقاموں میں رہتی ہے۔ بعض کی قبر پر۔ بعض کی زمزم شریف کے کنوئیں میں۔ بعض کی زمین و آسمان کے درمیان۔ بعض کی آسمانوں پر۔ بعض کی اعلیٰ علّیین میں۔ روح کہیں بھی رہے۔ مگر اپنے بدن سے روح کا تعلق بدستور رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اُسے دیکھتے اور پہچانتے ہیں اُس کا سلام اُس کی بات سُنتے ہیں۔

یہ خیال کہ مرنے کے بعد روح ایک بدن سے نکل کر دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے۔ خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی جانور کا۔ جس کو "تناسخ" یا "آواگون" کہتے ہیں یہ بالکل لغو اور باطل ہے۔ اور اس کا ماننا کُفر ہے۔

مُردہ کلام بھی کرتا ہے اور اُس کے کلام کو جن اور انسان کے سوا دوسرے تمام حیوانات سُنتے بھی ہیں۔

دفن کے بعد قبر میں دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کو "مُنکَر" اور دوسرے کو "نکیر" کہتے ہیں۔ یہ دونوں نہایت سختی کے ساتھ مُردے سے سوال کرتے ہیں۔ پہلا سوال مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ دوسرا سوال مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ مُردہ

اگر مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا رَبِّیَ اللّٰہُ میرا رب اللہ ہے۔ اور دوسرے سوال کا جواب دے گا دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے۔ اور تیسرے سوال کا جواب دے گا۔ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یہ جوابات سُن کر منکر نکیر کہیں گے۔ تجھے کس نے بتایا؟ تو مُردہ کہے گا کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے اور اُس پر ایمان لایا ہوں۔ پھر اُس کی قبر چوڑی کر دی جائے گی اور قبر میں جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے جنّت کی خوشبو اور ٹھنڈی ہوا قبر میں آتی رہے گی اُس کی قبر میں جنّتی بچھونا ہوگا۔ اور جنّتی لباس ملے گا اور وہ طرح طرح کی نعمتوں میں رہے گا۔

اور منافق سب سوالوں کے جواب میں یہ کہے گا کہ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَاَقُوْلُ میں لوگوں کو جو کہتے سُنتا تھا خود بھی کہتا تھا۔ یہ سُن کر منکر نکیر کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تو کیا کہے گا؟ پھر اُس کو جہنمی لباس پہنا کر اور اس کی قبر میں جہنمی بچھونا بچھا کر اُس میں جہنّم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے جہنّم کی گرم گرم ہوا اور بدبو قبر میں آتی رہے گی۔ اور عذاب کے فرشتے اُس کو گُرز سے مارتے رہیں گے۔ اور سانپ بچھو اُس کو کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔

مُردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے۔ تو جہاں پڑا رہ گیا۔ یا پھینک دیا گیا غرض کہیں ہو اُس سے وہیں سوالات ہوں گے۔ اور وہیں ثواب یا عذاب اُسے پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اگر اُسے کوئی درندہ کھا گیا۔ تو اُس درندہ کے پیٹ میں سوال و جواب اور ثواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

جو مسلمان جمعہ کی رات میں یا جمعہ کے دن، یا رمضان مبارک کے کسی دن یا رات میں مرے گا وہ منکر نکیر کے سوالات اور عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(۸) عقیدہ۔ قیامت پر ایمان

جس طرح ہر چیز کی ایک عمر مقرر ہے کہ اُس کے پورے ہونے کے بعد وہ چیز فنا ہو جاتی ہے اسی طرح دُنیا کی بھی ایک عمر مقرر ہے کہ اس کے پورے ہونے کے بعد دُنیا اور دُنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور ہر چیز کو فنا کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ سب کو زندہ کر کے اُٹھائے گا پھر سب کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا۔ اور ہر ایک کے اچھے بُرے کاموں کا حساب لے کر نیکوں کو جنّت میں بھیجے گا۔ اور بُروں کو دوزخ میں ڈال دیگا اسی دن کا نام "قیامت" ہے مسلمان ہونے کے لئے قیامت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ جو قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے!

(۹) عقیدہ۔ قیامت کی نشانیاں

جس طرح مرنے والے کی موت سے پہلے موت کی کچھ نشانیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں اسی طرح قیامت سے پہلے قیامت کی کچھ نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ ان نشانیوں کی دو قسمیں ہیں **علاماتِ صُغریٰ** اور **علاماتِ کُبریٰ**۔ یعنی قیامت کی چھوٹی چھوٹی نشانیاں اور قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں۔

علاماتِ صُغریٰ | قیامت کی چھوٹی چھوٹی نشانیاں بہت ہیں۔ جو بہت پہلے سے ظاہر ہونے لگیں گی۔ اُن میں سے چند یہ ہیں:-

(۱) دُنیا سے علم اُٹھا لیا جائے گا۔ علماء نہ رہیں گے ہر طرف جہالت پھیل جائے گی (۲) زناکاری اور بے حیائی بہت بڑھ جائے گی (۳) عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا انتظام سنبھالنے والا ایک مرد ہوگا۔ (۴) مسیح دجّال سے پہلے تیس دوسرے دجّال آئیں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ نبوّت حضور خاتم النّبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض نبوّت کا دعویٰ کرنے والے دجّال پیدا ہو چکے جیسے مسیلمۃ الکذّاب۔

واَسْوَدعنسی۔ و مرزا محمد علی باب۔ و مرزا علی حسین بہاءاللہ۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی
اور بعض دوسرے ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ مگر ضرور ہوں گے۔(۵) لوگوں کے پاس
مال بہت زیادہ ہوجائے گا۔(۶) عرب میں باغ کھیتی اور نہریں ہوجائیں گی۔(۷) دین
پر قائم رہنا مشکل ہوجائے گا۔(۸) وقت بہت جلدی جلدی گزر جائے گا۔ سال اس طرح
جلد گزر جائے گا جیسے ایک مہینہ، مہینہ یوں گزرے گا جیسے ہفتہ، ہفتہ یوں گزرے گا جیسے
ایک دن۔ ایک دن اس طرح گزر جائے گا جیسے ایک گھنٹہ (۹) زکوٰۃ دینے کو لوگ جُرمانہ
سمجھیں گے (۱۰) علمِ دین کو لوگ دُنیا کمانے کے لئے پڑھیں گے۔(۱۱) مرد عورتوں کی فرمانبرداری
کریں گے۔(۱۲) ماں باپ کی نافرمانی بہت زیادہ ہونے لگے گی۔(۱۳) اُمت کے پچھلے لوگ
اگلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔(۱۴) نہر فُرات سے سونے کے خزانے نکلیں گے۔(۱۵) مسجدوں
میں لوگ شور مچائیں گے۔(۱۶) گانے بجانے کی کثرت ہوگی۔(۱۷) سُرخ آندھیاں آئیں گی۔
(۱۸) زلزلے بہت آئیں گے۔(۱۸) آسمان سے پتھر برسیں گے۔(۱۹) نالائق لوگ سردار
بنائے جائیں گے۔(۲۰) جھوٹ بولنے کو لوگ ہنر سمجھیں گے۔ (۲۱) بیت المقدس شہر آباد
ہوگا۔ اور مدینہ منورہ ویران ہوگا۔ دوسری قومیں بار بار مسلمانوں پر حملہ کریں گی (۲۲)
ذلیل لوگ جن کو بدن کا کپڑا، پاؤں کی جوتیاں نصیب نہیں تھیں بکریوں کے چرواہے
بڑے بڑے محلوں میں فخر کریں گے (۲۳) درندے جانور آدمیوں سے بات کریں گے۔
(۲۴) ظلم وستم کا عام رواج ہونا۔(۲۵) جھوٹی حدیثوں اور بدعتوں کا لوگوں میں پھیل
جانا۔ (۲۶) لوگوں کے دلوں سے امانتوں کا دور ہوجانا۔ قیامت کی یہ نشانیاں اس طرح
لگاتار آئیں گی جس طرح ہار کا دھاگہ ٹوٹ کر اُس کے دانے لگاتار گرتے رہتے ہیں۔

(احادیث شریفہ)

علاماتِ کُبریٰ قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں جو قیامت کے قریب ہوجانے
کے وقت ظاہر ہوں گی۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور۔ (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
آسمان سے اُترنا۔ (۳) بڑے دجّال کا نکلنا۔ (۴) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۵) دابۃ الارض

کا نکلنا۔(۶) پچھم سے آفتاب کا طلوع ہونا۔(۷) دھوئیں کا پیدا ہونا۔(۸) ایک
خاص ہوا کا چلنا۔(۹) تین جگہ زمین کا دھنس جانا (۱۰) ایک آگ کا نکلنا۔

حضرت امام مہدی کا ظہور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد میں سے
حسنی سید ہوں گے۔ آپ کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ اور آپ کی والدہ کا
نام آمنہ ہوگا۔ جب دُنیا میں ہر طرف کُفر پھیل جائے گا اور اسلام سمٹ کر مکہ مکرمہ
اور مدینہ منورہ میں چلا جائے گا۔ اور ساری دُنیا سے اولیاء ہجرت کر کے حرمین شریفین
چلے جائیں گے۔ رمضان کے مہینے میں اولیاء و ابدال کعبہ معظمہ کے طواف میں مشغول
ہوں گے۔ اسی درمیان میں علامتوں سے کچھ لوگ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
پہچان لیں گے اور بیعت کی درخواست کریں گے۔ بوقت بیعت آسمان سے ایک آواز
آئے گی کہ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیْ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مہدی ہیں۔ اس آواز
کو خاص و عام سب لوگ جو وہاں موجود ہوں گے سُنیں گے۔ (آثارِ قیامت وغیرہ)

پھر آپ لوگوں کو ساتھ لے کر ملکِ شام روانہ ہوں گے۔ آپ کا زمانہ بڑی
خیر و برکت کا زمانہ ہوگا۔ اور آپ کے عدل و انصاف سے زمین بھر جائے گی۔

تمام نصاریٰ ہر طرف سے فوجیں جمع کر کے آپ کے مقابلہ میں جنگ کے لئے
آئیں گے۔ اس وقت لشکر نصاریٰ کے اسّی جھنڈے ہوں گے۔ اور ہر جھنڈے
کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ آپ دمشق میں قیام فرمائیں گے۔ آپ کی مدد
کے واسطے خُراسان سے ایک لشکر آئے گا۔ جب نصاریٰ کے لشکروں سے آپ کا سامنا
ہوگا تو آپ کا لشکر تین فرقوں میں منقسم ہوجائے گا۔ ایک فرقہ نصاریٰ کے لشکر سے
ڈر کر بھاگ جائے گا۔ دوسرا منحرف ہوکر بکھر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ
کبھی قبول نہیں فرمائے گا۔ اور ایک فرقہ آپ کے ہمراہ ہوکر نصاریٰ سے جنگ عظیم
لڑے گا۔ بعض ان میں سے شہید ہوں گے۔ اور بعض مظفر و منصور اور فتحیاب ہوں گے۔
اس لشکر کے شہیدوں کا مرتبہ شہدائے بدر و اُحد کے برابر ہوگا۔ اس جنگ میں نصاریٰ

بڑی بھاری شکست ہوگی۔ اور بے شمار نصاریٰ قتل ہو جائیں گے۔

(آثار قیامت مصنفہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی علیہ الرحمہ)

اس کے بعد امام مہدی "قسطنطنیہ" کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس شہر کو فتح کریں گے حضرت اس شہر کے بند و بست میں مصروف ہوں گے کہ اچانک دجال کے نکلنے کی خبر مشہور ہوگی۔ حضرت امام مہدی شام کی طرف کوچ کریں گے اور وہاں سے آپ نو سواروں کو اس خبر کی تحقیقات کے لئے بھیجیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان سواروں کے نام اور اُن کے گھوڑوں کے رنگ جانتا ہوں۔ اور اُن سواروں کے باپوں اور قبیلوں کے ناموں کا بھی مجھے علم ہے۔ وہ دُنیا کے بہترین آدمیوں میں ہیں۔ تحقیق سے یہ خبر جھوٹی ثابت ہوگی۔ پھر حضرت امام مہدی جلدی چھوڑ کر آہستگی سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔ چند دن بھی نہ گزریں گے کہ دجال نکل پڑے گا۔

(آثار قیامت مصنفہ مولانا شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ دہلوی)

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات سال یا آٹھ سال یا نو سال خلافت کا کام انجام دیں گے۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ سات سال بافراغت خلافت کے ہوں گے۔ آٹھواں سال نصاریٰ سے جہاد میں گزرے گا اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت و رفاقت میں گزرے گا۔ پھر آپ انتقال فرمائیں گے۔ اور موجودہ مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کریں گے۔ گویا آپ کی مجموعی عمر شریف اُنچاس سال کی ہوگی۔ (توضیح العقائد مصنفہ مولانا رکن الدین صاحب الوری)

دجّال کا حال

دجال یہودی قوم کا ایک کافر ہے۔ جس کا قد بہت لمبا چوڑا ہوگا اور اُس کی داہنی آنکھ سڑے ہوئے انگور کی طرح ہوگی اور وہ کانا ہوگا۔ اور اُس کی پیشانی پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا۔ یعنی کافر۔ یہ سب سے پہلے شام و عراق کے درمیان ظاہر ہوگا۔ اور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ پھر اصفہان میں آئے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر یہ خُدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور اپنی عبادت کے لئے لوگوں کو دعوت دے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہوگی

جو اس پر ایمان لائے گا۔ وہ اس کو باغ میں ڈالے گا جو حقیقت میں آگ ہوگی۔ اور جو اس کا انکار کرے گا اُس کو یہ آگ میں ڈال دے گا جو حقیقت میں جنّت کا باغ ہوگا۔ اس کے علاوہ دوسرے بہت سے شُعبدے دکھلائے گا۔ پانی برسائے گا۔ تھوڑی دیر میں زمین سے سبزے اُگائے گا۔ مُردوں کو زندہ کرے گا یہ چالیس دن میں تمام زمین کا سفر کرے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر۔ اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یہ داخل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ان دونوں شہروں کے تمام دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ لگا ہوگا۔ پھر دجال دمشق کا رُخ کرے گا۔ جہاں حضرت امام مہدی خلیفہ ہوں گے۔ آپ مسلمانوں کا ایک لشکر جمع کرکے اس سے جنگ کے لئے تیار ہوں گے۔ اسی درمیان میں دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔ اور فجر کی نماز حضرت امام مہدی کے پیچھے ادا کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس مقام پر جس کو بابِ لُد" کہا جاتا ہے دجّال ملعون کو قتل کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو آپ کے سانس کی ہوا لگے گی وہ مر جائے گا۔ پھر آپ خنزیر کا قتل عام کرائیں گے۔ اور نصاریٰ کی صلیب کو توڑنے کا حکم دیں گے۔ اور جزیہ اُٹھا دیں گے یعنی کافر یا تو اسلام قبول کریں۔ یا اُن کو قتل کر دیا جائے۔ جزیہ دے کر کوئی کافر زندہ نہ رہ سکے گا۔ تمام باطل دینوں کو آپ مٹا دیں گے۔ صرف ایک دینِ اسلام روئے زمین پر رہ جائے گا۔ اور ساری دُنیا اہل سُنّت کے مذہب پر ہوگی۔

یاجوج ماجوج

دجّال کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا کا حکم ہوگا کہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر آپ کوہِ طور پر چلے جائیں کیونکہ اب یاجوج ماجوج کی ایسی قوم ظاہر ہوگی جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے۔ یاجوج ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند یافث کی اولاد سے ہیں۔ یہ جنگلی لوگ ہفت اقلیم سے باہر جہاں سمندر کا پانی برف اور سردی سے جم جاتا ہے وہاں رہتے ہیں یہ فسادی

لوگ ہیں۔ جو موسم ربیع میں نکل کر سب کھیتوں اور جانوروں کو کھا جایا کرتے تھے۔
سکندر ذوالقرنین نے دو اونچے پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط تانبا۔ لوہا پلائی دیوار بنا کر ان لوگوں کا آنا بند کر دیا ہے۔ قربِ قیامت میں یہ دیوار خدا کے حکم سے ٹوٹ جائے گی۔ اور یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا
(پ۔۱۶۔ الکہف۔ آیت۔۹۸)

جب میرے رب کا حکم آجائے گا تو اس دیوار کو پاش پاش کر دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

یاجوج ماجوج کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ دس میل لمبا تالاب "بحیرۂ طبریہ" کے تالاب کا سارا پانی اس کا پہلا گروہ پی کر اس طرح خشک کر دے گا کہ دوسرا گروہ آکر یہ کہے گا کہ کبھی یہاں پانی تھا۔ پھر یہ لوگ دنیا میں قتل و غارت اور فساد کریں گے یہاں تک کہ کچھ تیر آسمان کی طرف بھی پھینکیں گے اور وہ تیر خون آلود ہو کر گرے گا اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان کوہ طور پر محصور رہیں گے اور دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک قسم کے کیڑے یاجوج ماجوج کی گردنوں میں پیدا کر دے گا۔ جس سے دم بھر میں وہ سب مر جائیں گے۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ہمراہ پہاڑ سے اتریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کچھ پرندوں کو بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں خدا کا حکم ہوگا پھینک دیں گے۔ پھر خوب بارش ہوگی۔ اور زمین صاف ہو جائے گی اور پھل، فروٹ، اناج بکثرت پیدا ہوں گے۔ خدا کے حکم سے آسمان اپنی برکتیں زمین پر انڈیل دے گا۔ تو برکت کا یہ حال ہوگا کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کے دودھ میں ایک بڑی جماعت شکم سیر ہو جائے گی۔ ایک گائے کے دودھ سے پورا قبیلہ آسودہ ہو جائے گا۔ اور ایک بکری کا دودھ پورے ایک خاندان کے لئے کافی ہوگا۔

اس کے بعد سات برس آپ دنیا میں قیام فرما کر حکومت کریں گے۔ نکاح بھی کریں گے۔ اور اولاد بھی ہوگی۔ اور پینتالیس برس کی عمر میں وفات پا کر مدینہ منورہ

میں گنبدِ خضراء کے اندر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلو میں دفن ہوں گے۔ (قرآن مجید و مشکوٰۃ شریف و بہار شریعت و آثار قیامت و توضیح العقائد)
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جہجاہ نامی ایک بادشاہ ہوگا۔ پھر جہجاہ کے بعد چند دوسرے بادشاہ بھی ہوں گے۔ پھر لوگوں میں کفر و شرک کی رسموں کا چرچا پھیلے گا۔ اور علم بہت ہی کم رہ جائے گا۔ اور ہر طرف گمراہی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

تین زلزلے

پھر تین جگہ زلزلوں سے لوگ زمین میں دھنس جائیں گے۔ ایک جگہ مشرق میں۔ ایک جگہ مغرب میں۔ ایک جگہ جزیرۃ العرب میں اور یہ تینوں جگہیں وہ ہوں گی جہاں جہاں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ رہیں گے۔

آسمان سے دھواں

اس کے بعد آسمان سے ایک دھواں نمودار ہوگا جس سے مسلمانوں کو زکام ہوگا اور آواز بیٹھ جائے گی اور کافروں و منافقوں پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی۔ کسی کو دو دن میں کسی کو تین دنوں میں افاقہ ہوگا۔ یہ آسمانی دھواں لگاتار چالیس روز تک رہے گا۔ اس کے بعد ہی مغرب سے سورج طلوع کرے گا۔ (توضیح العقائد مصنفہ مولانا رکن الدین الوری)

پچھم سے سورج نکلنا

ماہ ذوالحجہ میں یوم النحر کے بعد رات نہایت لمبی ہوگی کہ بچے چلا اٹھیں گے۔ اور مسافر تنگ دل ہو جائیں گے۔ اور جانور چراگاہوں کے لئے شور مچائیں گے۔ مگر صبح نہیں ہوگی۔ جب سب لوگ بے قرار ہو کر توبہ توبہ پکارنے لگیں گے۔ تو سورج بہت معمولی روشنی کے ساتھ مغرب کی جانب سے طلوع کرے گا۔ اور اتنا بلند ہو کر غروب ہو جائے گا۔ جتنا کہ چاشت کے وقت (دس بجے دن) ہوتا ہے۔ پھر حسب دستور پورب کی طرف سے طلوع ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اس وقت کا اسلام لانا معتبر نہیں ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی (پچھم سے سورج نکلنا) کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا (پ-۸-الانعام آیت ۱۵۸) — جو پہلے ایمان نہ لائی تھی۔ یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا مراد ہے۔
(تفسیر خزائن العرفان ص۱۶۱)

دابۃ الارض کا نکلنا پچھم سے سورج طلوع ہونے کے بعد دابۃ الارض نکلے گا یہ جانور عجیب شکل کا ہوگا۔ اس کا سر گائے کی طرح ہوگا اور چہرہ آدمی کی طرح۔ کان ہاتھی جیسے۔ اور سینہ شیر جیسا۔ قد ساٹھ گز کا ہوگا نہایت فصیح و بلیغ کلام کرے گا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ یہ پہلی مرتبہ یمن میں اور دوسری مرتبہ نجد میں ظاہر ہوکر غائب ہوجائے گا۔ پھر تیسری بار مکہ مکرمہ میں صفا کا پہاڑ پھٹ جائے گا۔ اور یہ جانور ظاہر ہوگا۔ اور مسلمانوں کی پیشانی پر عصائے موسوی سے ایک لکیر بنادے گا۔ جس سے تمام چہرہ نورانی ہوجائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان مومن باللہ لکھ جائے گا۔ اور کافروں کی دونوں آنکھوں کے درمیان سلیمانی انگوٹھی سے ایک کالی مہر لگا دے گا۔ جس سے پورا چہرہ کالا اور بے رونق ہوجائے گا۔ اور دونوں آنکھوں کے درمیان کافر باللہ تحریر ہوجائے گا۔ اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کو مومن اور کافر کہہ کر پکارا کریں گے۔

یہ جانور اس قدر جلد اور تیزی کے ساتھ تمام شہروں کا چکر لگائے گا کہ ڈھونڈھنے والا اس کو نہ پا سکے گا۔ اور نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ کر نکل سکے گا۔
(توضیح العقائد مصنفہ مولانا رکن الدین الوری)

یہ جانور خداوند قدوس کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہوگا اور اس کا نکلنا قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ۝ (پ-۲۰-النمل-آیت-۸۲) — اور جب بات اُن پر آپڑے گی۔ ہم زمین سے اُن کے لیے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب قیامت کی تین نشانیاں پائی جائیں گی۔ تو پھر کسی کا ایمان لانا اور نیکی کرنا اُس کو کوئی نفع نہیں دے گا۔ وہ تین نشانیاں یہ ہیں (۱) آفتاب کا پچھم سے نکلنا (۲) دجّال کا ظاہر ہونا (۳) دابۃ الارض کا نکلنا۔
(مشکوٰۃ ج۲ ص۴۷۲)

ٹھنڈی ہوا دابۃ الارض کے بعد شام کے وقت ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں میں درد پیدا کرے گی۔ اور رفتہ رفتہ سب ایمان والے مرجائیں گے۔ اور کوئی مومن روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اور صرف کفّار باقی رہ جائیں گے۔
(مشکوٰۃ ج۲ ص۴۸۱)

محشر میں لے جانے والی آگ اس کے بعد مشرق سے ایک آگ نمودار ہوگی جو سب کو گھیر کر ملک شام میں میدان محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۷۰)

قیامت کا آجانا اچانک محرم کی دس تاریخ جمعہ کے دن علی الصباح جب کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک ہوگی۔ اور رفتہ رفتہ بلند ہوجائے گی۔ لوگ اس کی آواز سنیں گے اور بیہوش ہوکر گر پڑیں گے پھر مرجائیں گے۔ اسی کا نام "نفخۂ اُولیٰ" ہے۔ اور یہی قیامت کی سب سے آخری نشانی ہے۔ صور کی اس آواز کے بعد زمین آسمان، یہاں تک کہ صور اور خود اسرافیل علیہ السلام اور تمام فرشتے سب فنا ہوجائیں گے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں ہوگا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ آج کس کی بادشاہت ہے؟ کہاں ہیں جبارین؟ کہاں ہیں متکبرین؟ مگر وہاں ہے کون؟

جو جواب دے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا۔ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ صرف اللہ واحد قہار کی بادشاہت ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ تو حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا۔ اور صور کو دوبارہ پیدا فرما کر دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ چنانچہ صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے۔ فرشتے اور جن وانسان وغیرہ سب موجود ہو جائیں گے!

سوال۔ نفخۂ اولیٰ پہلی بار صور پھونکنے اور نفخۂ ثانیہ دوسری بار صور پھونکنے کے درمیان کتنی مدت ہوگی؟

جواب۔ یہ سوال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہوا تھا۔ تو آپ نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ فرمایا ہے کہ دونوں صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس ہے۔ تو میں کس طرح یقین کے ساتھ کہہ دوں کہ چالیس دن مراد ہیں۔ یا چالیس مہینے۔ یا چالیس برس؟ (مشکوٰۃ ج ۲ ص۴۸۱)

بہر حال دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے یوں نکلیں گے کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر کا ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں فاروق اعظم کا ہاتھ ہوگا۔ پھر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے قبرستانوں میں جتنے مسلمان دفن ہیں سب کو ساتھ لے کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام میدان محشر میں تشریف لے جائیں گے۔

میدانِ محشر کا خوفناک منظر قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، بغیر ختنہ کئے ہوئے اُٹھیں گے۔ مسلمان یہ کہتے ہوئے قبروں سے نکلیں گے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہمارے غم کو دور کر دیا۔ بیشک ہمارا رب بخشنے والا اور احسان کرنے والا ہے۔ اور کفار یہ کہتے ہوئے نکلیں گے کہ یَا وَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ہائے افسوس کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اُٹھا دیا؟ غرض کوئی پیدل، کوئی سوار ہوں گے۔ اور کسی سواری پر دو کسی پر تین کسی پر چار کسی پر دس ہوں گے۔ کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدانِ محشر میں جائے گا۔ کسی کو فرشتے

گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ کسی کو آگ جمع کرے گی۔ یہ میدان محشر ملک شام میں قائم ہوگا۔ میدان کی زمین بالکل ہموار ہوگی۔ اُس دن زمین تانبے کی ہوگی۔ اور سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ اُس دن کی تپش کون بیان کر سکے؟ اللہ کی پناہ۔ تپش اور گرمی کا کیا پوچھنا؟ کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر تک پسینہ چڑھ گیا ہوگا۔ اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑ جائے گا۔ جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہوگی وہ محتاج بیان نہیں۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی۔ بعضوں کی زبانیں موہنہ سے باہر نکل آئیں گی۔ دل اُبل کر گلے کو آجائیں گے۔ ہر مبتلا بقدرِ گناہ تکلیف میں مبتلا ہوگا۔ جس نے چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی۔ اُس کے مال کو خوب گرم کرکے اُس کی کروٹ، اور پیشانی اور پیٹھ پر داغ دیں گے۔ جس نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی۔ اُس کے جانور قیامت کے دن خوب تیار ہو کر آئیں گے اور اُس شخص کو لٹائیں گے۔ اور وہ جانور اپنے سینگوں سے مارتے اور پاؤں سے روندتے اُس پر گزریں گے جب سب اسی طرح گزر جائیں گے۔ پھر اُدھر سے واپس ہو کر یوں ہی اُس پر گزریں گے۔ اسی طرح کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو۔

پھر باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے۔ بی بی بچے الگ جان چرائیں گے۔ ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار کون کس کا مددگار ہوگا؟ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اے آدم! دوزخیوں کی جماعت کو الگ کرو۔ عرض کریں گے کتنے میں سے کتنے؟ ارشاد ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ بچے مارے غم کے بوڑھے ہو جائیں گے۔ حمل والی کا حمل گر پڑے گا۔ لوگ ایسے دکھائی دیں گے کہ نشہ میں ہیں۔ حالانکہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ غرض ہزارہا مصائب ہوں گے۔ اور وہ بھی ایسے شدید کہ الاماں۔ اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے نہیں۔ دو چار دن، دو چار ماہ نہیں بلکہ قیامت کا دن جو کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔ قریب آدھے کے گزر چکا

ہے۔ اور ابھی تک اہلِ محشر اسی حالت میں ہیں۔

اب اسی حالت میں لوگ آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈھنا چاہیے کہ ہم کو ان مصیبتوں سے چھٹکارا دلائے۔ ابھی تک تو یہی پتہ نہیں چلتا ہے کہ آخر کدھر کو جانا ہے؟ یہ بات مشورے سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہم سب کے باپ ہیں۔ وہ ہم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔ غرض گرتے پڑتے کس کس مصیبت سے اُن کے پاس سب کے سب حاضر ہوں گے۔ اور عرض کریں گے۔ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا۔ اور اپنی چُنی ہوئی روح اُس میں ڈالی۔ اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اور جنت میں آپ کو رکھا۔ تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حال میں ہیں؟ آپ ہماری شفاعت کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔ وہ فرمائیں گے میرا یہ مرتبہ نہیں۔ مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا۔ نہ آئندہ فرمائے گا۔ تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے آخر کس کے پاس ہم جائیں؟ فرمائیں گے کہ نوح کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس لوگ حاضر ہوں گے اور شفاعت کے لئے عرض کریں گے۔ یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس لائق نہیں مجھے اپنی پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور وہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ تو وہ فرمائیں گے۔ کہ آج کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ لیکن تم لوگ اُن کے پاس حاضر ہو جاؤ جن کے ہاتھ پر فتح کی کُنجی رکھی گئی۔ جو آج بے خوف ہیں۔ اور تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ تم لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرو۔ وہ خاتم النبیین ہیں۔ وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اب لوگ پھرتے پھراتے، ٹھوکریں کھاتے، روتے چلاتے دربار

بیکس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اے رحمۃٌ للعالمین! حضور کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح باب رکھا ہے۔ آج حضور مطمئن ہیں اور حضور کے سوا کوئی بھی مطمئن نہیں ہے۔ حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں ہیں؟ اور کس حال کو پہنچ گئے ہیں؟ حضور بارگاہِ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں۔ لوگوں کی فریاد سُن کر حضور ارشاد فرمائیں گے۔ اَنَا لَھَا میں اس کام کے لئے ہوں۔ اَنَا صَاحِبُکُمْ میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈھ آئے ہو یہ فرما کر اور تسلی دے کر حضور بارگاہ عزت میں ایک سجدہ کریں گے تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔ اور کہو تمہاری بات سُنی جائے گی۔ اور مانگو۔ جو مانگو گے ملے گا۔ اور شفاعت کرو۔ تمہاری شفاعت مقبول ہے۔ پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم بھی ایمان ہوگا۔ اُس کے لئے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اُس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے اُسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔

اب تمام انبیاء اپنی اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اولیاء کرام، شُہداء، حُفاظ، حُجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی دینی منصب عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا نابالغ بچے جو مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے کہ ہم نے آپ کو وضو کے لئے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا۔ کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجا کے لئے ڈھیلا دیا تھا۔ علماء ان تک کی شفاعت کریں گے۔ (منقول از بہار شریعت حصہ اول مصنفہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ)

(۱۰) **عقیدہ** ۔ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب حق ہے۔ حسابِ قیامت کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ کیونکہ حساب کا ثبوت قرآن مجید سے ہے۔

اللہ تعالیٰ تجلی فرما کر بندوں سے ارشاد فرمائے گا۔ کہ اے میرے بندو! آدم کے وقت سے آخر دُنیا تک تم دن رات بھلی بُری باتیں کہتے تھے۔ اور میں سُنتا تھا۔ اور میرے فرشتے

کہتے تھے اب آج تم میری بات سُنو۔ تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ تمھارے اعمال تم کو دکھائے جاتے ہیں۔ اور ان اعمال کا بدلہ تم کو ملے گا۔ اگر بھلائی پاؤ تو شکر بجا لاؤ۔ اور اگر بُرائی پاؤ۔ تو اپنے نفس ہی کو ملامت کرو۔ اس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ہر ایک کے اعمال نامہ کو نکالیں تاکہ اُن کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں چنانچہ فرشتے تمام اعمال ناموں کو نکالیں گے۔ اور سب کے ہاتھوں میں اُن کا اعمال نامہ پہنچ جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اُس کے گلے سے لگا دی۔ اور اُس کے لئے قیامت کے دن ایک اعمال نامہ نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ فرمایا جائے گا کہ تو اپنا اعمال نامہ پڑھ لے۔ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے والا ہے۔

(پ-۱۵-بنی اسرائیل-آیت-۱۴)

(۱۱) **عقیدہ**۔ قیامت کے دن ہر شخص کا نامۂ اعمال اُس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ نیکوں کے داہنے ہاتھ میں۔ اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں۔ کافر کا سینہ توڑ کر اُس کا بایاں ہاتھ اُس کی پیٹھ کے پیچھے نکال کر ہاتھ میں دیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے کہ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝

تو وہ جس کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو اُس سے سہل حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا اور وہ جس کا نامۂ اعمال اُس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔ تو وہ عنقریب موت مانگے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔

(پ-۳۰-الانشقاق-آیت ۱۲)

(۱۲) **عقیدہ**۔ میزانِ محشر حق ہے۔ یہ ایک ترازو ہوگی جس پر لوگوں کے نیک

اور بد عمل تولے جائیں گے قرآن مجید میں خداوندِ عالم کا فرمان ہے کہ

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ

اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے۔ قیامت کے دن۔ تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

(پ-۱۷-الانبیاء-آیت-۴۷)

(۱۳) **عقیدہ**۔ حوضِ کوثر حق ہے۔ حوضِ کوثر اتنا بڑا ہے کہ اُس کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے۔ اس کے چاروں کونے برابر ہیں۔ اس کی مٹی مشک کی ہے۔ نہایت خوشبودار۔ اس پر ستاروں کی طرح کٹورے رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو اس کا پانی پی لے گا پھر کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔

(۱۴) **عقیدہ**۔ قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا عنایت کیا جائے گا جس کا نام "لِوَاءُ الْحَمْد" ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک تمام مومنین سب اسی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ یعنی حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا!

(۱۵) **عقیدہ**۔ پُل صراط حق ہے۔ یہ ایک پُل ہے کہ جہنم کی پشت پر گاڑا جائے گا۔ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پُل پر گذر فرمائیں گے پھر دوسرے انبیاء و مرسلین اور اُمتیں گزریں گی۔ اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے لوگ پُل کو پار کریں گے۔ کوئی بجلی کے کوندنے کی طرح۔ کوئی تیز ہوا کی طرح۔ اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے۔ اور بعض آدمی کے دوڑنے کے مثل۔ کوئی چیونٹی کی چال سے چلے گا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ سُرین پر گھسٹتے ہوئے گزریں گے۔ سب لوگ تو پُل سے گزرتے ہوں گے۔ مگر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی نجات کے لئے رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہہ کر دُعا مانگتے ہوں گے۔ حضور کبھی پُل صراط پر، کبھی میزانِ عمل کے پاس، کبھی حوضِ کوثر پر، کبھی مقام محمود پر ہر جگہ اپنی اُمت کی خبر گیری و دستگیری

فرماتے رہیں گے۔

سوال۔ کیا پل صراط پر سے گذرنے کا قرآن مجید میں بھی کہیں کوئی تذکرہ ہے؟

جواب۔ بیشک حدیثوں کے علاوہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ (پ-۱۶- مریم- آیت-۷۱)	اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گذر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمے یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

صراط کا پل دوزخ کی پشت پر ہوگا۔ تو ہر شخص جو پل صراط سے گذرے گا وہ دوزخ پر سے ضرور گزرے گا۔ اس طرح اس آیت میں پل صراط کا ذکر ہے۔

(۱۶) **عقیدہ۔** قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے۔ قیامت کے دن سب سے افضل و اعلیٰ نعمت جو مسلمانوں کو نصیب ہوگی۔ وہ خداوند قدوس کا دیدار ہے۔ اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ جسے ایک بار یہ میسر ہوگا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق و لذت میں مستغرق رہے گا۔ خداوند قدوس کے دیدار کے معاملہ میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۙ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۭ (پ ۲۹- القیمۃ- آیت-۲۵)	کچھ منہ اُس دن تر و تازہ ہوں گے، اپنے رب کا دیدار کرتے ہوں گے۔ اور کچھ منہ اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ سمجھتے ہوں گے کہ اُن کو وہ سزا کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے گی۔

ان تمام مرحلوں کے بعد اب ہمیشگی کے گھر میں جانا ہے۔ کسی کو آرام کا گھر ملے گا جس میں اس قدر زیادہ نعمت و راحت ہوگی کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس گھر کا نام جنّت ہے۔ اور کسی کو تکلیف کے گھر میں جانا پڑے گا جس میں اس قدر عذاب اور تکلیفیں ہیں کہ نہ کوئی اُس کی حد ہے نہ شمار۔ اس گھر کا نام جہنّم ہے۔

(۱۷) **عقیدہ۔** جنّت و جہنّم حق ہیں۔ ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور

جنّت و جہنّم دونوں بن کر تیار ہیں۔ ایسا نہیں کہ قیامت کے دن یہ دونوں پیدا کئے جائیں گے۔

ایک ضروری تنبیہ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اور یاد رکھئے کہ قیامت اور حشر و حساب اور عذاب و ثواب اور جنّت و جہنّم سب کے وہی معنی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن کو ہم نے اپنی اس کتاب میں لکھ دیا ہے۔ کچھ نیچری لوگ ان لفظوں کے دوسرے دوسرے معنی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ آدمی اپنے اچھے اچھے کارناموں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی خوشی کا نام ثواب ہے۔ اور یہی جنّت ہے۔ اور آدمی اپنے بُرے کرتوتوں کو دیکھ کر رنجیدہ اور غمگین ہوتا ہے اسی کا نام عذاب ہے۔ اور یہی جہنّم ہے۔ جنّت و جہنّم کوئی جگہ اور مکان نہیں ہے۔ اور نیچری لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ میدان حشر میں صرف روحوں کا مجمع ہوگا۔ روح اور بدن دونوں کا حشر نہیں ہوگا۔ تو یاد رکھئے کہ یہ نئے نئے معنی جو لوگوں نے گڑھ لئے ہیں بالکل غلط اور باطل ہیں۔ اور یہ لوگ حقیقت میں قیامت کے منکر ہیں۔ اور مسلمانوں کی صورت میں پکے کافر ہیں۔ ان نیچریوں اور دوسرے بد مذہبوں کی کتابوں کو پڑھنا، اور ان کے لکچروں کا سننا بالکل حرام، اور گناہ عظیم ہے۔ مسلمانان اہلسنت کو بالکل ان گمراہوں سے قطع تعلق کرلینا لازم ہے ورنہ گمراہی کا بہت بڑا اندیشہ ہے۔

جنّت کا بیان

جنّت اُس مکان کا نام ہے جہاں رب العالمین کی شانِ جمالی کا پورا پورا ظہور ہے۔ اس مکان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے۔ اس میں قسم قسم، اور طرح طرح کی نعمتیں ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ (پ-۲۵- الزخرف- آیت-۷۱)	اور اُس میں وہ سب کچھ ہے جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے۔ اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

جنّت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا۔ نہ کانوں نے سُنا۔ نہ کسی کے دل پر اُس کا خطرہ گزرا۔ دُنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کو جنّت کی کسی چیز کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ کہ اُس کی مثال دی جائے۔ اور جہاں جہاں، اور جو جو مثالیں دی گئی ہیں وہ سمجھانے کے لئے ہیں۔ ورنہ حقیقت کو اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں کہاں جنّت کی نعمتیں؟ اور کہاں دُنیا کی نعمتیں؟ دونوں میں مناسبت و مشابہت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب جنّت کی چند نعمتوں اور اُس کی شان کا کچھ مختصر بیان پڑھ لیجئے۔

(۱) جنّت میں سَو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان وہ مسافت ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔

(۲) جنّت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سو برس تک تیز رفتار گھوڑے پر سوار چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔

(۳) جنّت کے دروازے اتنے وسیع ہیں کہ ایک بازو سے دوسرے بازو تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہے۔ پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلتا ہوگا۔

(۴) جنّت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں، اور مشک کے گارے سے بنی ہیں۔ ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ زمین زعفران کی۔ اور کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں۔

(۵) جنّت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی۔

(۶) جنّت میں چار دریا ہیں۔ ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا۔ شراب دُنیا کی شراب جیسی نہیں ہے۔ جس میں بدبو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے۔ اور پینے والے آپے سے باہر ہو کر بیہودہ باتیں بکنے لگتے ہیں۔ بلکہ جنّت کی شرابِ طہور ان سب خرابیوں سے پاک اور بہترین لذّت دینے والی ہے۔

(۷) جنّتیوں کو جنّت میں ہر قسم کے لذیذ اور بہترین کھانے ملیں گے۔ جس کھانے کی خواہش کریں گے فوراً سامنے موجود ہوگا۔

(۸) جنّت کی عورتیں جو حُور کہلاتی ہیں ایسی حسین و خوبصورت ہیں کہ اگر اس میں کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشنی پھیل جائے۔ اور اگر کوئی حور اپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکال دے تو اُس کے حُسن کی وجہ سے تمام دُنیا والے فتنہ میں پڑ جائیں۔

(۹) جنّت میں کوئی نجاست پیشاب پاخانہ۔ تھوک۔ کنکھار۔ رینٹھ۔ بدن کا میل۔ کان کا میل۔ بدبو ہرگز نہ ہوگی۔ کھانے کے بعد ایک خوشبو دار فرحت بخش ڈکار آئے گی۔ اور خوشبو دار پسینہ نکلے گا۔ اور کھانا ہضم ہو جائے گا۔

(۱۰) جنّت میں ہر شخص کو سَو آدمیوں کے برابر کھانے پینے اور جماع کی طاقت عطا ہوگی۔ اور ہر جنّتی کو حوروں میں سے کم سے کم دو بیویاں ملیں گی جو اس قدر خوبصورت ہوں گی کہ آدمی اپنے چہرہ کو اُن کے رُخسار میں آئینہ کی طرح دیکھ لے گا۔ اور کپڑے کے اوپر سے اُن کی پنڈلیوں کا گودا اس طرح حسین نظر آئے گا جس طرح سفید شیشے کے گلاس میں سُرخ شراب نظر آتی ہے۔

(۱۱) ہر جنّتی کے سرہانے بہت سے خادم کھڑے ہوں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں سونے چاندی کا پیالہ ہوگا۔ اور ہر پیالے میں طرح طرح کی کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی۔ کھانے کے ہر نوالہ میں ستر مزے ہوں گے جو بہ اک وقت محسوس ہوں گے۔ اور جس قدر کھائے پئے گا مزہ بڑھتا جائے گا۔ اور لذّت میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۱۲) سر کے بال، اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنّتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے سب جنّتی بے داڑھی مونچھ کے ہوں گے۔ اور تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے کبھی اس سے زیادہ عمر کے معلوم نہ ہوں گے

(۱۳) پہلا گروہ جو جنّت میں داخل ہوگا اُن کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند، اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ۔ سب ایک دل ہوں گے اُن کے آپس میں کوئی بُغض و اختلاف نہ ہوگا۔

(۱۴) جنّتیوں کو نہ کوئی غم ہوگا۔ نہ کسی چیز کی فکر ہوگی۔ نہ اُنھیں کوئی بیماری ہوگی۔ نہ

کوئی ذلت و رُسوائی ہوگی۔ ہر وقت اُنھیں فرحت و سرور اور خوشی و شادمانی نصیب رہے گی۔ اور جوانی قائم رہے گی!

(۱۵) جنتیوں اور اُن کی بیویوں اور حُورانِ بہشت کو بہترین لباس و پوشاک عطا ہوں گے۔ جو نہ کبھی میلے ہوں گے نہ پُرانے ہوں گے۔ نہ پھٹیں گے۔

سوال۔ جنتیں کُل کتنی ہیں؟

جواب۔ آٹھ ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) جنۃُ الماویٰ (۲) جنۃُ النعیم۔ (۳) جنۃُ العدن۔ (۴) جنۃُ الفردوس۔ (۵) دارُ السلام (۶) دارُ الخُلد۔ (۷) دارُ القرار۔ (۸) دارُ الجلال۔ یہ خاص دیدارِ الٰہی کے لئے ہے۔ (توضیح العقائد بحوالہ تفسیر اسرار الفاتحہ)

جہنّم کا بیان

جہنّم اُس مکان کا نام ہے کہ جہاں خُداوندِ قہّار و جبّار کی شانِ جلالی کا پورا پورا ظہور ہوگا۔ جہنّم میں انواع و اقسام کے عجیب عجیب عذاب اور سزائیں ہیں کہ الامان۔ ارحم الراحمین سب مسلمانوں کو جہنّم سے بچائے۔ (آمین)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہنّم کی ہولناکیوں کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ (پ۔۲۹۔ الملک۔ آیت۔۸)	اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کُفر کیا اُن کے لئے جہنّم کا عذاب ہے اور کیا ہی بُری جگہ ہے جہنّم۔ اور جب لوگ اُس میں ڈالے جائیں گے تو جہنّم کا شور سُنیں گے۔ اور جہنّم اس طرح جوش مارتا ہوگا۔ کہ قریب ہے کہ پھٹ جائے شدّتِ غضب سے۔

جہنّم کے عذابوں کی مختصر فہرست:۔

سوال۔ جہنّم میں کیا کیا اور کون کون سے عذاب ہوں گے؟

جواب۔ اللہ کی پناہ۔ (۱) جلنا (۲) کٹنا (۳) پھٹنا (۴) کانٹوں کا چُبھنا۔ (۵) جسموں کا چاک ہونا (۶) انتہائی غم و حسرت (۷) نا اُمیدیوں کی کوفت (۸) بھوک اور پیاس سے تڑپنا۔ چیخنا چلّانا (۹) زقّوم (تھوہڑ) کھانا (۱۰) پیپ پینا (۱۱) سانپ اور بچھو کا ڈسنا (۱۲) انتہائی پیاس کے وقت بیحد گرم پانی پینے کو ملنا (۱۳) جلی بُھنی کھالوں کا بدن پر بار بار بدلنا (۱۴) جلے ہوئے بدن کے گوشت پر مکھیوں کا بیٹھنا (۱۵) آگ کا مکان (۱۶) آگ کا بچھونا (۱۷) گندھک کا لباس (۱۸) آگ کا طوق۔ (۱۹) آگ کی زنجیر (۲۰) آگ کے پہاڑ پر بار بار چڑھنا اور گرنا۔ غرض قسم قسم کے بے پناہ عذاب ہوں گے۔ جن کو سوچ لینے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور دل خوف سے بیٹھنے لگتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ ؕ

سوال۔ جہنّم کے طبقات کتنے ہیں؟

جواب۔ جہنّم کے طبقات سات ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) جہنّم (۲) لَظٰی (۳) حُطَمہ (۴) سَعِیر (۵) سَقَر (۶) جَحِیم (۷) ہاویہ۔

قرآن مجید میں خُداوند عالم کا فرمان ہے۔ کہ

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ○	جہنّم کے سات دروازے یعنی سات طبقے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لئے اُن میں سے حصّہ بٹا ہوا ہے۔

کُفر و ایمان

ایمان۔ ایمان اسے کہتے ہیں کہ دل سے یقین کے ساتھ اُن سب باتوں کو سچ مان لے جو ضروریات دین ہیں۔ اور ضروریاتِ دین وہ مسائل ہیں جن کو ہر مسلمان خاص و عام جانتے ہوں۔ جیسے اللہ کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ مثلاً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

کفر۔ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرنا کُفر ہے۔ اور اس انکار کرنے والے کو کافر کہا جائے گا۔ یوں ہی بعض اعمال جو یقیناً ایمان کے خلاف ہیں جیسے

بُت کو سجدہ کرنا۔ یا کسی نبی کی توہین۔ یا قرآن شریف کی توہین۔ یا کعبہ معظمہ کی توہین۔ یا
حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی کسی سُنّت کی توہین یہ سب باتیں یقینی طور پر کُفر ہیں۔ یوں ہی
بعض کام جو کُفر کی خاص علامتیں ہیں اُن کاموں کو کرنا بھی کُفر ہے۔ جیسے زُنّار (جنیو) پہننا
سر پر چوٹی رکھنا۔ پیشانی پر قشقہ لگانا کہ یہ سب ہندوؤں کا دینی نشان، اور کُفر کی خاص
علامات ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان کاموں کو کرے تو اس کو نئے سرے سے اسلام لانے،
اور اپنی عورت سے از سرِ نَو نکاح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ کیونکہ ان کُفری کاموں کی وجہ سے
وہ مسلمان کافر ہوگیا۔

(۱۸) عقیدہ ۔ ایمان اور کُفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں ہے یعنی آدمی یا
مسلمان ہوگا یا کافر۔ تیسری صورت کوئی نہیں۔ کہ آدمی نہ مسلمان ہو نہ کافر۔
"منافق" جو کہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ اور دل میں انکار رکھتا ہو۔
وہ کافر ہی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقوں کی ایک جماعت
تھی کہ قرآن شریف نے اُن کو منافق کہا۔ یا حضور نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچان کر
فرمادیا کہ فلاں فلاں منافق ہیں اب ہم کسی خاص شخص کو یقین کے ساتھ منافق نہیں
کہہ سکتے۔ جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اُس کو مسلمان ہی سمجھیں گے۔ جب تک کہ اُس کے
قول و فعل میں کوئی کُفر کی بات نہ پائی جائے۔ ہاں البتہ منافقوں کی ایک شاخ
اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہے کہ بہت سے بد مذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور
دیکھا جاتا ہے تو اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود وہ بعض ضروریاتِ دین کا انکار بھی کرتے
ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو کافر ہی کہا جائے گا۔

(۱۹) عقیدہ ۔ کسی گناہ کے کرلینے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوجاتا۔
اس لئے گناہِ کبیرہ کرنے والے مسلمان کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ اور وہ ضرور جنت میں
جائے گا۔ خواہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُس کے گُناہوں کو معاف کرکے اُس کو جنت
میں بھیجے۔ یا حضور کی شفاعت سے جنت میں جائے۔ یا اپنے گناہوں کی سزا پاکر پھر جنت
میں جائے۔ بہرحال چونکہ وہ مسلمان ہے اس لئے جنت میں ضرور جائے گا۔

(۲۰) عقیدہ ۔ جو شخص کسی کافر کے لئے اُس کے مرنے کے بعد مغفرت کی
دُعا کرے۔ یا کسی مُرتد کو مرحوم یا مغفور کہے۔ یا کسی مُردہ ہندو کو بیکنٹھ باشی کہے وہ کافر
ہے۔ اگر کسی نے ایسا کہدیا ہو۔ تو اُس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے۔ اور کلمہ پڑھ کر اسلام
قبول کرے۔ اور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے۔ (بہار شریعت)

(۲۱) عقیدہ ۔ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا اور کہنا ضروریاتِ
دین سے ہے۔ جو کسی مسلمان کو کافر کہدے۔ یا کسی کافر کو مسلمان کہدے۔ وہ خود
کافر ہوجائے گا۔ کس کا خاتمہ ایمان پر ہوا؟ اور کس کا خاتمہ کُفر پر ہوا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی
کو معلوم ہے۔ ہم کو اس کا علم نہیں۔ مگر ہم کو اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ مسلمان کو مسلمان
کہیں۔ اور کافر کو کافر کہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں جتنی دیر اُسے کافر کہو گے
اُتنی دیر اللہ۔ اللہ کہو۔ ثواب ملے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر
کا وظیفہ پڑھتے رہو۔ ہمارا مقصود تو یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان جانو۔ اور کافر کو کافر جانو۔
اور اگر کوئی تم سے پوچھے تو مسلمان کو مسلمان کہدو۔ اور کافر کو کافر کہدو۔ نہ یہ کہ اپنی صلح
کی پالیسی سے اُس کے کُفر پر پردہ ڈالو۔ (بہار شریعت)

چند گُمراہ فرقوں کا بیان

اس کتاب کے شروع میں آپ یہ حدیث پڑھ چکے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس اُمّت میں تہتر فرقے نکلیں گے۔ ان میں ایک کے سوا سب
جہنمی ہوں گے۔ اور وہ فرقہ جو جنتی ہوگا وہی ہے جو حضور اور اصحاب کے عقائد و طریقہ
پر ہوگا۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس جنتی فرقہ کا نام الجماعۃ اور "سوادِ اعظم"
بتایا۔ یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت۔ اسی وجہ سے اس جنتی جماعت کا نام "اہلسنت وجماعت"
ہوا۔ لہٰذا "اہلسنت وجماعت" کے سوا تمام فرقے گُمراہ اور جہنمی ہیں۔ ان گُمراہ فرقوں میں
بعض تو پیدا ہوکر ختم بھی ہوگئے۔ اور بعض ہندوستان میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے اُن کو
ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن جو گمراہ فرقے ہندوستان میں موجود ہیں۔ اُن کی

نشان دہی اور پہچان کرادینی ضروری ہے۔ تاکہ عام مسلمان ان کے فریب اور فتنوں سے بچتے رہیں۔ کہ حدیث شریف میں ہے اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ یعنی اپنے کو ان سے دور رکھو۔ اور انھیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(۱) قادیانی۔ یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں۔ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام اور اُن کی والدہ حضرت مریم کی شان میں ایسے ایسے بیہودہ کلمات بکے جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل ہل جاتے ہیں۔ دُنیا بھر کے تمام مُفتیانِ کرام نے اس فرقہ کو کافر و مُرتد قرار دیا۔ اور کُفر کا فتویٰ دیا۔ لہٰذا تمام مسلمان اس فرقہ والوں کو اسلام سے خارج اور کافر جانیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ میل جول۔ شادی بیاہ۔ سلام ومصافحہ بالکل نہ کریں۔ یہ مرجائیں تو ہرگز ہرگز ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن ہونے دیں۔

رافضی۔ یہ فرقہ حضرات صحابہ کی شان میں نہایت گستاخ ہے۔ یہاں تک کہ صحابۂ کرام کو گالی دینا ان کا عام شیوہ ہے۔ بلکہ چند صحابہ کے سوا تمام اصحابِ رسول کو کافر و منافق قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافتِ راشدہ کو خلافتِ غاصبہ کہتے ہیں۔ حضرت اُم المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں بھی بیہودہ کلام بکتے ہیں۔ اماموں کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے افضل جانتے ہیں۔ اور یہ بالاجماع کُفر ہے۔ کہ غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا یہ کُفری عقیدہ ہے۔ اور ان لوگوں کا کُفری عقیدہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید محفوظ نہیں ہے بلکہ کچھ پارے یا کچھ سورتیں یا آیتیں یا الفاظ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ نے نکال دیئے ہیں اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اَصلح واجب ہے۔ یعنی جو کام بندے کے حق میں نافع ہے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہی کرے اور اُس کو کرنا پڑے گا۔ اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم دیتا ہے۔ پھر یہ معلوم کرکے کہ

مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتاتا ہے۔ اس قسم کے دوسرے بھی کُفری عقائد اس فرقہ والوں کے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں پر بھی عرب و عجم کے مفتیوں نے کُفر کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا ان لوگوں کو بھی اسلام سے خارج اور کافر جاننا چاہئے۔ اور ان سے کوئی دینی تعلق نہیں رکھنا چاہئے اور ان سے شادی بیاہ اور میل جول، سلام و مصافحہ نہ کریں۔ نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیں۔

(بہار شریعت و فتاوٰی رضویہ)

وہابی۔ یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔ جو ۱۱۱۱ھ میں نجد کے مقام عیینہ میں پیدا ہوا۔ جس نے تمام عرب خصوصاً مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں بہت شدید فتنے پھیلائے۔ علماء اہلسنّت کو قتل کیا۔ صحابۂ کرام و ائمۂ عظام اور شہیدوں کی قبریں توڑ پھوڑ کر کھود ڈالیں۔ اور روضۂ منورہ کا نام صنمِ اکبر (بڑا بُت) رکھا تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ جس میں اپنے باطل عقیدوں کو لکھا۔ مگر خود اس کے بھائی علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے بھائی کے مسلک کے رد میں ایک علمی رسالہ اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰہِیَّۃُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَھَّابِیَّۃِ لکھا۔ اور اُس زمانہ کے دوسرے علماء حق نے بھی کتاب التوحید کا رد لکھا۔ اور علامہ ابن عابدین نے دُرِّ مختار کی شرح ردالمحتار ج۳ ص۳۹ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کو خارجی بتا کر اس کا رد فرمایا۔ اور عرب و عجم کے دوسرے علماء کرام نے بھی کتاب التوحید کا رد لکھا۔ مگر نجد کا امیر محمد بن عبدالوہاب نجدی کا مُرید ہو چکا تھا۔ جب علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوگیا تو وہ حرمین محترمین چلے گئے اور وہاں سے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب نجدی کو علمی رسالے لکھ لکھ کر بھیجتے رہے۔ مگر نجد کے امیر کی کوششوں سے کتاب التوحید تمام ممالک اسلامیہ میں پہنچ گئی۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی یہ کتاب آگئی۔ اور مولوی اسماعیل دہلوی نے جزوی رد و بدل کے ساتھ اس کا ترجمہ "تقویۃ الایمان" کے نام سے چھاپا۔ اور انگریزوں کی مدد سے یہ کتاب ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔ اُس وقت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

دہلوی اور اُن کے جلیل القدر شاگرد ان زندہ تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا فضل حق
خیرآبادی اسیر کالاپانی نے "تقویۃ الایمان" کے رد میں "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ"
جمعہ ۱۸ رمضان ۱۲۴۰ھ میں تصنیف کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
کے سترہ نامی شاگردوں کے اس کتاب پر دستخط اور تصویب ہیں۔ اور یہ لاجواب
کتاب ۱۳۹۹ھ میں اُردو ترجمہ کے ساتھ پاکستان میں چھپ گئی ہے۔ خود مولانا شاہ
عبدالعزیز محدث دہلوی اور اُن کے بھائی مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی
اسمٰعیل دہلوی کو نصیحت فرمائی کہ تم "رفع یدین" چھوڑ دو۔ خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ مگر
مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے دونوں بزرگ چچاؤں کی نصیحت کو ٹھکرایا اور تقویۃ الایمان
لکھ کر "نجدیت" کا راستہ اختیار کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے
مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ "بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہوگیا۔
مگر وہ ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔"

بہرحال تقویۃ الایمان اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا رد اُس زمانے سے آج تک
علماء اہلسنت کرتے رہے ہیں! (دیکھو مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی سجادہ نشین
خانقاہ مظہریہ خیریہ کی لاجواب علمی کتاب "مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" کے
صفحات ۲۱-۵۱-۶۵-۹۱-۴۹۔ پوری کتاب علمی تحقیق کا نچوڑ ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ وہابی فرقہ بیحد گمراہ فرقہ ہے۔ ان لوگوں کا ایک بہت بڑا عقیدہ
یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر ومشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض
بلاوجہ مسلمانوں پر کفر و شرک کا حکم لگایا کرتے ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۵ میں
وہ حدیث لکھ کر کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دُنیا سے مسلمانوں
کو اُٹھالے گی۔ اس کے بعد مولوی اسماعیل دہلوی نے صاف لکھ دیا کہ "سو پیغمبرِ خُدا کے
فرمانے کے موافق ہوا" یعنی وہ ہوا چل گئی۔ اور کوئی مسلمان روئے زمین پر نہ رہا۔

اس فرقہ کا رُکنِ اعظم اللہ کی توہین اور محبوبانِ خُدا کی تذلیل ہے۔ اسی لئے علماء
عرب وعجم نے اس فرقہ والوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ (دیکھو حسام الحرمین مؤلفہ اعلیٰحضرت

قبلہ والصوارم الہندیہ)

اس وہابی فرقہ کی چند شاخیں ہندوستان و پاکستان میں پھیلی ہوئی ہیں مثلاً
غیر مقلد جو اپنے کو "اہل حدیث" کہتے ہیں۔ اور "**تبلیغی جماعت**" اور مولوی
ابوالاعلیٰ مودودی کی "**اسلامی جماعت**" اور "**دیوبندی**" ان سب سے مسلمانانِ
اہل سنت کو الگ تھلگ رہنا لازم ہے۔ اس زمانے کے گمراہ فرقوں میں سب سے
زیادہ خطرناک وہابی فرقہ ہے۔ ان سے میل جول رکھنے میں ایمان کی بربادی یقینی
ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی گمراہیوں سے مسلمانوں کو بچائے رکھے۔ (آمین)

امامت و خلافت

امامت دو قسم کی ہے امامتِ صغریٰ (چھوٹی امامت) امامتِ کبریٰ (بڑی امامت)
امامتِ صغریٰ نماز کی امامت ہے۔ اور امامتِ کبریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور
آپ کا جانشین ہو کر مسلمانوں کے تمام دینی و دُنیاوی کاموں میں شریعت کے مطابق
تصرفِ عام رکھنا۔ جو امامتِ کبریٰ کے منصب پر ہو اُس کو "امیرالمومنین" یا "خلیفۃ المسلمین"
کہا جاتا ہے۔ یہ جب شریعت کے مطابق کوئی حکم دے تو تمام مسلمانوں پر اُس کی اطاعت
یعنی اُس کا حکم مان کر اُس پر عمل کرنا لازم اور فرض ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر امیرالمومنین کسی گناہ
کے کام کا حکم دے تو پھر اُس کے حکم پر عمل ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ اسی امامتِ کبریٰ کو خلافت
بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانشینی اور آپ کا نائب
ہونا۔ امیرالمومنین کے لئے مسلمان۔ آزاد۔ عاقل۔ بالغ۔ قادر۔ خاندانِ قریش سے ہونا شرط
ہے۔ جس آدمی میں یہ ساری باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ وہ مسلمانوں کا امیرالمومنین
نہیں ہو سکتا۔ اور کسی آدمی میں ان سب شرطوں کا پایا جانا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی شرط
ہے کہ اہل علم دانشور اور ذمہ دار و باوقار لوگوں نے اُس کی بیعت کرکے اُس کو امیرالمومنین
بنایا ہو۔ یا اُس کے پہلے کے امیرالمومنین نے اُس کو نامزد کرکے مقرر کر دیا ہو۔ اُس وقت
وہ امیرالمومنین ہو جائے گا اور تمام مسلمانوں پر اُس کی بیعت و تابعداری اور فرمانبرداری

فرض ہوجائے گی۔

(۲۲) **عقیدہ** ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ برحق اور جانشینِ پیغمبر حضرت ابوبکر صدیق ۔ پھر حضرت عمر فاروق ۔ پھر حضرت عثمان غنی ۔ پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لئے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے ۔ ان حضرات کو خلفاء راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں کہ ان حضرات نے حضور کی صحیح جانشینی اور نائبِ رسول ہونے کا پورا پورا حق ادا کر دیا ۔

(۲۳) **عقیدہ** ۔ انبیاء اور رسولوں کے بعد تمام مخلوقاتِ الٰہی انسان وجن اور فرشتوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق اکبر ۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم ۔ پھر حضرت عثمان غنی ۔ پھر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں ۔ تو جو شخص حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم سے افضل بتائے وہ گمراہ بدمذہب ہے ۔

(۲۴) **عقیدہ** ۔ خلفاء راشدین کے بعد باقی عشرہ مُبشّرہ (وہ دس صحابہ جن کو حضور نے جنّت کی بشارت دی) اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین و اصحابِ بدر و اصحابِ بیعۃُ الرضوان کے لئے افضلیت ہے اور یہ سب حضرات یقیناً جنتی ہیں ۔

(۲۵) **عقیدہ** ۔ کسی صحابی کی بے ادبی و توہین کرنے والا ۔ بدمذہب و گمراہ و جہنمی ہے اور ایسا شخص رافضی ہے ۔ اگرچہ وہ چاروں خُلفاء کو مانتا ہو ۔ اگرچہ وہ اپنے کو سُنّی کہتا ہو ۔ مثلاً حضرات امیر معاویہ اور اُن کے والد حضرت ابوسفیان اور اُن کی والدہ حضرت ہندہ و حضرت عمرو بن العاص و حضرت ابوموسیٰ اشعری و حضرت وحشی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی بھی صحابی کی شان میں سوءِ عقیدت رکھنے والا، اور کسی صحابی سے بھی گستاخی کرنے والا ۔ اگرچہ وہ اپنے کو سُنّی کہتا ہو وہ یقیناً تبرائی رافضی ہے ۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم کی توہین کرتا ہو ۔ اور ان دونوں کی خلافت کا انکار کرتا ہو تو وہ فقہائے کرام کے نزدیک کافر ہے ۔ (بہار شریعت حصہ اول)

(۲۶) **عقیدہ** ۔ حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت خدیجۃُ الکبریٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سب یقیناً جنتی ہیں ۔ اسی طرح حضرت

فاطمہ سیدہ اور حضور کی دوسری سب صاحبزادیاں بھی یقیناً جنتی اور تمام صحابیات پر ان کو فضیلت ہے ۔

(۲۷) **عقیدہ** ۔ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلیٰ درجۂ شہدائے کرام سے ہیں ۔ ان میں سے کسی کی شہادت کا منکر گمراہ و بددین ہے ۔

(۲۸) **عقیدہ** ۔ یزید فاسق فاجر تھا ۔ ہاں اُس کو کافر کہنے، اور اُس پر لعنت کرنے میں عُلمائے اہلِ سُنّت کے تین قول ہیں ۔ اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سکوت ہے ۔ یعنی ہم اُسے فاسق و فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان ۔

(۲۹) **عقیدہ** ۔ سب اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت و عقیدت رکھنا ہمارا ایمان ہے ۔ جو ان بزرگوں سے بُغض و عداوت رکھے وہ مردود و ملعون خارجی ہے ۔

ولایت کا بیان

سوال ۔ ”ولایت“ کیا ہے؟ اور ولی کس کو کہتے ہیں؟

جواب ۔ ولایت اللہ تعالیٰ کا ایک خاص قُرب ہے ۔ جو وہ اپنے بعض مسلمان بندوں کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرما دیتا ہے ۔ اور جس کو ولایت کا مرتبہ مل گیا اُس کو ”ولی“ کہتے ہیں!

سوال ۔ کیا کثرت سے عبادت کر کے کوئی ولایت کا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے؟

جواب ۔ نہیں ۔ ولایت وہبی چیز ہے ۔ یعنی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و عطاء سے ملتی ہے ۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی بہت زیادہ عبادت کر کے خود ولایت حاصل کر لے ۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی عبادت ولایت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے ۔ اور بعضوں کو شروع ہی سے ولایت مل جاتی ہے اور بعض لوگ ماں کے پیٹ ہی سے ولی ہو کر پیدا ہوتے ہیں ۔

(۳۰) **عقیدہ** ۔ ہر نبی کی اُمت میں اولیاء ہوئے ۔ مگر اس اُمت کے اولیاء

سب سے افضل ہیں اور اس اُمت کے اولیاء میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق۔ پھر حضرت عثمان۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

(۳۱) **عقیدہ**۔ کوئی ولی کتنے ہی بڑے رُتبہ کا ہو کسی صحابی کے رُتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۳۲) **عقیدہ**۔ کسی بے علم جاہل کو ولایت نہیں ملتی۔ خواہ ولایت ملنے سے پہلے ظاہری طور پر علم حاصل کیا ہو۔ یا ولایت دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ اُس کے دل میں پوشیدہ طور پر علم ڈال دے۔ بہرحال جب تک صاحبِ علم نہ ہو اُس کو ولایت نہیں ملے گی۔

(۳۳) **عقیدہ**۔ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو صاحبِ خدمت ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے عالم کے کاروبار میں تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو علم غیب بھی دیتا ہے اور لوح محفوظ بھی دکھا دیتا ہے۔ مگر اولیاء کو یہ سب کمالات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ سے ملتے ہیں۔ بغیر حضور کے واسطہ کے کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔

(۳۴) **عقیدہ**۔ اولیاء کی کرامت حق ہے۔ جو اولیاء اللہ کی کرامت کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

سوال۔ کیا اولیاء کو دور سے پکار کر اُن سے مدد مانگ سکتے ہیں؟

جواب۔ اولیاء کرام کو دور و نزدیک سے پکارنا جائز ہے۔ اور یہ سلف صالحین یعنی پُرانے زمانے کے علماء اور اولیاء کا طریقہ ہے۔ اور اپنی مشکلوں میں اولیاء کرام سے مدد طلب کرنا یقیناً جائز ہے۔ اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے مدد مانگنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ و بدمذہب ہے۔

مسئلہ۔ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری سعادت و باعثِ برکت ہے۔ اور وہاں فاتحہ پڑھنا اور اُن کی روحوں کو قرآن مجید پڑھ کر، شیرینی بانٹ کر، کھانا کھلا کر، روپیہ خیرات کر کے۔ نمازیں پڑھ کر ثواب پہنچانا جائز و مستحب اور عظیم برکت والا

کام ہے۔

مسئلہ۔ "عرس" یعنی بزرگوں کی وفات کے دن ایک مقرر تاریخ پر اُن کی قبروں کے پاس جمع ہو کر قرآن خوانی، فاتحہ، اور وعظ و میلاد شریف پڑھنا، اور ثواب پہنچانا جائز اور نہایت عظیم برکت کی چیز ہے۔ مگر عرسوں میں عورتوں کا بلاپردہ مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونا۔ اور ناچ گانا۔ اور باجہ بجانا۔ قبروں کا سجدہ و طواف کرنا۔ یہ سب ناجائز اور حرام، اور جاہلوں کا طریقہ ہے۔ اہل سنت وجماعت کا کوئی عالم ان کو جائز نہیں کہتا۔

مسئلہ۔ مسلمانوں کو عموماً اولیاء کرام سے نیازمندی، اور مشائخ کے ساتھ ایک خاص عقیدت ہوتی ہے۔ اس لئے لوگ فلاح دارین کے لئے عالموں اور پیروں سے مُرید ہوتے ہیں۔ مُرید ہونا بھی جائز اور بڑی برکتوں کی چیز ہے۔ مگر ضروری ہے کہ جب مُرید ہونا ہو تو خوب اچھی طرح پیر کے بارے میں تفتیش اور چھان بین کر لیں۔ کیونکہ اگر پیر بدمذہب ہوا تو دین و ایمان بھی برباد ہو جائے گا۔

سوال۔ کیا پیر کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں؟

جواب۔ ہاں پیر میں چار شرطوں کا ہونا لازمی ہے۔ اور مُرید ہونے سے پہلے ان چاروں شرطوں کا لحاظ فرض ہے۔

اوّل۔ سُنی صحیح العقیدہ ہو۔ فرائض کا پابند، اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔

دوم۔ اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

سوم۔ فاسق مُعلن نہ ہو۔ لہٰذا بے نمازی، گانجہ چرس پینے والے۔ داڑھی مُنڈوانے والے، یا شریعت کے حکم سے چھوٹی داڑھی رکھنے والے جاہل باباؤں سے مرید ہونا حرام و گناہ ہے۔

چہارم۔ اُس کا سلسلہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ درمیانِ شجرہ میں اگر کوئی بدمذہب یا بغیر اجازت و خلافت والا ہو تو یہ سلسلہ کٹا ہوا ہے۔ اس سلسلے

میں بیعت درست نہیں۔

مسئلہ۔ مجلسِ میلاد شریف اور سلام و قیام، اور مجالسِ محرم و گیارہویں شریف و رجبی شریف و حلقۂ ذکر و ختمِ خواجگان۔ و مجالسِ نعت خوانی سب جائز و درست اور نہایت عظیم برکت و سعادت کی چیزیں ہیں۔ جو ان مجالس سے منع کرے۔ یا ان کو حرام بتائے وہ گمراہ و بد مذہب ہے۔

مسائل طہارت

پاکی کا بیان

نماز کے لئے پاکی ایسی ضروری چیز ہے کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ بلکہ جان بوجھ کر بے پاکی کے نماز ادا کرنے کو علماء کفر لکھتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ بلا وضو و غسل اور بغیر پاکی کے نماز ادا کرنا نماز کی توہین و بے ادبی ہے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے۔ اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ج۱ ص۳۹)

وضو اور غسل اور بدن اور کپڑوں کی پاکی کا بیان تفصیل کے ساتھ ہم آئندہ اوراق میں تحریر کریں گے۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کی پاکی کے مسائل آپ سمجھ لیں گے۔

تنبیہ مسائل کو ذکر کرنے سے پہلے ہم فقہ کی چند ضروری اصطلاحات ذکر کرتے ہیں جن کی ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے۔ ان کو پڑھ کر اور اچھی طرح سمجھ کر یاد کر لیجئے کہ ان سے ہر جگہ کام پڑتا ہے۔

مسائل کی چند اصطلاحیں

یہ فقہی مسائل کی وہ چند اصطلاحی بولیاں ہیں جن کو جان لینے سے مسائل کو سمجھنے میں ہر جگہ بہت سہولت اور آسانی ہو جائے گی۔

فرض شریعت کا وہ حکم ہے جو شریعت کی یقینی دلیلوں (قرآن و حدیث متواتر) سے یقینی طور پر ثابت ہو۔ اس کا کرنا ضروری۔ اور بلا کسی عذر کے اس کو چھوڑنے والا فاسق اور جہنمی اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ جیسے نماز و روزہ اور زکوٰۃ و حج وغیرہ۔

پھر فرض کی دو قسمیں ہیں ایک فرض عین۔ دوسرے فرض کفایہ۔ فرض عین وہ

ہے جس کا کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔ جیسے پانچوں نمازیں وغیرہ۔ اور فرض کفایہ وہ ہے کہ جس کا کرنا ہر ایک پر لازم و ضروری نہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کے ادا کر لینے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔ جیسے نماز جنازہ وغیرہ۔

واجب شریعت کا وہ حکم ہے جو شریعت کی کسی ظنی دلیل سے ثابت ہو۔ اس کا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کو بلا کسی تاویل اور بغیر کسی عذر کے چھوڑ دینے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے لیکن اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں بلکہ گمراہ اور بد مذہب ہے۔

سنّت مؤکّدہ وہ ہے جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیانِ جواز کے لئے کبھی چھوڑ بھی دیا ہو۔ اس کو ادا کرنے میں بہت بڑا ثواب۔ اور اس کو کبھی اتفاقیہ چھوڑ دینے پر اللہ و رسول کا عتاب، اور اس کو چھوڑ دینے کی عادت ڈالنے والے پر جہنم کا عذاب ہوگا۔ جیسے نماز فجر کی دو رکعت سنت، اور نماز ظہر کی چار رکعت فرض سے پہلے اور دو رکعت فرض کے بعد سنتیں۔ اور نماز مغرب کی دو رکعت سنت۔ اور نماز عشاء کی دو رکعت سنت۔ یہ نماز پنجگانہ کی بارہ رکعت سنتیں سب سنتِ مؤکدہ ہیں۔

سنّت غیر مؤکّدہ وہ ہے جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے اس کو کبھی کبھی چھوڑ بھی دیا ہو۔ اس کو ادا کرنے والا ثواب پائے گا۔ اور اس کو چھوڑ دینے والا عذاب کا مستحق نہیں۔ جیسے عصر کے پہلے کی چار رکعت سنت۔ اور عشاء سے پہلے کی چار رکعت سنت کہ یہ سب سنتِ غیر مؤکدہ ہیں۔ سنتِ غیر مؤکدہ کو سنتِ زائدہ بھی کہتے ہیں۔

مستحب ہر وہ کام ہے جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہو۔ اور اس کو چھوڑ دینا شریعت کی نظر میں برا بھی نہ ہو۔ خواہ اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہو۔ یا اس کی ترغیب دی ہو۔ یا علماء صالحین نے اس کو پسند فرمایا۔ اگرچہ حدیثوں میں اس کا ذکر نہ آیا ہو۔ یہ سب مستحب ہیں۔ مستحب کو کرنا ثواب۔ اور اس کو

چھوڑ دینے پر نہ کوئی عذاب ہے۔ نہ کوئی عتاب۔ جیسے وضو میں قبلہ رو بیٹھنا۔ نماز میں بحالتِ قیام سجدہ گاہ پر نظر رکھنا۔ خطبہ میں خلفاءِ راشدین وغیرہ کا نام ذکر کرنا۔ میلاد شریف۔ پیرانِ کبار کے وظائف وغیرہ۔ مستحب کو مندوب بھی کہتے ہیں۔

مُباح وہ ہے جس کا کرنا اور چھوڑ دینا دونوں برابر ہو۔ جس کے کرنے میں نہ کوئی ثواب ہو۔ نہ چھوڑنے میں کوئی عذاب ہو۔ جیسے لذیذ غذاؤں کا کھانا اور نفیس کپڑوں کا پہننا وغیرہ۔

حرام وہ ہے جس کا ثبوت یقینی دلیل سے ہو۔ اس کا چھوڑنا ضروری اور باعثِ ثواب ہے۔ اور اُس کا ایک مرتبہ بھی قصداً کرنے والا فاسق و جہنمی اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ خوب سمجھ لو کہ حرام فرض کا مقابل ہے۔ یعنی فرض کا کرنا ضروری ہے۔ اور حرام کا چھوڑنا ضروری ہے۔

مکروہ تحریمی وہ ہے جو شریعت کی ظنی دلیل سے ثابت ہو۔ اس کا چھوڑنا لازم اور باعثِ ثواب ہے۔ اور اس کا کرنے والا گناہ گار ہے۔ اگرچہ اس کے کرنے کا گناہ حرام کے کرنے سے کم ہے۔ مگر چند بار اس کو کر لینا گناہ کبیرہ ہے۔ اچھی طرح اس کو ذہن نشین کر لو کہ یہ واجب کا مقابل ہے۔ یعنی واجب کو کرنا لازم ہے اور مکروہ تحریمی کو چھوڑنا لازم ہے۔

اِساءت وہ ہے جس کا کرنا بُرا۔ اور کبھی اتفاقیہ کر لینے والا لائقِ عتاب اور اس کو کرنے کی عادت بنا لینے والا مستحقِ عذاب ہے۔ واضح رہے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ کا مقابل ہے۔ یعنی سُنّت مؤکدہ کو کرنا ثواب اور چھوڑنا بُرا ہے۔ اور اِساءت کو چھوڑنا ثواب اور کرنا بُرا ہے۔

مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کا کرنا شریعت کو پسند نہیں۔ مگر اس کے کرنے والے پر عذاب نہیں ہوگا۔ یہ سُنّت غیر مؤکدہ کا مقابل ہے۔

خلافِ اَولیٰ وہ ہے کہ اُس کو چھوڑ دینا بہتر تھا۔ لیکن اگر کر لیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

وضو کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ؕ یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور وضو نہ ہو) تو اپنے مُنہ اور کُہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور سروں کا مسح کرو۔ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وضو میں چار فرض ہیں۔ (۱) مُنہ دھونا۔ (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ (۳) سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

فائدہ۔ کسی عضو کے دھونے کا یہ مطلب ہے کہ اُس عضو کے ہر حصّہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے۔ بھیگ جانے، یا پانی چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے۔ اور بدن پر گیلا ہاتھ پھرا لینے کو مسح کہتے ہیں۔

مُنہ دھونا شروع پیشانی سے (یعنی جہاں سے بال جمنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی کے نیچے تک لمبائی میں۔ اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک اس حد کے اندر کھال کے ہر حصّہ میں ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔ اس طرح کہ چہرہ کے ہر حصّہ پر کم سے کم دو دو بوند پانی بہہ جائے۔ چلّو میں پانی لے کر چہرے پر پوت لینے سے وضو نہیں ہوگا۔ بلکہ پانی کا بہہ جانا ضروری ہے۔

مسئلہ۔ اگر مونچھوں اور بھوؤں اور داڑھی کی بچّی کے بال اتنے گھنے ہوں کہ کھال بالکل دکھائی نہ دے تو کھال کا دھونا فرض نہیں۔ اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں اور کھال دکھائی دیتی ہو تو بال دونوں کو دھونا فرض ہے۔

مسئلہ۔ داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو کھال کا دھونا فرض ہے۔ اور اگر گھنے ہوں کہ کھال دکھائی نہ دیتی ہو تو داڑھی کو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر بال چہرے

کے حلقے میں آئیں اُن کا دھونا فرض ہے۔ اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری نہیں اور داڑھی کا جو حصہ چہرے کے حلقے سے نیچے ہو اُس کا دھونا ضروری نہیں۔ اور اگر داڑھی کے کچھ حصہ میں بال گھنے ہوں۔ اور کچھ چھدرے ہوں۔ تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہوں وہاں کھال کا دھونا ضروری ہے۔

مسئلہ۔ اگر نتھ اور بُلاق کا سوراخ بند نہ ہو تو اُس میں پانی بہانا فرض ہے اور اگر نتھ تنگ ہو تو اس کو ہلا پھرا لے تاکہ سوراخ کے اندر پانی پہنچ جائے۔

مسئلہ۔ پلک کا ہر بال پورا پورا دُھل جانا فرض ہے۔ اور اگر کیچڑ وغیرہ کوئی سخت چیز بالوں پر جم گئی ہو تو اُس کو چھڑا کر ہر بال کو دھونا فرض ہے۔

دونوں ہاتھوں کا دھونا

مسئلہ۔ دونوں کُہنیاں بھی دھونے کے حکم میں داخل ہیں یعنی انگلیوں کے سروں سے کہنی کے اوپر تک دھونا فرض ہے۔ اگر کُہنیوں سے ناخن تک کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دُھلنے سے رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر انگوٹھی، چھلّہ، چوڑیاں تنگ ہوں تو اُن کو ہلا کر اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔

سر کا مسح

چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔

مسئلہ۔ مسح کرنے کے لئے ہاتھ تر ہونا چاہئے۔ خواہ ہاتھ میں تری اعضا کے دھونے کے بعد رہ گئی ہو۔ یا نئے پانی سے ہاتھ تر کر لیا ہو۔

مسئلہ۔ سر پر بال نہ ہوں تو سر کی کھال کی چوتھائی، اور اگر بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے۔ سر کے جو بال سر کے نیچے لٹک رہے ہوں اُن پر مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔

ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا

ناخن، انگلیوں کی گھائیاں، کروٹیں، تلوے، ایڑیاں، کونچیں، ٹخنے، سب کا دھونا فرض ہے۔ ٹخنوں سے انگلیوں کے ناخن تک اگر کسی جگہ ذرّہ بھر بھی دُھلنے سے رہ گئی تو وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ پاؤں کے انگوٹھوں میں اگر تنگ چھلّہ ہو تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری ہے۔ ورنہ وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ کسی جگہ چھالا تھا اور وہ سوکھ گیا۔ اگر اُس کی کھال جُدا نہ ہوئی تو کھال کو جُدا کر کے پانی بہانا ضروری نہیں۔ بلکہ اُسی چھالے کی کھال پر پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اگر وضو کے بعد چھالے کی کھال کو جُدا کر دیا تو اب بھی اُس کھال کی جگہ پانی بہانا ضروری نہیں۔

وضو کی سُنّتیں

(۱) حکمِ الٰہی بجا لانے کی نیت سے وضو کرنا۔ (۲) بسم اللہ پڑھ کر وضو کرنا۔ (۳) وضو یوں شروع کرے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھوئے۔ (۴) وضو کے اعضا کو ایک مرتبہ دھونا تو فرض ہے۔ اور ہر عضو کو تین تین بار دھو لینا سُنّت ہے۔ (۵) تین چلّو سے تین کُلی کرنا کہ ہر بار مُنھ کے ہر پُرزے پر پانی بہہ جائے۔ اور اگر روزہ نہ ہو تو غرغرہ کرے۔ (۶) تین چلّو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے پانی بہہ جائے (۷) کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا کُھردرے کپڑے سے دانت مانجھ لے۔ اور اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑوں پر پھیرے۔ (۸) کُلی اور ناک میں پانی چڑھانا دونوں داہنے ہاتھ کے چلّو سے کرے۔ (۹) بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑ کر صاف کرے۔ (۱۰) داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو۔ داڑھی کا خلال اس طرح کرے کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داڑھی میں داخل کرے اور سامنے نکالے۔ (۱۱) ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے۔ اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے۔ اور اگر انگلیاں اس طرح ملی ہوئی ہوں کہ بے خلال کے پانی انگلیوں کی گھائی میں نہ پہنچتا ہو تو خلال فرض ہے۔ (۱۲) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ (۱۳) کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۴) اور ترتیب کہ پہلے مُنھ، پھر ہاتھوں کو دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر

پاؤں دھوئیں۔ اگر خلاف ترتیب وضو کیا۔ یا کوئی اور سنت چھوڑ گیا۔ تو وضو ہو جائے گا۔ مگر ایک آدھ مرتبہ ایسا کرنا بُرا ہے۔ اور اگر ہمیشہ سنت کو چھوڑ دینے کی عادت ڈالی تو گناہگار ہوگا۔ (۱۵) داڑھی کے جو بال چہرے کے دائرے سے نیچے ہیں اُن بالوں پر گیلا ہاتھ پھیر کر مسح کر لینا سُنت ہے اور دھو لینا مستحب ہے (۱۶) اعضاء وضو کو اس طرح دھونا کہ پہلے عضو کے سوکھنے سے پہلے دوسرے عضو کو دھوے

وضو کے چند مستحبات

(۱) اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔ تاکہ وضو کا پانی بدن یا کپڑے پر نہ پڑے (۲) قبلہ رُخ بیٹھنا (۳) وضو کا برتن اگر لوٹا ہو تو بائیں طرف رکھنا۔ اور لگن یا طشت ہو تو داہنی جانب رکھنا (۴) اعضاء کو مل مل کر دھونا۔ (۵) وضو کا پانی پاک جگہ گرانا (۶) دھوتے ہیں اعضاء کو داہنی طرف سے شروع کرے۔ (۷) بغیر ضرورت دوسرے سے وضو میں مدد نہ لینا (۸) اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا۔ (۹) وقت سے پہلے وضو کر لینا۔ (۱۰) اطمینان سے وضو کرنا۔ (۱۱) کانوں کا مسح کرتے وقت بھیگی چھنگلیا کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا۔ (۱۲) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ (۱۳) ہر عضو کو دھوتے وقت کلمۂ شہادت اور درود شریف یا وضو کی دُعا پڑھنا (۱۴) انگلیوں کی پُشت سے گردن کا مسح کرنا۔ (۱۵) کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۶) وضو کے درمیان دُنیاوی بات چیت سے بچنا۔ (۱۷) سر کے مسح میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے سے ملائے۔ اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر سر کے پچھلے حصہ گُدّی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جُدا رہیں۔ وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا واپس لائے اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے اور انگوٹھا کے پیٹ سے کان کے اوپری حصہ کا۔ اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے (۱۸) ہر عضو کو دھو کر ہاتھ پھیر دینا چاہئے تاکہ قطرے بدن یا کپڑے یا مسجد میں نہ ٹپکیں۔ (۱۹) وضو کے بعد اعضاء کو بغیر ضرورت کپڑے سے نہ پونچھے۔ اور اگر پونچھے تو کچھ نمی باقی رہنے دے کہ یہ نمی قیامت کے دن نیکیوں کے پلّہ میں رکھی جائے گی۔ (۲۰)

وضو رہتے ہوئے ثواب کی نیت سے پھر وضو کرنا (۲۱) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لینا (۲۲) وضو کے بعد آسمان کی طرف مُنہ کر کے کلمۂ شہادت اور انا انزلنا پڑھ لینا۔ (۲۳) بہت بھاری برتن سے وضو نہ کرے خصوصاً کمزور آدمی کہ پانی بے احتیاطی سے گرے گا۔ (۲۴) وضو کے بعد ہاتھ جھٹک کر پانی نہ گرائے۔ (۲۵) اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے۔

مسواک کے چند مسائل

(۱) مسواک نہ بہت نرم ہو نہ بہت سخت۔ کڑوی یا کسیلی نیم یا پیلو کی لکڑی کی ہو۔ یا پلاسٹک کا برش ہو۔ میوے یا خوشبو دار، پھول کے درخت کی لکڑی کی مسواک نہ بنائی جائے۔

(۲) مسواک، چھوٹی انگلی کے برابر موٹی۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی۔ اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دُشوار ہو۔

(۳) مسواک جب استعمال کے قابل نہ رہے تو اُسے دفن کر دیں۔ یا کسی احتیاط کی جگہ رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے۔ کیونکہ وہ ادائے سنت کا آلہ ہے۔ اس لئے اُس کی تعظیم چاہیئے۔ اور مسلمان کا تھوک بھی قابلِ احترام ہے۔ اُس کو ناپاک جگہ پڑنے سے بچانا چاہیے۔

(۴) دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے۔ لمبائی میں نہیں۔ اور چت لیٹ کر ہرگز مسواک نہ کرے۔

(۵) مسواک داہنے ہاتھ سے کرے۔ اور اس طرح ہاتھ میں لے کر چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے۔ اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر۔ اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو۔ اور مٹھی نہ باندھے۔

(۶) جب مسواک کرنا ہو تو اُسے دھولے۔ یوہیں مسواک کرنے کے بعد دھو ڈالے۔ اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے۔ بلکہ کھڑی رکھے۔ اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ (بہار شریعت)

وضو میں مکروہات

(۱) عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۲) ناپاک جگہ بیٹھ کر وضو کرنا (۳) ناپاک جگہ وضو کا پانی گرانا۔ (۴) مسجد کے اندر وضو کرنا۔ (۵) وضو کے برتن میں وضو کے دھوون کے

قطروں کو ٹپکانا (٦) پانی میں تھوک یا کھنکھار ڈالنا۔ (٧) قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا (٨) بلاضرورت دُنیا کی بات کرنا (٩) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا (١٠) اتنا کم خرچ کرنا کہ سنّت نہ ادا ہو۔ (١١) مُنھ پر پانی مارنا یا پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔ (١٢) ایک ہاتھ سے مُنھ دھونا جو ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ (١٣) گلے کا مسح کرنا۔ (١٤) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔ (١٥) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (١٦) اپنے لئے کوئی لوٹا یا برتن خاص کرلینا۔ (١٧) تین بار نئے نئے پانیوں سے سر کا مسح کرنا (١٨) جس کپڑے سے استنجے کا پانی سُکھایا ہو۔ اُس سے وضو کے اعضار کو پونچھنا۔ (١٩) دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔

مسئلہ۔ وضو کی ہر سنّت کو چھوڑنا مکروہ ہے۔ یوں ہی ہر مکروہ کو چھوڑ دینا سنّت ہے۔

وضو کے کچھ مسائل

(١) جس کا وضو نہ ہو تو نماز و سجدۂ تلاوت، و نمازِ جنازہ اور قرآن مجید چھونے کے لئے اُس کو وضو کرلینا فرض ہے۔

(٢) طوافِ کعبہ کے لئے وضو واجب ہے (٣) غسلِ جنابت سے پہلے اور جنابت والے کو کھانے پینے، سونے، اور اذان واقامت، و خطبۂ جمعہ وعیدین اور روضۂ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت، اور میدانِ عرفات میں ٹھہرنے، اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے وضو کرلینا سُنّت ہے۔ (بہار شریعت حصہ دوم)

مسئلہ۔ سونے کے لئے۔ اور سونے کے بعد، اور میّت کے نہلانے یا اُٹھانے کے بعد، جماع سے پہلے۔ جب غصّہ آجائے۔ زبانی قرآن مجید پڑھنے کے لئے۔ تقریر و وعظ کے لئے۔ دینی کتابیں چھونے اور پڑھنے پڑھانے کے لئے۔ شرمگاہ چھونے کے بعد۔ جھوٹ، غیبت، گالی بکنے کے بعد، ہر گُناہ کرلینے کے بعد۔ کافر یا کوڑھی، یا بُت کو چھونے کے بعد۔ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد۔ کسی عورت کا بدن چھونے کے بعد۔ ان سب صورتوں میں وضو کرلینا مستحب ہے۔ (بہار شریعت حصہ دوم)

مسئلہ۔ نابالغ پر کوئی چیز فرض نہیں ہے۔ اس لئے نابالغ پر وضو بھی فرض

نہیں ہے۔ لیکن اس سے وضو کرانا چاہئے تاکہ عادت ہو اور وضو کرنا آجائے۔ اور وضو کے مسائل سے آگاہ ہوجائے۔ (بہار شریعت وغیرہ)

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

(١) پاخانہ، پیشاب، ودی، مذی، منی، کیڑا، پتھری، وغیرہ کوئی چیز بھی مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے سے نکلی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(٢) مرد یا عورت کے پیچھے سے ہوا نکلی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور آگے سے ہوا نکلی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(٣) خون یا پیپ یا پیلا پانی بدن میں کہیں سے نکل کر بہہ گیا۔ اور اس بہنے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلاحیت تھی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بہا نہیں صرف ظاہر ہوا۔ تو وضو نہیں ٹوٹا۔ یوں ہی اگر خلال کیا۔ یا مسواک کی یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا۔ یا ناک میں انگلی ڈالی اُس پر خون کی سُرخی آگئی مگر وہ بہنے کے قابل نہ تھا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

(٤) آنکھ کے اندر کوئی پھنسی تھی۔ اور وہ ٹوٹ کر اندر ہی پھیل گئی۔ خون آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا۔ کیونکہ ایسی جگہ بہہ کر نہیں آیا جس کا دھونا وضو یا غسل میں فرض ہے۔ اس لئے کہ آنکھ کے اندر کا حصّہ دھونا نہ وضو میں فرض ہے نہ غسل میں۔

(٥) آنکھ سے آنسو بہہ جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر آنکھ میں کوئی دانہ ہو یا ناسور، یا آنکھ دُکھنے آئی ہو۔ تو اس کے سبب سے جو آنسو یا پانی بہے گا وہ وضو کو توڑ دے گا۔ اور وہ نجس بھی ہے۔

(٦) جونک نے خون چوسا اور اتنا پی لیا کہ اگر خود نکلتا تو بہہ جاتا وضو ٹوٹ گیا۔

(٧) مُنھ سے خون نکلا اگر تھوک کا رنگ سُرخ ہوگیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اور اگر تھوک کا رنگ پیلا ہوگیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

(۸) کھٹمل، مکھی، مچھر، پسّو نے خون چوسا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۹) کھانے یا پانی یا پت کی قے اگر مُنہ بھر کر ہو گئی تو وضو ٹوٹ گیا۔ اور اگر بلغم کی قے ہوئی تو اگرچہ مُنہ بھر کر یا زیادہ ہو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۰) اگر چت یا پٹ یا کروٹ یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر سو گیا۔ تو وضو ٹوٹ گیا۔ اور اگر پالتی مارے، یا کھڑے کھڑے، یا رکوع، یا سجدہ، یا التحیات کی بیٹھک میں سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر بیٹھے بیٹھے اتنا غافل ہو کر سو گیا کہ اُسے لوگوں کی باتوں کی خبر نہیں رہی تو وہ وضو کرے۔

(۱۱) بے ہوشی اور جنون، اور غشی، اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں ان صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۲) بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی آئی کہ پاس والے سُنیں۔ اگر جاگتے میں رکوع سجدہ والی نماز میں ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر نماز کے اندر سوتے میں یا نماز جنازہ میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا مگر نماز فاسد ہو جائے گی۔ یوں ہی اگر نماز میں اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اُس نے سُنا مگر پاس والوں نے نہ سُنا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ مگر نماز جاتی رہے گی۔ اور اگر نماز میں صرف مُسکرایا کہ دانت نکلے اور آواز بالکل نہیں نکلی۔ تو اس سے نہ وضو ٹوٹا نہ نماز فاسد ہوئی۔

(۱۳) مباشرۃ فاحشہ یعنی دو شرمگاہوں کا بغیر کسی حائل کے ایک دوسرے سے ملنا۔ اگرچہ دو عورتوں کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(بہار شریعت)

سوال۔ کیا اپنی یا غیر کی شرمگاہ دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب۔ نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ دوسروں کے سامنے شرمگاہ کھولنا حرام و گناہ ہے۔

مسئلہ۔ درمیانِ وضو میں اگر ریح خارج ہو تو نئے سرے سے وضو کرے

پہلے کے دُھلے ہوئے بدن بے دُھلے ہو گئے۔ اور اگر چلّو میں پانی لینے کے بعد ہوا خارج ہو گئی تو وہ چلّو کا پانی بیکار ہو گیا۔ کسی عضو کو دھونے میں نہیں کام آسکتا۔

مسئلہ۔ جو آدمی باوضو تھا اب اُسے شک ہے کہ وضو ہے یا ٹوٹ گیا۔ تو اُسے وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں وضو کر لینا بہتر ہے۔ جبکہ یہ شبہہ بطور وسوسہ نہ ہوا کرتا ہو۔ اور اگر وسوسہ ہو تو اسے ہرگز نہ مانے۔ اس صورت میں احتیاط سمجھ کر وضو کرنا احتیاط نہیں۔ بلکہ شیطان کے وسوسہ کی فرماں برداری ہے۔ اس لئے وضو نہ کرے۔

مسئلہ۔ اور اگر بے وضو تھا اُسے شک ہے کہ میں نے وضو کیا یا نہیں۔ تو یہ بلا وضو ہے۔ اس کو وضو کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ۔ وضو کرنے اور تمام اعضاء سوکھ جانے کے بعد یاد آیا کہ کوئی عضو دھونے سے رہ گیا ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ کون عضو تھا؟ تو بایاں پاؤں دھولے۔

مسئلہ۔ وضو کر لینے کے بعد پاجامہ کی میانی میں تری دیکھی۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ پیشاب ہے یا پانی؟ تو اگر عمر میں یہ پہلا واقعہ ہے تو وضو کرلے اور اس جگہ کو دھولے اور اگر بار بار ایسے شبہے پڑتے رہتے ہیں تو اس کی طرف توجہ نہ کرے اور سمجھ لے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔

وضو کا طریقہ

وضو کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے دل میں پکّا ارادہ کر کے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ پھر مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے اپنے دانتوں اور مسوڑوں کو مل کر صاف کرے۔ اور اگر دانتوں یا تالو میں کوئی چیز اٹکی یا چپکی ہو تو اُس کو انگلی یا خلال یا مسواک سے نکالے اور تھوک دے۔ پھر تین مرتبہ کلّی کرے۔ اور اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ بھی کرے۔ لیکن اگر روزہ دار ہو تو غرغرہ نہ کرے کہ حلق کے اندر پانی چلے جانے کا خطرہ ہے۔ پھر داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھائے۔ اور بائیں ہاتھ

سے ناک صاف کرے۔ پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر تین مرتبہ چہرہ اس طرح دھوئے کہ ماتھے پر بال جمنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور داہنے کان کی لَو سے بائیں کان کی لَو تک سب جگہ پانی بہہ جائے اور کہیں ذرا بھی پانی بہنے سے نہ رہ جائے۔ اگر داڑھی ہو تو اُسے بھی دھوئے۔ اور داڑھی میں اُنگلیوں سے خلال بھی کرے۔ لیکن اگر احرام باندھے ہو تو داڑھی میں خلال نہ کرے۔ پھر تین مرتبہ کُہنی سمیت یعنی کُہنی سے کچھ اوپر داہنا ہاتھ دھوئے۔ پھر اسی طرح تین مرتبہ بایاں ہاتھ دھوئے۔ اگر انگلی میں تنگ انگوٹھی یا چھلّہ ہو یا کلائیوں میں تنگ چوڑیاں ہوں تو ان سبھوں کو ہلا پھرا کر دھوئے۔ تاکہ سب جگہ پانی بہہ جائے۔ پھر ایک بار پورے سر کا مسح کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کرکے انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کو چھوڑ کر دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں کی نوک کو ایک دوسرے سے ملائے۔ اور ان چھئوں انگلیوں کو اپنے ماتھے پر رکھ کر پیچھے کی طرف سر کے آخری حصّہ تک لے جائے۔ اس طرح کہ کلمہ کی دونوں انگلیاں اور دونوں انگوٹھا اور دونوں ہتھیلیاں سر سے نہ لگنے پائے۔ پھر سر کے پچھلے حصّہ سے ہاتھ ماتھے کی طرف اس طرح لائے کہ دونوں ہتھیلیاں سر کے دائیں بائیں حصہ پر ہوتی ہوئی ماتھے تک واپس آجائیں۔ پھر کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کانوں کے اندر کے حصوں کا۔ اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے اوپر کا مسح کرے۔ اور انگلیوں کی پیٹھ سے گردن کا مسح کرے۔ پھر تین بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت یعنی ٹخنے سے کچھ اوپر تک دھوئے۔ پھر بایاں پاؤں اسی طرح تین مرتبہ دھوئے۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے دونوں پیروں کی انگلیوں کا اس طرح خلال کرے کہ پاؤں کی داہنی چھنگلیا سے شروع کرے۔ اور انگوٹھے پر ختم کرے۔ اور بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے۔ وضو ختم کرلینے کے بعد ایک مرتبہ یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ط اور کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی تھوڑا سا پی لے کہ یہ بیماریوں سے شفا ہے اور بہتر یہ ہے کہ وضو میں ہر عضو کو دھوتے ہوئے بِسْمِ اللہ پڑھ لیا کرے۔ اور درود شریف وکلمۂ شہادت بھی

پڑھتا رہے۔ اور یہ بھی بہت بہتر ہے کہ وضو پورا کرلینے کے بعد آسمان کی طرف مُنہ کرکے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ اور سورۂ انا انزلنا پڑھے۔ مگر ان دُعاؤں کا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر پڑھ لے تو اچھا ہے اور ثواب ہے۔ نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

فائدہ - اوپر جو کچھ بیان ہوا یہ وضو کا مکمل طریقہ ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ وضو میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو فرض ہیں کہ جن کے چھوٹنے یا ان میں کچھ کمی ہوجانے سے بالکل وضو ہی نہیں ہوگا۔ اور کچھ باتیں سُنّت ہیں کہ جن کو اگر چھوڑ دیا جائے تو گناہ ہوگا۔ اور کچھ چیزیں مستحب ہیں کہ ان کو چھوڑنے سے وضو کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ہم اس سے پہلے وضو کے فرضوں، اور سُنتوں، اور مستحبات کا بیان سب کچھ بہت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر اچھی طرح یاد کرلو۔ اور اپنے وضو کو درست کرلو۔ اگر وضو درست نہیں ہوا تو تمہاری نمازیں اکارت ہوں گی۔

غسل کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا یعنی اگر تم جُنُب ہو تو غسل کرکے خوب پاک ہوجاؤ۔ اور ارشاد فرمایا کہ حَتّٰی یَطْھُرْنَ یعنی یہاں تک کہ وہ حیض والی عورتیں غسل کرکے اچھی طرح پاک ہوجائیں۔

جن پر غسل کرنا فرض ہے وہ بغیر غسل کئے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس لئے اب غسل کے مسائل اور اُس کا طریقہ یاد کرکے اچھی طرح سیکھ لو۔

غسل کے مسائل

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو چھوڑ دیا۔ یا ان میں سے کسی میں کوئی کمی کردی تو غسل نہیں ہوگا۔

(۱) **کُلّی** - کہ مُنھ کے ہر پُرزے گوشت، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ پورے تالو۔ ہر ہر دانت، دانتوں کی جڑ، پوری زبان، زبان کے نیچے، زبان کی کروٹوں، غرض مُنھ کے اندر پُرزے پُرزے کے ذرّے ذرّے میں پانی

پہنچ کر بہہ جائے۔ اکثر لوگ یہ جانتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی مُنہ میں ڈال کر اُگل دینے کو "کُلّی" کہتے ہیں۔ یاد رکھو کہ غسل میں اس طرح کُلّی کر لینے سے غسل نہیں ہوگا۔ بلکہ غسل میں فرض ہے کہ بھر مُنہ پانی لے کر خوب زیادہ مُنہ کو حرکت دے تاکہ مُنہ کے اندر ہر ہر حصّہ میں پانی پہنچ کر بہہ جائے۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو غسل کی کُلّی میں غرغرہ بھی کرے۔ ہاں روزے کی حالت میں غرغرہ نہ کرے کہ حلق کے اندر پانی چلے جانے کا خطرہ ہے۔

مسئلہ۔ اگر دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی ایسی چیز جمی ہوئی ہو جو پانی بہنے سے روکے تو اُس چیز کو چُھڑانا ضروری ہے۔ جبکہ اُس کے چُھڑانے میں کوئی نقصان یا حرج نہ ہو۔ اور اگر اُس کے چُھڑانے میں نقصان یا حرج ہو جیسے بہت زیادہ پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں چونا جم جاتا ہے۔ یا عورتوں کے دانتوں میں مِسّی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کو چھیلنے اور چُھڑانے میں دانتوں یا مسوڑوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ تو معاف ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ۔ یوں ہی ہلتا ہوا دانت اگر تار سے یا اُکھڑا ہوا دانت کسی مسالہ وغیرہ سے جمایا گیا۔ اور پانی تار یا مسالے کے نیچے نہ پہنچے تو معاف ہے۔ کیونکہ تار اور مسالہ کو الگ کرنے میں حرج اور دانت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ (بہار شریعت)

(۲) ناک میں پانی چڑھانا

غسل میں ناک کے اندر اس طرح پانی چڑھانا فرض ہے کہ دونوں نتھنوں میں جہاں تک نرم جگہ ہے پانی کو سونگھ کر سانس اوپر کو کھینچ کر پانی کو ناک کے اندر چڑھائے کہ بال برابر جگہ بھی دُھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر اگر رینٹھ سوکھ گئی ہے تو اُس کا چھڑانا فرض ہے۔ اور ناک کے اندر کے تمام بالوں کا بھی دُھل جانا فرض ہے۔ عام طور پر لوگ تین چلّو پانی ناک کی نوک پر لگا کر ناک صاف کر لیتے ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ اس طرح غسل کرنے سے غسل نہیں ہوتا۔ بلکہ فرض ہے کہ ناک کے اندر جہاں تک نرم حصہ ہے پانی چڑھائے تاکہ کھال اور بال کا ہر حصّہ دُھل جائے۔ اور یہ اُسی وقت ہوگا جب کہ

سانس اوپر کو کھینچ کر پانی چڑھائے۔

مسئلہ۔ نتھ یا بُلاق کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اُس میں پانی پہنچانا ضروری ہے پھر اگر نتھ اور بُلاق تنگ ہے تو اس کو ہلا پھرا کر پانی سوراخ کے اندر پہنچانا ضروری ہے اور اگر تنگ نہ ہو تو پھر ہلانا پھرانا ضروری نہیں ہے۔

(۳) تمام بدن پر پانی بہانا

بدن کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے، یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلووں تک ہر ہر حصّے ہر ہر رونگٹے، اور ہر ایک بال کے پورے پورے حصّہ پر پانی بہانا غسل میں فرض ہے۔ بعض لوگ سر پر پانی ڈال کر اِدھر اُدھر ہاتھ پھرا لیتے ہیں۔ اور پانی بدن پر پوت لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا۔ حالانکہ بدن کے بہت سے ایسے حصّے ہیں کہ اگر احتیاط کے ساتھ غسل میں اُن کا دھیان نہ رکھا جائے تو وہاں پانی نہیں پہنچتا۔ اور وہ سوکھا ہی رہ جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ اس طرح نہانے سے غسل نہیں ہوگا اور آدمی نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ غسل کرتے وقت خاص طور پر ان چند جگہوں پر پانی پہنچانے کا دھیان رکھیں۔ سر اور داڑھی، مونچھ، بھوؤں کے ایک ایک بال، اور بدن کے ایک ایک رونگٹے کو جڑ سے نوک تک دُھل جانے کا خیال رکھیں۔ اسی طرح کان کا جو حصّہ نظر آتا ہے اُس کی گھاریوں اور سوراخ۔ اسی طرح ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ۔ پیٹ کی بلٹیں۔ بغلیں۔ ناف کے غار۔ ران اور پیڑو کا جوڑ۔ جنگاسا۔ دونوں سُرینوں کے ملنے کی جگہ۔ ذکر اور خصیوں کے ملنے کی جگہ۔ خصیوں کے نیچے کی جگہ۔ عورت کے ڈھلکے ہوئے پستان کے نیچے کا حصّہ۔ عورت کی شرمگاہ کا ہر حصّہ ان سب جگہوں کو خیال کے ساتھ پانی بہا بہا کر دھوئیں تاکہ ہر ہر جگہ پانی پہنچ کر بہہ جائے۔

غسل کا طریقہ

غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیت یعنی دل میں نہانے کا ارادہ کرکے پہلے گٹّوں تک دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے۔ پھر استنجا کی جگہ کو دھوئے خواہ نجاست

لگی ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر اگر کہیں نجاست لگی ہو تو اُس کو بھی دھوئے۔ اس کے بعد وضو کرے اور کُلّی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں خوب مبالغہ کرے۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر سارے بدن پر ہاتھ پھرا پھرا کر بدن کو ملے۔ خصوصاً جاڑوں میں۔ تاکہ کہیں بدن کا کوئی حصّہ پانی بہنے سے نہ رہ جائے۔ پھر داہنے کندھے پر تین بار پانی بہائے پھر تین بار بائیں کندھے پر پانی بہائے۔ پھر سر پر اور پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔ اور اچھی طرح دھیان رکھے کہ کہیں ذرّہ برابر کھال یا کوئی رونگٹا اور بال پانی بہنے سے نہ رہ جائے۔

ضروری تنبیہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ نجس تہبند باندھ کر غسل کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ نہانے میں ناپاک تہبند اور بدن سب پاک ہو جائے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ پانی ڈال کر تہبند اور بدن پر ہاتھ پھرانے سے تہبند کی نجاست اور زیادہ پھیلتی ہے۔ اور سارے بدن بلکہ نہانے کے برتن تک کو نجس کر دیتی ہے۔ اس لئے نہانے میں لازم ہے کہ پہلے بدن کو اور اُس کپڑے کو جس کو پہن کر نہاتے ہیں دھو کر پاک کر لیں۔ ورنہ غسل تو کیا ہوگا؟ اُس تر ہاتھ سے جن جن چیزوں کو چھوئیں گے وہ بھی ناپاک ہو جائیں گی۔ اور سارا بدن اور تہبند بھی ناپاک ہی رہ جائے گا۔ اور ساری نمازیں غارت و اکارت ہوتی رہیں گی۔

مسئلہ۔ غسل میں سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ اور گندھے ہوئے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ اُن کو کھول کر جڑ سے نوک تک ہر بال پر پانی بہائے۔ اور عورت پر صرف بال کی جڑوں کو تر کر لینا ضروری ہے۔ گُندھے ہوئے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گُندھی ہوئی ہو کہ بغیر کھولے بالوں کی جڑیں تر نہ ہوں گی۔ تو چوٹی کو کھولنا ضروری ہے۔ اور چوٹی کھول دینے کے بعد بالوں کو جڑ سے نوک تک دھونا ضروری ہے۔

(دُرمختار ج ۱ ص۱۰۱)

مسئلہ۔ غسل میں کانوں کی بالیوں اور ناک کی کیل کے سوراخوں میں بالیوں

اور کیل کو پھرا کر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ (درمختار ج ۱ ص ۱۰۴)

مسئلہ۔ اگر زخم پر پٹی بندھی ہو۔ یا پھایا چپکا یا ہو۔ اور اُس کے کھولنے میں نقصان اور حرج نہ ہو تو پٹی اور پھایا کھول کر اُس عضو پر گیلا ہاتھ پھیر کر مسح کر لیں۔ اور اگر بدن پر ہاتھ پھرانے میں حرج ہو تو پٹی یا پھایا پر گیلا ہاتھ پھرا کر مسح کر لیں۔ (کتبِ فقہ)

مسئلہ۔ اگر سر میں کوئی زخم ہو۔ یا زکام ہو۔ یا آنکھیں آشوب سے دُکھنے آئی ہوں اور اُس کو یقین ہو کہ سر پر پانی ڈالنے سے نقصان پہنچے گا کہ مرض بڑھ جائیگا یا دوسری بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔ تو جائز ہے کہ گردن سے نیچے کے سب اعضاء کو اچھی طرح دھو کر نہالے۔ اور سر پر پانی نہ ڈالے۔ بلکہ ہاتھ گیلا کر کے سر اور چہرے کے ذرّے ذرّے پر ہاتھ پھرا کر مسح کرے۔ غسل ہو جائے گا۔ (بہار شریعت وغیرہ)

کن کن چیزوں سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟

جن چیزوں سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ پانچ ہیں (۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جُدا ہو کر نکلنا۔ (۲) احتلام یعنی سوتے میں منی نکل جانا۔ (۳) ذکر کے سر کا عورت کے آگے یا پیچھے، یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل فرض کر دیتا ہے (۴) حیض کا ختم ہونا (۵) نفاس سے فارغ ہونا۔ (عالمگیری ج ۱ ص۱۵ مصری وغیرہ)

مسئلہ۔ اگر کسی کی منی پتلی پڑ گئی ہو کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی چلنے، کودنے، سے کچھ قطرے بلا شہوت کے نکل آئیں۔ تو غسل فرض نہیں۔ لیکن وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ۔ احتلام یاد ہے مگر منی وغیرہ کا کوئی نشان کپڑے وغیرہ پر نہیں ہے تو غسل فرض نہیں۔

مسئلہ۔ مرد و عورت دونوں ایک بستر پر سو رہے تھے۔ جاگنے پر دیکھا کہ بستر پر منی پڑی ہوئی ہے اور اُن میں سے ہر ایک احتلام کا انکار کرتا ہے۔ تو صحیح

مذہب یہی ہے کہ احتیاطاً دونوں غسل کریں۔

مسئلہ۔ مسلمان میت کو نہلانا فرضِ کفایہ ہے۔ اگر ایک مسلمان نے اُس کو نہلا دیا تو سب کے سر سے یہ فرض اُتر گیا۔ اور اگر کسی نے نہیں نہلایا تو سب گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ۔ پانی میں مسلمان کا مُردہ ملا۔ تو اُس کو بھی نہلانا فرض ہے۔

مسئلہ۔ جمعہ۔ عید۔ بقرعید۔ عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سُنّت ہے۔

مسئلہ۔ نیچے لکھی ہوئی صورتوں میں غسل کرلینا مستحب ہے۔

(۱) میدانِ عرفات میں ٹھہرنے کے لئے (۲) مُزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے (۳) حرم شریف میں حاضر ہونے کے لئے (۴) روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے (۵) طواف کے لئے (۶) دخول مِنیٰ کے لئے (۷) تینوں دن جمروں پر کنکریاں مارنے کے لئے (۸) شبِ برات کی رات میں (۹) شبِ قدر کی رات میں (۱۰) عرفہ کی رات میں (۱۱) مجلسِ میلاد شریف میں حاضر ہونے کے لئے (۱۲) دینی جلسوں، حلقوں، ختم خواجگان وغیرہ کی مجالس میں شریک ہونے کے لئے (۱۳) مُردہ نہلانے کے بعد (۱۴) مجنون کا جنون جانے کے بعد (۱۵) بے ہوشی اور غشی دور ہونے کے بعد (۱۶) نشہ دور ہونے کے بعد (۱۷) گناہ سے توبہ کرنے کے وقت (۱۸) نیا کپڑا پہننے کے لئے (۱۹) سفر سے آنے والے کے لئے (۲۰) استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد (۲۱) سورج گرہن کے وقت نماز کے لئے (۲۲) چاند گرہن کے وقت نماز کے لئے (۲۳) نمازِ استسقاء (بارش کی دعا) کے لئے (۲۴) خوف کے وقت (۲۵) دن میں اندھیرا ہوجانے کے وقت (۲۶) سخت آندھی کے لئے (۲۷) بدن پر نجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے۔

مسئلہ۔ جس پر چند غسل ہوں اور اُس نے سب کی نیت سے ایک غسل کرلیا تو سب ادا ہوگئے۔ اور اُس کو سب کا ثواب ملے گا۔ مثلاً ایک عورت کا حیض ختم ہوا۔ پھر اُس کو احتلام بھی ہوگیا۔ پھر اُس نے صحبت کرالی۔ تو اُس عورت پر تین غسل فرض ہوگئے

یہ عورت اگر تینوں غسل کی نیت سے ایک غسل کرلے۔ تو تینوں غسل ادا ہوگئے اور تینوں غسل کا ثواب پائے گی۔ (بہار شریعت)

مسئلہ۔ جس پر غسل فرض ہے اُس کو چاہئے کہ نہانے میں دیر نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں جُنُب (جس پر غسل فرض ہو) رہے گا۔ اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔ اور اگر اتنی دیر کرچکا کہ نماز کا آخر وقت آگیا تو اب فوراً ہی نہانا فرض ہے۔ اب دیر لگائے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ۔ جس کو نہانے کی ضرورت ہو یعنی اُس پر غسل فرض ہو اُس کو بغیر نہائے مسجد میں جانا۔ طواف کرنا۔ قرآن مجید کا چھونا۔ قرآن مجید پڑھنا۔ کسی آیت کو لکھنا۔ حرام ہے۔ اور دوسری فقہ و حدیث اور دینی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے۔ مگر ان کتابوں میں جہاں جہاں آیتیں لکھی ہوئی ہوں اُن آیتوں کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ (دُرِّ مختار و ردالمحتار)

مسئلہ۔ درود شریف اور دوسری دُعاؤں کے پڑھنے میں حرج نہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کم سے کم کُلّی کرلے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ۔ غسل خانہ کے اندر اگرچہ چھت نہ ہو ننگے بدن نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں عورتوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ مگر ننگے نہائے تو قبلہ کی طرف مُنہ نہ کرے۔ اور اگر تہبند باندھے ہوئے ہو تو نہاتے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ۔ عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔ مرد کھڑے ہوکر نہائے یا بیٹھ کر دونوں صورتوں میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ۔ نہانے کے بعد فوراً کپڑا پہن لے۔ دیر تک ننگا نہ رہے۔

مسئلہ۔ جس طرح مردوں کو مردوں کے سامنے ستر کھول کر نہانا حرام ہے اُسی طرح عورتوں کو بھی عورتوں کے سامنے ستر کھول کر نہانا حرام ہے۔ کیونکہ دوسروں کے سامنے بلا ضرورت ستر کھولنا عورت و مرد دونوں کے لئے حرام ہے۔ (عامۂ کتب فقہ)

مسئلہ۔ جس پر غسل فرض ہے اگر وہ بے نہائے ہوئے کھانا کھانے کا ارادہ کرے یا عورت سے صحبت کرنی چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے یا کم سے کم ہاتھ مُنھ دھولے اور کُلّی کرے۔ اور اگر ویسے ہی کھا پی لیا تو کوئی گناہ نہیں۔ مگر مکروہ ہے۔ اور ایسی عادت ڈالنے والا اکثر محتاجی اور بے برکتی کی بلا میں پڑ جاتا ہے۔ اور بے نہائے یا بے وضو کئے بیوی سے جماع کر لیا تو بھی کوئی گناہ نہیں لیکن جس شخص کو احتلام ہوا ہو اُس کو بے نہائے عورت کے پاس نہیں جانا چاہئے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ۔ کافر کو قرآن شریف چھونے نہ دیا جائے۔ بلکہ عربی کے حروف کو بھی جہاں تک ہو سکے کافروں کو چھونے نہ دیا جائے۔

مسئلہ۔ جن کاغذوں میں دینیات کے مسائل لکھے ہوئے ہوں اُن میں پُڑیا باندھنا۔ یا جس دسترخوان پر اشعار وغیرہ کچھ لکھے ہوں۔ یا اُن بچھونوں پر جن پر کچھ لکھا ہوا ہو۔ یا اُن تکیہ کے غلافوں کو جن پر اشعار لکھے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو استعمال کرنا منع ہے۔ یاد رکھو کہ عربی کی ہر عبارت، بلکہ ہر لفظ، بلکہ حرفوں کی بھی تعظیم کرنی چاہئے کیونکہ یہ قرآن مجید کے حروف ہیں۔ لہٰذا ان کا ادب و احترام ضروری ہے۔

مسئلہ۔ قرآن شریف اگر ایسا بوسیدہ ہو جائے کہ پڑھنے کے کام میں نہ آئے تو اُسے کسی پاک صاف کپڑے میں لپیٹ کر اور لحد کھود کر ایسی جگہ دفن کر دیں جہاں اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ نہ اس پر کوئی گندگی یا نجاست پڑنے پائے۔ بعض لوگ قرآن مجید کے ورقوں کو جلا دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو کنوؤں یا تالابوں میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہوتی ہے جو گناہ کا کام ہے۔

پانی کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا یعنی آسمان سے ہم نے پاک کرنے والا پانی اُتارا اور دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے تم پر پانی اُتارتا ہے کہ تمھیں اس سے پاک کرے۔

"پانی" اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ ہمارے کھانے پینے میں ہمارے کام آتا ہے جس پر ہماری زندگی کا دار و مدار ہے۔ اسی سے ہمارے کھیت ہمارے باغ ہمارے جانور سیراب ہوتے ہیں۔ اسی سے ہمارے بدن ہمارے کپڑوں، ہمارے سامانوں کی پاکی اور صفائی سُتھرائی ہوتی ہے۔ اسی سے وضو اور غسل کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ "پانی" ہماری دینی و دُنیاوی زندگی کے لئے بڑی ہی ضروری چیز، اور نہایت ہی انمول نعمت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار پانی کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ پانی کو ایک بیش قیمت بلکہ انمول نعمت سمجھ کر خداوند قدوس کا شکر ادا کریں۔ اور پانی کو بیکار ضائع اور برباد نہ کریں۔ اور اس کو نجاست اور گندگی سے اپنی طاقت بھر محفوظ رکھیں۔ اور اپنی ضرورت بھر اس کو کام میں لائیں۔ اور خُدا کی دوسری مخلوقات کو بھی اس سے فائدہ پہنچائیں۔ اسی لئے کنواں کھودنے، اور نل گڑوانے کا بہت بڑا ثواب ہے کہ اس سے آدمی، جانور اور نباتات سبھی کو سیرابی ملے گی۔ اور سب کو فائدہ پہنچے گا حدیث شریف میں ہے کہ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ یعنی بہترین آدمی وہی ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

کن پانیوں سے وضو و غسل جائز ہے؟

جس پانی سے وضو جائز ہے اُس سے غسل بھی جائز ہے اور جس پانی سے وضو ناجائز اُس سے غسل بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ۔ بارش، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کنوئیں، اور برف اولے کے پانیوں سے وضو اور غسل جائز ہے۔

مسئلہ۔ جس پانی میں کوئی چیز ملا دی گئی کہ بول چال میں اُسے پانی نہیں کہا

جاتا بلکہ اس کا کوئی دوسرا نام ہوگیا ہو جیسے شربت۔ یا پانی میں کوئی ایسی چیز
ڈال کر پکائیں جس سے میل کاٹنا مقصود نہ ہو جیسے شوربا، چائے یا دواؤں کا
جوشاندہ تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔

مسئلہ۔ اور اگر پانی میں ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے میل کاٹنا
مقصود ہو جیسے پانی میں تھوڑا صابون ملا دیں۔ یا پانی میں بیری کے پتے اُبال دیں
تو اس سے وضو و غسل جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اتنا زیادہ صابون یا بیری کا پتہ
نہ ڈال دیا جائے کہ پانی ایسا گاڑھا ہوجائے کہ گھولے ہوئے ستو کی طرح ہوجائے
اگر پانی اتنا زیادہ گاڑھا ہوگیا تو اس پانی سے نہ وضو جائز ہوگا نہ غسل۔

مسئلہ۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز ملا دی گئی جس سے پانی کا رنگ یا
بو یا مزہ بدل گیا مگر پانی کا پتلا پن نہ گیا۔ جیسے پانی میں چونا یا تھوڑی زعفران مل جائے
تو اس پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔ لیکن اگر زعفران یا پُڑیا کا رنگ پانی میں اس قدر
زیادہ آجائے کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہوجائے تو اس پانی سے وضو و غسل جائز نہیں۔
یوں ہی پانی میں اگر اتنا دودھ مل گیا کہ دودھ کا رنگ غالب نہ ہوا تو اس پانی سے وضو
و غسل جائز ہے۔ اور اگر پانی میں اس قدر زیادہ دودھ ملا دیا گیا کہ دودھ کا رنگ
غالب ہوگیا۔ تو اب یہ پانی نہیں رہا بلکہ دودھ بن گیا اس لئے اس سے وضو و غسل
جائز نہیں ہوگا۔

بڑے حوض کے مسائل

دس ہاتھ لمبا دس ہاتھ چوڑا جو حوض یا گڑھا ہو
اس کو "دہ در دہ" اور "بڑا حوض" کہتے ہیں۔ یوں ہی
بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا۔ یا پچیس ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا غرض کل لمبائی چوڑائی سو
ہاتھ ہو۔ اور اگر حوض گول ہو تو اس کی گولائی ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو۔ اور اگر لمبائی
چوڑائی سو ہاتھ نہ ہو تو اس کو "چھوٹا حوض" کہا جائے گا۔ اور اس پانی کو تھوڑا کہیں گے
اگرچہ کتنا ہی گہرا ہو۔

مسئلہ۔ بڑا حوض بہتے ہوئے پانی کے حکم میں ہے۔ یہ نجاست پڑنے سے ناپاک

نہیں ہوگا۔ ہاں اگر بڑے حوض میں اتنی زیادہ نجاست پڑ جائے کہ اُس کا
رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو بڑا حوض بھی ناپاک ہوجائے گا۔ اور چھوٹا حوض تو
ذرا سی نجاست پڑنے سے بھی ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ۔ بڑے حوض میں ایسی نجاست پڑ گئی جو دکھائی نہ دے جیسے پیشاب
یا شراب تو حوض کے ہر جانب سے وضو جائز ہے۔ اور اگر نجاست دکھائی دے رہی ہو
جیسے گوبر وغیرہ تو نجاست کی طرف سے وضو نہ کرنا بہتر ہے۔ دوسری طرف وضو کرے جس
طرف نجاست نہیں ہے۔

مسئلہ۔ بڑے حوض پر اگر بہت سے لوگ جمع ہوکر وضو کریں تو بھی کوئی حرج
نہیں۔ اگرچہ وضو کا دُھوون حوض میں گرتا ہو۔ ہاں البتہ حوض میں کُلّی ڈالنا۔ اور ناک
سنکنا نہ چاہئے کہ یہ صفائی ستھرائی کے خلاف ہے۔

مسئلہ۔ چھوٹا حوض اگر ناپاک ہوگیا۔ پھر اُس کا پانی پھیل کر بڑا حوض یعنی دس
ہاتھ لمبا دس ہاتھ چوڑا ہوگیا تو وہ اب بھی ناپاک ہی رہے گا۔ ہاں اس کو پاک کرنے کی
یہ صورت ہے کہ اُس حوض میں پاک پانی اس قدر زیادہ ڈالا جائے کہ وہ حوض بھر کر
بہہ جائے تو پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ۔ بڑا حوض اگرچہ تھوڑی نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا مگر قصداً
اُس میں نجاست ڈالنا منع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے
پانی یعنی حوض یا تالاب میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ۔ بڑے حوض کے ناپاک نہ ہونے کی یہ شرط ہے کہ اُس کا پانی متصل ہو
تو ایسے حوض میں اگر کھمبے بنا دیئے گئے۔ یا موٹے موٹے لٹھے، یا کڑیاں گاڑ دی گئی ہوں۔
تو دیکھا جائے گا کہ ان کھمبوں اور لٹھوں کڑیوں کی جگہوں کے علاوہ باقی جگہ میں اگر
سو ہاتھ لمبائی چوڑائی میں پانی ہے جب تو وہ بڑا حوض ہے۔ ورنہ نہیں۔ ہاں اگر حوض
میں پتلی پتلی چیزیں مثلاً گھاس یا دھان کی کھیتی ہو تو یہ پانی کے متصل ہونے سے مانع
نہیں ہوں گی۔ (بہار شریعت)

مسئلہ - اگر خشک تالاب میں نجاست پڑی ہوئی ہو - اور بارش ہوئی اور بارش کا بہتا ہوا پاک پانی اُس تالاب میں اس قدر آگیا کہ بہاؤ رُکنے سے پہلے اُس تالاب میں اتنا پانی جمع ہوگیا کہ وہ سَو ہاتھ لمبائی چوڑائی میں ہوگیا تو وہ دہ در دہ اور بڑا حوض ہوگیا - اور اُس کا پانی پاک ہے - اور اگر اس بارش سے سَو ہاتھ لمبائی چوڑائی میں بہتا ہوا پانی جمع نہیں ہوا - بلکہ اس سے کم پانی جمع ہوا - پھر دوبارہ بارش سے سَو ہاتھ لمبا چوڑا پانی ہوگیا تو سب پانی نجس ہے - ہاں اگر وہ تالاب بھر کر دوسری بارشوں سے بہہ گیا تو پاک ہوگیا - (بہار شریعت)

مسئلہ - دہ در دہ پانی یعنی بڑا حوض اگر اُس میں کم نجاست پڑی تو وہ ناپاک نہ ہوگا پھر اُس کا پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا تو وہ اب بھی پاک ہے - ہاں اگر وہ نجاست اب بھی اُس میں باقی ہو اور دکھائی دیتی ہو تو اب ناپاک ہوگیا - اب جب تک بھر کر بہہ نہ جائے پاک نہ ہوگا - (بہار شریعت)

مسئلہ - جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا وہ پاک ہے مگر اُس سے وضو یا غسل جائز نہیں - یوں ہی اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وضو میں دھویا جاتا ہو قصداً یا بلا قصد دہ در دہ سے کم پانی میں مثلاً لوٹے بالٹی یا گھڑے میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے تو وہ پانی وضو اور غسل کے لائق نہیں رہا اسی طرح جس شخص پر غسل فرض ہے اُس کے بدن کا کوئی حصہ بلا دُھلا ہوا اگر پانی سے چھو جائے تو وہ پانی وضو اور غسل کے کام کا نہ رہا - ہاں اگر دُھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصّہ جو دُھلا ہوا ہو پانی سے چھو جائے تو حرج نہیں - (بہار شریعت)

تنبیہ - اس مسئلہ سے بہت زیادہ لوگ غافل ہیں - بے وضو ہوتے ہوئے لوگ بالٹی - مٹکے اور لوٹے میں ہاتھ ڈال کر پانی کو چھو دیتے ہیں - اور پھر اُسی پانی سے وضو کرتے ہیں - حالانکہ بے دُھلا ہاتھ پانی میں لگتے ہی وہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے - اور مستعمل پانی ہرگز وضو و غسل کے قابل نہیں رہتا - اس لئے اس کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے کہ اگر بے وضو ہوں تو ہاتھ دھو کر بالٹی یا مٹکے یا لوٹے کے پانی میں ہاتھ ڈالیں

تاکہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے - (مصنف)

مسئلہ - اگر ضرورت سے مجبور ہو کر بے دُھلا ہوا ہاتھ برتن میں بقدر ضرورت ڈال دیا - تو اس صورت میں پانی مستعمل نہیں ہوگا - اور وضو و غسل کے لائق رہے گا جیسے بہت بڑے برتن میں یا کُھلی ہوئی چھوٹی ٹنکی میں پانی ہے - کہ اُس کو جُھکا نہیں سکتا - نہ کوئی چھوٹا برتن ہے کہ اُس سے پانی نکالے - نہ دوسرا کوئی پانی موجود ہے کہ اُس سے ہاتھ دھو سکے - تو ایسی صورت میں اگر بے دُھلا ہوا ایک ہاتھ بڑے برتن میں ڈال کر پانی لے اور دوسرا ہاتھ اُس سے دھو کر اُس بڑے برتن میں ڈال کر پانی نکالے اور وضو کرے - تو اس میں کوئی حرج نہیں - اس صورت میں پانی مستعمل نہیں ہوگا -

مسئلہ - پانی میں بے دُھلا ہاتھ پڑ گیا - یا اور کسی طرح مستعمل ہوگیا - اور یہ چاہیں کہ یہ وضو یا غسل کے کام کا ہو جائے تو اچھا پانی اس سے زیادہ اُس میں ملا دیں تو سب پانی کام کا ہو جائے گا - اور ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس مستعمل پانی میں ایک طرف سے اچھا پانی ڈالیں کہ دوسری طرف سے بہہ جائے - سب کام کا ہو جائیگا (بہار شریعت)

مسئلہ - ناپاک پانی کو خود بھی استعمال کرنا حرام ہے - اور جانوروں کو بھی پلانا حرام ہے - ہاں گارے مٹّی میں لگا سکتے ہیں - مگر اس گارے مٹّی کو مسجد میں لگانا جائز نہیں -

مسئلہ - ناپاک پانی بدن یا کپڑے یا جس چیز میں بھی لگ جائے وہ ناپاک ہو جائے گی - اس کو جب تک پاک پانی سے دھو کر پاک نہ کرلیں وہ پاک نہیں ہو سکتی -

مسئلہ - نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اُس کی مِلک ہو جائے اُسے پینا یا اُس سے وضو و غسل کرنا - یا کسی کام میں لانا - اُس نابالغ کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے اِس کے سوا کسی کو جائز نہیں - اگرچہ وہ نابالغ اس کی اجازت دے دے - مگر اگر کسی نے اُس پانی سے وضو کرلیا تو وضو ہو جائے گا - لیکن وضو کرنے والا گناہگار ہوگا یہاں سے مکتبوں کے معلمین کو سبق لینا چاہیے کہ اکثر نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں - یاد رکھنا چاہیے کہ نابالغ کا ہبہ صحیح نہیں ہے - اسی طرح کسی بالغ کا بھرا ہوا پانی بھی بغیر اُس کی

اجازت کے خرچ کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت)

کن پانیوں سے وضو و غسل جائز نہیں؟

پھلوں یا درختوں کا نچوڑا ہوا پانی۔ یا وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مل گئی اور پانی کا نام بدل گیا جیسے پانی میں شکر مل گئی اور وہ شربت کہلانے لگا۔ یا پانی میں چند مسالے مل گئے اور وہ شوربا کہلانے لگا۔ یا بڑے حوض اور تالاب میں کوئی نجاست اس قدر زیادہ پڑ گئی کہ پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا۔ یا چھوٹے حوض یا بالٹی یا گھڑے میں کوئی ناپاک چیز پڑ گئی۔ یا کوئی ایسا جانور گر کر مر گیا جس کے بدن میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے۔ اگرچہ پانی کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلا ہو۔ یا وہ پانی جو وضو یا غسل کا دُھوون ہو۔ ان سب پانیوں سے وضو و غسل کرنا جائز نہیں۔ (عالمگیری۔ درمختار و ردالمحتار)

مسئلہ۔ اگر پانی میں تھوڑا سا صابون مل گیا جس سے پانی کا رنگ بدل گیا تو اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے۔ لیکن اگر اس قدر زیادہ صابون پانی میں گھول دیا گیا کہ پانی کا پتلا پن جاتا رہا۔ اور پانی گاڑھا ہو گیا۔ تو اس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں ہوگا۔ (عالمگیری ج۱ ص۲)

مسئلہ۔ پانی میں اگر کوئی ایسا جانور گر کر مر گیا۔ جس کے بدن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا۔ جیسے مکھی۔ مچھر۔ بھڑ۔ شہد کی مکھی۔ بچھو۔ برساتی کیڑے مکوڑے تو ان جانوروں کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (عالمگیری ج۱ ص۲۳)

مسئلہ۔ جو جانور پانی ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور پانی ہی میں زندگی بسر کرتے ہیں جیسے مچھلیاں اور پانی کے مینڈک وغیرہ ان کے پانی میں مرجانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اس سے وضو و غسل جائز ہے۔ (عالمگیری ج۱ ص۲۳)

مسئلہ۔ خشکی میں رہنے والا مینڈک اس کے بدن میں بہنے والا خون ہوتا ہے اس لئے یہ اگر بالٹی یا گھڑے میں گر کر مرجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور اُس سے وضو و غسل جائز نہیں رہے گا۔

مسئلہ۔ جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں دھوپ سے گرم ہو گیا تو جب تک گرم ہے۔ تو اُس سے وضو اور غسل نہیں کرنا چاہئے۔ نہ اُس کو پینا چاہئے۔ بلکہ بدن کو کسی طرح پہنچنا نہ چاہئے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے تو جب تک ٹھنڈا نہ ہولے اُس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں برص (سفید داغ کا مرض) پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ پھر بھی اگر وضو یا غسل اس پانی سے کر لیا تو ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ میدانوں کے چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں جو پانی جمع ہو جاتا ہے اگر اُس میں کسی نجاست کا پڑنا معلوم نہیں تو اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔

مسئلہ۔ کافر کی خبر کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک مانی نہ جائے گی۔ دونوں صورتوں میں پانی پاک رہے گا۔ کیونکہ پانی کی اصلی حالت پاک ہونا ہے۔ تو جب تک یقین کے ساتھ اُس میں نجاست کا پڑنا معلوم نہ ہو پانی پاک ہی رہے گا۔

استنجاء کا بیان

جب استنجاء خانہ میں داخل ہونا چاہے تو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھ کر پہلے بایاں قدم رکھے اور نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں باہر نکالے اور غُفْرَانَکَ پڑھے۔ (ترمذی شریف ج۱ ص۳)

پیشاب کے بعد استنجاء کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے پاک مٹی یا پتھر یا پھٹے پرانے کپڑے لے کر پیشاب کی جگہ کو سکھائے۔ اگر کچھ قطرہ آنے کا شبہہ ہو تو کچھ ٹہل لے۔ یا کھانس کر یا پاؤں زمین پر مار کر کوشش کرے کہ رُکا ہوا قطرہ باہر نکل پڑے۔ پھر پانی سے پیشاب کی جگہ کو دھو ڈالے۔

اور پاخانہ کے بعد استنجاء کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے چند ڈھیلوں یا پتھروں سے پاخانہ کی جگہ کو پونچھ کر صاف کرے۔ پھر پانی سے اچھی طرح دھوئے کہ خوب پاک صاف ہو جائے۔ مسئلہ۔ ڈھیلا اور پانی دونوں بائیں ہاتھ سے استعمال کرے اور استنجاء داہنے ہاتھ سے نہ کرے۔ مسئلہ۔ ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد پانی سے بھی دھو لینا

یہ استنجار کا مستحب طریقہ ہے۔ ورنہ صرف ڈھیلا اور صرف پانی سے بھی استنجار کرلینا جائز ہے۔ مگر یاد رکھئے کہ یہ اُس وقت ہے جب کہ پیشاب خانہ اپنے مقام کے سوراخ سے اِدھر اُدھر نہ ہٹا ہو۔ اور اگر پیشاب پاخانہ اپنے مقام کے سوراخ سے اِدھر اُدھر پھیل کر لگ گیا ہو۔ تو صرف ڈھیلے اور پتھروں سے استنجار کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ اس صورت میں پانی سے دھو کر پاک کرنا فرض ہوگا۔ اگرچہ اس صورت میں بھی ڈھیلے پتھروں کا استعمال سنّت ہی رہے گا۔ (بہار شریعت وغیرہ) **مسئلہ** ۔ ڈھیلے سے استنجار کے بعد پانی سے استنجار کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے۔ اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے۔ اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے۔ انگلیوں کا سرا نہ لگے اور پہلے بیچ کی انگلی اونچی رکھے پھر اُس کے برابر والی۔ اُس کے بعد چھنگلیا اونچی رکھے اور خوب زیادہ دھوئے۔ تین انگلیوں سے زیادہ طہارت میں نہ لگائے۔ اور آہستہ آہستہ ملے تاکہ چکنائی بالکل جاتی رہے۔

مسئلہ ۔ انگلیوں کی بجائے اگر ہتھیلی سے دھوئے جب بھی طہارت ہو جائے گی۔

مسئلہ ۔ عورت کو چاہیے کہ ہتھیلی سے دھوئے۔ اور استنجار کے وقت بہ نسبت مرد کے زیادہ پھیل کر نہ بیٹھے۔ **مسئلہ** ۔ استنجار کے بعد ہاتھ پاک ہو گئے۔ مگر استنجار کی جگہ سے ہٹ کر ہاتھ دھونا۔ بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے۔ **مسئلہ** ۔ کھانے کی چیزیں، ہڈی، گوبر، کوئلہ، کاغذ، اور جانوروں کے چارہ سے استنجار کرنا منع ہے۔

مسئلہ ۔ جس ڈھیلے سے ایک بار استنجار کر لیا دوبارہ اُس کو کام میں لانا مکروہ ہے۔ لیکن ڈھیلا اگر بڑا ہو اور اُس کی دوسری کروٹ صاف ہو تو اُس سے استنجار کر سکتے ہیں

مسئلہ ۔ داہنے ہاتھ سے استنجار کرنا۔ اور اپنے آلہ کو داہنے ہاتھ سے پکڑنا یا چھونا یا داہنے ہاتھ سے ڈھیلا پکڑ کر پونچھنا یہ سب مکروہ ہیں۔ **مسئلہ** ۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف مُنھ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں اُتر یا دکھن جانب مُنھ کرنا چاہیے۔ **مسئلہ** ۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ مُنھ ہو۔ نہ پیٹھ۔ یوں ہی ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنا منع ہے **مسئلہ** ۔ تالاب یا ندی کے گھاٹ پر کنوئیں یا حوض کے کنارے پانی کے اندر اگرچہ بہتا ہوا پانی ہو پھل

والے سایہ دار درخت کے نیچے۔ ایسے کھیت میں جس میں کھیتی موجود ہو۔ قبرستان میں۔ بیچ سڑک اور راستوں پر۔ جانوروں کے باندھے جانے کی جگہوں پر۔ اور جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں۔ اور جس جگہ لوگ اُٹھتے بیٹھتے ہوں۔ ان سب جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے۔ (درمختار ج۱ ص۲۲۹ وعالمگیری ج۱ ص۴۷) **مسئلہ** ۔ خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب پاخانہ اونچی جگہ گرے۔ یہ بھی منع ہے۔ **مسئلہ** ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اُڑ کر آئیں پیشاب کرنا منع ہے۔ **مسئلہ** کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح ننگے سر پیشاب پاخانہ کو جانا۔ یا کوئی ایسی چیز لے کر جانا جس پر کوئی دُعا، یا اللہ و رسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو اور پیشاب پاخانہ کرتے وقت باتیں کرنی یہ سب مکروہ و منع ہیں۔ **مسئلہ** ۔ سوراخوں اور بلوں کے اندر بھی پیشاب کرنا منع ہے **مسئلہ** ۔ پیشاب پاخانہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر یا کسی چیز کی آڑ میں بیٹھ کر کرنا چاہیے۔ ایسی جگہ پیشاب پاخانہ کرنا کہ لوگوں کی نظر اپنی شرمگاہ پر پڑے سخت منع ہے۔ **مسئلہ** ۔ وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجار نہ کرنا چاہیے۔ **مسئلہ** ۔ جب پاخانہ کے لئے بیٹھے تو جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو جائے بدن سے کپڑا نہ ہٹائے۔ نہ ضرورت سے زیادہ بدن کھولے۔ اور پاؤں کشادہ کرکے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور پاخانہ میں کسی دینی مسئلہ یا آیت و حدیث پر غور نہ کرے کہ یہ محرومی کا باعث ہے اور کسی کی چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے۔ خود اگر چھینکے تو زبان سے الحمد للہ نہ کہے۔ دل میں کہہ لے۔ بلا ضرورت اپنی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ نہ اُس نجاست کو دیکھے جو نکلی ہے۔ نہ اِدھر اُدھر دیکھے۔ نہ آسمان کی طرف نظر اُٹھائے اور پیشاب پاخانہ میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے۔ اور بہت دیر تک نہ بیٹھا رہے کہ اس سے بواسیر کی بیماری کا خطرہ ہے۔ پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو جائے تو اپنے آلہ کو بائیں ہاتھ سے جڑ کی طرف سے نوک کی طرف سونتے تاکہ رُکے ہوئے پیشاب کے قطرات باہر نکل جائیں پھر ڈھیلے سے استنجار کرکے پانی سے دھوئے۔ **مسئلہ** ۔ بچّے کو پاخانہ پیشاب پھرانے والے کو مکروہ ہے کہ اُس بچّے کا مُنھ یا پیٹھ قبلہ کی طرف کرے۔

عورتیں اس طرف توجہ نہیں کیا کرتیں۔ اُنھیں لازم ہے کہ اس کا خیال رکھیں۔ ورنہ وہ گناہگار ہوں گی۔ **مسئلہ**۔ زمزم شریف سے استنجار کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر ڈھیلے سے استنجار نہ کر چکا ہو تو ناجائز ہے۔ **مسئلہ**۔ گرم اور ٹھنڈے دونوں پانیوں سے استنجار کرنا جائز ہے مگر گرم پانی سے استنجار کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا ٹھنڈے پانی سے استنجار کرنے میں ثواب ملتا ہے۔ اور گرم پانی سے استنجار کرنے میں مرض پیدا ہوجانے کا بھی خطرہ ہے اس لئے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کنوئیں کے مسائل

کنوئیں میں کسی آدمی یا جانور کا پاخانہ پیشاب، یا مُرغی یا بطخ کی بیٹ، یا خون یا تاڑی۔ شراب یا نجس اینٹ یا نجس لکڑی یا کوئی ناپاک چیز کنوئیں میں گری۔ تو کنواں ناپاک ہوجائے گا۔ اور کُل پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ اگر کنوئیں میں آدمی۔ گائے۔ بھینس بکری یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور گر کر مرجائے۔ یا چھوٹے سے چھوٹا جانور جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے کنوئیں میں مر کر پھول پھٹ جائے۔ یا ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک ہے کنوئیں میں گر پڑے۔ اگرچہ زندہ نکل آئے جیسے سوَر اور کُتا۔ تو ان سب صورتوں میں کنواں ناپاک ہوجائے گا۔ اور کل پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہوگیا اُس کا ایک قطرہ بھی پاک کنوئیں میں پڑجائے تو یہ کنواں بھی ناپاک ہوجائے گا۔ یوں ہی وہ ڈول اور رسّی جس میں ناپاک کنوئیں کا پانی لگا ہے اگر یہ ڈول اور رسّی کسی پاک کنوئیں میں ڈالے جائیں گے تو وہ پاک کنواں بھی ناپاک ہوجائے گا اور سارا پانی نکالا جائے گا۔

مسئلہ۔ چوہا۔ چڑیا۔ گرگٹ یا ان کے برابر یا اِن سے چھوٹا کوئی جانور جس میں بہتا ہوا خون ہو کنوئیں میں گر کر مرگیا۔ لیکن پھولا پھٹا نہیں ہے تو اُس مرے ہوئے جانور کو نکال کر بیس ڈول سے تیس ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ کبوتر۔ بلّی۔ مُرغی کنوئیں میں گر کر مرجائے لیکن پھولی پھٹی نہ ہو تو مرے ہوئے جانور کو نکالنے کے بعد چالیس ڈول سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ جو جانور کبوتر سے چھوٹا ہو وہ

چوہے کے حکم میں ہے اور جو بکری سے چھوٹا ہو وہ مُرغی کے حکم میں ہے۔ **مسئلہ**۔ کنوئیں میں اگر دو چوہے گر کر مرگئے ہوں تو وہی بیس ڈول سے تیس ڈول تک پانی نکالا جائیگا۔ اور اگر تین چوہے گر کر مرے ہوں تو چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر چھ یا چھ سے زیادہ ہوں تو کل پانی نکالا جائے گا۔ اور دو بلّیاں اگر مرگئی ہوں تو بھی کُل پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ مسلمان مُردہ غسل کے بعد اگر کنوئیں میں گر جائے تو بالکل پانی نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اور کافر مُردہ اگرچہ سَو بار دھویا گیا ہو۔ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں نجس ہوجائے گا اور سارا پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ سُوَر کنوئیں میں گر پڑا اگرچہ زندہ نکل آیا۔ کنواں ناپاک ہوگیا۔ کُل پانی نکالا جائے گا۔ **مسئلہ**۔ سُوَر کے علاوہ اور دوسرا کوئی جانور کنوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا۔ اور اُس کے بدن سے نجاست لگی ہونا یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو۔ اور پانی میں اُس کا مُنھ بھی نہ پڑا ہو تو کنواں پاک ہے۔ اور اُس کا استعمال جائز ہے۔ مگر احتیاطاً بیس ڈول پانی نکال ڈالنا بہتر ہے اور اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اُس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ تو کنواں ناپاک ہوگیا اور کُل پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر اُس جانور کا مُنھ پانی میں پڑ گیا ہو تو اُس جانور کے جھوٹے کا جو حکم ہے وہی حکم اس کنوئیں کے پانی کا ہوگا۔ اگر وہ جانور کُتا یا درندہ ہے تو چونکہ ان کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اس لئے ان کا مُنھ پانی میں لگ جانے سے کنواں ناپاک ہوجائے گا۔ اور کُل پانی نکالا جائے گا۔ اسی طرح اگر اُس جانور کا جھوٹا مشکوک ہے مثلاً گدہا اور خچر تو ان سبھوں کا مُنھ بھی کنوئیں کے پانی سے لگ گیا تو کنوئیں کا کُل پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر اُس جانور کا جھوٹا پاک ہے تو بیس ڈول کنوئیں کا پانی نکال دینا بہتر ہے۔ مثلاً بکری کنوئیں میں گری اور زندہ نکل آئی تو بیس ڈول کنوئیں کا پانی نکال ڈالیں۔ (بہار شریعت وغیرہ)

مسئلہ۔ پانی کا جانور یعنی جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور پانی ہی میں زندگی بسر کرتا ہے اگر کنوئیں میں مرجائے یا مُرا ہوا گر جائے۔ تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو۔ لیکن اگر پھٹ کر اس کے اجزا پانی میں مل گئے۔ تو اُس پانی کا پینا

حرام ہے۔ مگر اس سے وضو و غسل جائز ہے۔ مسئلہ۔ وہ جانور جس کی پیدائش پانی میں نہ ہوتی ہو۔ مگر وہ ہمیشہ پانی میں رہتا ہے۔ جیسے بطخ اور مرغابیاں اس کے مرنے سے کنواں ناپاک ہوجائے گا۔ مسئلہ۔ جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے مکھی مچھر بھڑ وغیرہ ان کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوگا۔ مسئلہ۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہوگیا۔ اس میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے اتنا پانی نکال دیا گیا۔ تو اب وہ رسّی ڈول جس سے ناپاک پانی نکالا گیا ہے خود بخود پاک ہوگیا اس کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (بہار شریعت) مسئلہ۔ حلال پرندوں جیسے کبوتر گوریا کی بیٹ یا شکاری پرند چیل شکرا۔ باز کی بیٹ کنوئیں میں گرجائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ یوں ہی چمگادڑ کے پیشاب سے بھی کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ (خانیہ وغیرہ)

مسئلہ۔ یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں صورت میں اتنا اتنا پانی نکالا جائے گا۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جو چیز کنوئیں میں گری ہے۔ پہلے اس کو کنوئیں میں سے نکال لیں۔ پھر اتنا پانی نکالیں۔ اگر وہ چیز کنوئیں ہی میں پڑی رہی تو کتنا ہی پانی نکالیں بیکار ہے۔ (درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۲) مسئلہ۔ جہاں جہاں اتنے اتنے ڈول پانی نکالنے کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ڈول کی گنتی اسی ڈول سے کی جائے گی جو ڈول اس کنوئیں پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ اور اگر اس کنوئیں کا کوئی خاص ڈول نہ ہو تو اتنا بڑا ڈول ہونا چاہئے جس میں سوا پانچ کیلو پانی آجائے۔ (درمختار ج ۱ ص ۱۴۵)۔

مسئلہ۔ اگر سالن یا پانی یا شربت یا چائے میں مکھی گر پڑے تو اس کو غوطہ دے کر باہر پھینک دیں۔ اور سالن وغیرہ کو کھا پی لیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کھانے میں مکھی گر پڑے تو اس کو غوطہ دے کر مکھی کو پھینک دیں۔ پھر اس کھانے کو کھائیں کیونکہ مکھی کے دو پروں میں سے ایک میں بیماری اور دوسرے پر میں اس کی شفاء ہے۔ اور مکھی اس پر کو کھانے میں گراتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے۔ اس لئے غوطہ دے کر دوسرا شفاء والا پر بھی کھانے میں پہنچا دیں۔ تو بیماری نہیں آئے گی اور شفاء حاصل ہوجائے گی۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۲ باب ما یحل اکلہ) مسئلہ۔ جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جیسے

بکری۔ گائے۔ بھینس ان میں سے اگر کوئی کنوئیں میں گر پڑے۔ اور زندہ نکل آئے اور ان کے بدن پر کسی نجاست کا لگا ہونا یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو تو کنواں پاک ہے۔ لیکن احتیاطاً بیس ڈول پانی نکال ڈالیں۔ مسئلہ۔ اگر شرابی نے گلاس یا کپ میں پانی یا چائے پی۔ اور اس کے ہونٹ اور مونچھ میں کچھ بھی شراب لگ گئی تھی تو گلاس اور کپ نجس ہوگیا۔ جب تک تین مرتبہ دھو کر گلاس اور کپ کو دھو کر پاک نہ کریں اس گلاس یا کپ میں جو پانی یا چائے ڈالی جائے گی وہ بھی ناپاک ہوتی جائے گی۔ ہوٹلوں میں جہاں شرابی لوگ کھاتے پیتے یا چائے پیتے ہیں مسلمانوں کو خاص طور پر احتیاط رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس دور کی آفتوں اور لعنتوں سے بچائے (آمین)

تیمم کا بیان

اگر کسی وجہ سے پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو وضو اور غسل دونوں کے لئے تیمم کرلینا جائز ہے۔ مثلاً ایسی جگہ ہو کہ وہاں چاروں طرف ایک میل تک پانی کا پتہ نہ ہو۔ یا پانی تو قریب ہی میں ہو مگر دشمن یا درندہ کے خوف یا کسی دوسری وجہ سے پانی نہ لے سکتا ہو۔ یا پانی کے استعمال سے بیمار ہوجانے یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ اور گمان غالب ہو۔ تو ان صورتوں میں۔ بجائے وضو و غسل کے تیمم کرکے نماز پڑھے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر پہلے دل میں تیمم کی نیت کرے۔ اور زبان سے یہ بھی کہہ لے تو اچھا ہے کہ نَوَیْتُ اَنْ اَتَیَمَّمَ تَقَرُّبًا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر زمین یا دیوار پر دونوں ہاتھوں کو مارے۔ پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کو پورے چہرے پر پھرائے اس طرح کہ جہاں تک وضو میں چہرہ دھونا فرض ہے پورے چہرہ پر ہر جگہ ہاتھ پھرائے۔ اگر بلاق یا نتھ پہنے ہو تو اس کو ہٹا کر اس کے نیچے کی کھال پر ہاتھ پھرائے۔ اور ذرہ برابر چہرے میں کوئی جگہ نہ چھوڑے جہاں ہاتھ نہ پھرائے۔ پھر دوبارہ ہاتھوں کو زمین یا

دیوار پر مار کر اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ پر کہنیوں سمیت جہاں تک وضو میں دھونا فرض ہے سب جگہ ہاتھ پھرائے۔ ذرہ بھر جگہ باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پھرائے۔ اگر ہاتھوں میں چوڑیاں یا اور کوئی زیور پہنے ہوئے ہو تو زیور کو ہٹا کر اُس کے نیچے کی کھال پر ہاتھ پھرائے اگر چہرے یا دونوں ہاتھوں پر بال برابر جگہ پر بھی ہاتھ نہیں پھرایا تو تیمم نہیں ہوگا۔ اس لئے خاص طور پر اس کا دھیان رکھنا چاہیے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر ہر جگہ اچھی طرح ہاتھ پھرائے۔

(درمختار ج۱ ص۱۵۵ وغیرہ کتب فقہ)

تیمم کے فرائض | تیمم میں تین چیزیں فرض ہیں (۱) تیمم کی نیت (۲) پورے چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہاتھ پھرانا (۳) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر اور چہرہ پر اس طرح ہاتھ پھرانا کہ بال بھر کوئی حصہ ہاتھ پھرانے سے نہ رہ جائے

(دُرمختار ج۱ ص۱۵۴)

تیمم کی سُنّتیں | دس چیزیں تیمم میں سُنّت ہیں (۱) بسم اللہ پڑھنا (۲) انگلیاں کھول کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا (۳) ہاتھوں کو زمین پر مار کر اگر غبار لگ گیا ہو تو ہاتھوں کو جھاڑ دینا (۴) زمین پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو لَوٹ دینا (۵) پہلے مُنھ پر ہاتھ پھرانا (۶) پھر ہاتھوں پر ہاتھ پھرانا (۷) چہرہ اور ہاتھوں پر لگاتار ہاتھ پھرانا۔ ایسا نہ ہو کہ چہرہ پر ہاتھ پھرا کر پھر دیر کے بعد ہاتھوں پر ہاتھ پھرائے (۸) پہلے دائیں پھر بائیں ہاتھ پر ہاتھ پھرانا (۹) انگلیوں سے داڑھی کا خلال کرنا (۱۰) انگلیوں کا خلال کرنا جب کہ اُن میں غُبار بھر گیا ہو اور اگر انگلیوں میں غُبار نہ پہنچا ہو مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا ہو جس پر غبار نہ ہو تو انگلیوں کا خلال کرنا فرض ہے۔

مسئلہ۔ ہاتھوں پر ہاتھ پھرانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ، داہنے ہاتھ کی پُشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی کے اوپر تک لے جائے۔ اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کے پیٹ کو چھوتا ہوا ہاتھ پھرا کر گٹے تک لائے۔ اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پُشت پر مسح کرے۔ یوں ہی داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر ہاتھ پھرائے۔

مسئلہ۔ اگر ایک دم پوری ہتھیلی اور ساری انگلیوں سے ایک ساتھ پورے ہاتھ پر ہاتھ پھرا لیا۔ چاہے کہنیوں سے انگلی کی طرف، یا انگلیوں سے کہنی کی طرف ہاتھ پھرا کر لے جائے۔ دونوں صورتوں میں تیمم ہو جائے گا۔ مگر پہلی صورت میں خلاف سنّت ہوگا کیونکہ سنّت یہی ہے کہ انگلیوں سے کہنی کی طرف ہاتھ پھراتا ہوا لائے۔ مسئلہ۔ اگر ہاتھ پھرانے میں صرف تین انگلیوں کو کام میں لایا۔ اور ہاتھوں پر سب جگہ پھرا لیا تو بھی تیمم ہو جائے گا۔ لیکن اگر ایک یا دو ہی انگلی کو ہاتھوں پر پھرایا تو تیمم نہیں ہوگا اگرچہ تمام عضو پر ایک یا دو انگلیوں کو پھرا لیا ہو۔ مسئلہ۔ وضو ہوتے ہوئے پھر بھی ثواب کی نیت سے وضو کر لینا تو مستحب ہے۔ مگر تیمم ہوتے ہوئے پھر تیمم کرنا نہیں چاہیے۔

کن کن چیزوں پر تیمم جائز ہے؟ | مٹی۔ ریت۔ پتھر۔ مٹی کے برتن۔ چونا۔ گیرو۔ گچ۔ سیمنٹ وغیرہ ہر اُس چیز سے تیمم ہو سکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہو۔ لوہا۔ پیتل۔ تانبا۔ کپڑا۔ لکڑی وغیرہ سے تیمم نہیں ہو سکتا۔ جو کہ زمین کی جنس سے نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے۔ نہ پگھلتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے۔ جیسے مٹی وغیرہ اور جو چیز آگ میں جل کر راکھ ہو جائے جیسے لکڑی یا پگھل جائے جیسے سب دھاتیں یہ سب زمین کی جنس سے نہیں ہیں۔ (عامۂ کتب فقہ)

مسئلہ۔ راکھ سے تیمم جائز نہیں (عالمگیری) مسئلہ۔ گچ اور سیمنٹ کی دیوار سے تیمم جائز ہے اگرچہ ان پر غُبار نہ ہو۔ اسی طرح پتھر اور مٹی کے پکے ہوئے برتنوں پر بھی غُبار ہو یا نہ ہو بہر حال تیمم جائز ہے۔ (عامۂ کتب) مسئلہ۔ جس مٹی سے تیمم کیا جائے اُس کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی نہ اُس پر کسی نجاست کا اثر ہو نہ یہ ہو کہ خشک ہونے سے نجاست کا اثر جاتا رہا ہو۔ مسئلہ۔ جس مٹی پر نجاست گری اور سوکھ گئی اور نجاست کا اثر جاتا رہا اس سے تیمم نہیں کر سکتے ہیں۔ البتہ اُس زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مسئلہ۔ محض یہ وہم کہ کبھی یہ زمین نجس ہوئی ہوگی محض فضول

ہے۔اس کا اعتبار نہیں۔یقین کے ساتھ معلوم ہونے پر اُس سے تیمم نہیں کر سکتے۔
مسئلہ۔مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی حاجت ہوگئی۔تو فوراً ہی تیمم کر کے جلدی
سے مسجد کے باہر چلا جائے۔دیر نہ لگائے۔مسئلہ۔کسی وجہ سے نماز کا وقت اتنا تنگ
ہو گیا کہ اگر وضو کرے گا تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیئے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔پھر
اُس پر لازم ہے کہ پھر وضو کر کے اُس نماز کو دُہرائے۔(درمختار و ردالمحتار ج۱ ص۱۶۴)
مسئلہ۔اگر پانی موجود ہو تو قرآن مجید کو چھونے یا سجدۂ تلاوت کرنے کے لئے تیمم
کرنا جائز نہیں۔بلکہ وضو کرنا ضروری ہے۔(ردالمحتار ج۱ ص۱۶۴) مسئلہ۔جس جگہ سے
ایک آدمی نے تیمم کیا اُسی جگہ سے دوسرا بھی تیمم کر سکتا ہے۔(بہار شریعت) مسئلہ۔عوام
میں جو یہ مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے۔یہ بالکل غلط ہے۔مسجد کی
دیوار اور زمین پر بھی بلا کراہت تیمم جائز ہے۔

تیمم کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

جن جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے۔اُن سے
تیمم بھی جاتا رہتا ہے اور ان کے علاوہ پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائیگا۔
مسئلہ۔اتنا پانی ملا کہ ایک ایک مرتبہ بھی وضو کے اعضاء کو نہیں دھو سکتا تو
وضو کا تیمم نہیں ٹوٹا۔اور اگر اتنا پانی مل گیا کہ وضو کے اعضاء کو ایک ایک مرتبہ
دھو سکتا ہے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔یوں ہی غسل کے تیمم کرنے والے کو اتنا پانی
مل گیا جس سے غسل نہیں ہو سکتا تو غسل کا تیمم نہیں ٹوٹے گا۔(بہار شریعت و دیگر کتب فقہ)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے موزوں پر
مسح کرے تو جائز ہے۔اور بہتر پاؤں دھونا ہے۔بشرطیکہ موزوں پر مسح کو جائز سمجھے اور
اس کا انکار نہ کرے۔کیونکہ موزوں پر مسح کرنا بکثرت حدیثوں سے ثابت ہے۔جو قریب قریب
تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔یہاں تک کہ امام کرخی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو شخص موزوں

پر مسح کرنے کا انکار کر دے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔امام شیخ الاسلام فرماتے
ہیں کہ جو موزوں پر مسح کا منکر ہو وہ گمراہ ہے۔اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نزدیک موزوں پر مسح کا انکار کرنے والا گمراہ و بدعتی ہے۔مسئلہ۔موزوں پر
مسح کرنے کی چند شرطیں ہیں (۱) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں۔(۲) موزہ
پاؤں سے چپٹا ہو کہ اُس کو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل پھر سکیں۔(۳) موزہ چمڑے کا
ہو۔اور اگر کرمچ کا ہو تو ضروری ہے کہ اُس کا تلا چمڑے کا ہو۔ہندوستان میں عام طور سے
جو اونی یا سوتی یا نیلون کے موزے پہنے جاتے ہیں۔ان موزوں پر مسح جائز نہیں ان کو
اُتار کر وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے (۴) موزے کو وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے
کے بعد وضو ٹوٹنے سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت وہ شخص با وضو ہو۔
خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لے اور بعد میں وضو پورا کرے
مسئلہ۔اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لئے اور کوئی وضو توڑنے والی چیز نہیں
پائی گئی کہ اُس نے مُنہ ہاتھ دھو لئے اور سر کا مسح بھی کر لیا۔تو اس موزہ پر مسح کر سکتا
ہے۔اور اگر صرف پاؤں دھو کر موزے پہنے اور بعد پہننے کے وضو پورا نہیں کیا کہ وضو
توڑنے والی کوئی چیز پائی گئی۔تو اب وضو کرتے وقت ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔
بلکہ موزوں کو اُتار کر پاؤں دھونا پڑے گا۔(۵) نہ حالتِ جنابت میں موزہ پہنا ہو
نہ موزہ پہننے کے بعد جنابت ہوئی ہو۔(۶) مُدّت کے اندر ہو تو موزوں پر مسح
کر سکتا ہے۔اور موزوں پر مسح کی مدّت مقیم کے لئے ایک دن رات ہے اور مسافر
کے لئے تین دن اور تین راتیں۔(۷) کوئی موزہ اگر اتنا پھٹا ہوا ہو کہ تین انگل
پاؤں کا حصّہ ظاہر ہوتا ہو تو ایسے موزہ پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔کیونکہ موزوں پر
مسح کی یہ شرط ہے کہ کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو۔

موزوں پر مسح کا طریقہ

موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو تر کر کے
داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں داہنے پاؤں کی پیٹھ
کے سرے پر۔اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں بائیں پاؤں کی پیٹھ کے سرے پر رکھ کر

انگلیوں کو پنڈلی تک کھینچتا ہوا لائے۔ **مسئلہ**۔ موزوں پر مسح کے لئے نہ نیت ضروری ہے۔ نہ تین مرتبہ مسح کرنا سنّت ہے بلکہ ایک ہی مرتبہ مسح کرے۔ **مسئلہ**۔ اگر دونوں موزوں پر پانی گر گیا۔ یا بارش سے دونوں موزے بھیگ گئے اور تین انگلی کے برابر موزہ تر ہوگیا۔ تو مسح ہوگیا۔ ہاتھ پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

کن چیزوں سے مسح ٹوٹتا ہے؟

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اُن سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲) مسح کی مُدت پوری ہوجانے سے بھی مسح جاتا رہتا ہے (۳) موزے اُتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر ایک پاؤں بھی آدھے سے زیادہ موزے سے باہر ہوگیا۔ تو مسح ٹوٹ گیا۔ (۴) موزے پہن کر پانی میں چلا کہ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ حصہ دُھل گیا۔ تو مسح ٹوٹ گیا۔

زخم کی پٹی پر مسح

کسی زخم یا پھوڑے پر پٹی باندھی ہو کہ اُس کو کھول کر پانی بہانے سے۔ یا اُس جگہ مسح کرنے سے یا کھولنے سے نقصان ہو تو اُس پٹی پر گیلا ہاتھ پھیر کر مسح کرے۔ اور اگر پٹی کھول کر پانی بہانے میں کوئی نقصان نہ ہو تو دھونا ضروری ہے۔ یا خود عضو پر مسح کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کرنا جائز نہیں۔ اور زخم کے گرداگرد پانی بہانا نقصان نہ کرے تو دھونا ضروری ہے ورنہ زخم پر گیلا ہاتھ پھیر کر مسح کرلیں۔ اور اگر زخم پر مسح نہیں کر سکتے تو پٹی پر مسح کرلیں اور پوری پٹی پر مسح کرلیں تو بہتر ہے۔ اور اکثر حصہ پر ضروری ہے اور پٹی پر ایک بار مسح کافی ہے۔ بار بار مسح کرنے کی ضرورت نہیں۔

حیض و نفاس و اِستحاضہ

بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادت کے طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو اُس کو "**حیض**" کہتے ہیں۔ اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہو۔ اُس کو "**نفاس**" کہتے ہیں۔ اور بیماری سے خون آتا ہو تو اُس کو "**استحاضہ**" کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ حیض کی مدّت کم سے کم تین دن تین راتیں۔ اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں ہیں۔ اگر تین دن سے کم خون آ کر بند ہوگیا۔ تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ یوں ہی دس دنوں سے زیادہ جو خون آئے گا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ نفاس کی کم سے کم کوئی مدّت نہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ مدّت چالیس دن رات ہے بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر ایک گھنٹہ بھی خون آگیا تو وہ نفاس ہے۔ اور اگر چالیس دن کے بعد خون آیا تو وہ نفاس نہیں بلکہ وہ استحاضہ ہے۔ **مسئلہ**۔ حیض و نفاس کی حالت میں روزہ نماز حرام ہے۔ مگر حیض و نفاس سے پاک ہونے پر روزوں کی قضا لازم ہے۔ اور نمازیں معاف ہوگئیں۔ ان نمازوں کی قضا لازم نہیں۔ یوں ہی حیض و نفاس والی عورت کو قرآن مجید دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا قرآن مجید کو چھونا حرام ہے اسی طرح اُس کو مسجد میں جانا۔ اور کعبہ کا طواف کرنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے ہمبستری کرنا حرام بلکہ ناف سے لے کر گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کے کسی عضو کا چھونا جائز نہیں۔ ہاں البتہ ناف سے اوپر اور گھٹنہ سے نیچے اس حالت میں عورت کے بدن کو چھونا اور بوسہ لینا جائز ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۳۷) **مسئلہ**۔ حیض و نفاس کی حالت میں بیوی کو اپنے بستر پر سلانے میں غلبۂ شہوت، یا اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو شوہر کے لئے لازم ہے کہ بیوی کو اپنے بستر پر نہ سُلائے۔ بلکہ اگر گمان غالب ہو کہ غلبۂ شہوت پر قابو نہ رکھ سکے گا تو شوہر کو ایسی حالت میں بیوی کو اپنے ساتھ سُلانا حرام اور گناہ ہے۔ **مسئلہ**۔ حیض و نفاس کی حالت میں بیوی کے ساتھ صحبت کو حلال سمجھنا کُفر ہے۔ اور حرام سمجھتے ہوئے کرلیا تو سخت گناہگار ہوا۔ اُس پر توبہ کرنا فرض ہے۔ اور اگر شروع حیض و نفاس میں ایسا کرلیا تو ایک دینار۔ اور اگر قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔ تاکہ خُدا کے غضب سے امان پائے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۳۷ وغیرہ) **مسئلہ**۔ روزے کی حالت میں اگر حیض و نفاس شروع ہوگیا۔ تو روزہ جاتا رہا۔ اس کی قضا رکھے اگر فرض کا روزہ تھا تو اُس کی قضا فرض ہے۔ اور اگر نفلی روزہ تھا تو اُس کی قضا واجب ہے۔

مسئلہ۔ اکثر عورتوں میں یہ رواج ہے کہ جب تک چلہ پورا نہ ہو جائے۔ اگرچہ نفاس کا خون بند ہو چکا ہو وہ نہ نماز پڑھتی ہیں۔ نہ اپنے کو نماز کے قابل سمجھتی ہیں یہ بھی محض جہالت ہے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جیسے ہی نفاس کا خون بند ہو۔ اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں۔ اگر نہانے سے بیماری کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھیں۔ نماز ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ مسئلہ۔ حیض اگر پورے دس دن پر ختم ہوا۔ تو ختم ہوتے ہی اس سے ہمبستری کرنا جائز ہے اگرچہ اب تک غسل نہ کیا ہو لیکن مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد صحبت کرے۔ (عالمگیری ج۱ ص۳۹)

مسئلہ۔ اگر دس دن سے کم میں حیض بند ہو گیا۔ تو جب تک کہ عورت غسل نہ کرے یا وہ وقت نماز جس میں وہ حیض سے پاک ہوئی نہ گزر جائے۔ عورت سے صحبت کرنی جائز نہیں (عالمگیری) مسئلہ۔ رات کو سوتے وقت عورت پاک تھی اور صبح کو سو کر اٹھی تو حیض کا اثر دیکھا۔ تو اسی وقت سے حیض کا حکم دیا جائے گا۔ رات ہی سے حائضہ نہیں مانی جائے گی۔ مسئلہ۔ حیض والی صبح کو سو کر اٹھی اور شرمگاہ کی روئی پر کوئی نشان حیض کا نہیں۔ تو رات ہی سے یہ عورت پاک مانی جائے گی۔ اس کے ذمے نماز فجر لازم ہوگی مسئلہ۔ دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پندرہ دن کا فاصلہ ہونا ضروری ہے۔ ایک حیض ختم ہوا۔ اور پھر پندرہ دن سے پہلے ہی خون آ گیا تو یہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ یوں ہی حیض و نفاس کے درمیان بھی کم سے کم پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے۔ اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن سے کم میں خون آ گیا تو وہ استحاضہ ہے۔ مسئلہ۔ حمل کی حالت میں جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔ مسئلہ۔ کم سے کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا۔ اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن برس ہے۔ اس عمر کی عورت کو "آئسہ" اور اس عمر کو "سنِ ایاس" کہتے ہیں۔ مسئلہ۔ نو برس کی عمر سے پہلے جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور پچپن برس کی عمر کے بعد اگر خون آئے تو دیکھا جائے گا کہ اگر خالص خون ہے۔ یا اس کا وہی رنگ ہے جو پہلے آیا کرتا تھا جب تو وہ حیض ہے ورنہ استحاضہ ہے مسئلہ۔ حیض

کے چھ رنگ ہیں۔ (۱) کالا (۲) سُرخ (۳) سبز (۴) پیلا (۵) گدلا (۶) مٹیلا۔ سفید رنگ کسی حالت میں بھی حیض نہیں ہے۔ مسئلہ۔ جس عورت کو عمر بھر خون آیا ہی نہیں۔ یا آیا مگر تین دن رات سے کم یعنی ۷۲ گھنٹے سے کم آیا تو وہ عورت عمر بھر پاک ہی رہی۔ اور اگر عمر میں ایک بار تین دن تین رات یعنی ۷۲ گھنٹے خون آیا۔ پھر کبھی نہیں آیا۔ تو وہ عمر میں ۷۲ گھنٹے حائضہ رہی پھر عمر بھر پاک ہی رہی۔ مسئلہ۔ حمل گرنے سے پہلے کچھ خون آیا اور کچھ خون حمل گرنے کے بعد آیا۔ تو پہلے کا خون استحاضہ اور بعد کا خون نفاس ہے۔ بشرطیکہ گرنے والے حمل میں بچے کا کوئی عضو بن چکا ہو۔ لیکن اگر حمل بالکل ہی کچا گرا ہے اور بچے کا کوئی عضو نہیں بنا ہے۔ تو پہلا خون اگر حیض ختم ہونے کے پندرہ دن بعد آیا ہے تو وہ حیض ہے۔ ورنہ استحاضہ ہے۔ اور بعد والا خون تو استحاضہ ہی ہے۔ مسئلہ۔ جس عورت کے دو بچے جوڑواں پیدا ہوئے یعنی دونوں بچوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے۔ تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا۔ پھر اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے اندر پیدا ہوا۔ اور خون آیا۔ تو پہلے بچے سے چالیس دن تک نفاس ہے۔ پھر استحاضہ۔ اور اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہوا۔ تو اس پچھلے بچے کے بعد جو خون آیا استحاضہ ہے نفاس نہیں۔ مگر دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا۔ مسئلہ۔ حیض کی طرح نفاس بھی چھ رنگوں کا ہوتا ہے۔ یعنی کالا۔ سُرخ۔ پیلا۔ سبز۔ گدلا۔ مٹیلا۔

حیض و نفاس کے احکام

حیض و نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا حرام ہے۔ ان دنوں میں نمازیں معاف ہیں۔ ان کی قضا بھی نہیں۔ البتہ روزوں کی قضا دوسرے دنوں میں رکھنا فرض ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو قرآن مجید پڑھنا حرام ہے۔ خواہ قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھے یا زبانی پڑھے۔ یوں ہی قرآن مجید کا چھونا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر جزدان میں قرآن مجید ہو تو اُس جزدان کو چھونے میں حرج نہیں۔ (عالمگیری ج۱ ص۳۶) مسئلہ۔ قرآن مجید پڑھنے کے علاوہ دوسرے تمام وظائف کلمہ شریف۔ درود شریف وغیرہ

حیض و نفاس کی حالت میں بلاکراہت پڑھ سکتی ہے۔ بلکہ مستحب ہے کہ نمازوں کے اوقات میں وضو کرکے اُتنی دیر درود شریف اور دوسرے وظائف پڑھ لیا کرے۔ جتنی دیر میں نماز پڑھا کرتی تھی تاکہ عادت باقی رہے۔ (عالمگیری ج۱ ص۳۶) **مسئلہ**۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کو مسجد میں جانا حرام ہے۔ ہاں اگر چور یا کسی درندے کے خوف سے یا کسی شدید مجبوری سے مجبور ہو کر مسجد میں چلی گئی تو جائز ہے مگر اُس کو چاہیے کہ تیمم کرکے مسجد میں جائے۔ حیض و نفاس کے بعض احکام اس سے پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں۔ ان سب کو پڑھ کر یاد کر لو۔ اور عمل کرو۔

استحاضہ کے اَحکام

استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے۔ نہ روزہ رکھنا منع ہے نہ استحاضہ کی حالت میں عورت کے ساتھ صحبت کرنی حرام ہے۔ استحاضہ والی عورت نماز بھی پڑھے گی۔ روزہ بھی رکھے گی۔ طوافِ کعبہ بھی کرے گی۔ قرآن مجید کی تلاوت بھی کرے گی۔ وضو کرکے قرآن شریف کو ہاتھ بھی لگائے گی۔ اور اسی حالت میں شوہر اس سے ہمبستری بھی کرے گا۔

جُنُب کے اَحکام

ایسے مرد اور عورت کو جن پر جماع کرنے یا شہوت کے ساتھ منی نکلنے یا احتلام سے غسل فرض ہو گیا "جُنُب" کہتے ہیں۔ اور اس ناپاکی کی حالت کو "**جنابت**" کہا جاتا ہے۔ جُنُب خواہ مرد ہو یا عورت جب تک غسل نہ کرے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے۔ نہ قرآن شریف میں دیکھ کر تلاوت کر سکتا ہے۔ نہ زبانی پڑھ سکتا ہے۔ نہ قرآن مجید کو چھو سکتا ہے۔ نہ کعبہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ نہ کعبہ کا طواف کر سکتا ہے۔ (عامۂ کتب فقہ) **مسئلہ**۔ جنب کو ساتھ کھلانے۔ اُس کا جھوٹا کھانے۔ اُس کے ساتھ سلام و مصافحہ اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد شریف ج۱ ص۲۹) **مسئلہ**۔ جُنُب کو چاہیے کہ جلد سے جلد غسل کرے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں جاندار کی تصویر اور کُتا اور جُنُب ہو۔ (ابوداؤد شریف ج۱ ص۳۴) **مسئلہ**

حیض و نفاس والی عورت۔ یا ایسے مرد اور عورت جن پر غسل فرض ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن شریف کی تعلیم دیں۔ تو ان کو لازم ہے کہ قرآن مجید کے ایک ایک لفظ پر سانس توڑ توڑ کر پڑھائیں کہ اَلْحَمْدُ پڑھ کر سانس توڑیں۔ پھر لِلّٰہِ پڑھ کر سانس توڑ دیں۔ پھر رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھیں۔ ایک سانس میں پوری آیت لگاتار نہ پڑھیں۔ اور قرآن شریف کے الفاظ کو ہجے کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ **مسئلہ**۔ قرآن مجید کے علاوہ اور دوسرے وظائف اور دُعائیں جُنُب کے لئے بلاکراہت جائز بلکہ مستحب ہیں جیسے کہ حیض و نفاس والی عورت کے لئے قرآن شریف کے علاوہ دوسرے تمام اذکار و وظائف کو پڑھنا جائز و درست بلکہ مستحب ہے۔ (عالمگیری ج۱ ص۳۶)

معذور کا بیان

جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو جیسے پیشاب کے قطرے ٹپکنے یا دست آنے۔ یا استحاضہ کا خون آنے کے امراض کہ ایک نماز کا پورا وقت گزر گیا۔ اور وہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ تو ایسے شخص کو شریعت میں معذور کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب کسی نماز کا وقت آجائے تو معذور لوگ وضو کریں۔ اور اسی وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھتے رہیں۔ اس درمیان میں اگرچہ بار بار قطرہ آتا ہے۔ مگر ان لوگوں کا وضو اُس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ اُس نماز کا وقت باقی ہے۔ اور جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہو گا ان لوگوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور دوسری نماز کے لئے پھر دوسرا وضو کرنا پڑے گا۔ (عالمگیری ج۱ ص۳۸) **مسئلہ**۔ جب کوئی شخص شریعت میں معذور مان لیا گیا۔ تو جب تک ہر نماز کے وقت میں ایک بار بھی اُس کا عذر پایا جاتا رہے گا۔ وہ معذور ہی رہے گا۔ جب اُس کو اتنی شفا حاصل ہو جائے کہ ایک نماز کا پورا وقت گزر جائے اور اُس کو ایک مرتبہ بھی قطرہ وغیرہ نہ آئے۔ تو اب یہ شخص معذور نہیں مانا جائے گا۔ (عالمگیری ج۱ ص۳۸) **مسئلہ**۔ معذور کا وضو اُس چیز سے نہیں ٹوٹتا جس کے سبب سے معذور ہے۔ لیکن کوئی وضو توڑنے والی کوئی دوسری چیز پائی گئی تو اُس کا وضو جاتا رہے گا۔ جیسے کسی کو قطرے کا مرض ہے۔ اور وہ معذور مان لیا گیا تو نماز کے پورے

وقت میں قطرہ آنے سے تو اُس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن ہوا نکلنے سے اُس کا
وضو ٹوٹ جائے گا۔ مسئلہ۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں قطرہ آجاتا ہے۔
اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں قطرہ نہیں آتا۔ تو اُس پر فرض ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھا کرے
اور وہ معذور نہیں شمار کیا جائے گا۔

نجاستوں کا بیان

نجاستوں کی دو قسمیں ہیں ایک **نجاستِ غلیظہ** (بھاری نجاست)
دوسری نجاستِ خفیفہ (ہلکی نجاست)

نجاستِ غلیظہ جیسے پیشاب۔ پاخانہ۔ بہتا خون۔ پیپ۔ مُنھ بھر کر قے۔
دُکھتی ہوئی آنکھ کا کیچڑ۔ دودھ پینے والے لڑکے یا لڑکی کا
پیشاب۔ بچے نے جو مُنھ بھر کر دودھ کی قے کی۔ مرد یا عورت کی منی۔ حرام جانوروں
جیسے کُتا۔ شیر۔ سُوّر کا پیشاب پاخانہ۔ اور گھوڑے گدھے خچر کی لید۔ حلال جانوروں
کا پاخانہ جیسے گائے۔ بھینس وغیرہ کا گوبر۔ اونٹ کی مینگنی۔ مُرغی اور بطخ کی بیٹ۔
ہاتھی کے سونڈ کا پانی۔ درندہ جانوروں کا تھوک۔ شراب۔ نشہ لانے والی تاڑی۔
مُردار کا گوشت یہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں۔

نجاستِ خفیفہ جیسے گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ بکری وغیرہ حلال جانوروں کا
پیشاب۔ اور تمام حرام پرندوں مثلاً کوا۔ چیل۔ شکرہ۔ باز۔
اُلو وغیرہ کی بیٹ۔ یہ سب نجاستِ خفیفہ ہیں۔

مسئلہ۔ نجاستِ غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے
زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے۔ بے پاک کئے اگر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی ہی
نہیں۔ اور اگر قصداً پڑھی تو گناہ بھی ہوا۔ اور اگر نماز کو حقیر چیز سمجھتے ہوئے ایسا کیا تو
کُفر ہوا۔ اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کئے نماز پڑھی تو
نماز مکروہ تحریمی ہوئی۔ یعنی اس نماز کو دُہرا لینا واجب ہے۔ اور اگر قصداً پڑھی تو گناہگا

بھی ہیں اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سُنّت ہے کہ بے پاک کئے اگر نماز پڑھی تو
نماز ہو گئی مگر خلاف سُنّت ہوئی۔ اور اس نماز کو دُہرا لینا بہتر ہے۔ **مسئلہ**۔
نجاستِ غلیظہ اگر گاڑھی ہو جیسے پاخانہ۔ گوبر۔ لید۔ تو درہم کے برابر یا کم زیادہ
ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وزن میں درہم کے برابر یا کم یا زیادہ ہو۔ درہم کا وزن ساڑھے
چار ماشہ ہے۔ اور اگر نجاستِ غلیظہ پتلی ہو جیسے پیشاب اور شراب وغیرہ تو درہم سے
مراد درہم کی لمبائی چوڑائی ہے۔ اور شریعت نے درہم کی لمبائی چوڑائی کی مقدار ہتھیلی
کی گہرائی کے برابر بتائی ہے۔ یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر برابر رکھیں۔ اور اُس پر آہستہ
سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ پانی رُک نہ سکے۔ اب پانی کا جتنا پھیلاؤ
ہے اتنی بڑی درہم کی لمبائی چوڑائی ہوتی ہے۔ یعنی ہندوستان کے روپے کی لمبائی
چوڑائی کے برابر درہم کی لمبائی چوڑائی ہوتی ہے۔ (دُرِّ مختار ج ۱ ص ۲۱۱) **مسئلہ**۔ نجاستِ
خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے یا بدن کے جس حصہ میں لگی ہے۔ اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے
مثلاً آستین میں لگی ہے تو اُس کی چوتھائی سے کم میں لگی یا ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے
کم میں لگی ہے۔ تو معاف ہے کہ اس کے لگتے ہوئے نماز ہو جائے گی۔ اور اگر پوری چوتھائی
میں لگی ہو تو بغیر دھو کر پاک کئے نماز نہ ہوگی۔ (دُرِّ مختار ج ۱ ص ۲۱۴) **مسئلہ**۔ نجاستِ
غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کے جو الگ الگ احکام بتائے گئے ہیں۔ یہ اُسی وقت ہیں جبکہ
بدن اور کپڑوں میں یہ نجاستیں لگی ہوں۔ لیکن اگر پانی وغیرہ کسی پتلی چیز میں مثلاً
دودھ سرکہ میں اگر نجاست پڑ جائے تو غلیظہ ہو یا خفیفہ ایک قطرہ نجاست بھی پڑنے
سے سارا پانی اور تمام دودھ اور سرکہ ناپاک ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کے اندر نجاستِ
غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں برابر ہیں۔ ایک قطرہ آدمی کا
پیشاب، اور ایک قطرہ بکری کا پیشاب اگر کوئی بھی کنوئیں میں پڑ گیا تو کنواں ناپاک
ہو جائے گا۔ (بہار شریعت) **مسئلہ**۔ نجاستِ خفیفہ نجاستِ غلیظہ میں مل جائے
تو کل نجاستِ غلیظہ ہو جائے گی۔ (دُرِّ مختار ج ۱ ص ۲۱۳) **مسئلہ**۔ جو نجاست کپڑے
یا بدن میں لگی ہے اُس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نجاست دَل والی ہو جیسے لید

گو

گوبر یا پاخانہ تو اس کے دھونے میں کوئی گنتی مقرر نہیں۔ بلکہ نجاست کو دور کرنا ضروری ہے۔ اگر ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک مرتبہ دھونے سے بدن یا کپڑا پاک ہو جائے گا۔ اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا۔ ہاں اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو تین بار دھو لینا بہتر ہے۔ اور اگر نجاست دلدار نہ ہو بلکہ پتلی ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ قوت کے ساتھ نچوڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (دُرمختار ج ۱ ص۲۱۶ تا ص۲۲۱)

مسئلہ۔ حرام جانوروں کا دودھ نجس ہے۔ البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے مگر کھانا جائز نہیں۔ (بہار شریعت ج ۲ ص۹۹) **مسئلہ**۔ چوہے کی مینگنی گیہوں میں مل کر پس گئی۔ یا تیل میں پڑ گئی تو آٹا اور تیل پاک ہے۔ ہاں اگر اس قدر زیادہ مینگنیاں پڑ گئیں کہ آٹا اور تیل کا مزہ بدل گیا تو آٹا اور تیل ناپاک ہو جائے گا۔ اور اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص۲۱۴) **مسئلہ**۔ آدمی کا چمڑا اگر ناخن کے برابر تھوڑے پانی (یعنی دہ در دہ سے کم) میں پڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر آدمی کا کٹا ہوا ناخن اور بال پانی میں پڑ گیا۔ تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (بہار شریعت ج ۲ ص۱۱۱) **مسئلہ**۔ نجس جانور نمک کی کان میں گر کر نمک ہو گیا۔ تو وہ نمک پاک اور حلال ہے۔ (دُرمختار ج ۱ ص۲۱۷) **مسئلہ**۔ اُپلے کی راکھ پاک ہے۔ اور اگر راکھ ہونے سے قبل بجھ گیا تو ناپاک ہے۔ (بہار شریعت ج ۲ ص۱۰۲) **مسئلہ**۔ ناپاک زمین اگر سوکھ جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو چلا جائے تو وہ زمین پاک ہو گئی۔ خواہ وہ زمین ہوا سے سوکھی ہو۔ یا دھوپ یا آگ سے۔ اس زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اس زمین سے تیمم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تیمم ایسی زمین سے کر سکتے ہیں جس پر کبھی نجاست کا پڑنا معلوم نہ ہو (ردالمحتار ج ۱ ص۲۰۸ و عالمگیری ص۴۱) **مسئلہ**۔ ناپاک مٹی سے برتن بنائے تو جب تک کچے ہیں ناپاک ہیں۔ اور جب آگ میں پکا دیئے گئے تو ناپاک ہو گئے (ردالمحتار ج ۱ ص۲۰۸) **مسئلہ**۔ جو چیز سوکھنے یا رگڑنے سے پاک ہو گئی۔ اس کے بعد بھیگ گئی تو ناپاک نہ ہوگی۔ مثلاً زمین پر پیشاب پڑ گیا۔ پھر زمین سوکھ گئی۔ اور

نجاست کا اثر زائل ہو گیا اور وہ زمین پاک ہو گئی۔ اب اگر وہ زمین بھیگ گئی تو ناپاک نہیں ہوگی۔ یوں ہی اگر خون لگنے سے چھری ناپاک ہو گئی۔ اور چھری کو زمین پر خوب رگڑ رگڑ کر خون کا اثر زائل کر دیا۔ تو چھری پاک ہو گئی۔ اب اگر وہ چھری بھیگ گئی تو ناپاک نہیں ہوگی۔ (بہار شریعت ج ۲ ص۱۰۱) **مسئلہ**۔ جو زمین گوبر سے لیسی گئی اگرچہ سوکھ گئی ہو اُس پر نماز جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ سوکھ گئی اور اُس پر کوئی موٹا کپڑا بچھایا تو اُس کپڑے پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (بہار شریعت ج ۲ ص۱۰۱)

مسئلہ۔ کپڑے یا ہاتھ میں نجس رنگ لگایا یا ناپاک مہندی لگائی تو اتنی مرتبہ دھوئیں کہ صاف پانی گرنے لگے۔ پاک ہو جائے گا۔ اگرچہ کپڑے یا ہاتھ پر رنگ باقی ہو۔ **مسئلہ**۔ کپڑا رنگنے کے لئے رنگ گھولا تھا۔ اُس میں نجاست پڑ گئی۔ اگر اُسی میں کپڑا رنگ لیا۔ تو کپڑے کو تین بار دھو لیں اور ہر بار نچوڑ دیں۔ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ **مسئلہ**۔ کپڑے یا بدن میں ناپاک تیل لگا تھا۔ تین مرتبہ دھو لینے سے پاک ہو جائے گا۔ اگرچہ تیل کی چکنائی موجود ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ صابون سے دھو کر اُس کی چکنائی کو دور کریں لیکن اگر مُردار کی چربی لگی تھی تو جب تک اُس کی چکنائی نہ جائے گی پاک نہیں ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر چیز ایسی ہو کہ اُس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے چینی یا شیشے کے برتن، یا مٹی کا پُرانا استعمال کیا ہوا برتن۔ یا لوہے۔ تانبے پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں تو اسے فقط تین بار دھو لینا کافی ہے۔ وہ پاک ہو جائے گا۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اُسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ **مسئلہ**۔ لوہے کی چیز جس میں نہ زنگ لگا ہو نہ اُس میں نقش و نگار ہو۔ اگر نجس ہو جائے تو اچھی طرح پونچھ دینے یا زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جائے گی۔ اسی طرح سونے چاندی اور تمام دھاتوں کی چیزیں بھی پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ بشرطیکہ نقشی نہ ہوں۔ اگر نقش والی چیزیں ہوں یا لوہے میں زنگ لگا ہوا ہو تو دھونا ضروری ہے۔ پونچھنے سے پاک نہ ہوں گی اسی طرح آئینہ یا مٹی کے روغنی برتن۔ یا پالش کی ہوئی لکڑی غرض تمام وہ چیزیں جن میں مسامات نہیں ہوتے اور نجاست اُس میں جذب نہیں ہوتی۔ اگر انھیں کپڑے یا پتے یا مٹی سے پونچھ کر

اس قدر صاف کر دیا جائے کہ نجاست کا اثر بالکل زائل ہوجائے۔ تو وہ پاک ہوجاتی ہیں اُنھیں دھوکر پاک کرنا ضروری نہیں۔ **مسئلہ**۔ جوتے میں اگر گوبر لگ جائے تو رگڑنے اور کُھرچ دینے سے پاک ہوجائے گا۔ دھونے کی ضرورت نہیں۔ **مسئلہ**۔ اور اگر جوتے میں پیشاب یا شراب لگ جائے اور اُس پر دھول ڈال کر خوب رگڑ کر صاف کر دیں جب بھی پاک ہوجائے گا۔ اور اگر ایسا نہ کیا اور وہ پیشاب یا شراب یا کوئی بھی پتلی نجاست جوتے میں لگ کر سوکھ جائے تو اب بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگا۔ **مسئلہ**۔ جس کنوئیں یا گڈھے میں ناپاک پانی ہو اور وہ کنواں اور گڈھا خود بخود بالکل سوکھ جائے۔ تو پاک ہوجائے گا۔ **مسئلہ**۔ درخت اور گھاس اور دیوار اور ایسی اینٹ جو زمین میں جُڑی ہوئی ہو۔ یہ سب خشک ہونے سے پاک ہوجاتے ہیں اور اینٹ اگر جُڑی ہوئی نہ ہو بلکہ زمین پر یا کہیں اور پڑی ہوئی ہو اور اس پر کوئی نجاست پڑ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ یوں ہی درخت یا گھاس پر نجاست پڑ گئی اور بغیر درخت یا گھاس کے سوکھے ہوئے اُس درخت یا گھاس کو کاٹ لیا گیا۔ تو اُس کو پاک کرنے کے لئے دھونا ضروری ہے بغیر دھوئے وہ ناپاک درخت اور گھاس پاک نہ ہوسکیں گے **مسئلہ**۔ ناپاک رانگا اور سیسہ پگھلانے سے پاک ہوجاتا ہے۔ **مسئلہ**۔ جمے ہوئے گھی میں اگر چوہا یا چھپکلی مرجائے۔ تو اُس چوہے کے آس پاس گھی نکال کر پھینک دیں۔ باقی گھی پاک ہے اور اس کو کھا سکتے ہیں۔ اور اگر گھی پتلا ہے تو سب ناپاک ہوگیا اُس کا کھانا جائز نہیں۔ چراغ میں جلا سکتے ہیں۔ **مسئلہ**۔ ناپاک تیل کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا تیل ہے اُتنا ہی پانی اُس میں ڈال کر خوب ہلائیں۔ پھر اوپر سے تیل نکال لیں۔ اور پانی پھینک دیں۔ یوں ہی تین بار کریں تیل پاک ہوجائے گا۔ یا یوں کریں کہ جتنا تیل ہو اُس میں اُتنا ہی پانی ڈال کر اس تیل کو پکائیں۔ یہاں تک کہ پانی جل جائے اور تیل رہ جائے۔ ایسا ہی تین مرتبہ کرلینے سے تیل پاک ہوجائے گا۔ **مسئلہ**۔ شہد ناپاک ہوجائے تو اُس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہد میں اُس سے زیادہ پانی ڈال کر

اتنا پکائیں کہ جتنا شہد تھا اُتنا ہی رہ جائے۔ تین مرتبہ یوں ہی کریں وہ پاک ہوجائیگا **مسئلہ**۔ غلہ جب کھلیان میں ہو اور اُس کی مالش کے وقت بیلوں نے اُس پر پیشاب کیا ہو۔ تو اگر چند شریکوں میں وہ غلہ تقسیم ہوگیا۔ یا اُس میں سے مزدوری دی گئی۔ یا اُس میں سے کچھ خیرات نکال دی گئی۔ تو سارا غلہ پاک ہوگیا اور اگر کُل کا کُل غلہ بجنسہٖ موجود ہے تو ناپاک ہے اگر اُس میں سے اتنا غلہ جس میں احتمال ہوسکے کہ اس سے زیادہ نجس نہ ہوگا دھو کر پاک کرلیں۔ تو سب غلہ پاک ہوجائے گا۔ (بہار شریعت ج۲ [illegible] مطبوعہ دہلی) **مسئلہ**۔ کسی دوسرے مسلمان کے کپڑے میں نجاست لگی دیکھی اور غالب گمان ہے کہ اُس کو خبر کرے گا تو وہ پاک کرے گا۔ تو خبر کرنا واجب ہے۔ اگر خبر نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ **مسئلہ**۔ مسلمان فاسقوں کے کپڑے جن کو وہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ اگر ان پر کسی نجاست کا لگنا معلوم نہ ہو تو پاک ہی سمجھے جائیں گے مگر بے نمازی کے تہمد اور پاجامے میں احتیاط یہی ہے کہ اُس کو دھولینا چاہئے۔ کیونکہ اکثر بے نمازی پیشاب کرکے ویسے ہی بلا استنجا کئے تہمد اور پاجامہ پہنے رہتے ہیں۔ اور کافروں کے استعمالی کپڑوں میں تو ان کے پاک کرلینے کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ کُفّار پیشاب کے بعد بالکل استنجا کرتے ہی نہیں اور وہ نجاستوں کو نجاست سمجھتے ہی نہیں اس لئے اُن کے استعمالی کپڑوں کا کیا اعتبار؟

نماز کا بیان

ایمان اور عقیدہ درست کر لینے کے بعد تمام فرائضِ اسلام میں سب سے بڑا فرضِ اعظم اور ارکانِ دین میں سب سے اہم رُکنِ معظّم نماز ہے۔ قرآن مجید اور مقدّس حدیثیں اس کی اہمیت و فضیلت سے مالا مال ہیں۔ جا بجا اس کی تاکید آئی اور اس کو چھوڑنے والوں پر وعید شدید فرمائی۔ ہم یہاں مختصر طور پر چند آیتیں اور حدیثیں درج کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمان ان مقدّس فرمانوں کو بغور سُنیں اور خداوند قدوس کی توفیق سے ان پر عمل کر کے دونوں جہان کی صلاح و فلاح کا سامان کریں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ۝ (پ ۱۔ البقرۃ آیت ۳)

یہ کتاب (قرآن مجید) اُن پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے۔ اور ہم نے جو دیا اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اور اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ (پ ۱۔ البقرۃ۔ آیت ۴۳)

اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا۔ کہ

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ (پ ۳۰۔ ماعون۔ آیت ۵)

خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ وقت گزار کر پڑھنے اُٹھتے ہیں۔

جہنم میں ایک وادی ہے جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے۔ اُس کا نام "ویل" ہے۔ قصداً نماز قضا کرنے والے اُس وادی میں عذاب دیے جائیں گے۔

نماز کی اہمیت اور عظمت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب احکامِ اسلام کو اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام پر وحی بھیج کر زمین پر اُتارا۔ مگر جب اُسے نماز فرض کرنی منظور ہوئی۔ تو حضور کو عرش عظیم پر مہمان بنا کر اسے فرض فرمایا اور شبِ معراج میں اپنے محبوب کو یہ تحفہ دیا۔

اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو معراج میں عرش پر بلا کر جو تحفہ عنایت فرمایا اُس کے فضل و شرف اور اُس کی عظمت و بزرگی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ کیوں نہ ہو کہ نماز اسلام کا رُکنِ اعظم، اور دین کا ستونِ محکم ہے۔ بلاشبہ نماز نور ہے۔ نماز برہان ہے۔ یقیناً نماز خداوند قدوس کے رضوان کا سب سے اعلیٰ ذریعہ اور سب سے بڑھ کر عظیم سامان ہے اب چند مقدس حدیثیں بھی پڑھ لیجئے۔ تاکہ ارشادِ نبوی کے انوار تجلیات سے آپ کی آنکھوں میں بصیرت کا نور، اور دلوں میں ایمانی سرور پیدا ہو جائے اور نماز پڑھ کر آپ کے ظاہر و باطن میں انوار کا ظہور، اور معرفتِ الٰہی کا نور اس طرح جلوہ گر ہو جائے کہ دونوں جہان میں آپ کا عالمِ وجود روشن و تابناک بن جائے۔

حدیث۔ (۱) صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم رکھنا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور حج اور رمضان کا روزہ رکھنا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲ بحوالہ بخاری و مسلم)

حدیث۔ (۲) امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور نماز کو قائم

رکھ۔ اور زکوٰۃ دے۔ اور رمضان کا روزہ رکھ۔ اور بیت اللہ کا حج کر۔ اس حدیث
میں یہ بھی ہے کہ نماز اسلام کا سر اور ستون ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۲ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

حدیث (۳) حضرت عُمارہ بن رُوَیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہرگز ہرگز وہ شخص جہنم میں نہیں
جائے گا جو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے بعد یعنی فجر و مغرب کی
نماز پڑھے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۶۲)

حدیث (۴) بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں یعنی فجر و عشاء
پڑھ لے۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۶۲ بحوالہ بخاری و مسلم)

حدیث (۵) بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ تو کہ کسی کے دروازے پر نہر ہو۔ وہ اُس میں روزانہ
پانچ مرتبہ غسل کرے۔ تو کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گا؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔
تو آپ نے فرمایا کہ یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے سبب
سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۵۷)

حدیث (۶) بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں۔ اور جمعہ سے جمعہ تک
اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جو ان کے درمیان
ہوئے ہوں جبکہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۵۷ بحوالہ بخاری و مسلم)

حدیث (۷) صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی
ہیں کہ ایک صاحب سے کوئی گناہ صادر ہوگیا۔ انھوں نے حاضر ہو کر عرض کی۔ اس
موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ
الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ۝
(پ ۱۲۔ ھود۔ آیت ۱۱۴) یعنی (اور نماز قائم رکھ ان کے دونوں کناروں میں۔ اور رات

کے کچھ حصوں میں۔ بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت
ماننے والوں کے لئے) انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ خاص میرے ہی لئے ہے؟
آپ نے فرمایا کہ یہ میری تمام اُمت کے لئے ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۵۸)

حدیث (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک
سب سے زیادہ محبوب کیا ہے؟ فرمایا۔ وقت کے اندر نماز۔ میں نے عرض کی پھر کیا؟
فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک۔ میں نے عرض کی پھر کیا؟ فرمایا راہِ خُدا میں جہاد
(مشکوٰۃ ج۱ ص۵۸ بحوالہ بخاری و مسلم)

حدیث (۹) حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہیں
جو اچھی طرح وضو کر کے ان کو پڑھے۔ اور ان کے رکوع و خشوع کو مکمل طور پر ادا کرے۔ تو
اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کی مغفرت فرما دے گا۔ اور جو ان نمازوں
کو ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اُس کی بخشش کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں ہے اگر وہ چاہے گا
تو بخش دے گا۔ اور اگر چاہے گا تو اُس کو عذاب دے گا۔ اس حدیث کو امام احمد و ابو داؤد
وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۸)

حدیث (۱۰) ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تمھارے بچے جب سات برس کے ہو جائیں تو اُنھیں نماز پڑھنے کا حکم
دو۔ اور جب دس برس کے ہو جائیں تو اُنھیں مار مار کر نماز پڑھاؤ۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۵۸)

حدیث (۱۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور جاڑوں کے موسم میں
باہر تشریف لائے۔ پت جھاڑ کا زمانہ تھا۔ آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑ لیں
تو پتے گرنے لگے۔ ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ! تو
آپ نے فرمایا کہ جب مومن بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گُناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں
جس طرح اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۵۸)

حدیث (۱۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا تذکرہ فرمایا۔ تو یہ ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کرلی۔ یہ نماز اُس کے لئے قیامت کے دن نور اور بُرہان اور نجات ہوگی اور جو اس پر پابندی نہیں کرے گا۔ نہ اُس کے لئے نور ہوگا نہ بُرہان نہ نجات۔ اور وہ قیامت کے دن قارون و فرعون و ہامان و اُبیؔ بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ اس حدیث کو امام احمد اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۹)

حدیث (۱۳) طبرانی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اُس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ اور اُس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دئے جاتے ہیں۔ اور حورعین اُس کا استقبال کرتی ہیں جب تک کہ وہ ناک نہ سنکے نہ کھنکھارے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۱۴) ابو داؤد و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمان جہنم میں ڈالا جائے گا تو اُس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوائے اُن اعضاء کے جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کا کھانا آگ پر حرام فرما دیا ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۱۵) صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے۔ اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۱۶) امام احمد حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے۔ اُس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گُناہ معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۱۷) کنز العمال میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا جو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ اور اُس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ تو اُس کیلئے جہنم سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۱۸) مُنیۃ المصلی میں ارشاد نبوی ہے کہ ہر چیز کی ایک علامت ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۱۹) امام بیہقی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی۔ اُس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

حدیث (۲۰) امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رات اور دن کے فرشتے نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ جب وہ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرماتا ہے کہاں سے آئے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں تیرے بندوں کے پاس سے۔ جب ہم اُن کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اُنھیں نماز پڑھتا چھوڑ کر ہم تیرے پاس حاضر ہوئے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

ضروری انتباہ

واضح رہے کہ بہت سی حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا چھوڑ دینا کُفر ہے۔ اور بعض صحابۂ کرام مثلاً حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت معاذ بن جبل و حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ اور بعض اماموں مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل و امام اسحٰق بن راہویہ و امام عبداللہ بن مبارک و امام نخعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اگرچہ ہمارے امام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ اور بہت سے صحابۂ کرام قصداً نماز چھوڑنے والے کو کافر نہیں کہتے۔ مگر پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل الشان بزرگوں کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ مسلمانو! خُدا کے لئے اپنے انجام پر نظر کرو۔ عبرت پکڑو۔ اور خُدا سے ڈرو۔ اور اب سے صدق دل سے توبہ کرلو کہ اب

ہم کبھی کوئی نماز ہرگز ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اور ہر نماز اُس کے وقت پر ادا کرتے رہیں گے۔ ورنہ سوچو کہ ایمان اور اسلام سے بڑھ کر اور کون سی دولت ہے جو دین و دُنیا میں تمہارے کام آئے گی؟ ذرا سوچو تو سہی کہ قیامت میں تم اللہ و رسول کو کیا اور کیسے منہ دکھاؤ گے، جب تمہارا ایمان و اسلام ہی برباد ہو چکا ہوگا۔ کیا تمہیں مرنا نہیں ہے؟ کیا تمہیں قیامت میں حساب دینا نہیں ہے؟ پھر تم نمازوں سے اس قدر غافل و کاہل کیوں ہو؟ للہ۔ تم بہت سو چکے اب جاگو۔ اب غفلت چھوڑو اور ہوش میں آجاؤ موت کی تلوار سر پر لٹک رہی ہے۔ نہ معلوم کب موت آجائے۔ پھر ایک سجدہ بھی اپنے رب کے حضور نہ کر سکو گے۔ اور افسوس سے ہاتھ مل کر رہ جاؤ گے۔ یہ زندگی اور تندرستی بہت غنیمت ہے۔ اس کی قدر کرو۔ اور کم سے کم نمازِ پنجگانہ کی پابندی کر کے اپنے ایمان و اسلام کو تو بچائے رکھو۔ اللہ تعالیٰ مجھ گنہگار کو اور تم سب کو اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل میں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

چند فقہی احکام

مسئلہ۔ ہر اُس مسلمان پر جو عاقل و بالغ ہو نماز فرضِ عین ہے جو نماز کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور جو قصداً نماز چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے۔ اور جو نماز نہ پڑھتا ہو دُنیا میں اُس کی سزا یہ ہے کہ وہ قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے۔ اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ تین امام یعنی حضرت امام مالک و حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ فتویٰ ہے کہ سلطانِ اسلام اس کو قتل کرا دے۔ (دُر مختار و بہارِ شریعت وغیرہ)

مسئلہ۔ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز سکھائی جائے اور جب دس برس کا ہو جائے تو اُس کو مار کر نماز پڑھوانی چاہیے۔ (ابو داؤد و ترمذی) **مسئلہ۔** نماز خالص بدنی عبادت ہے اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی۔ یعنی ایک کی طرف سے دوسرا آدمی نہیں پڑھ سکتا۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ زندگی میں کچھ مال بطور فدیہ ادا کر کے نماز سے چھٹی پا جائے۔ ہاں البتہ اگر کسی پر کچھ نمازیں رہ گئی ہیں اور وہ انتقال کر گیا۔ اور وصیت کر گیا کہ اُس کی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے تو اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فدیہ قبول ہو جائے گا اور بے وصیت

بھی اگر مرنے والے کے وارث اُس کی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں۔ تو اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فدیہ مقبول ہوگا۔ (دُر مختار و ردالمحتار وغیرہ کتب فقہ) **مسئلہ۔** یہ گمان تھا کہ ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا۔ پھر بھی اُس نے نماز پڑھ لی۔ بعد نماز معلوم ہوا کہ وقت ہو گیا تھا۔ تو نماز نہ ہوئی۔ پھر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے۔ (دُر مختار)

نماز کے وقتوں کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝	بیشک نماز ایمان والوں پر فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔

دن رات میں کل پانچ نمازیں فرض ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، ان پانچوں نمازوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہے۔ اور جس نماز کا جو وقت مقرر ہے۔ اُس نماز کو اُسی وقت میں پڑھنا فرض ہے۔ وقت نکل جانے کے بعد نماز قضا ہو جاتی ہے۔ اب ہم نمازوں کے وقتوں کا بیان کرتے ہیں کہ کس نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

فجر کا وقت

صبح صادق سے شروع ہو کر سورج نکلنے تک ہے۔ اس درمیان میں جب چاہیں فجر کی نماز پڑھ لیں۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اتنا اُجالا ہو جانے کے بعد پڑھیں۔ کہ مسجد کے نمازی ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان لیں۔

صبح صادق - ایک روشنی ہے جو سورج نکلنے سے پہلے آسمان کے پوربی کناروں میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ روشنی پورے آسمان میں پھیل جاتی ہے اور اُجالا ہو جاتا ہے۔ صبح صادق کی روشنی ظاہر ہوتے ہی سحری کا وقت ختم اور نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ صبح صادق جاڑوں میں تقریباً سوا گھنٹہ۔ اور گرمیوں میں لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ سورج نکلنے سے پہلے ظاہر ہوتی ہے۔

فائدہ - صبح صادق چمکنے سے سورج نکلنے تک ہمارے صوبہ یو۔پی کے شہروں میں

کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہے۔ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ۔ اکیس مارچ کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے۔ پھر بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ۲۲ر جون کو پورا ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوجاتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ۲۲ر ستمبر کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوجاتا ہے۔ پھر بڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ ۲۲ر دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۴ منٹ ہوتا ہے۔ پھر کم ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ۲۱ر مارچ کو وہی ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوجاتا ہے۔ جو شخص صحیح وقت نہ جانتا ہو اُسے چاہیے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹہ ۴ منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے۔ خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹہ رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں۔ اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتے ہیں تو سحری ایک گھنٹہ چوبیس منٹ پر چھوڑ دے۔

اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا۔ اس کے آٹھ دس منٹ کے بعد فجر کی اذان پڑھی جائے۔ تاکہ سحری اور اذان دونوں میں احتیاط رہے۔ بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے ہی اذان پڑھ دیتے ہیں۔ پھر اُسی وقت سنّت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں۔ نہ یہ اذان ہوئی نہ نماز۔ اس لئے سحری اور فجر کی اذان میں صحیح صحیح وقتوں کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم بحوالہ افادات رضویہ)

ظہر و جمعہ کا وقت

سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت کسی چیز کا جتنا سایہ ہوتا ہے۔ اُس سایہ کے علاوہ اُسی چیز کا سایہ دوگنا ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ ظہر کے وقت میں مستحب یہ ہے کہ جاڑوں میں اوّل وقت اور گرمیوں میں دیر کرکے نمازِ ظہر پڑھیں۔

فائدہ۔ سورج ڈھلنے اور دوپہر کے سایہ کے علاوہ سایہ دوگنا ہونے کی پہچان یہ ہے کہ برابر زمین پر ایک ہموار لکڑی بالکل سیدھی اس طرح گاڑ دیں کہ پورب پچھم یا اُتر دکھن کو ذرا بھی جھکی نہ ہو۔ اب خیال رکھو کہ جتنا سورج اونچا ہوتا جائے گا اُس لکڑی کا سایہ کم اور چھوٹا ہوتا جائے گا۔ جب سایہ کم ہونا رُک جائے تو سمجھ لو کہ ٹھیک دوپہر ہوگیا۔ اور اس وقت میں اس لکڑی کا جتنا بڑا سایہ ہو اُس کو ناپ کر دھیان میں

رکھو۔ اس کے بعد جوں ہی سایہ بڑھنے لگے تو سمجھ لو کہ سورج ڈھل گیا۔ اور ظہر کا وقت شروع ہوگیا۔ اور جب سایہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑا ہوجائے کہ دوپہر والے سایہ کو نکال کر اس لکڑی کا سایہ اس لکڑی سے دوگنا بڑا ہوجائے۔ تو سمجھ لو کہ ظہر کا وقت نکل گیا اور عصر کا وقت شروع ہوگیا۔

عصر کا وقت

ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور سورج ڈوبنے تک رہتا ہے۔ جاڑوں میں عصر کا وقت لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ لمبا رہتا ہے۔ اور گرمیوں میں قریب قریب دو گھنٹے (کچھ کم زیادہ مختلف تاریخوں میں) رہتا ہے۔ عصر کی نماز میں ہمیشہ جاڑا ہو یا گرمی تاخیر مستحب ہے۔ لیکن نہ اتنی کہ سورج کی ٹکیہ میں زردی آجائے۔ اگر سورج پیلا پڑ گیا تو عصر کا مکروہ وقت ہوجائے گا۔

مغرب کا وقت

سورج ڈوبنے کے بعد سے مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور شفق غائب ہونے تک رہتا ہے۔ شفق سے مُراد وہ سفیدی ہے جو سورج ڈوبنے کی سُرخی کے بعد پچھم میں صبح صادق کی سپیدی کی طرح اُتر دکھن میں پھیلی رہتی ہے۔ مغرب کے وقت کی لمبائی ہمارے دیار میں کم سے کم سوا گھنٹہ۔ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ تقریباً ہوا کرتی ہے۔ اور ہر روز جتنا لمبا فجر کا وقت ہوتا ہے اُتنا ہی لمبا مغرب کا وقت بھی ہوتا ہے۔

عشاء کا وقت

شفق کی سپیدی غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق کی سپیدی ظاہر ہونے تک ہے۔ لیکن عشاء میں تہائی رات تک تاخیر کرنی مستحب ہے۔ اور آدھی رات تک مباح ہے اور آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

نماز وتر کا وقت

وہی ہے جو نماز عشاء کا وقت ہے۔ لیکن عشاء پڑھنے سے پہلے وتر نہیں پڑھی جاسکتی۔ کیونکہ عشاء اور وتر میں ترتیب فرض ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ پہلے عشاء پڑھ لی جائے۔ اُس کے بعد وتر پڑھی جائے۔ اگر کسی نے قصداً عشاء کی نماز سے پہلے وتر پڑھ لی۔ تو وتر ادا نہیں ہوگی۔ بلکہ عشاء پڑھنے

کے بعد پھر وتر پڑھنی پڑے گی۔ ہاں اگر بھول کر وتر عشار سے پہلے پڑھ لی۔ یا بعد
کو معلوم ہوا کہ عشار بغیر وضو کے پڑھی تھی۔ اور وتر وضو کے ساتھ پڑھی۔ تو وہ وضو
کرکے عشار کی نماز پڑھے۔ لیکن وتر جو پہلے پڑھی ہے۔ وہ ادا ہوگئی۔ اُس کو دُہرانا
ضروری نہیں۔

مکروہ وقتوں کا بیان

مسئلہ۔ سورج نکلتے وقت، سورج ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کے
وقت کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ لیکن اُس دن کی عصر اگر نہیں پڑھی ہے تو سورج
ڈوبتے وقت پڑھ لے۔ مگر عصر میں اتنی دیر کرکے نماز پڑھنی سخت گناہ ہے۔ مسئلہ۔ ان
تینوں وقتوں میں قرآن مجید کی تلاوت بہتر نہیں ہے۔ اچھا یہ ہے کہ ان تینوں
وقتوں میں کلمہ، یا درود شریف وغیرہ پڑھنے میں مشغول رہے۔ (عالمگیری وغیرہ)
مسئلہ۔ اگر ان تینوں وقتوں میں جنازہ لایا گیا۔ تو اُسی وقت پڑھیں۔ کوئی
کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے کہ جنازہ ان تینوں وقتوں سے پہلے لایا
گیا مگر نماز جنازہ پڑھنے میں اتنی دیر کردی کہ مکروہ وقت آگیا۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ جب
سورج کا کنارہ ظاہر ہو اُس وقت سے لے کر بیس منٹ تک کوئی نماز جائز نہیں۔
سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد جب سورج ایک لاٹھی کے برابر اونچا ہوجائے۔ اُس کے
بعد ہر نماز چاہے نفل ہو یا قضا۔ یا کوئی دوسری نماز پڑھنی چاہئے۔ مسئلہ۔ جب
سورج ڈوبنے سے پہلے پیلا پڑجائے اُس وقت سے سورج ڈوبنے تک کوئی نماز
جائز نہیں۔ ہاں اگر اُس دن کی عصر ابھی تک نہیں پڑھی ہے۔ تو اُس کو پڑھ لے۔ نماز عصر
ادا ہوجائے گی۔ اگرچہ مکروہ ہوگی۔ بارہ وقتوں میں نفل اور سنّت پڑھنے کی ممانعت
ہے۔ وہ بارہ وقت یہ ہیں۔ (۱) صبح صادق سے سورج نکلنے تک فجر کی دو رکعت سُنّت
اور دو رکعت فرض کے سوا دوسری کوئی بھی نمازِ نفل پڑھنی منع ہے۔ (۲) اقامت شروع
ہونے سے جماعت ختم ہونے تک کوئی سنّت و نفل پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں البتہ اگر

نماز فجر کی اقامت ہونے لگی۔ اور اس کو معلوم ہے کہ سُنّت پڑھے گا جب بھی جماعت
مل جائے گی۔ اگرچہ قعدہ ہی سہی تو اُس کو چاہئے کہ صفوں سے کچھ دور ہٹ کر فجر
کی سنّت پڑھ لے۔ اور پھر جماعت میں شامل ہوجائے۔ اور اگر وہ یہ جانتا ہے کہ
سُنّت پڑھے گا تو جماعت نہیں ملے گی۔ تو اُس کو سُنّت پڑھنے کی اجازت نہیں
بلکہ اُس کو چاہئے کہ بغیر سُنّت پڑھے جماعت میں شامل ہوجائے اور اس چھوٹی ہوئی
سُنّت کو سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ فجر کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں میں
اقامت ہوجانے کے بعد اگرچہ یہ جان لے کہ سُنّت پڑھنے کے بعد بھی جماعت مل
جائے گی۔ پھر بھی سُنّت پڑھنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ سُنّت چھوڑ کر فوراً ہی جماعت میں
شامل ہوجانا ضروری ہے۔
(۳) نماز عصر پڑھ لینے کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے
ہاں البتہ قضا نمازیں سورج ڈوبنے سے بیس منٹ پہلے تک پڑھ سکتا ہے۔
(۴) سورج ڈوبنے کے بعد اور مغرب کا فرض پڑھنے سے پہلے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔
(۵) جس وقت امام اپنی جگہ سے جمعہ کے خطبہ کے لئے کھڑا ہو اُس وقت سے لے کر
نماز جمعہ ختم ہونے تک کوئی نماز سُنّت و نفل وغیرہ جائز نہیں۔ (۶) عین خطبہ کے درمیان
کوئی نماز سُنّت و نفل وغیرہ جائز نہیں۔ چاہے جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین کا۔ یا گرہن
کی نماز کا یا نماز استسقار کا یا نکاح کا۔ لیکن ہاں صاحب ترتیب کے لئے جمعہ کے خطبہ
کے درمیان بھی قضا نماز کو پڑھ لینا لازم ہے۔ (۷) عید کی نماز سے پہلے نفل نماز مکروہ
ہے۔ چاہے گھر میں پڑھے یا مسجد میں۔ یا عیدگاہ میں۔ (۸) عیدین کی نماز کے بعد
بھی عیدگاہ یا مسجد میں نماز نفل پڑھنی مکروہ ہے۔ ہاں اگر گھر میں پڑھے تو یہ مکروہ
نہیں۔ (۹) میدانِ عرفات میں جو ظہر و عصر ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان دونوں نمازوں
کے درمیان میں۔ اور بعد میں نفل و سنّت مکروہ ہے۔ (۱۰) مزدلفہ میں جو مغرب و
عشار ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان دونوں نمازوں کے بیچ میں نفل و سُنّت پڑھنی مکروہ
ہے۔ دونوں نمازوں کے بعد اگر نفل و سُنّت پڑھے تو مکروہ نہیں ہے (عالمگیری و درمختار)

(۱۱) نماز فرض کا وقت اگر تنگ ہوگیا ہو۔ تو ہر نماز یہاں تک کہ فجر و ظہر کی سنتیں پڑھنی بھی مکروہ ہے۔ جلدی جلدی فرض پڑھ لے تاکہ نماز قضا نہ ہونے پائے۔ (۱۲) جس بات سے دل بٹے اور اُس کو دور کر سکتا ہو۔ تو اُسے دور کئے بغیر ہر نماز مکروہ ہے۔ مثلاً پاخانہ پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو۔ تو ایسی حالت میں نماز مکروہ ہے۔ یوں ہی کھانا سامنے آگیا اور بھوک لگی ہو۔ یا دوسری کوئی بات ایسی ہو جس سے دل کو اطمینان نہ ہو۔ تو ایسی صورت میں بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ البتہ اگر وقت جارہا ہو تو ایسی حالت میں بھی نماز پڑھ لے تاکہ قضا نہ ہوجائے۔ لیکن پھر اس نماز کو دُہرائے۔

اذان کا بیان

اذان کے فضائل اور اُس کے ثواب کے بیان میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ جو شخص سات برس تک ثواب کی نیت سے اذان پڑھے گا۔ اُس کے لئے جہنّم سے نجات لکھ دی جائے گی۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۶۵ باب الاذان) اذان اسلام کا نشان ہے۔ اگر کسی شہر یا گاؤں کے لوگ اذان پڑھنا چھوڑ دیں تو بادشاہِ اسلام ان کو مجبور کرکے اذان پڑھوائے۔ اور اس پر بھی لوگ نہ مانیں تو اُن سے جہاد کرے۔ (قاضی خاں) پانچوں نمازوں اور جمعہ کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے اذان پڑھنا سنّت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب کے ہے۔ یعنی اگر اذان نہ پڑھی گئی تو وہاں کے سب لوگ گناہ گار ہوں گے۔ **مسئلہ**۔ مسجد میں بلا اذان و اقامت کے جماعت سے نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ **مسئلہ**۔ گھر میں اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اذان نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں کہ وہاں کی مسجد کی اذان اُس کے لئے کافی ہے۔ **مسئلہ**۔ وقت ہونے کے بعد اذان پڑھی جائے۔ اگر وقت سے پہلے اذان ہوگئی۔ تو وقت ہونے پر دوبارہ اذان پڑھی جائے۔ **مسئلہ**۔ اذان کے درمیان میں بات چیت منع ہے۔ اگر مؤذن نے اذان کے بیچ میں کوئی بات کرلی تو پھر سے اذان پڑھے۔ (صغیری) **مسئلہ**۔ ہر اذان یہاں تک کہ خطبۂ جمعہ کی اذان بھی

مسجد کے باہر کہی جائے مسجد کے اندر اذان نہ پڑھی جائے۔ (خلاصہ۔ و عالمگیری و قاضی خاں) مسجد کے اندر اذان پڑھنا مکروہ ہے۔ (غایۃ البیان و فتح القدیر) یہ حکم ہر اذان کے لئے ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ امام اتقانی و امام ابن الہمام نے یہ مسئلہ خاص باب جمعہ میں لکھا ہے۔ ہاں جمعہ کی اذان ثانی میں ایک بات البتہ زائد ہے کہ یہ اذان خطیب کے سامنے ہونی چاہیے۔ **مسئلہ**۔ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام و کلام اور سلام کا جواب اور ہر کام موقوف کردے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت روک دے۔ اور اذان کو غور سے سُنے اور جواب دے۔ اور یہی اقامت میں بھی کرے۔ (دُرِ مختار و عالمگیری) **مسئلہ**۔ جو شخص اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے۔ اُس پر معاذاللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے لہٰذا ہرگز ہرگز اذان ہوتے وقت کوئی بات چیت نہ کرے۔ (فتاوٰی رضویہ) **مسئلہ**۔ فرض نمازوں اور جمعہ کی جماعتوں کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی اذان کہی جاسکتی ہے جیسے پیدا ہونے والے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت۔ اسی طرح مغموم کے کان میں۔ جنگ اور آگ لگنے کے وقت۔ جنوں اور شیطانوں کی سرکشی کے وقت۔ جنگل میں راستہ نہ ملنے کے وقت۔ میّت کو دفن کرنے کے بعد ان صورتوں میں اذان پڑھنا مستحب ہے۔ (بہارِ شریعت ردالمحتار ج۱ ص۲۵۸) **مسئلہ**۔ نماز پنجگانہ کے فرائض اور نماز جمعہ کے سوا باقی نمازوں مثلاً وتر و نماز جنازہ و نماز عیدین و نماز استسقار اور سورج گرہن اور چاند گرہن کی نمازوں کے لئے اذان نہیں ہے۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ عورتوں کو اذان و اقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے کہیں گی تو گنہگار ہوں گی اور اذان دُہرائی جائے گی۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار) **مسئلہ**۔ مخنث و فاسق اگرچہ عالم ہو۔ اور نشہ والے اور پاگل۔ اور ناسمجھ بچے اور جُنب کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان دُہرائی جائے گی۔ (درمختار) **مسئلہ**۔ بے وضو کی اذان صحیح ہے۔ (دُرمختار) مگر بے وضو اذان کہنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح) **مسئلہ**۔ ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے۔ (درمختار) **مسئلہ**۔ کھڑے ہو کر

جائے۔ مسئلہ۔ بیٹھ کر اذان مکروہ ہے۔ اگر بیٹھ کر اذان کہی گئی تو اس اذان کو دُہرانا چاہئے۔ مسئلہ۔ مؤذن کو اذان پڑھنے میں کھنکھارنا مکروہ ہے ہاں اگر گلا بیٹھ گیا یا آواز صاف کرنے کے لئے کھنکھارا تو حرج نہیں۔ (غنیہ) مسئلہ۔ مؤذن کو اذان کی حالت میں چلنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی چلتا جائے۔ اور اسی حالت میں اذان کہتا جائے۔ تو اس اذان کو دُہرانا چاہئے۔ (غنیہ و ردالمحتار) مسئلہ۔ سُنّت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پڑھی جائے تاکہ پڑوس والوں کو خوب سُنائی دے۔ اور اذان بلند آواز سے پڑھے۔ (بحرالرائق) مسئلہ۔ اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخ میں انگلیاں ڈالے رہنا مستحب ہے۔ (دُرمختار و ردالمحتار) مسئلہ۔ حی علی الصلٰوۃ داہنی طرف مُنہ کر کے کہے۔ اور حی علی الفلاح بائیں جانب۔ اگرچہ یہ اذان نماز کے لئے نہ ہو۔ مثلاً بچے کے کان میں۔ یا کسی اور موقع پر اذان کہے۔ صرف مُنہ داہنے بائیں پھرائے پورا بدن نہ پھرائے (متون و درمختار) مسئلہ۔ صبح کی اذان میں فلاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم دو مرتبہ کہنا مستحب ہے۔ (عامۂ کتب) مسئلہ۔ اقامت احکام مذکورہ میں مثل اذان کے ہے لیکن بعض باتوں میں فرق ہے۔ اقامت میں فلاح کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ کہیں۔ اقامت بھی بلند آواز سے پڑھیں مگر اذان سے کم بلند آواز ہو۔ بس اتنی آواز سے اقامت کہے کہ حاضرینِ مسجد تک آواز پہنچ جائے۔ اور اس کے کلمات جلدی جلدی کہیں۔ درمیان میں سکتہ نہ کریں۔ اقامت میں نہ کانوں کے سوراخ میں انگلی ڈالنا ہے۔ نہ بلند جگہ پر کہنا ہے۔ نہ مسجد کے باہر کہنا ہے اگر امام خود ہی کہہ رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے وقت آگے بڑھ کر مصلّٰی پر چلا جائے۔ (درمختار۔ ردالمحتار۔ غنیہ وغیرہ) مسئلہ۔ اقامت میں بھی حی علی الصلٰوۃ و حی علی الفلاح کے وقت داہنے بائیں مُنہ پھیرے۔ (درمختار وغیرہ) مسئلہ۔ اقامت کے وقت کوئی شخص مسجد میں آیا۔ تو اُسے کھڑے رہ کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے۔ اور جب حی علی الفلاح پر پہنچے اُس وقت کھڑا ہو۔ جو لوگ پہلے سے مسجد میں موجود ہوں۔ اقامت کے وقت وہ لوگ بیٹھے رہیں۔ اُس وقت کھڑے ہوں

جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ یہی حکم امام کے لئے بھی ہے۔ (عالمگیری) آج کل اکثر جگہ یہ رواج پڑ گیا ہے کہ اقامت کے وقت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلّٰی پر کھڑا نہ ہو اُس وقت تک اقامت کہی نہیں جاتی۔ یہ رواج خلافِ سنّت ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم) مسئلہ۔ مسافر خواہ تنہا ہو خواہ اُس کے ہمراہی وہیں موجود ہوں۔ اولیٰ یہ ہے کہ اذان واقامت دونوں پڑھ کر نماز پڑھے۔ اور اقامت چھوڑ دینا تو مکروہ ہے۔ (خانیہ) مسئلہ۔ جس نے اذان کہی اگر موجود نہیں تو جو چاہے اقامت کہدے۔ اور بہتر یہ ہے کہ امام اقامت کہے اور مؤذن موجود ہے تو اُس کی اجازت سے دوسرا اقامت کہہ سکتا ہے کہ یہ اُسی کا حق ہے۔ بے اجازت کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ شہر کے باہر کسی میدان میں جماعت قائم کی اور اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے اور اذان نہ کہی تو حرج نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اذان واقامت دونوں کہہ کر جماعت کریں۔ (خانیہ) مسئلہ۔ اگر اذان ہوتے وقت کسی نے سلام کیا۔ تو جواب نہ دے اذان ختم ہونے کے بعد بھی جواب دینا واجب نہیں۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ متقدمین فقہاء نے اذان پر اُجرت لینے کو حرام بتایا۔ لیکن متاخرین فقہاء نے جب لوگوں میں سُستی دیکھی تو اجازت دی۔ اور اب اسی پر فتویٰ ہے کہ مؤذن کو اُجرت اور تنخواہ لینا جائز ہے۔ مگر اذان کہنے پر حدیثوں میں جو ثواب ارشاد ہوئے وہ انھی مؤذنوں کے لئے ہے جو اذان پر اُجرت نہیں لیتے۔ بلکہ خالصاً للہ اذان دیتے ہیں۔ ہاں اگر لوگ بطور خود مؤذن کو صاحبِ حاجت سمجھ کر کچھ رقم دے دیں۔ تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے۔ اور یہ اُجرت نہیں۔ (غنیہ)

اذان کا طریقہ

مسجد سے خارج حصہ میں کسی اونچی جگہ پر قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑا ہو۔ اور کانوں کے سوراخوں میں کلمہ کی اُنگلیاں ڈال کر بلند آواز سے اَللہُ اَکْبَر اَللہُ اَکْبَر

کہے پھر دو بار ٹھہر کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر دو بار ٹھہر کر دو مرتبہ اشہد
ان لا الٰہ الا اللہ کہے پھر دو مرتبہ ٹھہر ٹھہر کر اشہد ان محمدًا رسول اللہ
کہے۔ پھر داہنی طرف منہ پھیر کر دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ کہے پھر بائیں طرف
منہ کر کے دو مرتبہ حی علی الفلاح کہے پھر قبلہ کو منہ کرے اور اللہ اکبر اللہ اکبر
کہے پھر ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔

مسئلہ۔ فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلوٰۃ
خیر من النوم بھی کہے کہ یہ مستحب ہے۔

اذان کے بعد پہلے درود شریف پڑھے پھر اذان پڑھنے والا۔ اور اذان سننے
والے سب یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ
سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ
وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

اذان کا جواب جب اذان سنے تو اذان کا جواب دینے کا حکم ہے۔ اور اذان
کے جواب کا طریقہ یہ ہے کہ اذان کہنے والا جو کلمہ کہے سننے والا
بھی وہی کلمہ کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول
ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے۔ اور فجر کی اذان میں الصلوٰۃ
خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہے۔

انگوٹھے چومنا مسئلہ۔ جب مؤذن اشہد ان محمدًا رسول اللہ
کہے۔ تو سننے والا بھی یہ کہہ کر پھر کہے کہ صلی اللہ علیک
یا رسول اللہ اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے
اور کہے کہ قرت عینی بک یا رسول اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ایسا کرے گا میں اس کو ساتھ لے کر جنت میں داخل

کروں گا۔ ردالمحتار ج ۱ صفحہ ۲۶۷ بحوالہ کنز العباد و فتاویٰ صوفیہ وکتاب الفردوس و
مقاصد حسنہ للسخاوی و حواشی البحر للرملی

مسئلہ۔ خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے مقتدیوں کو دینا جائز نہیں
(درمختار ج ۱ صفحہ ۲۶۶) مسئلہ۔ حیض و نفاس والی عورت پر۔ اور جماع میں مشغول
ہونے والے پر۔ اور پیشاب پاخانہ کرنے والے پر اذان کا جواب نہیں۔ (درمختار
ج ۱ صفحہ ۲۶۷) مسئلہ۔ اگر چند اذانیں سنے تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے۔ اور
بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے۔ (درمختار و ردالمحتار ج ۱ صفحہ ۲۶۶) مسئلہ اگر
وقت اذان جواب نہ دیا۔ تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دے لے
(درمختار ج ۱ صفحہ ۲۶۷) مسئلہ۔ اذان نماز کے علاوہ دوسری اذانوں کا بھی جواب
دیا جائے گا۔ جیسے بچہ پیدا ہونے کے بعد بچے کے کان میں اذان پڑھی جائے۔ تو
اس اذان کا بھی جواب دینا چاہیے۔ مسئلہ۔ راستہ پر چل رہا تھا کہ اذان کی
آواز آئی۔ تو کھڑا ہو جائے۔ اذان سنے۔ اور اذان کا جواب دے۔ (عالمگیری و بزازیہ)
مسئلہ۔ اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔ اس کا جواب بھی اسی طرح
ہے جس طرح اذان کا جواب دیا جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اقامت میں قَدْ قَامَتِ
الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ کہے۔ (عالمگیری)
یا یہ دعا پڑھے کہ اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا وَاجْعَلْنَا مِنْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا
اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتًا (افاداتِ رضویہ)

مسئلہ۔ اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے۔ اذان کہتے ہی
اقامت کہہ دینا مکروہ ہے۔ مگر مغرب میں وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی کے برابر ہو
باقی نمازوں میں اتنی دیر ٹھہرے کہ جو لوگ پابند جماعت ہیں آجائیں مگر اتنا زیادہ نہ
انتظار کیا جائے کہ کراہت کا وقت آجائے۔ (درمختار۔ عالمگیری) مسئلہ۔ رئیس محلہ
کا اس کی ریاست کے سبب سے انتظار مکروہ ہے۔ ہاں اگر وہ شریر ہے۔ اور وقت

میں گنجائش ہے۔ تو استظار کرسکتے ہیں۔ (دُرمختار)

صلاۃ پڑھنا اذان واقامت کے درمیان اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یا اس قسم کے دوسرے کلمات نماز کے اعلانِ ثانی کے طور پر بلند آواز سے پکارنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں "تثویب" کہتے ہیں۔ اور تثویب مغرب کے علاوہ باقی نمازوں میں مستحب ہے۔ تثویب کے لئے کوئی خاص کلمات مقرر نہیں ہیں۔ بلکہ اُس شہر میں جن لفظوں کے ساتھ تثویب کہتے ہوں۔ اُن لفظوں سے تثویب کہنا مستحب ہے۔ (عالمگیری ج۱ ص۵۳ و ردالمحتار ج۱ ص۲۶۱)

اذان کے بعد الصلاۃ والسلام علیك یارسول اللہ پڑھنے کا طریقہ ۷۸۱ھ میں سلطان الناصر صلاح الدین کے حکم سے پہلے دوشنبہ کے دن عشار میں شروع ہوا پھر ۷۹۱ھ میں تمام نمازوں میں مغرب کے سوا یہ رائج ہوگیا۔ اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج۱ ص۲۶۱ بحوالہ حسن المحاضرہ للسیوطی والقول البدیع للسخاوی) اور ہر بدعتِ حسنہ جائز ہی ہوا کرتی ہے۔

نماز کی شرطوں کا بیان

جاننا چاہیے کہ نماز کے صحیح ہونے کی کچھ شرطیں ہیں۔ کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی گئی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ خوب یاد رکھئے کہ نماز کی صحت کے لئے چھ شرطیں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) طہارت (۲) شرمگاہ کو چھپانا (۳) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۴) نماز کا وقت ہونا (۵) نماز کی نیت (۶) تحریمہ۔ اب ان چھ شرطوں کا کچھ تفصیلی بیان بھی پڑھ لیجئے۔

(۱) طہارت یعنی نمازی کا وضو اور غسل کے ساتھ ہونا۔ اور اُس کے بدن اور کپڑوں اور نماز کی جگہ کا نجاستوں سے پاک ہونا۔

مسئلہ۔ کسی شخص نے اپنے کو بے وضو گمان کیا۔ اور اسی حالت میں نماز

پڑھ لی۔ بعد کو ظاہر ہوا کہ اُس کا وضو تھا۔ تو اُس کی نماز نہیں ہوئی۔ (دُرمختار)

مسئلہ۔ نماز کی جگہ کے پاک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نمازی کے قدم کے نیچے کی جگہ اور سجدے میں جو جو اعضاء زمین پر لگتے ہیں اُن کے نیچے کی جگہیں پاک ہوں۔ جس جگہ نماز پڑھتا ہو اُس کے سب حصہ کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ مثلاً ایک بڑے تخت کے کچھ حصے پر نجاست لگی ہے۔ مگر یہ نجاست کے حصہ سے الگ ہٹ کر نماز پڑھے کہ قدم کے نیچے بھی نجس جگہ نہ ہو اور اعضاء سجدہ بھی نجس جگہ پر نہ پڑیں۔ تو نماز ہو جائے گی۔ اگرچہ اُسی تخت کا ایک حصہ ناپاک ہے۔ (دُرمختار)

مسئلہ۔ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نمازی کے سر یا کندھے پر کوئی ایسی چڑیا آکر بیٹھ گئی جس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ تو نماز ہوگئی (بحر)

(۲) شرمگاہ کو چھپانا مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک شرمگاہ ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں۔ اور گھٹنے داخل ہیں (دُرمختار و ردالمحتار) مرد کے لئے اس شرمگاہ کے پورے حصہ کو چھپانا فرض ہے۔ اس زمانے میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ تہبند، پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ پیڑو کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے۔ اگر نماز میں پیڑو کا چوتھائی حصہ بھی کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ نماز کے باہر بھی کھلا رہنا حرام ہے۔ اور بعض بے باک تو ایسے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران کھولے رہتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے۔ اور اگر اس کی عادت بنالی ہے تو ایسا شخص فاسق ہے۔

مسئلہ۔ عورتوں کے لئے سارا بدن سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے سارا بدن شرمگاہ ہے۔ اور سارے بدن کو نماز میں چھپانا شرط اور فرض ہے۔ مسئلہ۔ سر کے لٹکتے ہوئے بال اور کان بھی شرمگاہ ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے اُن میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا۔ تو نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی کھل گیا۔ اور فوراً ہی چھپا لیا جب بھی نماز ہوگئی۔ اور اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار کے برابر کھلا رہا۔

یا قصداً کھولا۔ اور فوراً ہی چھپالیا۔ تو نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)۔
مسئلہ۔ عورت کا چہرہ اگرچہ شرمگاہ نہیں۔ اور چہرہ کا چھپانا نماز میں فرض نہیں
مگر وجہ فتنہ عورت کو غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے۔ یوں ہی اس کی طرف
نظر کرنا غیر محرم کے لئے جائز نہیں۔ اور چھونا تو اور زیادہ شدید منع ہے (درمختار)
مسئلہ۔ اگر خدانخواستہ ایسی صورت پیش آجائے کہ بالکل کوئی کپڑا نہیں۔ تو
ننگا ہی بیٹھ کر نماز پڑھے۔ دن ہو یا رات۔ گھر میں پڑھے یا میدان میں۔ اور بہتر یہ
ہے کہ قبلہ کی طرف دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھے۔ اور پیشاب کے مقام پر ہاتھ رکھ کر نماز
پڑھے۔ اور رکوع و سجدہ کی جگہ اشارہ کرے۔ رکوع و سجدہ نہ کرے۔ (درمختار۔
ردالمحتار) مسئلہ۔ اگر کسی مرد کے پاس جائز کپڑا نہ ہو۔ اور ریشمی کپڑا مل جائے تو
فرض ہے کہ اسی سے ستر چھپا کر نماز پڑھے۔ البتہ دوسرا کپڑا ہوتے ہوئے مرد کو ریشمی
کپڑا پہننا حرام ہے اور اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے (درمختار۔ ردالمحتار) مسئلہ۔ اگر
کسی نے ایسی مجبوری کی حالت میں ننگے نماز پڑھی۔ اور پھر کپڑا مل گیا۔ تو اس نماز
کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۳) قبلہ کی طرف مُنہ کرنا

پوری نماز میں خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرنا نماز کی شرط اور ضروری حکم ہے۔ لیکن چند صورتوں میں
اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کرے پھر بھی نماز جائز ہے۔ مثلاً مسئلہ۔ جو شخص دریا میں
کسی تختہ پر بہا جا رہا ہو۔ اور صحیح اندیشہ ہو کہ منہ پھیرنے سے ڈوب جائے گا۔ اس طرح
کی مجبوری سے وہ قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا۔ تو اُس کو چاہئے کہ وہ جس رُخ
بھی نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے۔ اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور بعد میں اس نماز کو
دُہرانے کی بھی ضرورت نہیں۔ (بہار شریعت حصہ سوم) مسئلہ۔ بیمار میں اتنی طاقت
نہیں کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر سکے۔ اور وہاں دوسرا ایسا آدمی بھی نہیں جو کعبہ کی
طرف اُس کا منہ کرا دے۔ تو وہ اس مجبوری کی حالت میں جس طرف بھی منہ کر کے نماز
پڑھ لے گا۔ اُس کی نماز ہو جائے گی اور اس نماز کو بعد میں دُہرانے کی بھی ضرورت نہیں

(بہار شریعت حصہ سوم و ردالمحتار) مسئلہ۔ چلتی ہوئی کشتی میں اگر نماز پڑھے۔ تو
تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کرے۔ اور جیسے جیسے کشتی گھومتی
جائے۔ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ پھیرتا رہے۔ چاہے فرض نماز ہو یا نفل (غنیہ) مسئلہ۔
اگر یہ نہ معلوم ہو کہ قبلہ کدھر ہے؟ اور وہاں کوئی بتانے والا بھی نہ ہو تو نمازی کو چاہئے
کہ اپنے دل میں سوچے۔ اور جدھر قبلہ ہونے پر دل جم جائے اسی طرف منہ کر کے
نماز پڑھ لے۔ اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ (غنیۃ المصلی وغیرہ) مسئلہ۔ جس طرف
دل جم گیا تھا اُدھر منہ کر کے نماز پڑھ رہا تھا۔ پھر درمیانِ نماز ہی میں اس کی یہ رائے
بدل گئی کہ قبلہ دوسری طرف ہے۔ یا اس کو اپنی غلطی معلوم ہو گئی۔ تو اس پر فرض ہے
کہ فوراً ہی اس طرف گھوم جائے۔ اور پہلے جتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے۔ اس میں کوئی
خرابی نہیں آئے گی۔ اس طرح اگر نماز میں اس کو چاروں طرف بھی گھومنا پڑا پھر بھی
اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور اگر رائے بدلتے ہی یا غلطی ظاہر ہوتے ہی دوسری طرف
نہیں گھوما۔ اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر دیر لگا دی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔
(درمختار و ردالمحتار ج۱ ص۴۹۱) مسئلہ۔ نمازی نے اگر بلا عذر قصداً جان بوجھ کر
قبلہ سے سینہ پھیر دیا تو اگرچہ فوراً ہی اس نے قبلہ کی طرف سینہ پھرا لیا۔ پھر بھی اس کی
نماز ٹوٹ گئی۔ اور وہ پھر سے نماز پڑھے۔ اور اگر نماز میں بلا قصد و ارادہ قبلہ سے
سینہ پھر گیا۔ اور فوراً ہی اس نے قبلہ کی طرف سینہ کر لیا تو اس کی نماز ہو گئی۔
(غنیۃ المصلی و بحر) مسئلہ۔ اگر صرف منہ قبلہ سے پھیر لیا اور سینہ قبلہ سے نہیں
پھرا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً ہی وہ قبلہ کی طرف منہ کرے۔ اس کی نماز ہو جائیگی۔
مگر بلا عذر ایک سکنڈ کے لئے بھی قبلہ سے چہرہ پھیر لینا مکروہ ہے۔ (غنیۃ المصلی)۔
مسئلہ۔ اگر نمازی نے قبلہ سے نہ سینہ پھیرا نہ چہرہ پھیرا۔ بلکہ صرف آنکھوں کو پھرا
پھرا کر اِدھر اُدھر دیکھ لیا۔ تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔
مسئلہ۔ قبلہ کعبہ کی عمارت کا نام نہیں۔ بلکہ اس عمارت کی ساتویں زمین سے عرش
تک قبلہ ہی ہے۔ تو اگر کوئی بلند پہاڑ پر یا ہوائی جہاز پر یا کنوئیں کے اندر نماز پڑھے۔

اور قبلہ کی طرف مُنہ کرے تو اُس کی نماز ہو گئی۔ کہ کعبہ کی فضا کی طرف اُس کا مُنہ ہو گیا۔ گو کعبہ کی عمارت کی طرف نہ ہو۔ (ردالمحتار)

(۴) نماز کا وقت ہونا ہر نماز اُس نماز کے وقت میں ہی پڑھی جائے گی دوسری نماز کے وقت میں دوسری نماز نہیں پڑھ سکتے نمازوں کے اوقات ہم لکھ چکے ہیں کہ کس نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے۔ اور کب ختم ہوتا ہے۔

(۵) نماز کی نیت دل کے پکّے ارادہ کو نیت کہتے ہیں۔ محض جاننا نیت نہیں۔ دل میں ارادہ کرنا ضروری ہے۔ (تنویر الابصار)

مسئلہ۔ زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ چاہے عربی میں کہے یا دوسری زبان میں مگر ماضی کا صیغہ بولے یعنی نَوَیْتُ کہے۔ یا نیت کی میں نے۔ یہ نہ کہے کہ نیت کرتا ہوں میں۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ نیت میں زبان کا اعتبار نہیں۔ دل کے ارادہ کا اعتبار ہے۔ مثلاً اگر دل میں نمازِ ظہر کا ارادہ کیا۔ اور زبان سے عصر نکل گیا۔ تو ظہر کی نماز ہو گئی۔ (دُرمختار۔ ردالمحتار) مسئلہ۔ احوط یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دل میں نیت حاضر ہو۔ (غُنیہ) مسئلہ۔ نفل نماز کے لئے مطلق نیت کافی ہے۔ اگرچہ نفل نیت میں نہ ہو۔ لیکن فرض نماز کے لئے فرض کی نیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نماز کو معین کرے مثلاً یوں نیت کرے کہ آج کی ظہر یا آج کی عصر کی میں نے نیت کی۔ اور نماز جمعہ میں یوں نیت کرے کہ میں نے فرض جمعہ کی نیت کی۔ (تنویر الابصار، دُرِ المختار)

مسئلہ۔ مقتدی ہو تو اقتدا کی نیت بھی ضروری ہے۔ یعنی یہ بھی کہے کہ پیچھے اس امام کے۔ مسئلہ۔ امام نے امام ہونے کی نیت نہیں کی جب بھی مقتدیوں کی نماز اُس کے پیچھے ہو جائے گی۔ لیکن جماعت کا ثواب نہ پائے گا۔ اس لئے امام کو امامت کی نیت بھی کرنی چاہیے تاکہ جماعت کا ثواب پائے۔

(۶) تکبیر تحریمہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کو اللہ اکبر سے شروع فرماتے تھے۔ نماز کی یہی پہلی تکبیر اس کا نام "تکبیر تحریمہ" ہے۔

مسئلہ۔ نمازِ جنازہ میں تکبیر تحریمہ رُکن ہے۔ اور باقی سب نمازوں میں شرط ہے (دُرمختار)

افعالِ نماز کی قسمیں

اوپر ذکر کی ہوئی چھ چیزیں تو نماز کی شرطیں اور ان کے متعلق مسائل تھے۔ جن کا نماز شروع ہونے سے پہلے ہو جانا ضروری ہے۔ اب نماز شروع ہونے کے بعد سے نماز ختم ہونے تک نماز میں جو کچھ کیا جاتا ہے۔ یہ سب نماز کے افعال کہلاتے ہیں۔ نماز کے اندر ہونے والے افعال کئی طرح کے ہیں۔ ان کو دھیان میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ نماز میں ہونے والے افعال یعنی نماز میں جو جو کام کرنے پڑتے ہیں اُن کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے کچھ کام تو فرض ہیں جو رُکن کہلاتے ہیں۔ کہ ان کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں۔ بعض واجب ہیں کہ اگر قصداً اُن کو چھوڑ دیا جائے تو گناہ بھی ہوگا اور نماز کو بھی دُہرانا پڑے گا۔ اور اگر بھول کر ان کو چھوڑا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا اور بعض سُنّتِ مؤکدہ ہیں کہ اُن کو چھوڑنے کی عادت گناہ ہے۔ اور بعض مستحب ہیں کہ اُن کو کریں تو ثواب ہے۔ اور اگر نہ کریں تو کوئی گناہ نہیں۔

اب ہم نماز کے اندر کے ان کاموں کی کچھ وضاحت کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کی تعداد لکھتے ہیں۔ ان کو غور سے پڑھ کر اچھی طرح یاد کر لو۔

فرائضِ نماز سات چیزیں نماز میں فرض ہیں۔ کہ ان میں سے اگر کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرات (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قعدۂ اخیرہ (۷) کوئی کام کرکے مثلاً سلام پھیر کر یا کلام کرکے نماز سے نکلنا۔ نماز کے اندر کے ان ساتوں فرائض کو رُکن بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ تکبیر تحریمہ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرنا۔ نماز میں تو بہت مرتبہ اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ مگر شروع نماز میں پہلی مرتبہ جو اللہ اکبر کہتے ہیں اس کا نام "تکبیر تحریمہ" ہے۔ یہ فرض ہے۔ اس کو اگر چھوڑ دیا تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ مسئلہ۔ قیام فرض ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے

تو اگر کسی مرد یا عورت نے بغیر عُذر کے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ تو اُس کی نماز ہوگی ہی نہیں ہاں اگر نفل نماز کو بغیر عذر کے بھی بیٹھ کر پڑھے تو یہ جائز ہے مگر ثواب آدھا ہی ملے گا۔ **مسئلہ**۔ قرأت فرض ہونے کا یہ مطلب ہے کہ فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل اور سُنتوں کی ہر ہر رکعت میں قرآن شریف پڑھنا ضروری ہے تو اگر کسی نے ان رکعتوں میں کچھ بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تو اُس کی نماز نہ ہوگی۔ **مسئلہ**۔ رکوع کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اتنا جُھکنا کہ ہاتھ بڑھائیں تو گُھٹنے تک پہنچ جائیں اور پورا رکوع یہ ہے کہ اتنا جُھکے کہ سر اور پیٹھ سیدھے برابر ہو جائیں۔ **مسئلہ**۔ سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ ماتھا اور ناک کی ہڈی زمین پر جمی ہو۔ اور کم سے کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگا ہو تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اُٹھے رہے یا صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی رہی تو نماز نہ ہوگی۔ (دُرِ مختار۔ فتاوٰی رضویہ۔ بہار شریعت) ایک انگلی کے پیٹ کا سجدہ میں زمین سے لگنا تو فرض ہے۔ مگر دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ کا زمین سے لگنا واجب ہے۔ اور دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کا پیٹ سجدہ میں زمین سے لگا ہونا سُنت ہے۔

مسئلہ۔ نماز کی رکعتوں کو پوری کر لینے کے بعد پوری التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔ اسی بیٹھنے کا نام قعدۂ اخیرہ ہے۔ **مسئلہ**۔ قعدۂ اخیرہ کے بعد اپنے قصد و ارادہ اور کسی عمل سے نماز کو ختم کر دینا خواہ سلام پھیر کر ہو یا کسی دوسرے عمل سے یہ بھی نماز کے فرائض میں سے ہے۔ لیکن سلام پھیرنے کے علاوہ اگر کوئی دوسرا کام کر کے نماز کو ختم کیا۔ تو اگرچہ نماز کا فرض تو ادا ہو گیا لیکن اس نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

نماز کے واجبات

نماز میں یہ چیزیں واجب ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا (۲) پوری الحمد پڑھنا (۳) فرض کی دو پہلی رکعتوں میں، اور سنت و نفل اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ کوئی سورہ یا تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت کو ملانا (۴) فرض نمازوں میں دو پہلی

رکعتوں میں قرأت کرنا (۵) الحمد کا سورہ سے پہلے ہونا (۶) ہر رکعت میں سورہ سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھنا (۷) الحمد اور سورۃ کے درمیان آمین اور بسم اللہ کے سوا کچھ اور نہ پڑھنا۔ (۸) قرأت کے بعد فوراً ہی رکوع کرنا (۹) سجدے میں دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا (۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان کسی رُکن کا فاصل نہ ہونا (۱۱) تعدیلِ ارکان یعنی رکوع و سجود اور قومہ جلسہ میں کم سے کم ایک بار سُبحان اللہ کہنے کے برابر ٹھہرنا (۱۲) جلسہ۔ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (۱۳) قومہ۔ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جانا (۱۴) قعدۂ اولیٰ اگرچہ نفل نماز ہو (۱۵) فرض اور وتر اور مؤکدہ سُنتوں کے قعدۂ اُولیٰ میں التحیات سے زیادہ کچھ نہ پڑھنا (۱۶) ہر قعدہ میں پوری التحیات پڑھنا (۱۷) السلام دو بار کہنا (۱۸) وتر میں دُعائے قنوت پڑھنا (۱۹) وتر میں قنوت کی تکبیر (۲۰) عید کی چھ زائد تکبیریں (۲۱) عیدین میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر (۲۲) اس تکبیر کے لئے اللہ اکبر ہی کا لفظ ہونا (۲۳) ہر جہری نماز میں امام کو بلند آواز سے قرأت کرنا (۲۴) ہر غیر جہری نماز میں آہستہ قرأت کرنا (۲۵) ہر فرض و واجب کا اُس کی جگہ پر ادا ہونا (۲۶) ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہونا (۲۷) ہر رکعت میں دو ہی سجدہ ہونا (۲۸) دوسری رکعت پوری ہونے سے پہلے قعدہ نہ کرنا (۲۹) چار رکعت والی نمازوں میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا (۳۰) آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدۂ تلاوت کرنا (۳۱) سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرنا (۳۲) دو فرض یا دو واجب یا واجب و فرض کے درمیان تین مرتبہ سُبحان اللہ کہنے کے برابر وقفہ نہ کرنا (۳۳) امام جب قرأت کرے بلند آواز سے ہو یا آہستہ اس وقت میں مقتدی کا چُپ رہنا (۳۴) قرأت کے سوا تمام واجبات میں مقتدی کو امام کی پیروی کرنی۔

نماز کی سُنتیں

نماز میں جو چیزیں سُنت ہیں۔ اُن کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً نہ چھوڑا جائے۔ اور اگر بھول سے چھوٹ جائیں۔ تو نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے نہ نماز دُہرانے کی۔ لیکن اگر دُہرائے تو اچھا ہے۔ کیونکہ نماز کی کسی

سُنّت کو چھوڑ دینے سے نماز کے ثواب میں کمی ہوجاتی ہے۔

نماز کی سُنّتیں یہ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اُٹھانا (۲) ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے (۳) بوقت تکبیر سر کو نہ جُھکانا (۴) ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رُو ہونا (۵) تکبیر سے پہلے ہاتھ اُٹھانا۔ اسی طرح قنوت اور عیدین کی تکبیروں میں بھی۔ (۶) کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہنا۔ (۷) عورت کو صرف کندھوں تک ہاتھ اُٹھانا۔ (۸) امام کا اللہ اکبر۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سلام بلند آواز سے کہنا۔ (۹) تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکائے بغیر باندھ لینا۔ (۱۰) ثناء و تعوذ و بسم اللہ پڑھنا۔ (۱۱) آمین کہنا۔ (۱۲) اور ان سب کا آہستہ کہنا۔ (۱۳) پہلے ثنا پھر تعوذ پھر بسم اللہ اور ہر ایک کے بعد دوسرے کو پڑھنا۔ (۱۴) رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ کہنا۔ (۱۵) رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنا (۱۶) اور انگلیوں کو خوب کُھلی رکھنا (۱۷) عورت کو گھٹنے پر ہاتھ رکھنا اور انگلیوں کو کشادہ نہ کرنا (۱۸) حالتِ رکوع میں ٹانگیں سیدھی رکھنا۔ (۱۹) رکوع کیلئے اللہ اکبر کہنا۔ (۲۰) رکوع میں پیٹھ برابر بچھی رکھنا۔ (۲۱) رکوع سے اُٹھنے پر ہاتھ لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

(۲۲) رکوع سے اُٹھنے میں امام کو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔ (۲۳) مقتدی کو ربّنا لک الحمد کہنا۔ (۲۴) اور اکیلے نماز پڑھنے والے کو دونوں کہنا۔ (۲۵) سجدہ کے لئے اور سجدہ سے اُٹھنے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ (۲۶) سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔ (۲۷) سجدہ کرنے کے لئے پہلے گھٹنا۔ پھر ہاتھ پھر ناک۔ پھر ماتھا زمین پر رکھنا۔ (۲۸) اور سجدہ سے اُٹھنے کے لئے پہلے ماتھا۔ پھر ناک۔ پھر ہاتھ۔ پھر گھٹنہ زمین سے اُٹھانا۔ (۲۹) سجدہ میں بازو کا کروٹوں سے۔ اور پیٹ کا رانوں سے الگ رہنا۔ (۳۰) سجدہ کی حالت میں کلائیوں کو زمین پر نہ بچھانا (۳۱) عورت کو سجدہ میں اپنے بازو کو کروٹوں سے، پیٹ کو ران سے، ران کو پنڈلیوں سے، اور پنڈلیوں کو زمین سے ملا دینا۔ (۳۲) دونوں سجدوں کے درمیان التحیات پڑھنے کی طرح بیٹھنا۔ (۳۳) اور دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا۔ (۳۴) سجدہ میں

ہاتھوں کی انگلیوں کا قبلہ رُو ہونا اور ملی ہوئی ہونا۔ (۳۵) پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا۔ (۳۶) دوسری رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا۔ (۳۷) قعدہ میں بایاں پاؤں بچھاکر دونوں سُرین اُس پر رکھ کر بیٹھنا۔ (۳۸) داہنا قدم کھڑا رکھنا۔ (۳۹) اور داہنے قدم کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کرنا۔ (۴۰) عورت کو دونوں پاؤں داہنی جانب نکال کر بائیں سُرین پر بیٹھنا۔ (۴۱) دایاں ہاتھ داہنی ران پر (۴۲) اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھنا۔ (۴۳) اور انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا۔ (۴۴) کلمۂ شہادت پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا (۴۵) قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود شریف اور دُعائے ماثورہ پڑھنا۔

نماز کے مستحبات

(۱) حالتِ قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا۔ (۲) رکوع میں قدم کی پُشت پر دیکھنا۔ (۳) سجدہ میں ناک پر نظر رکھنا۔ (۴) قعدہ میں سینے پر نظر جمانا۔ (۵) پہلے سلام میں داہنے شانے کو دیکھنا۔ (۶) اور دوسرے سلام میں بائیں شانے پر نظر کرنا۔ (۷) جماہی آئے تو مُنھ بند کئے رہنا۔ اور اس سے جماہی نہ رُکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے۔ اور اس سے بھی نہ رُکے تو قیام کی حالت میں داہنے ہاتھ کی پُشت سے مُنھ ڈھانپ لے اور قیام کے علاوہ دوسری حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پُشت سے۔ اور جماہی روکنے کا ایک مجرب طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جماہی نہیں آتی تھی۔ دل میں یہ خیال لاتے ہی جماہی کا آنا بند ہوجائے گا۔ (۸) مرد کے لئے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے باہر نکالنا۔ (۹) عورت کے لئے کپڑے کے اندر بہتر ہے (۱۰) جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو دفع کرنا۔ (۱۱) جب مکبّر حیّ علی الفلاح کہے تو امام و مقتدی سب کا کھڑا ہونا۔ (۱۲) جب مکبّر قد قامتِ الصلوٰۃ کہے تو نماز شروع کرسکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہوجانے پر نماز شروع کرے۔ (۱۳) دونوں پنجوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا۔ (۱۴) مقتدی کو امام کے ساتھ نماز شروع کرنا۔ (۱۵) سجدہ زمین پر بلا کچھ بچھائے ہوئے کرنا۔

اب جبکہ آپ نماز صحیح ہونے کے شرائط۔ اور افعالِ نماز کی سب قسموں یعنی فرائضِ نماز۔ واجباتِ نماز۔ اور نماز کی سُنّتوں اور مستحبات کو اچھی طرح سمجھ چکے۔ تو ہم نماز پڑھنے کا طریقہ تحریر کرتے ہیں اس کو بھی خوب سمجھ کر ذہن نشین کر لیجئے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کر کے قبلہ کی طرف مُنہ کرے۔ اور اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں پیروں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رہے۔ اور دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں تک اُٹھائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لَو سے چھو جائیں باقی انگلیاں اپنے حال پر رہیں۔ نہ بالکل ملی ہوئی ہوں نہ بہت پھیلی ہوئی۔ اس حال میں کہ کانوں کی لَو چھوتے ہوئے دونوں ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور نگاہ سجدہ کی جگہ پر ہو۔ پھر نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لا کر ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ داہنی ہتھیلی کی گدّی بائیں کلائی کے سرے پر پہنچوں کے پاس رہے۔ اور بیچ کی تینوں انگلیاں بائیں کلائی کی پیٹھ پر۔ اور انگوٹھا اور چھوٹی انگلی کلائی کے اغل بغل حلقہ کی صورت میں رہے پھر ثنا پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ؕ پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے۔ پھر الحمد پوری پڑھے۔ اور ختم پر آہستہ سے "آمین" کہے۔ اس کے بعد کوئی سورہ یا تین چھوٹی آیتیں، یا ایک لمبی آیت جو تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رُکوع میں جائے۔ اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے اس طرح پکڑے کہ ہتھیلیاں دونوں گھُٹنوں پر ہوں۔ اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں۔ اور پیٹھ برابر بچھی ہو۔ اور سر پیٹھ کے برابر ہو۔ اونچا نیچا نہ ہو۔ اور نظر پیروں کی پُشت پر رہو۔ اور کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ کہے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اور اکیلے نماز پڑھتا ہو تو اس کے بعد رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی

کہے۔ اور دونوں ہاتھ لٹکائے رہے۔ ہاتھوں کو باندھے نہیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ اس طرح کہ پہلے گھُٹنہ زمین پر رکھے۔ پھر ہاتھ۔ پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان میں سر رکھے۔ اس طرح پر کہ پہلے ناک زمین پر رکھے۔ پھر ماتھا۔ اور ناک کی ہڈی کو زمین پر جمائے۔ اور نظر ناک پر رہے۔ اور بازوؤں کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں سے۔ اور رانوں کو پنڈلیوں سے جُدا رکھے۔ اور پاؤں کی سب انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے۔ اس طرح کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما رہے۔ اور ہتھیلیاں بچھی ہوں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے۔ پھر سر اُٹھائے اس طرح کہ پہلے ماتھا۔ پھر ناک۔ پھر مُنھ۔ پھر ہاتھ۔ اور داہنا قدم کھڑا کر کے اُس کی اُنگلیاں قبلہ رُخ کرے۔ اور بایاں قدم بچھا کر اُس پر خوب سیدھا بیٹھ جائے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھُٹنوں کے پاس رکھے۔ اس طور پر کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رُخ ہوں۔ اور انگلیوں کا سرا گھُٹنوں کے پاس ہو۔ پھر ذرا ٹھہر کر اللہ اکبر کہتا ہوا دوسرا سجدہ کرے یہ سجدہ بھی پہلے کی طرح کرے۔ پھر سر اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھُٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے۔ اُٹھتے وقت بلا عُذر ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے۔ یہ ایک رکعت پوری ہو گئی اب پھر صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر الحمد پوری اور کوئی سورۃ پڑھے۔ اور پہلے کی طرح رکوع و سجدہ کرے۔ پھر جب سجدہ سے سر اُٹھائے تو داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے اور پھر یہ پڑھے۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ اس کو "تشہد" کہتے ہیں۔ جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا کے قریب پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھہ کا حلقہ بنائے اور چھوٹی انگلی اور اُس کے پاس والی انگلی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظِ لَا پر کلمہ کی انگلی اُٹھائے۔ مگر اِدھر اُدھر نہ ہلائے اور اِلَّا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کرے۔ اب اگر دو

زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اُٹھ کھڑا ہو۔ اور اسی طرح پڑھے۔ مگر فرض کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورہ ملانا ضروری نہیں۔ اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا اس میں تشہد کے بعد درود شریف۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ پڑھے۔ پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یا اور کوئی دعائے ماثورہ پڑھے۔ مثلاً یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ پھر داہنے شانے کی طرف منہ کرکے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے۔ پھر بائیں شانے کی طرف اسی طرح کہے۔ اب نماز ختم ہوگئی اس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر کوئی دعا۔ مثلاً اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۝ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پڑھے اور منہ پر ہاتھ پھیرے۔

نماز کا یہ طریقہ جو لکھا گیا امام یا تنہا مرد کے پڑھنے کا ہے۔ لیکن اگر نمازی مقتدی ہو۔ یعنی جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو الحمد اور سورہ نہ پڑھے۔ چاہے امام زور سے قرأت کرتا ہو۔ یا آہستہ۔ امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت جائز نہیں۔

نماز میں عورتوں کے چند خاص مسائل

عورتوں کو چاہئے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کی طرح کانوں تک ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ بلکہ صرف مونڈھے تک ہی ہاتھ اُٹھا کر بائیں ہتھیلی سینہ پر رکھ کر اس کی پیٹھ پر داہنی ہتھیلی رکھیں۔ رکوع میں زیادہ نہ جھکیں بلکہ تھوڑا جھکیں یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائے۔ اسی طرح عورتیں رکوع میں پیٹھ سیدھی نہ کریں۔ اور گھٹنوں پر زور نہ دیں بلکہ محض گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیں۔ اور ہاتھوں کی اُنگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ اور پاؤں کچھ جھکا ہوا رکھیں۔ مردوں کی طرح خوب سیدھا نہ کردیں۔ عورتوں کو بالکل سمٹ کر اور پست ہو کر سجدہ کرنا چاہئے یعنی بازو کو کروٹوں سے ملا دیں۔ اور پیٹ کو ران سے۔ اور ران کو پنڈلیوں سے۔ اور پنڈلیوں کو زمین سے ملا دیں۔ اور قعدہ میں التحیات پڑھتے وقت عورتیں بائیں قدم پر نہ بیٹھیں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں۔ اور بائیں سُرین پر بیٹھیں۔ مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔

عورتیں بھی کھڑی ہو کر نماز پڑھیں۔ بہت سی جاہل عورتیں فرض و واجب اور سنت و نفل ساری نمازیں بیٹھ کر پڑھتی ہیں۔ یہ بالکل غلط طریقہ ہے۔ نفل کے سوا کوئی نماز بھی بلا عذر بیٹھ کر پڑھنی جائز نہیں۔ یہ جاہل عورتیں فرض و واجب جتنی نمازیں بغیر عذر بیٹھ کر پڑھ چکی ہیں۔ اُن سب نمازوں کی قضا کریں اور توبہ کریں۔ **مسئلہ**۔ عورت مردوں کی امامت کرے یہ ناجائز ہے۔ ہرگز عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔ اور صرف عورتوں کی جماعت کہ عورت ہی امام ہو اور عورتیں ہی مقتدی ہوں یہ مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ **مسئلہ**۔ عورتوں پر جمعہ اور عیدین کی نماز واجب نہیں پنجوقتہ نمازوں کے لئے بھی عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہے۔

نماز کے بعد ذکر و دُعاء

نماز کے بعد بہت سے اذکار اور دُعاؤں کے پڑھنے کا حدیثوں میں ذکر ہے۔

اُن میں سے جس قدر پڑھ سکے پڑھے۔ لیکن ظہر و مغرب اور عشاء میں تمام وظائف سُنّتوں سے فارغ ہونے کے بعد پڑھیں۔ سُنّت سے پہلے مختصر دُعا پر قناعت چاہیئے۔ ورنہ سُنّتوں کا ثواب کم ہوجائے گا۔ (ردالمحتار)

فائدہ۔ حدیثوں میں جن دُعاؤں کے بارے میں جو تعداد مقرر ہے۔ اُن سے کم یا زیادہ نہ کرے۔ کیونکہ جو فضائل اُن دُعاؤں کے ہیں وہ اُنھیں عددوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان میں کمی یا بیشی کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی تالا کسی خاص قسم کی کنجی سے کُھلتا ہے تو اُس کُنجی کے دندانے کچھ کم یا زائد کر دیں تو اس سے وہ تالا نہ کھلے گا۔ ہاں البتہ اگر گنتی شمار کرنے میں شک ہوجائے تو زیادہ کر سکتا ہے۔ اور یہ زیادہ کرنا گنتی بڑھانے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ گنتی کو یقینی طور پر پوری کرنے کے لئے ہے۔ (ردالمحتار)

ایک مسنون وظیفہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار اور ایک بار آیۃ الکرسی اور ایک بار قُلْ هُوَاللهُ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۝ پڑھے۔ اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ایک بار پڑھے۔ تو اُس کے گُناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں۔ اور وہ نامُراد نہیں رہے گا۔ (مسلم شریف)

جماعت و امامت کا بیان

جماعت کی بہت تاکید ہے۔ اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ بے جماعت کی نماز سے جماعت والی نماز کا ثواب ستائیس گُنا زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۹۵)

مسئلہ۔ مردوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ بلا عذر ایک بار بھی جماعت چھوڑنے والا گنہگار اور سزا کے لائق ہے۔ اور جماعت چھوڑنے کی عادت ڈالنے والا فاسق ہے۔ جس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور بادشاہِ اسلام

اُس کو سزا دے گا اور اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ (ردالمحتار ج۱ ص۳۷۱) **مسئلہ**۔ جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے۔ یعنی بغیر جماعت کے یہ نمازیں ہوں گی ہی نہیں۔ تراویح میں جماعت سُنّتِ کفایہ ہے۔ یعنی محلہ کے کچھ لوگوں نے جماعت سے پڑھی تو سب کے ذمّہ سے جماعت چھوڑنے کی بُرائی جاتی رہی۔ اور اگر سب نے جماعت چھوڑی تو سب نے بُرا کیا۔ رمضان شریف میں وتر کو جماعت سے پڑھنا یہ جماعت مستحب ہے۔ سُنّتوں اور نفلوں کی جماعت مکروہ ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۳۷۱) **مسئلہ**۔ جن عذروں کی وجہ سے جماعت چھوڑنے میں گُناہ نہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) ایسی بیماری کہ مسجد تک جانے میں مشقت اور دُشواری ہو۔ (۲) سخت بارش (۳) بہت زیادہ کیچڑ۔ (۴) سخت سردی۔ (۵) سخت اندھیری رات (۶) آندھی۔ (۷) پاخانہ پیشاب کی حاجت۔ (۸) ریاح کا بہت زور ہونا (۹) ظالم کا خوف۔ (۱۰) قافلہ چھوٹ جانے کا خوف۔ (۱۱) اندھا ہونا۔ (۱۲) اپاہج ہونا (۱۳) اتنا بوڑھا ہونا کہ مسجد تک جانے سے مجبور ہو۔ (۱۴) مال یا سامان یا کھانا ہلاک ہوجانے کا ڈر۔ (۱۵) مفلس کو قرضخواہ کا ڈر۔ (۱۶) بیمار کی دیکھ بھال کہ اگر یہ چلا جائے گا تو بیمار کو تکلیف ہوگی یا وہ گھبرائے گا۔ یہ سب جماعت چھوڑنے کے عُذر ہیں۔ (دُرمختار ج۱ ص۳۷۳) **مسئلہ**۔ عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں۔ دن کی نماز ہو یا رات کی۔ جمعہ کی نماز ہو یا عیدین کی۔ عورت چاہے جوان ہو یا بُڑھیا۔ یوں ہی عورتوں کو ایسے مجمعوں میں جانا بھی ناجائز ہے جہاں عورتوں، مَردوں کا اجتماع ہو۔ (دُرمختار ج۱ ص۳۸۰) **مسئلہ**۔ اکیلا مقتدی اگرچہ لڑکا ہو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو۔ بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ دو سے زیادہ کا امام کے بغل میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۳۸۱) **مسئلہ**۔ پہلی صف میں اور امام کے قریب کھڑا ہونا افضل ہے۔ لیکن جنازہ میں پچھلی صف میں ہونا افضل ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۳۸۳)۔ **مسئلہ**۔ امام ہونے کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص

ہے جو نماز و طہارت وغیرہ کے احکام سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ پھر وہ شخص جو قرأت کا علم زیادہ رکھتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں تو وہ شخص زیادہ حقدار ہے جو زیادہ متقی ہو۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ عمر والا۔ پھر جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔ پھر تہجد گزار۔ غرض کہ چند آدمی برابر درجہ کے ہوں تو ان میں جو شرعی حیثیت سے فوقیت رکھتا ہو وہی زیادہ حقدار ہے۔ (درمختار ج۱ ص۳۷۳) **مسئلہ**۔ فاسق معلن جیسے شرابی۔ زناکار۔ جواری۔ سودخوار۔ داڑھی منڈانے والا۔ یا کٹا کر ایک مشت سے کم رکھنے والا۔ ان لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے۔ اور ان لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور نماز کو دُہرانا واجب ہے (درمختار ج۱ ص۳۷۶) **مسئلہ**۔ رافضی۔ خارجی۔ قادیانی۔ وہابی اور دوسرے تمام بدمذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنی ناجائز و گناہ ہے اگر غلطی سے پڑھ لی تو پھر سے پڑھے۔ اگر دوبارہ نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ (درمختار ج۱ ص۳۷۷) **مسئلہ**۔ گنوار، اندھے۔ حرامی۔ کوڑھی۔ فالج والے۔ برص کی بیماری والا۔ امرد۔ ان لوگوں کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور کراہت اُس وقت ہے جبکہ جماعت میں اور کوئی ان لوگوں سے بہتر موجود ہو۔ اور اگر یہی لوگ امامت کے حقدار ہوں تو کراہت نہیں اور اندھے کی امامت میں تو خفیف کراہت ہے۔ (درمختار ج۱ ص۳۷۶ وغیرہ)

وتر کی نماز

وتر کی نماز واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے وتر کی نماز وقت کے اندر نہیں پڑھی تو وتر کی قضا پڑھنی واجب ہے۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۰۴)

وتر کی نماز تین رکعتیں ایک سلام سے ہیں۔ دو رکعت پر بیٹھے۔ اور صرف التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور تیسری رکعت میں بھی الحمد اور سورۃ پڑھے۔ پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لَو تک اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر پھر ہاتھ باندھ لے اور دُعائے قنوت پڑھے۔ جب دُعائے قنوت پڑھ چکے تو

اللہ اکبر۔ رکوع کرے اور باقی نماز پوری کرے۔

دُعاء قنوت یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ

مسئلہ۔ جو دُعائے قنوت نہ پڑھ سکے تو وہ یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اور جس کو یہ بھی یاد نہ ہو تو تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ پڑھ لے اُس کی وتر ادا ہو جائے گی (عالمگیری ج۱ ص۱۰۴) **مسئلہ**۔ دُعائے قنوت ہر شخص چاہے امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہمیشہ پڑھے ادا ہو یا قضا۔ رمضان میں ہو یا دوسرے دنوں میں۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۰۴) **مسئلہ**۔ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے ہاں البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی بڑا حادثہ واقع ہو تو فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے دُعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں۔ اس کو **قنوتِ نازلہ** کہتے ہیں۔ (درمختار و ردالمحتار ج۱ ص۴۵۱) **مسئلہ**۔ جسے آخری رات میں جاگنے پر اعتماد اور بھروسہ ہو تو بہتر ہے کہ پچھلی رات میں وتر پڑھے ورنہ عشاء کے بعد ہی وتر پڑھ لے۔ (حدیث) **مسئلہ**۔ وتر کی نماز قضا ہو گئی اُس کی قضا پڑھنی واجب ہے۔ اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزر گیا ہو۔ چاہے قصداً قضا ہو گئی ہو یا بھولے سے قضا ہوئی ہو۔ اور جب قضا پڑھے تو اُس میں دُعائے قنوت بھی پڑھے۔ لیکن جب لوگوں کے سامنے قضا پڑھے تو تکبیر قنوت کے لئے ہاتھ نہ اُٹھائے تاکہ لوگوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کی وتر قضا ہو گئی ہے جس کو یہ قضا پڑھ رہا ہے۔ **مسئلہ**۔ رمضان شریف کے علاوہ دوسرے دنوں میں وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے۔ بلکہ اکیلا ہی پڑھے۔ **مسئلہ**۔ وتر کی نماز عشاء کے بعد پڑھ کر سو رہا۔ پھر پچھلی رات کو جاگا تو دوبارہ وتر پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں نفل نمازیں جتنی چاہے پڑھ

سکتا ہے۔ (غنیہ) مسئلہ۔ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا بہتر ہے اس کی پہلی
رکعت میں اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکفرون پڑھنا بہتر
ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر یہ شخص رات میں نہ اُٹھا تو اس کی یہی دو رکعت
نفل تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ اور اُس کو تہجد کا ثواب مل جائے گا یہ مضامین
بہت سی احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ مسئلہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم جب وتر میں سلام پھیرتے تو تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کہتے۔ اور تیسری بار
بلند آواز سے کہتے۔ مسئلہ۔ نماز وتر میں حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی
رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی ہے۔ لہٰذا کبھی کبھی تبرکاً ان سورتوں کو پڑھے۔ (عالمگیری)
اور کبھی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ کی جگہ انا انزلنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے پڑھی ہے۔

قراءت کے چند ضروری مسائل

مسئلہ۔ فجر و مغرب و عشاء کی دو پہلی رکعتوں اور جمعہ و عیدین و تراویح و
وتر رمضان کی سب رکعتوں میں امام پر جہر سے قراءت کرنا واجب ہے۔ اور مغرب کی
تیسری اور عشاء کی تیسری چوتھی اور ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ قراءت کرنا واجب
ہے۔ (دُرمختار وغیرہ) مسئلہ۔ جہر سے قراءت کے یہ معنی ہیں کہ اتنے زور سے پڑھے
کہ دوسرے لوگ یعنی وہ لوگ کہ پہلی صف میں ہیں سُن سکیں۔ یہ ادنیٰ درجہ جہر کا ہے
اور اعلیٰ درجہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اور آہستہ پڑھنے کی حد یہ ہے کہ خود سُن سکے۔ (عامۂ کتب) مسئلہ
اس طرح پڑھنا کہ فقط ایک دو آدمی جو اُس کے قریب ہیں سُن سکیں۔ یہ جہر سے پڑھنا نہیں
ہے۔ بلکہ یہ آہستہ پڑھنا مانا جائے گا۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ حاجت سے زیادہ
اس قدر بلند آواز سے قراءت کرنا کہ خود اپنے لئے یا دوسرے کے لئے باعث تکلیف
ہو مکروہ ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ۔ جہری نمازوں میں تنہا پڑھنے والے کو اختیار ہے

چاہے جہر کرے یا آہستہ پڑھے۔ لیکن ادا پڑھے تو جہر افضل ہے اور قضا پڑھے تو آہستہ
پڑھنا واجب ہے۔ (درمختار) مسئلہ۔ سورت ملانا بھول گیا۔ رکوع میں یاد آیا تو
کھڑا ہو جائے اور سورت ملائے اور رکوع کرے۔ اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔ اگر
دوبارہ رکوع نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ فرض کی پہلی رکعتوں میں
سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا اور رکوع سے پہلے یاد آگیا تو سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر سورۃ
ملائے۔ اور اگر رکوع میں یاد آیا تو رکوع سے کھڑا ہو جائے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر
سورہ ملائے۔ پھر رکوع کرے۔ اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔ اخیر
میں سجدۂ سہو بھی کرے۔ (دُرمختار۔ ردالمحتار) مسئلہ۔ کم سے کم ایک آیت کا حفظ
کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرضِ
کفایہ ہے۔ اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورۃ، یا اس کے مثل مثلاً تین
چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کو حفظ کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر واجبِ عین ہے۔
(دُرمختار) مسئلہ۔ فرض نمازوں میں ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرے۔ اور تراویح میں درمیانی
انداز پر اور رات کی نفل نمازوں میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے۔ مگر ایسا پڑھے کہ الفاظ
سمجھ میں آسکیں۔ اگر اس قدر جلد پڑھا کہ الفاظ سمجھ میں نہ آسکیں تو ایسا پڑھنا حرام
ہے۔ کیونکہ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)۔ مسئلہ
دونوں رکعتوں میں فرض نماز کے اندر ایک ہی سورۃ کو پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جب کہ
کوئی مجبوری نہ ہو۔ اور اگر مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں پوری
قل اعوذ برب الناس پڑھی تو اب دوسری رکعت میں بھی یہی پڑھے۔ یا دوسری رکعت
میں بلا قصد پہلی سورۃ شروع کر دی۔ یا دوسری سورۃ یاد نہیں آئی تو وہی پہلی پڑھے۔
(ردالمحتار) مسئلہ۔ نفل نمازوں میں دونوں رکعتوں کے اندر ایک ہی سورۃ کو
مکرر پڑھنا۔ یا ایک رکعت میں اسی سورہ کو بار بار پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ (غنیہ)
مسئلہ۔ قرآن مجید کو اُلٹا پڑھنا کہ دوسری رکعت میں پہلی والی سے اوپر کی سورۃ
پڑھے یہ مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں قُل یا ایھا الکفرون پڑھی اور دوسری رکعت

میں الم ترکیف پڑھی تو یہ مکروہ تحریمی ہوا (دُرِّمختار وغیرہ) ایسا کرنے پر سخت وعید
آئی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن اُلٹا کر
پڑھتا ہے۔کیا خوف نہیں کرتا؟ کہ اللہ اُس کا دل اُلٹ دے۔اور اگر بھول کر ایسا
کردے تو گناہ نہیں۔**مسئلہ**۔بھول کر دوسری رکعت میں اوپر کی سورۃ شروع
کردی پھر یاد آیا۔تو جو شروع کر چکا ہے اُسی کو پورا کرے اگرچہ ابھی ایک ہی حرف
پڑھا ہو۔مثلاً پہلی رکعت میں قل یاایھا الکفرون پڑھی۔اور دوسری رکعت میں
بھول کر الم ترکیف شروع کردی۔اب یاد آیا تو الم ترکیف ہی پڑھے۔اذا جاء
پڑھنے کی اجازت نہیں۔**مسئلہ**۔قرأت میں اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی
بگڑ گئے تو نماز فاسد ہوگئی۔اور اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی نہیں بگڑے تو نماز
ہوگئی۔**مسئلہ**۔زیر۔زبر۔پیش کی غلطیاں اگر ایسی ہوں جن سے معنی نہ بگڑتے ہوں
تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔جیسے نَعْبُدُ میں بے پر زبر پڑھ دیا۔اور اگر معنی بگڑ گئے۔
مثلاً اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں کاف پر زیر۔مُطَہَّرُ الْمُنْذَرِیْنَ میں ذال پر زیر۔
اَلْمُصَوِّرُ میں واؤ کو زبر پڑھ دیا تو نماز دُہرائے۔(عالمگیری وغیرہ) **مسئلہ**۔قرأت
میں ایک لفظ کو چھوڑ دیا اور معنی نہیں بگڑے تو نماز فاسد نہیں ہوئی جیسے جَزَآءُ
سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا میں دوسرے سَیِّئَۃٌ کو نہ پڑھا۔تو نماز فاسد نہ ہوئی کیونکہ
معنی نہیں بگڑے۔اور اگر معنی بگڑ گئے تو نماز فاسد ہوجائے گی مثلاً لَا یُؤْمِنُوْنَ میں
اگر لا کو چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔کیونکہ معنی بگڑ گئے۔اس لئے کہ لَا یُؤْمِنُوْنَ
کے معنی یہ ہیں کہ "ایمان نہیں لاتے ہیں" اور یُؤْمِنُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ "ایمان لاتے
ہیں" بالکل ہی معنی بدل کر بگڑ گئے۔**مسئلہ**۔اگر ایک لفظ کے بدلے میں دوسرا لفظ
پڑھا۔تو اگر معنی خراب نہیں ہوئے جب تو نماز ہوجائے گی۔جیسے عَلِیْمٌ کی جگہ حَکِیْمٌ
پڑھ دیا۔تو نماز ہوجائے گی۔اور اگر فَاعِلِیْنَ کی جگہ غٰفِلِیْنَ پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگئی
بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ معنی کے بگڑنے اور نہ بگڑنے پر دار و مدار ہے۔جہاں اور جب بھی معنی
بگڑ جائیں تو نماز نہیں ہوگی۔اور جہاں اور جب بھی معنی درست رہیں تو نماز ہوجائے گی۔
(عالمگیری و عامۂ کتب فقہ)

نماز کے باہر قرآن پڑھنے کے مسائل

مسئلہ۔قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔کیونکہ اس
میں قرآن مجید کو پڑھنا بھی ہے اور قرآن مجید کو دیکھنا بھی ہے۔اور قرآن مجید
کو چھونا بھی ہے اور یہ تینوں ہی عبادت ہیں۔**مسئلہ**۔مستحب یہ ہے کہ باوضو،
قبلہ رو، اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے۔اور شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا واجب
ہے۔اور سورۃ کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا سنّت ہے۔اور سورۃ کے درمیان میں بسم اللہ
پڑھنا مستحب ہے۔(غُنیہ وغیرہ) **مسئلہ**۔تین دن سے کم میں قرآن کا ختم خلافِ
اَولیٰ ہے۔کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین دن تین رات سے
کم میں قرآن پورا ختم کرلیا اُس نے قرآن کو نہیں سمجھا۔(ابوداؤد و ترمذی وغیرہ)
مسئلہ۔لیٹ کر قرآن پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ پاؤں سمٹے ہوئے ہوں۔اور مُنھ
کُھلا ہو۔یوں ہی چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی قرآن کی تلاوت جائز ہے
جب کہ دل نہ بٹے۔ورنہ مکروہ ہے۔(غُنیہ) **مسئلہ**۔غسل خانہ، پاخانہ اور
نجاست کی جگہوں میں قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے۔**مسئلہ**۔جب قرآن مجید
بلند آواز سے پڑھا جائے تو حاضرین پر سننا فرض ہے جب کہ وہ مجمع قرآن مجید
سننے کے لئے جمع ہوا ہو۔ورنہ ایک کا سننا کافی ہے۔اگرچہ اور لوگ اپنے کام میں مشغول
ہوں۔(غُنیہ و فتاویٰ رضویہ) **مسئلہ**۔مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ ناجائز
ہے۔اکثر تیجوں کی قرآن خوانی میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھتے ہیں یہ حرام ہے۔اگر
چند شخص پڑھنے والے ہوں۔تو حکم ہے کہ سب آہستہ پڑھیں۔(دُرِّمختار وغیرہ)
مسئلہ۔جہاں کوئی شخص علمِ دین پڑھا رہا ہو۔یا طالبِ علم تکرار کرتے یا مطالعہ کرتے
ہوں وہاں بھی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔(غُنیہ) **مسئلہ**۔تلاوت
کرتے ہوئے کوئی عالم دین یا اُستاذ یا باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اُس کی تعظیم کو
کھڑا ہوسکتا ہے۔(غُنیہ) **مسئلہ**۔قرآن مجید نہایت باریک قلم سے لکھ کر چھوٹا کردینا

جیساکہ آجکل بعض مطابع نے تعویذی قرآن شریف چھاپا ہے کہ وہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تحقیر کی صورت ہے۔(غنیہ) بلکہ حمائل بھی نہیں چھپوانا چاہئے **مسئلہ** قرآن مجید بھلا دینا بہت بڑا گناہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو قرآن مجید پڑھ کر بھول جائے وہ قیامت کے دن کوڑھی ہوکر آئے گا۔(ابوداؤد و نسائی وغیرہ)

مسئلہ۔قرآن مجید کے حروف کو صحیح مخارج سے ادا کرنا ضروری ہے۔ط۔ت۔اور س۔ث۔ص۔اور ذ۔ز۔ظ۔اور ا۔ء۔ع ان حرفوں میں صحیح طور پر امتیاز رکھیں نماز میں قرآن پڑھیں یا نماز کے باہر پڑھیں حرفوں کی ادائیگی ہر جگہ ضروری ہے۔ اگر حرفوں کے صحیح ادا نہ ہونے سے معنی بگڑ گئے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔اور گنہگار بھی ہوگا۔اس لئے حرفوں کی ادائگی کو سیکھنا ہر شخص پر لازم ہے۔مگر افسوس کہ عوام تو عوام بعض علمائے کرام بھی اس سے غافل ہیں۔یہاں تک کہ س۔ش۔اور ق۔ک۔میں بھی بعض فرق نہیں کرتے۔(افسوس)

درود شریف کے فضائل و مسائل

حدیث۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایاکہ قیامت کے دن مجھ سے سب میں زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ صفحہ)

حدیث۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ اُس شخص کی ناک خاک میں ملے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔اور اُس شخص کی ناک خاک میں ملے کہ جس کے پاس رمضان شریف آیا۔اور اُس کی مغفرت سے پہلے چلا گیا اور اُس شخص کی ناک خاک میں ملے جس نے ماں باپ دونوں یا ایک کو اُن کے بڑھاپے میں پایا۔اور انھوں نے اُس کو جنت میں داخل نہ کیا (یعنی اُن کی خدمت و اطاعت نہ کی۔کہ جنت کا مستحق ہوجاتا) (مشکوٰۃ ج۱ صفحہ)

حدیث۔حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض

کی یارسول اللہ! میں بکثرت درود پڑھتا ہوں تو میں حضور پر درود کے لئے کتنا وقت مقرر کروں؟ فرمایا جو تم چاہو۔عرض کی چوتھائی؟ فرمایا جو تم چاہو۔اور اگر زیادہ کرو تو اس میں تمھارے لئے بہتری ہے۔میں نے عرض کی نصف؟ فرمایا جو تم چاہو۔اور زیادہ کرو تو تمھارے لئے بھلائی ہے۔میں نے عرض کی دو تہائی؟ فرمایا جو تم چاہو۔اگر زیادہ کرو تو تمھارے لئے بہتری ہے۔میں نے عرض کی تو کُل وقت درود ہی کے لئے مقرر کردوں؟ فرمایا ایسا ہے تو یہ تمھارے کاموں کی کفایت کرے گا اور تمھارے گُناہوں کا کفّارہ ہوجائے گا۔(مشکوٰۃ ج۱ صفحہ)

مسئلہ۔عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے۔اور ہر جلسۂ ذکر میں درود شریف پڑھنا واجب۔خواہ خود نام اقدس لے۔یا دوسرے سے سُنے اور اگر مجلس میں سَو مرتبہ نامِ اقدس کا ذکر ہو تو ہر بار درود شریف پڑھنا چاہئے۔اگر نام اقدس خود لیا یا کسی سے سُنا اور اُس وقت درود شریف نہ پڑھ سکا تو کسی دوسرے وقت میں اُس کے بدلے کا پڑھ لے۔(دُرِّ مختار وغیرہ) **مسئلہ**۔اگر گاہک کو سودا دکھاتے وقت اس غرض سے درود شریف پڑھا تاکہ گاہک کی نظر میں اُس چیز کا عمدہ ہونا ظاہر کرے۔یا کسی بڑے کو دیکھ کر درود شریف اس نیت سے پڑھا کہ لوگوں کو اُس کے آنے کی خبر ہوجائے اور لوگ اُس آدمی کی تعظیم کریں۔تو اس غرض اور اس نیت سے درود شریف پڑھنا ناجائز ہے۔خُدا کی رضا اور ثواب کی نیت سے درود شریف پڑھنا چاہئے۔(درمختار و ردالمحتار) **مسئلہ**۔جہاں تک بھی ممکن ہو درود شریف بکثرت پڑھنا مستحب ہے۔اور خصوصیت کے ساتھ ان جگہوں میں اور ان موقعوں پر خاص طور سے مستحب ہے۔(۱) جمعہ کے دن (۲) جمعہ کی رات میں (۳) صبح کو۔(۴) شام کو۔(۵) مسجد میں جاتے وقت۔(۶) مسجد سے نکلتے وقت (۷) روضۂ انور کی زیارت کے وقت۔(۸) صفا و مروہ پر (۹) خُطبہ میں (۱۰) اذان کے جواب کے بعد۔(۱۱) ملاقات و جُدائی کے وقت۔(۱۲) بوقت اقامت (۱۳) دُعا کے اول و آخر و درمیان میں۔(۱۴) دُعائے قنوت کے بعد۔(۱۵) حج میں لبیک

سے فارغ ہونے کے بعد۔ (۱۶) وضو کرتے وقت۔ (۱۷) جب کوئی چیز بھول جائے
اُس وقت۔ (۱۸) وعظ کہنے کے وقت۔ (۱۹) پڑھنے کے وقت۔ (۲۰) پڑھانے کے
وقت خصوصاً حدیث شریف پڑھنے پڑھانے میں اول و آخر۔ (۲۱) سوال لکھنے
وقت۔ (۲۲) فتویٰ تحریر کرتے وقت۔ (۲۳) کتاب تصنیف کرتے وقت۔ (۲۴) نکاح
و منگنی کے وقت۔ (۲۵) جب کوئی بڑا کام کرنا ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک
لکھے تو درود شریف ضرور لکھے کہ بعض علماء کے نزدیک اس وقت درود شریف
لکھنا واجب ہے۔ (درمختار و ردالمحتار) مسئلہ۔ آجکل بعض لوگ درود شریف
کے بدلے صلعم۔ عم۔ ص۔ م۔ لکھتے ہیں یہ ناجائز اور سخت حرام ہے۔ یوں ہی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی جگہ رض۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جگہ رح لکھتے ہیں۔ یہ بھی نہ چاہئے۔ جن لوگوں
کے نام محمد یا احمد یا علی یا حسن یا حسین ہوتے ہیں۔ ان ناموں پر ص۔ م۔ بناتے ہیں
یہ بھی ممنوع ہے کہ اس جگہ تو یہ شخص مراد ہے۔ اس پر درود کا اشارہ کیا معنی رکھتا
ہے؟ (طحطاوی وغیرہ) مسئلہ۔ فرض نمازوں میں قعدۂ اخیرہ کے علاوہ درود شریف
پڑھنا نہیں ہے۔ اور نفلوں کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔
(درمختار)

نماز فاسد کرنے والی چیزیں

نماز میں بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ چاہے جان بوجھ کر بولے، یا بھول کر
بولے۔ زیادہ بولے، یا ایک ہی بات بولے۔ اپنی خوشی سے بولے یا کسی کے مجبور کرنے
سے بولے۔ بہرحال نماز ٹوٹ جائے گی۔ اسی طرح زبان سے کسی کو سلام کرے عمداً ہو
یا سہواً نماز جاتی رہے گی۔ یوں ہی سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔
کسی کی چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہا۔ یا خوشی کی خبر سن کر الحمد للہ
کہا۔ یا بری خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ تو ان سب صورتوں میں نماز
ٹوٹ جائے گی۔ لیکن اگر خود نماز پڑھنے والے کو چھینک آئی تو حکم ہے کہ وہ چپ رہے
لیکن اگر اس نے الحمد للہ کہہ دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ نماز پڑھنے والے

نے اپنے امام کے غیر کو لقمہ دے دیا تو اُس کی نماز ٹوٹ گئی۔ اور اگر اُس نے لقمہ
دیا تو اُس کی نماز بھی جاتی رہے گی اور غلط لقمہ دینے والے کی نماز جاتی رہتی ہے
مسئلہ۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کے الف کو کھینچ کر آللہ اکبر کہا۔ یا اکبر کہا۔ یا اکبار
کہا۔ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ اسی طرح نستعین کو الف کے ساتھ نستا عین
پڑھنا۔ اور انعمت کے ت کو پیش یا زیر یعنی انعمتُ یا انعمتِ پڑھنے سے بھی
نماز جاتی رہتی ہے۔ مسئلہ۔ آہ۔ اوہ۔ اُف۔ تُف۔ درد یا مصیبت کی وجہ سے
کہا یا آواز کے ساتھ رو دئے اور کچھ حرف پیدا ہو گئے تو ان سب صورتوں میں نماز
ٹوٹ جائے گی۔ لیکن اگر مریض کی زبان سے حالتِ نماز میں بے اختیار آہ۔ یا اوہ۔
نکل گیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اسی طرح چھینک۔ کھانسی۔ جماہی اور ڈکار
یا اِن میں جتنے حروف مجبوراً زبان سے نکل جاتے ہیں معاف ہیں اور ان سے نماز نہیں
ٹوٹتی۔ مسئلہ۔ دانتوں کے اندر کوئی کھانے کی چیز اٹکی ہوئی تھی۔ نماز پڑھتے ہوئے
زبان چلا کر اس کو نکال لیا اور نگل گیا۔ اگر وہ چیز چنے کی مقدار سے کم ہے تو نماز
مکروہ ہوئی۔ اور اگر چنے کے برابر ہے تو نماز ٹوٹ گئی۔ مسئلہ۔ نماز پڑھتے ہوئے
زور سے قہقہہ لگا کر ہنس دیا تو نماز بھی ٹوٹ گئی اور وضو بھی ٹوٹ گیا۔ پھر سے وضو
کرکے نئے سرے سے نماز پڑھے۔ مسئلہ۔ عورت نماز پڑھ رہی تھی بچے نے اس کی
چھاتی چوسی اگر دودھ نکل آیا تو نماز جاتی رہی اور اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں
ٹوٹی۔ مسئلہ۔ نماز میں کرتا یا پاجامہ یا تہبند باندھا۔ یا دونوں ہاتھ سے کمر بند
باندھا۔ یا کچھ کھا پی لیا۔ یا دونوں ہاتھ سے اٹھا کر کسی چیز کو پھینک دیا۔ یا اپنی طرف
کھینچ لیا۔ تو نماز ٹوٹ گئی۔ مسئلہ۔ ایک رُکن میں تین بار بدن کھجلانے
سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ تین مرتبہ کھجلانے کا یہ مطلب ہے کہ ایک مرتبہ کھجلایا
پھر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجلایا اور ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجلایا یہ تین مرتبہ ہو گیا۔ اور اگر
ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ ہاتھ کو ہلا کر کھجلایا۔ مگر ہاتھ نہیں ہٹایا اور بار بار
کھجلاتا رہا تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجلانا کہا جائے گا۔ (عالمگیری ج۱ ص ۹۲)۔

مسئلہ۔ مسبوق نے یہ خیال کرکے کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے سلام پھیر دیا
تو نماز فاسد ہوگئی۔ (عالمگیری)۔ مسئلہ۔ عشاء کی نماز میں یہ خیال کرکے کہ تراویح
ہے دو رکعت پر سلام پھیر دیا یا ظہر کو جمعہ خیال کرکے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔
یا مقیم نے اپنے کو مسافر خیال کرکے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ تو ان سب صورتوں
میں نماز فاسد ہوگئی۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ کسی کو چوپایہ نے ایک دم تین قدم
کے برابر کھینچ لیا یا ڈھکیل دیا تو نماز فاسد ہوگئی۔ مسئلہ۔ نماز پڑھنے والے کو ایکدم
کسی آدمی نے اُٹھا لیا پھر وہیں رکھ دیا۔ اگر قبلہ سے سینہ نہ پھرا تو نماز فاسد نہ
ہوئی۔ اور اگر اُٹھا کر سواری پر رکھ دیا تو نماز جاتی رہی۔ مسئلہ۔ اگر لگاتار تین بال
اُکھیڑے یا تین جوئیں ماریں یا ایک ہی جوئیں یا کھٹمل یا مکھی کو تین بار مارا تو نماز
فاسد ہوگئی۔ اور اگر لگاتار نہیں مارا تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ مگر مکروہ ہے۔ (عالمگیری
وغنیہ) مسئلہ۔ نماز کی حالت میں سانپ، بچھو کو مارنا اُس وقت مباح ہے کہ
سامنے سے گزرے اور ایذا دینے کا خوف ہو۔ اور اگر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ
نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ سانپ بچھو کو مارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی
جبکہ نہ تین قدم چلنا پڑے نہ تین ضرب کی حاجت ہو۔ اور اگر تین قدم چلنا پڑے یا
تین ضرب مارنا پڑے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ مگر جب ایذا کا اندیشہ ہو تو مارنے کی
اجازت ہے اگرچہ نماز فاسد ہو جائے۔ (عالمگیری وغنیہ) مسئلہ۔ نمازی کے
آگے سے گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت یا کوئی جانور
لیکن نمازی کے آگے سے گزرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے
کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جان لیتا کہ اُس پر کتنا بڑا گناہ ہے؟ تو وہ زمین
میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ
نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس میں کتنا بڑا گناہ ہے تو چالیس تک
کھڑے رہنے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ اس حدیث کے راوی کا بیان ہے کہ میں نہیں
جانتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینہ یا چالیس

برس (ترمذی ج۱، ص۴۵) مسئلہ۔ نمازی کے آگے سُترہ ہو۔ یعنی کوئی چیز جس سے آڑ
ہو جائے تو سُترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (عامہ کتب فقہ)۔
مسئلہ۔ سُترہ ایک ہاتھ کے برابر اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ
تین ہاتھ اونچا ہو۔ اس کو نمازی اپنے آگے قریب ہی میں گاڑ دے۔ اور اگر گاڑنا
ممکن نہ ہو تو وہ لمبی لمبی رکھ دے۔ اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے۔ تو
اپنے سامنے ایک لکیر کھینچ دے چاہے لمبی لکیر ہو چاہے کمان کی شکل کی۔ اور اگر سُترہ کیلئے
کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اُس کے پاس کوئی گٹھری، یا ہینڈ بیگ یا جھولا یا کوئی کتاب
ہو تو اُسی کو سامنے رکھ لے۔ (ردالمحتار) مسئلہ۔ مسجد حرام شریف میں نماز پڑھتا ہو
تو طواف کرنے والے اُس کے آگے سے گزر سکتے ہیں۔ (ردالمحتار)

وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ تحریمی ہیں

اگر ان مکروہات میں سے کچھ چیز پائی گئی۔ تو اُس نماز کو دُہرا لینا واجب ہے۔
اور وہ یہ ہیں۔ (۱) کپڑے یا بالوں یا بدن کے ساتھ کھیلنا۔ (۲) کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ
میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑوں کو اُٹھا لینا۔ (۳) کپڑا لٹکانا۔ مثلاً سر یا مونڈھے
پر کپڑا اس طرح ڈالنا کہ اُس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ اگر ایک کنارہ مونڈھے پر
ڈال لیا۔ اور دوسرا کنارہ لٹکتا رہا تو کوئی حرج نہیں۔ (۴) آستین آدھی کلائی سے زیادہ
چڑھا لینا۔ (۵) شدت کے ساتھ پیشاب پاخانہ معلوم ہونے کے وقت نماز پڑھنا۔
(۶) ریاح کے غلبہ کے ساتھ نماز پڑھنا۔ (۷) سجدہ گاہ سے بار بار کنکریاں ہٹانا۔ مگر
جبکہ پورے طور پر سُنت کے مطابق سجدہ نہ ہو سکے۔ تو صرف ایک بار ہٹانے میں کوئی
حرج نہیں۔ (۸) انگلیاں چٹخانا۔ (۹) انگلیوں کی قینچی باندھنا۔ یعنی ایک ہاتھ کی
انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔ (۱۰) نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا۔ (۱۱)
اِدھر اُدھر مُنھ پھیر کر دیکھنا۔ (۱۲) نگاہ کو آسمان کی طرف اُٹھانا۔ (۱۳) کُتے کی طرح
بیٹھنا۔ (۱۴) مرد کا سجدہ میں کلائی کو زمین پر بچھانا۔ (۱۵) کسی شخص کے مُنھ کے سامنے

نماز پڑھنا۔ (۱۶) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہوں۔ (۱۷) عمامہ اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر عمامہ کا پیچ نہ رہے۔ (۱۸) ناک اور منہ کو چھپا رکھنا (۱۹) بے ضرورت کھنکھار نکالنا۔ (۲۰) قصداً جماہی لینا۔ (۲۱) جس کپڑے میں کسی جاندار کی تصویر ہو اُس کو پہن کر نماز پڑھنا۔ ہاں اگر اُس پر کوئی دوسرا کپڑا پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو کوئی حرج نہیں۔ (۲۲) کسی جاندار کی تصویر نمازی کے سر کے اوپر چھت میں ہونا۔ (۲۳) یا تصویر نمازی کے آگے ہونا یا سجدہ کی جگہ پر ہونا۔ یا نمازی کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہونا مگر ان تینوں آخری صورتوں میں کراہت جب ہے کہ تصویر لٹکی ہوئی ہو۔ یا دیوار میں بنی ہوئی ہو۔ اور اگر دائیں بائیں یا پیچھے زمین پر پڑی ہوئی ہو اور اُس پر سجدہ بھی نہ ہو تو کراہت نہیں۔ (۲۴) اُلٹا قرآن مجید پڑھنا۔ (۲۵) کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا۔ یوں ہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ میں چلے جانا۔ (۲۶) قیام کے علاوہ نماز میں کسی اور موقع پر قرآن پڑھنا۔ (۲۷) یا رکوع میں قرأت کو ختم کرنا۔ (۲۸) امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجدہ میں جانا۔ یا امام سے پہلے سر اُٹھانا۔ (۲۹) صرف پاجامہ یا تہبند باندھ کر نماز پڑھنا۔ جب کہ کُرتا، چادر وغیرہ موجود ہو۔ اور اگر دوسرا کپڑا نہ ہو تو معاف ہے۔ (۳۰) امام کا کسی آنے والے مقتدی کی خاطر نماز کو لمبی کر دینا جبکہ امام اُس کو پہچانتا ہو۔ اور اُس کی خاطر و مدارات کے لئے نماز لمبی کر دی ہو۔ (۳۱) جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر نماز میں شامل ہو جانا پھر صف میں داخل ہونا۔ (۳۲) غصب کی ہوئی زمین میں نماز پڑھنا۔ (۳۳) یا دوسرے کے کھیت میں نماز پڑھنا جب کہ اُس میں کھیتی موجود ہو۔ (۳۴) کسی قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔ (۳۵) کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا۔ (۳۶) اُلٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا۔ (۳۷) کُرتا، شیروانی صدری کے بٹن کھولے ہوئے نماز پڑھنا جب کہ نیچے بنیائن وغیرہ نہ ہو اور سینہ کھُلا رہے۔ اور اگر بنیائن وغیرہ سینہ سے چھپا رہے جب بھی مکروہ تنزیہی۔ (۳۸) مرد کا سر پر جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔ اور اگر نماز کی حالت میں جوڑا باندھا تو نماز فاسد ہوگی۔

وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ تنزیہی ہیں

اگر ان مکروہات میں سے کوئی چیز نماز میں پائی گئی تو اس نماز کو دُہرانا واجب نہیں۔ لیکن بہتر اور اچھا یہ ہے کہ اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) سجدہ یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیحوں سے کم کرنا۔ ہاں اگر وقت میں تنگی یا ریل گاڑی چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو حرج نہیں۔ (۲) اچھے کپڑے موجود ہوتے ہوئے کام کاج کے معمولی اور میلے کپڑوں میں نماز پڑھنا۔ (۳) منہ میں کوئی چیز لئے ہوئے نماز پڑھنا۔ (۴) سُستی یا گرمی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔ (۵) پیشانی سے خاک یا تنکے چھڑانا جب کہ ان کی وجہ سے نماز میں کوئی تشویش نہ ہوتی ہو۔ اور اگر نماز میں گھبراہٹ ہوتی ہو یا دل بٹتا ہو تو حرج نہیں۔ اور نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد تو پیشانی سے خاک اور گرد کو چھڑانے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ چھڑا دینا بہتر ہے تاکہ ریا نہ آنے پائے (۶) نماز میں انگلیوں اور آیتوں اور سورتوں اور تسبیحات کو گننا۔ ہاں اگر پوروں کو دبانے سے تعداد کو محفوظ رکھے اور سب انگلیاں مسنون طریقے پر اپنی جگہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۷) ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا۔ (۸) بلا عذر پالتی مار کر بیٹھنا۔ (۹) دامن یا آستین سے ایک دو مرتبہ ہوا کرنا اور اگر بہت مرتبہ ہوا کی یا پنکھا جھلا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱۰) اسبال یعنی حد سے زیادہ کپڑا لمبا کر لینا جیسے کُرتے کے دامنوں اور پائجامہ کے پائچوں کو ٹخنوں سے نیچا رکھنا۔ اور آستینوں کو انگلیوں سے نیچے رکھنا۔ اور عمامہ کے شملہ کو اتنا لمبا رکھنا کہ بیٹھنے میں دبے۔ (۱۱) انگڑائی لینا۔ (۱۲) اکیلا نماز پڑھنے والے کو جماعت کی صف میں کھڑا ہونا۔ (۱۳) مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا جب کہ صف میں جگہ موجود ہو۔ اگر صف میں جگہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ (۱۴) فرض کی ایک رکعت میں کسی آیت یا کسی سورۃ کو بلا ضرورت اور بغیر کسی عذر کے بار بار پڑھنا۔ اور اگر عذر سے ہو مثلاً سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری کوئی سورۃ یاد نہیں آ رہی ہے۔ اور وہ رکعت کو لمبی کرنا چاہتا

ہے۔ تو اُسی سورۃ کو بار بار پڑھ دے تو حرج نہیں۔ (۱۵) سجدہ میں جاتے وقت گھٹنے سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھنا۔ (۱۶) سجدے سے اُٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اُٹھانا جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اور اگر عذر ہو حرج نہیں۔ (۱۷) رکوع میں سر کو پیٹھ سے نیچا یا اونچا کرنا (۱۸) اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور ثنا اور آمین کو بلند آواز سے کہنا۔ یا اُن اذکار کو ان کی جگہوں سے ہٹا کر پڑھنا۔ (۱۹) بغیر عذر کے دیوار یا لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑا ہونا (۲۰) رکوع میں گھٹنوں پر اور سجدوں میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا۔ (۲۱) عمامہ یا ٹوپی کو اُتار کر زمین پر رکھ دینا یا زمین سے اُٹھا کر سر پہ رکھ لینا۔ (۲۲) آستین کو بچھا کر سجدہ کرنا تاکہ پیشانی پر مٹی نہ لگ جائے۔ (۲۳) نماز میں داہنے بائیں جھومنا۔ (۲۴) آیت رحمت پر سوال کرنا اور آیت عذاب پر پناہ مانگنا امام و مقتدی کو مکروہ ہے تنہا فرض پڑھنے والے اور نفل پڑھنے والے کو اس کی اجازت ہے۔ (۲۵) اُٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اُٹھانا۔ (۲۶) سجدہ وغیرہ میں انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دینا۔ (۲۷) امام کو تنہا محراب کے اندر کھڑا ہونا لیکن اگر مسجد تنگ ہو جائے تو امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ (۲۸) امام کا دروں میں کھڑا ہونا۔ (۲۹) جماعت اولیٰ میں امام کا مسجد کے کنارے میں کھڑا ہونا سُنّت یہ ہے کہ جماعت اولیٰ میں امام مسجد کے درمیان میں کھڑا ہو۔ اور اسی بیچ مسجد کا نام محراب ہے۔ (۳۰) امام کا تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہونا۔ (۳۱) امام کا نیچے کھڑا ہونا اور سب مقتدیوں کا بلند جگہ پر کھڑا ہونا۔ (۳۲) کعبہ معظمہ اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۳۳) ہتھیار بدن پر لگائے ہوئے جبکہ اس سے دل بٹتا ہو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر اس سے دل نہ بٹے تو حرج نہیں۔ (۳۴) جلتی آگ نمازی کے آگے ہونا۔ (۳۵) ہاتھ میں کوئی سامان لے کر نماز پڑھنا۔ (۳۶) نمازی کے سامنے گوبر وغیرہ نجاست کا پڑا ہونا۔ (۳۷) سجدہ میں ران کو پیٹ سے ملا دینا۔ (۳۸) ہاتھ سے مکھی مچھر اُڑا دینا۔ (۳۹) نمازی کے آگے ایسی زینت اور کھیل کود کا سامان ہونا جس سے دل مشغول ہو جائے۔

(۴۰) ان جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عام راستہ پر۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔ مذبح۔ قبرستان۔ غسلخانہ۔ جانوروں کے اصطبل۔ پاخانہ کی چھت پر۔ میدان میں بلا سترہ کے۔

کن صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے؟

مسئلہ۔ سانپ کے کاٹ لینے کا صحیح اندیشہ ہو۔ یا بھاگے ہوئے جانور کو پکڑنے کے لئے۔ یا بھیڑیا سے بکری کو چھڑانے کے لئے یا ایک درہم کے نقصان کا خوف مثلاً دودھ اُبل جائے گا۔ یا گوشت ترکاری کے جل جانے کا خوف ہو۔ یا ایک درہم کا سامان لے کر بھاگنے والے چور کو پکڑنے کے لئے۔ ان صورتوں میں نماز توڑ دینے کی اجازت ہے۔ (عالمگیری و دُرمختار ص۴۴۰) **مسئلہ۔** اگر پیشاب پاخانہ کی شدید حاجت پیش ہو جائے۔ یا بدن یا کپڑے پر اتنی کم نجاست دیکھی جو مانعِ نماز نہ ہو تو نماز توڑ دینا مستحب ہے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج۱ ص۴۴۰) **مسئلہ۔** کوئی مصیبت زدہ مدد کے لئے بلا رہا ہو۔ یا کوئی ڈوب رہا ہو۔ یا آگ میں جلنے کے قریب ہو۔ یا اندھا کنوئیں میں گرا چاہتا ہو۔ ان صورتوں میں نماز توڑ دینا واجب ہے جبکہ یہ نمازی بچانے پر قادر ہو۔ (دُرمختار ج۱ ص۴۴۰) **مسئلہ۔** ماں باپ، دادا دادی کے محض بُلانے سے نماز توڑ دینا جائز نہیں۔ البتہ اگر ان کا پکارنا کسی بڑی مصیبت کے لئے ہو جیسے اوپر مذکور ہوا تو نماز توڑ کر مدد کے لئے چلا جائے۔ یہ حکم فرض نمازوں کا ہے۔ اور اگر کوئی نفل نماز پڑھ رہا ہو اور اُن کو معلوم ہے کہ نماز پڑھتا ہے تو معمولی پکارنے سے نماز نہ توڑے۔ اور اگر اس کا نماز پڑھنا اُنھیں معلوم نہ ہو۔ اور پکاریں تو نماز توڑ دے اور جواب دے اگرچہ معمولی طور سے بُلائیں۔ پھر بعد میں اس نماز کی قضا پڑھ لے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج۱ ص۴۴۰) **مسئلہ۔** نماز پڑھ رہا تھا کہ ریل گاڑی چھوٹ گئی اور سامان ریل گاڑی میں ہے۔ یا ریل گاڑی چھوٹ جانے سے نقصان ہو جائے گا تو نماز توڑ کر ریل گاڑی پر سوار ہو جانا چاہئے۔

احکامِ مسجد کا بیان

جب مسجد میں داخل ہو تو درود شریف پڑھ کر اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ پڑھے۔ اور جب مسجد سے نکلے تو درود شریف پڑھ کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ پڑھے۔ مسئلہ۔ مسجد کی چھت کا بھی مسجد ہی کی طرح ادب و احترام لازم ہے۔ بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے۔ (بہارِ شریعت ج ۳ ص ۱۸۲) مسئلہ۔ بچے اور پاگل کو جن سے گندگی کا گمان ہو مسجد میں لے جانا حرام ہے۔ اور اگر نجاست کا ڈر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ جو لوگ جوتیاں مسجد کے اندر لے جاتے ہیں اُن کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر جوتیوں میں نجاست لگی ہو تو صاف کرلیں۔ اور جوتا پہنے ہوئے مسجد میں چلے جانا یہ مسجد کی بے ادبی ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ۔ مسجد کا کوڑا جھاڑ کر ایسی جگہ ڈالے جہاں بے ادبی نہ ہو۔ مسئلہ۔ ناپاک کپڑا پہن کر یا کوئی بھی ناپاک چیز لے کر مسجد میں جانا منع ہے۔ یوں ہی ناپاک تیل مسجد میں جلانا۔ یا ناپاک گارا مسجد میں لگانا منع ہے۔ مسئلہ وضو کے بعد بدن کا پانی مسجد میں جھاڑنا یا مسجد میں تھوکنا یا ناک صاف کرنا ناجائز ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۳) مسئلہ۔ مسجد میں اُن آداب کا لحاظ رکھے۔

(۱) جب مسجد میں داخل ہو تو سلام کرے بشرطیکہ وہاں جو لوگ موجود ہوں ذکر و درس میں مشغول نہ ہوں۔ اور اگر کوئی وہاں نہ ہو۔ یا جو لوگ وہاں ہیں ذکر و درس میں مشغول ہوں تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللہِ الصّٰلِحِیْنَ (۲) وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ (۳) خرید و فروخت نہ کرے۔ (۴) ننگی تلوار یا کوئی بھی خطرناک ہتھیار مسجد میں لے کر نہ جائے۔ (۵) گُمی ہوئی چیز مسجد میں چلا چلا کر نہ تلاش کرے۔ (۶) ذکر کے سوا آواز نہ بلند کرے۔ (۷) دُنیا کی باتیں نہ کرے۔ (۸) لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ (۹) جگہ کے متعلق کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ بلکہ جہاں جگہ خالی پائے وہاں نماز پڑھ لے۔ اور اس طرح

بیٹھ کر دوسروں کے لئے جگہ میں تنگی ہو۔ (۱۰) کسی نمازی کے آگے سے گزرے (۱۱) مسجد میں تھوک کھنکار۔ یا کوئی گندی یا گھناؤنی چیز نہ ڈالے۔ (۱۲) انگلیاں نہ چٹکائے۔ (۱۳) نجاست اور بچوں اور پاگلوں سے مسجد کو بچائے۔ (۱۴) ذکر الٰہی کی کثرت کرے۔ (ماخوذ از کتب فقہ) مسئلہ۔ کچا لہسن پیاز یا مولی کھا کر یا بیڑی سگریٹ پی کر جب تک منہ میں بدبو باقی رہے مسجد میں جانا جائز نہیں یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہے کہ اس سے مسجد کو بچایا جائے اور اس کو بغیر دور کئے ہوئے مسجد میں نہ جانا چاہئے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۸ و کتب فقہ) مسئلہ۔ مسجد کی صفائی کے لئے چمگادڑوں اور کبوتروں اور چڑیوں کے گھونسلوں کو نوچ کر پھینک دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ پاؤں میں کیچڑ لگا ہو تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا منع ہے۔ اگر چٹائی کے بیکار ٹکڑے پڑے ہوں جن پر نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان سے پونچھ سکتے ہیں۔ مگر اس سے بھی بچنا افضل ہے۔ (عالمگیری صغیری) مسئلہ۔ مسجد کے اندر جُنب اور حیض و نفاس والی کو داخل ہونا حرام ہے۔ یوں ہی ان سبھوں کو مسجد کی چھت پر بھی چڑھنا حرام ہے اور پاک آدمی کو بھی بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے۔ (دُرمختار و ردالمحتار) مسئلہ۔ مسجد کو راستہ بنانا یعنی اُس میں سے ہو کر گزرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی اس کی عادت بنالے تو وہ فاسق ہے۔ اگر کوئی گزرنے کی نیت سے مسجد میں چلا گیا پھر شرمندہ ہوا تو اس کو چاہئے کہ جس دروازے سے وہ نکلنے کا ارادہ کرکے آیا تھا اُس کے سوا کسی دوسرے دروازے سے نکلے۔ یا وہیں نماز پڑھے پھر نکلے اور اگر وضو نہ ہو تو جس دروازے سے آیا ہے اُسی دروازے سے واپس جائے۔ (دُرمختار و ردالمحتار) مسئلہ۔ کوئی شخص اپنے مالِ حلال سے یا دوسرے مسلمانوں کے مالِ حلال سے چندہ لے کر مسجد کی دیواروں میں رنگ و روغن کرائے یا نقش و نگار بنائے تو یہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے کہ اس میں مسجد کی تعظیم و احترام ہے۔ مگر قبلہ کی دیوار میں ایسا نقش و نگار بنوانا کہ نمازیوں کا دل مشغول ہو جائے مکروہ ہے اور

وقف کے مال سے مسجد میں نقش و نگار بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اگر واقف نے متولی کو اس کی اجازت دے دی ہو تو متولی وقف کے مال سے بھی نقش و نگار بنوا سکتا ہے۔ (دُرمختار) **مسئلہ**۔ مسجد کی محرابوں اور چھتوں اور دیواروں میں قرآن کی آیتوں کو لکھنا اچھا نہیں ہے کہ اندیشہ ہے وہاں سے گر کر اور پاؤں کے نیچے پڑے۔ یوں ہی جس مصلّٰی پر کچھ لکھا ہو اس کو بچھانا جائز نہیں اور یہ بھی منع ہے کہ اُس کو کسی دوسرے آدمی کو دے دے کیونکہ کیا اطمینان ہے کہ وہ اس کو استعمال نہیں کرے گا بلکہ واجب ہے کہ اُس کو کسی ایسی جگہ رکھیں کہ اُس کے اوپر کوئی چیز نہ ہو۔ (عالمگیری) یوں ہی بعض دستر خوانوں پر لوگ اشعار لکھتے ہیں ان کا بچھانا اور اُن پر کھانا منع ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم) **مسئلہ**۔ مسجد میں درخت لگانے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر مسجد کو اس کی ضرورت ہو مثلاً زمین میں تری ہے جس سے ستون اور دیواروں کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو زمین کی تری جذب کرنے کے لئے لگا سکتے ہیں۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ مسجد میں گانا اور اشعار پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر وہ شعر حمد و نعت اور وعظ و حکمت کا ہو تو جائز ہے (دُرمختار) **مسئلہ**۔ مسجد میں کھانا پینا اور سونا اعتکاف کرنے والے اور پردیسی کے سوا کسی کو جائز نہیں لہٰذا جب مسجد میں کھانے پینے یا سونے کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے اور کچھ ذکر الٰہی اور نماز کے بعد کھا پی سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔ اور بعض فقہاء نے صرف اعتکاف کرنے والوں ہی کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت دی ہے لہٰذا پردیسی کو بھی چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں ٹھہرے اور کھائے پئے اور سوئے۔ (دُرمختار و صغیری) **مسئلہ**۔ مباح باتیں بھی بلا ضرورت مسجد میں کرنے کی اجازت نہیں۔ اور نہ آواز بلند کرنا جائز ہے (دُرمختار و صغیری) **مسئلہ**۔ جس نے مسجد بنوائی تو مرمت اور لوٹے چٹائی چراغ بتی کا حق اُسی کو ہے۔ اور اگر وہ اذان و اقامت اور امامت کا اہل ہو تو اس کا بھی وہی مستحق ہے۔ ورنہ اُس کی رائے سے امام و مؤذن رکھا جائے گا۔ یوں ہی اُس کے بعد

اُس کی اولاد اور کنبہ والے غیروں سے زیادہ حقدار ہیں۔ (عالمگیری و غنیہ) **مسئلہ**۔ بانی مسجد نے کسی کو امام یا مؤذن مقرر کیا اور اہل محلہ نے دوسرے کو تو اگر وہ افضل ہے جسے اہل محلہ نے پسند کیا ہے تو وہی بہتر ہے۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تو جسے بانی نے پسند کیا وہ ہوگا۔ (غنیہ) **مسئلہ**۔ سب مسجدوں سے افضل مسجد حرام شریف ہے پھر مسجد نبوی۔ پھر مسجد بیت المقدس پھر قبا پھر اور جامع مسجدیں۔ پھر مسجد محلہ پھر سڑک کے کنارے والی مسجد۔ (ردالمحتار) **مسئلہ**۔ مسجد محلہ میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہو۔ بلکہ اگر محلہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی۔ تو تنہا جاکے اور اذان و اقامت کہے اور نماز پڑھے وہ جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔ (صغیری وغیرہ) **مسئلہ**۔ جب چند مسجدیں برابر ہوں تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام زیادہ علم و صلاح والا ہو۔ (صغیری) **مسئلہ**۔ محلہ کی مسجد میں جماعت نہ ملی تو دوسری مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے اور جو دوسری مسجد میں بھی جماعت نہ ملے تو محلہ ہی کی مسجد میں اکیلا نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اور اگر محلہ کی مسجد میں تکبیر اولیٰ یا ایک دو رکعت فوت ہو گئی۔ اور دوسری جگہ مل جائے گی تو اس کے لئے دوسری مسجد میں نہ جائے۔ (صغیری) اگر اذان ہو جماعت کے لئے کوئی نہیں آیا تو مؤذن تنہا پڑھ لے مسجد میں نہ جائے۔ (صغیری) **مسئلہ**۔ اذان کے بعد بغیر نماز پڑھے مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان کے بعد مسجد سے نہیں نکلتا مگر منافق لیکن وہ شخص کہ اُس کو کسی ضرورت سے نکلنا پڑا اور وہ جماعت سے قبل ہی واپسی کا ارادہ رکھتا ہے وہ جا سکتا ہے یوں ہی اگر وہ کسی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام یا منتظم جماعت ہو تو وہ بھی جا سکتا ہے۔ (عامۂ کتب) **مسئلہ**۔ اگر اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو وہ اذان کے بعد مسجد سے جا سکتا ہے۔ مگر ظہر و عشاء میں اگر اقامت ہونے لگے تو نہ جائے۔ بلکہ اُس کو نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جانے کا حکم ہے۔ (عامۂ کتب) اور باقی تین نمازوں میں اگر اقامت ہوئی اور یہ تنہا پڑھ چکا ہے تو اس کو باہر نکل جانا واجب ہے۔ **مسئلہ**۔ مسجد کی تعمیر میں کسی غیر مسلم کی رقم اور اس کا دیا ہوا سامان نہیں لگ سکتا۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان لائے۔ اور

وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰٓی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ ۝

نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ بیشک وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔

(پ۔۱۰۔التوبۃ۔آیت۔۱۸)

اس آیت مبارکہ کا حاصل مطلب یہی ہے کہ مسجد کی تعمیر یہ خاص مسلمانوں کا حصہ ہے۔ اگر کوئی کافر مسجد بنادے تو شرعًا وہ عمارت مسجد نہیں ہوگی۔ ہاں اگر وہ کافر اُس عمارت کو کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کردے اور وہ مسلمان اُس عمارت کو خرید کر مسجد بنادے اور وقف کردے تو کافر کی بنائی ہوئی عمارت اب شرعًا مسجد ہوجائے گی۔

مریض کی نماز کا بیان

مسئلہ۔ اگر بیماری کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا کہ مرض بڑھ جائے گا۔ یا دیر میں اچھا ہوگا۔ یا چکّر آتا ہے یا کھڑے ہوکر پڑھنے سے پیشاب کا قطرہ آئے گا یا ناقابلِ برداشت درد ہوجائے گا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۰۸) مسئلہ۔ اگر لاٹھی یا دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوسکتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے۔ اس صورت میں اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۰۹) مسئلہ۔ اگر کچھ دیر کے لئے بھی کھڑا ہوسکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کھڑا ہو کہ کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہہ لے پھر بیٹھ کر پوری نماز پڑھ لے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۰۹) مسئلہ۔ اگر رکوع و سجدہ نہ کرسکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجدہ اشارے سے کرے مگر رکوع کے اشارہ سے سجدہ کے اشارہ میں سر کو زیادہ جھکائے (دُرمختار ص۵۰۹) مسئلہ۔ اگر بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو ایسی صورت میں لیٹ کر نماز پڑھے اس طرح کہ چت لیٹ کر قبلہ کی طرف پاؤں کرے۔ مگر پاؤں نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے

کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ رکھ کر ذرا سر کو اونچا کرے۔ اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کرے۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ اگر مریض سر سے اشارہ بھی نہ کرسکے تو نماز ساقط ہوجاتی ہے پھر اگر نماز کے چھ وقت اسی حالت میں گزر گئے تو قضا بھی ساقط ہوجاتی ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۱۰) مسئلہ۔ پیشانی میں زخم ہے کہ سجدہ کے لئے ماتھا نہیں لگا سکتا تو ناک پر سجدہ کرے۔ اگر ناک پر سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اشارہ سے سجدہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ تندرست آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا تھا۔ اچانک درمیانِ نماز میں کوئی ایسا مرض پیدا ہوگیا کہ کھڑا نہیں ہوسکتا تو جس طرح بھی ممکن ہو بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پوری کرے۔ نئے سرے سے پڑھنے کی حاجت نہیں۔ (دُرمختار و عالمگیری) مسئلہ۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں۔ بلکہ مریض پر جس طرح آسانی ہو اُس طرح بیٹھے۔ ہاں اگر دو زانو بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دو زانو بیٹھنا بہتر ہے ورنہ جو بیٹھک مریض کے لئے آسان ہو وہ اختیار کرے۔ (عالمگیری وغیرہ) مسئلہ مریض کھڑا ہوسکتا ہے مگر رکوع و سجدہ نہیں کرسکتا۔ یا صرف سجدہ نہیں کرسکتا مثلاً حلق میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہے گا تو بھی بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔ اور اس صورت میں یہ بھی کرسکتا ہے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے اور رکوع کے لئے اشارہ کرے۔ یا اگر کوئی رکوع پر قادر ہو تو رکوع کرے۔ پھر بیٹھ کر سجدہ کے لئے اشارہ کرے۔ (عالمگیری۔ دُرمختار و ردالمحتار) مسئلہ۔ اگر رکوع و سجدہ دونوں اشارہ سے کرنا پڑے تو سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست ہونا ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ سر کو بالکل زمین سے قریب کردے۔ سجدہ کے لئے تکیہ وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اُٹھا کر اُس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ خود اُسی نے وہ چیز اُٹھائی ہو یا دوسرے نے دونوں صورتوں میں مکروہ تحریمی ہے۔

(دُرمختار وغیرہ)

مسافر کی نماز کا بیان

جو شخص تقریباً ۹۲ کلو میٹر کی دوری کے سفر کا ارادہ کرکے گھر سے نکلا اور اپنی بستی سے باہر چلا گیا تو شریعت میں یہ شخص مسافر ہو گیا۔ اب اس پر واجب ہے کہ قصر کرے۔ یعنی ظہر اور عصر و عشار چار رکعت والی فرض نمازوں کو دو ہی رکعت پڑھے۔ کیونکہ اس کے حق میں دو ہی رکعت پوری نماز ہے۔ (دُرِّ مختار ص۵۲۵)

مسئلہ۔ اگر مسافر نے قصداً چار رکعت پڑھی اور دونوں قعدہ کیا تو فرض ادا ہو گیا۔ اور آخری دو رکعتیں نفل ہو گئیں مگر گنہگار ہوا۔ اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو فرض ادا نہ ہوا۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۵۳) مسئلہ۔ مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے۔ یا اپنی بستی میں نہ پہنچ جائے قصر کرتا رہے گا۔ مسئلہ۔ مسافر اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو چار رکعت پوری پڑھے قصر نہ کرے۔ مسئلہ۔ مقیم اگر مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام مسافر ہونے کی وجہ سے دو ہی رکعت پر سلام پھیر دے گا اب مقیم مقتدیوں کو چاہئے کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد اپنی باقی دو رکعتیں پڑھیں اور ان دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کریں۔ بلکہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مقدار چپ چاپ کھڑے رہیں (دُرِّ مختار ج۱ ص۵۳) مسئلہ۔ سنّتوں میں قصر نہیں ہے۔ اگر موقع ہو تو پوری پڑھیں ورنہ معاف ہے۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۵۳) مسئلہ۔ فجر، مغرب اور وتر میں قصر نہیں۔ مسئلہ۔ مسافر اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی قصر شروع کر دے گا۔ اور جب تک اپنی بستی میں داخل نہ ہو جائے یا کسی بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دنوں ٹھہرنے کی نیت نہ کرے برابر قصر ہی کرتا رہے گا۔ (دُرِّ مختار و عامہ کتب فقہ)۔

مسئلہ۔ مقیم ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ جب تک یہ نہ پائی جائیں اقامت کی نیت صحیح نہیں ہوگی۔ اور مسافر مقیم نہ ہوگا۔ وہ چھ شرطیں یہ ہیں۔ (۱) چلنا بند کر دے اگر چلتے رہنے کی حالت میں مقیم ہونے کی نیت کرے تو مقیم نہیں ہوا۔ (۲) جہاں

مقیم ہونے کی نیت کی وہ جگہ اس قابل ہو کہ وہاں آدمی پندرہ دن مقیم رہ سکتا ہو۔ یعنی کوئی آبادی ہو جہاں ضروریاتِ زندگی مل سکتی ہوں۔ تو اگر کسی نے جنگل میں مقیم ہونے کی نیت کرلی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔ (۳) پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ (۴) پندرہ دن ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اگر دو بستیوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو مثلاً ایک گاؤں میں دس دن دوسرے گاؤں میں پانچ دن تو اس صورت میں مقیم نہ ہوگا۔ (۵) اپنا ارادہ مستقل رکھتا یعنی کسی کا تابع نہ ہو کہ جب وہ چلے گا تو اس کو چلنا ہی پڑے گا۔ مثلاً کوئی کسی کا نوکر ہو تو آقا کے چلنے پر نوکر کو چلنا ہی پڑے گا تو اگر نوکر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے جب بھی وہ مقیم نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے ارادہ میں مستقل نہیں ہے۔ بلکہ اپنے آقا کا تابع ہے۔ (۶) اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ مثلاً وہ کفار کے لشکر کے سامنے ہے۔ اور ہر وقت جنگ شروع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں وہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر رہا ہے۔ حالانکہ ایک دن بھی وہاں ٹھہرے رہنے کا بھروسہ نہیں۔ تو ایسی صورت میں اقامت کی نیت صحیح نہ ہوگی۔ اور وہ مقیم نہ ہوگا۔ (عالمگیری و ردالمحتار)۔

مسئلہ۔ وطن دو قسم کا ہے ایک وطنِ اصلی۔ دوسرا وطنِ اقامت۔ وطنِ اصلی وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہوئی ہو۔ یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔ اور وطنِ اقامت وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کر لیا ہو (عالمگیری)

مسئلہ۔ ایک جگہ آدمی کا وطنِ اصلی ہے اب اس نے دوسری جگہ وطن بنایا۔ اگر پہلی جگہ بال بچے موجود ہوں تو دونوں وطنِ اصلی ہیں۔ ورنہ پہلا اصلی وطن نہ رہا۔ خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافتِ سفر ہو یا نہ ہو۔ (دُرِّ مختار)۔

مسئلہ۔ مسافر نے کہیں شادی کر لی اگرچہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو مقیم ہو گیا۔ اور اگر دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی

مقیم ہوجائے گا (ردالمحتار) **مسئلہ** - وطنِ اقامت دوسرے وطنِ اقامت کو باطل
کردیتا ہے - یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی
دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطنِ اقامت نہ رہی - یوں ہی وطنِ اقامت
وطنِ اصلی سے اور سفر کردینے سے باطل ہوجاتا ہے - (درمختار) **مسئلہ** - وطنِ
اصلی میں پہنچ گیا - سفر ختم ہوگیا اگرچہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو - (عالمگیری)
مسئلہ - عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا جائز نہیں
بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی منع ہے - عورت کے ساتھ سفر میں شوہر یا محرم کا ہونا
ضروری ہے - اور یہ بھی ضروری ہے کہ محرم سخت فاسق اور بے باک بدچلن نہ ہو -
(عالمگیری وغیرہ) عورت کا محرم وہ مرد ہے کہ ہمیشہ کے لئے اُس مرد سے اس عورت
کا نکاح نہیں ہوسکتا - جیسے باپ، دادا، لڑکا یا بھائی بھتیجہ، یا بھانجہ، نواسہ
وغیرہ مثلاً -

سُنّتوں اور نفلوں کا بیان

سُنّت کی دو قسمیں ہیں ایک سُنّتِ موکّدہ - دوسری سُنّتِ غیر موکّدہ - **مسئلہ**
سُنّتِ موکّدہ یہ ہیں - دو رکعت فجر کی سُنّت فرض نماز سے پہلے - چار رکعت ظہر
کی سُنّت فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت بعد میں - مغرب کے بعد دو رکعت سنّت -
عشاء کے بعد دو رکعت سُنّت - جمعہ سے پہلے چار رکعت سُنّت - اور جمعہ کے بعد
چار رکعت سنّت - یہ سب سُنّتیں موکدہ ہیں - یعنی ان کو پڑھنے کی تاکید آئی ہے -
بلاعذر ایک مرتبہ بھی ترک کرے تو ملامت کے قابل ہے - اور اس کی عادت ڈالے تو
فاسق اور جہنم کے لائق ہے - اور اُس کے لئے شفاعت سے محرومی کا ڈر ہے - ان
موکّدہ سُنّت کو "سُننُ الہُدیٰ" بھی کہتے ہیں - **مسئلہ** - سُنّتِ غیر موکّدہ یہ ہیں
چار رکعت عصر سے پہلے - چار رکعت عشاء سے پہلے - اس طرح عشاء کے بعد دو
رکعت کی بجائے چار رکعت - اور ظہر کے فرض کے بعد دو کی بجائے چار رکعت اور جمعہ

کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد بجائے چار رکعت سُنّت کے چھ رکعت سُنّت -
مغرب کے بعد چھ رکعت "صلوٰۃ الاوّابین" اور دو رکعت "تحیۃ المسجد" دو رکعت
"تحیۃ الوضو" اگر مکروہ وقت نہ ہو - دو رکعت "نمازِ اشراق" کم سے کم دو رکعت
"نمازِ چاشت" اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت - کم سے کم دو رکعت اور زیادہ
سے زیادہ آٹھ رکعت تہجّد" "صلوٰۃ التسبیح" "نمازِ استخارہ" اور "نمازِ حاجت"
ان سُنّتوں کو اگر پڑھے تو بہت زیادہ ثواب ہے - اور اگر نہ پڑھے تو کوئی گناہ
نہیں - ان سب سُنّتوں کو "سُنن الزّوائد" اور کبھی "سنّتِ مستحبہ" بھی کہتے ہیں -
مسئلہ - کھڑے ہونے کی قدرت ہونے کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز
ہے - لیکن جب قیام کی قدرت ہو تو نفل کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل
ہے اور دو گنا ثواب ملتا ہے - (ترمذی شریف ج۱ ص۴۹) **مسئلہ** - چلتی
ریل گاڑی پر فرض اور واجب و سنّت فجر نہیں ہوسکتی - ریل گاڑی کو جہاز
اور کشتی پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب
بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی - اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی
اُسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو - کشتی اگر کنارے پر
ہو اور نمازی خشکی پر آسکتا ہو تو کشتی پر نماز جائز نہیں - لہٰذا جب ریل گاڑی کھڑی
ہوجائے اُس وقت یہ نمازیں پڑھے - اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی
ممکن ہو چلتی ہوئی ریل گاڑی میں نماز پڑھ لے - پھر جب موقع ملے تو اس نماز کو
دُہرالے - (بہارِ شریعت حصّہ چہارم) -

نمازِ تحیۃُ الوضو

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے - اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت
نماز "تحیۃُ الوضو" پڑھے - اُس کے لئے جنّت واجب ہوجاتی ہے - (ردالمحتار ج۱ ص۴۵۸)

نمازِ اشراق

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکرِ الٰہی کرتا رہے یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے پھر دو رکعت (نمازِ اشراق) پڑھے تو اُسے پورے ایک حج اور ایک عُمرہ کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی شریف ج۱ ص۷۶)

نمازِ چاشت

چاشت کی نماز کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاشت کی دو رکعتوں کو ہمیشہ پڑھتا رہے۔ اُس کے گُناہ بخش دئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (ترمذی شریف ج۱ ص۶۳)

نمازِ تہجُّد

نمازِ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سو کر اُٹھے اُس کے بعد سے صبح صادق طلوع ہونے کے وقت تک ہے۔ تہجد کی نماز کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تک ثابت ہے حدیثوں میں اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (صحاح ستہ)

صلوٰۃُ التسبیح

اس نماز کا بے انتہا ثواب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے چچا! اگر ہو سکے تو صلوٰۃ التسبیح ہر روز ایک بار پڑھو۔ اور اگر روز نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو

ایک بار پڑھو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار۔ اس نماز کی ترکیب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھے پھر پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھ کر رکوع سے پہلے دس بار اوپر والی تسبیح پڑھے۔ پھر رکوع کرے اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تین مرتبہ پڑھ کر پھر دس مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھ کر پھر کھڑے کھڑے دس مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے۔ پھر سجدہ میں جائے اور تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھ کر پھر دس مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائے اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسرے سجدہ میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تین مرتبہ پڑھے۔ پھر اس کے بعد اوپر والی تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ اسی طرح چار رکعت پڑھے۔ اور خیال رہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے پندرہ مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھے باقی سب جگہ دس دس بار اوپر والی تسبیح پڑھے۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ اوپر والی تسبیح پڑھی جائے گی۔ اور چار رکعتوں میں تسبیح کی گنتی تین سو مرتبہ ہوگی۔ اپنے خیال سے گنتا رہے۔ یا انگلیوں کو اشاروں سے تسبیح کا شمار کرتا رہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۱۷)

نمازِ حاجت

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ اُس کے لئے دو یا چار رکعت نماز پڑھتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھے۔ اور باقی تین رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ

... ایک ایک بار پڑھے تو یہ ایسی ہیں جیسے شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور ہماری حاجتیں پوری ہوئیں۔

اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جس کو کوئی حاجت پیش آجائے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر تین مرتبہ اس آیت کو پڑھے هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۞ پھر تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے۔ پھر تین بار کوئی درود شریف پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ ۞ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ (ترمذی و ردالمحتار ج۱ ص[illegible]) ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت پوری ہوگی۔

اسی طرح حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب جو نابینا تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صبر کرو۔ اور یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ انھوں نے عرض کی کہ حضور دُعا کر دیں تو آپ نے اُن کو یہ حکم دیا کہ تم خوب اچھی طرح وضو کرو۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ خُدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے۔ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے انکھیارے ہو کر اس شان سے آئے کہ گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔ (ترمذی ج۲ ص۱۹۷ و مُسند ابن حنبل ج۴ ص۱۳۸ و مُستدرک ج۱ ص۵۲۶)۔

نمازِ صلوٰۃ الاسرار

دُعاؤں کی مقبولیت اور حاجتوں کے پوری ہونے کے لئے ایک مجرب نماز "صلوٰۃ الاسرار" بھی ہے۔ جس کو امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی نے "بہجۃ الاسرار" میں۔ اور مُلا علی قاری و شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اس نماز کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نمازِ مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے سلام کے بعد حمد اللہ تعالیٰ کی و ثنا کرے۔ پھر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور گیارہ مرتبہ یہ پڑھے یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے لئے دُعا مانگے (اخبار الاخیار ص[illegible] و زبدۃ الآثار ص[illegible])

نمازِ استخارہ

حدیثوں میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے جس کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ پڑھے۔ پھر یہ دُعا پڑھ کر باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے سو رہے۔ دُعا کے اوّل و آخر سورۂ فاتحہ اور درود شریف بھی پڑھے۔ دُعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۞ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ

عاقبۃ امری وعاجل امری وآجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم رضنی بہ۔ دعا میں الامر کی جگہ اپنی ضرورت کا دونوں جگہ نام لے۔ مثلاً پہلی جگہ ھذا السفر خیر لی اور دوسری جگہ میں ھذا السفر شر لی (ترمذی ج۱ ص۶۳ وکتب فقہ) **مسئلہ**۔ بہتر یہ ہے کہ کم سے کم سات مرتبہ استخارہ کرے۔ اور پھر دیکھے جس بات پر دل جمے اسی میں بھلائی ہے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرنے میں اگر خواب کے اندر سپیدی یا سبزی دیکھے تو اچھا ہے اور اگر سیاہی اور سرخی دیکھے تو برا ہے۔ (ردالمحتار ج۱ ص۴۶۱) **مسئلہ**۔ جب تک ایک طرف رائے پوری طرح جم نہ جائے استخارہ جاری رکھے اور جب رائے ایک طرف پوری طرح جم جائے تو اس پر عمل کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کام میں بہتری اور کامیابی ہوگی!

نمازِ توبہ

حدیثوں میں آیا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کا کام کرلے۔ تو وضو کرکے دو رکعت نماز نفل پڑھے اور شرمندہ ہوکر اپنے گناہ سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب کرے پھر یہ آیت پڑھے وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو بخش دے گا۔ اور اس کے درجات کو بلند فرمائے گا۔

نماز صلوٰۃ الرغائب

لوگ اس نماز کو رجب کی پہلی تاریخ کو اور جمعہ کی رات میں اور شبِ برارت اور شبِ قدر میں جماعت کے ساتھ نفل کی نیت سے پڑھتے ہیں فقہائے کرام اس نماز کو ناجائز ومکروہ اور بدعت کہتے ہیں۔ اور اس نماز کے فضائل میں جو حدیثیں

پیش بیان کرتے ہیں۔ ان حدیثوں کو محدثین موضوع بتاتے ہیں۔ لیکن بڑے بڑے اولیائے کرام اس نماز کو پڑھتے رہے ہیں۔ اس لئے اس نماز سے لوگوں کو منع کرنے میں سختی نہیں برتنی چاہیے۔ اور اگر اس نماز کی جماعت میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں جب تو کوئی حرج ہی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی اس نماز کو پڑھے تو منع نہیں کرنا چاہیے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم)

نمازِ تراویح

نماز تراویح مرد وعورت سب کے لئے سنتِ موکدہ ہے۔ اس کا چھوڑنا جائز نہیں عورتیں اکیلے اکیلے گھروں میں تراویح پڑھیں۔ مسجدوں میں نہ جائیں۔ (درمختار ج۱ ص۴۷۲)

تراویح پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مداومت فرمائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تراویح پڑھی۔ اور اس کو بہت پسند فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ جو رمضان میں قیام کرے ایمان کی وجہ سے اور ثواب طلب کرنے کے لئے اس کے اگلے سب گناہ (صغائر) بخش دئے جائیں گے۔ پھر اس اندیشہ سے کہ امت پر فرض نہ ہوجائے۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ایک رات مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے پایا۔ کوئی اکیلا ہی پڑھ رہا ہے۔ کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سبھوں کو ایک امام کے ساتھ جمع کردوں تو بہتر ہو۔ چنانچہ آپ نے سب لوگوں کو حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم فرمادیا۔ پھر دوسرے دن جب آپ نے مسجد میں جاکر یہ دیکھا کہ سب لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ نے

یہ فرمایا کہ نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ هٰذِہٖ یعنی یہ (جماعت کے ساتھ تراویح) اچھی بدعت ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۱۵ بحوالہ بخاری)

مسئلہ۔ جمہور اہلسنّت حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ اور یہی حدیثوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تراویح بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانۂ خلافت میں بھی لوگوں کا یہی عمل رہا۔ اور موطا شریف میں حضرت یزید بن رُومان سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان شریف میں تیئیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ امام بیہقی نے کہا کہ بیس رکعتیں تراویح کی اور تین رکعت وتر کی کل مل کر تیئیس رکعتیں لوگ پڑھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ رمضان میں وہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائے۔

اور تراویح کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت بھی ہے کہ تراویح سے فرائض اور واجبات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور فرائض و واجب کی ہر روز بیس رکعتیں ہیں اس لئے تراویح کا بھی بیس رکعت ہونا مناسب ہے۔ تاکہ مکمل کرنے والی یعنی تراویح اور مکمل ہونے والی یعنی فرض و واجب دونوں کی رکعتوں کی تعداد برابر ہو جائے۔

مسئلہ۔ تراویح بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھی جائیں یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اور ہر چار رکعت پر اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور اختیار ہے کہ اتنی دیر چاہے چپکا بیٹھا رہے۔ چاہے کلمہ یا درود شریف پڑھتا رہے۔ یا کوئی بھی دعاء پڑھتا رہے۔ عام طور سے یہ دعاء پڑھی جاتی ہے۔ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ ۔ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ ۔ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ

ہے (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۷۲) مسئلہ۔ مردوں کے لئے تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے یعنی اگر مسجد میں تراویح جماعت سے نہ ہوئی تو محلہ کے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ اور اگر کچھ لوگوں نے مسجد میں جماعت سے تراویح پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہوگئے۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۷۲) مسئلہ۔ پورے مہینہ کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنتِ موکدہ ہے اور دو بار ختم کرنا افضل ہے اور تین بار ختم کرنا اس سے بھی بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔ بشرطیکہ مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو۔ مگر ایک بار ختم کرنے میں مقتدیوں کی تکلیف کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۷۵) مسئلہ۔ جس نے عشاء کی فرض نماز نہیں پڑھی وہ نہ تراویح پڑھ سکتا ہے نہ وتر جب تک فرض نہ ادا کرے۔ مسئلہ۔ جس نے عشاء کی فرض نماز تنہا پڑھی۔ اور تراویح جماعت سے تو وہ وتر کو تنہا پڑھے۔ جماعت سے نہ پڑھے (دُرِّ مختار و ردالمحتار ج۱ ص۴۷۳) وتر کو جماعت سے وہی پڑھے گا جس نے عشاء کے فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہو۔ مسئلہ۔ جس کی تراویح کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہیں۔ اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو امام کے ساتھ وتر کی نماز جماعت سے پڑھ لے۔ پھر اس کے بعد تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پوری کرے بشرطیکہ عشاء کا فرض جماعت سے پڑھ چکا ہو۔ اور اگر چھوٹی ہوئی تراویح کی رکعتوں کو ادا کر کے وتر تنہا پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔ مگر پہلی صورت افضل ہے (عالمگیری و ردالمحتار) مسئلہ۔ اگر کسی وجہ سے تراویح میں ختم قرآن نہ ہو سکے تو سورتوں سے تراویح پڑھیں اور اس کے لئے بعض لوگوں نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ "الم ترکیف" سے آخر تک دو بار پڑھنے میں بیس رکعتیں ہو جائیں گی (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۷۵) مسئلہ۔ بلا کسی عذر کے بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک تو ہوگی ہی نہیں۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۷۵) ہاں اگر بیمار یا بہت زیادہ بوڑھا اور کمزور ہو تو بیٹھ کر تراویح پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ کیونکہ یہ بیٹھنا عذر کی وجہ سے ہے۔ مسئلہ۔ نابالغ کسی نماز میں امام نہیں بن سکتا۔ اسی طرح

نابالغ کے پیچھے بالغوں کی تراویح نہیں ہوگی۔ صاحب ہدایہ وصاحب فتح القدیر نے اسی قول کو مختار بتایا ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم) **مسئلہ**۔ اچھی آواز والے کو امام نہ بنانا چاہئے۔ بلکہ قرآن مجید صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہئے۔ (عالمگیری) نہایت رنج وافسوس ہوتا ہے کہ آجکل کے حافظوں کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ بعض تو ایسا پڑھتے ہیں کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا الفاظ وحروف کھا جاتے ہیں۔ بعض حرفوں کو صحیح ادا نہیں کرتے جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ آواز اچھی ہوتی ہے۔ اور تراویح جلد ختم ہوجاتی ہے۔ اس لئے ان حافظوں کی خوب واہ واہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم وکرم فرمائے۔ اور سب کو صحیح قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے عوام کو اچھے بُرے پہچاننے کی عقل وتمیز بھی عنایت فرمائے۔ (آمین) **مسئلہ**۔ آجکل اکثر رواج ہوگیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل ناجائز ہے۔ اُجرت دینے والا اور اُجرت لینے والا دونوں ہی گنہگار ہیں۔ ہاں البتہ اگر حافظ تراویح پڑھانے سے پہلے یہ کہدے کہ میں کچھ نہیں لوں گا۔ اور مصلّیان بھی صاف صاف کہدیں کہ ہم کچھ بھی نہ دیں گے۔ مگر تراویح ختم ہوجانے کے بعد مصلّیان اگر لاکھوں روپے بطور نذرانہ کے حافظ کو دے دیں۔ تو یہ بالکل جائز ہوگا۔ لینا اور دینا دونوں درست ہوگا۔ اور جب نیک نیتی کے ساتھ لیں گے اور دیں گے تو دونوں کو ثواب بھی ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ **مسئلہ**۔ یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشار کا فرض اور وتر پڑھائے۔ اور دوسرا شخص تراویح پڑھائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشار کا فرض اور وتر پڑھاتے تھے اور حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اگر کسی وجہ سے تراویح کی نماز فاسد ہوجائے تو ان دونوں رکعتوں میں جتنا قرآن مجید پڑھا ہے اعادہ کریں۔ تاکہ ختم قرآن میں نقصان نہ رہے۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ تراویح کے اندر ختم قرآن مجید میں ایک جگہ بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا سُنّت ہے۔ اور ہر

سورہ کی ابتدار میں آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ختم کے دن تراویح کی آخری رکعت میں الٓمٓ سے مفلحون تک پڑھے۔ اور متاخرین فقہار نے ختم تراویح میں تین بار قل ھو اللہ پڑھنا مستحب کہا ہے۔ **مسئلہ**۔ شبینہ یعنی ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا جس طرح آجکل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے۔ کچھ لوگ لیٹے ہیں۔ کچھ لوگ چائے پی رہے ہیں۔ کچھ لوگ مسجد کے باہر بیڑی سگریٹ پینے میں مشغول ہیں۔ اور جب جی چاہا تو ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہو گئے۔ اس طرح کا شبینہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر یہ فضول مشاغل نہ ہوں۔ اور سب مصلّیان تراویح کی بیسوں رکعتوں میں شریک رہیں اور دل لگا کر قرآن مجید کو سُنیں اور حافظ صاحب اکیلے یا چند حُفّاظ مل کر پورا قرآن مجید پڑھیں تو یہ جائز ہے۔

فائدہ۔ ہمارے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ تیس ختم دن میں اور تیس ختم رات میں اور ایک ختم تراویح میں اور یہ بھی معتبر روایتوں میں ہے کہ آپ نے پینتالیس (۴۵) برس عشار کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم)

نمازوں کی قضار کا بیان

مسئلہ۔ کسی عبادت کو اُس کے مقررہ وقت پر ادا کرنے کو ادا کہتے ہیں اور وقت گزر جانے کے بعد عمل کرنے کو قضار کہتے ہیں۔ **مسئلہ**۔ فرض نمازوں کی قضار فرض ہے۔ وتر کی قضار واجب ہے۔ اور فجر کی سُنّت اگر فرض کے ساتھ قضار ہو اور زوال سے پہلے پڑھے تو فرض کے ساتھ سُنّت بھی پڑھے۔ اور اگر زوال کے بعد پڑھے تو سُنّت کی قضار نہیں۔ جمعہ اور ظہر کی سُنّتیں قضا ہوگئیں اور فرض پڑھ لیا اگر وقت ختم ہوگیا تو ان سُنّتوں کی قضا نہیں۔ اور اگر وقت باقی ہے تو ان سُنّتوں کو پڑھے۔ اور افضل یہ ہے کہ پہلے فرض کے بعد والی سُنّتوں کو پڑھے پھر چھوٹی ہوئی سُنّتوں کو پڑھے۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص[illegible]) **مسئلہ**۔ [illegible] شخص کی پانچ

نمازیں یا اس سے کم قضا ہوں اُس کو "صاحبِ ترتیب" کہتے ہیں۔ اس پر لازم ہے کہ وقتی نماز سے پہلے قضا نمازوں کو پڑھ لے۔ اگر وقت میں گنجائش ہوتے ہوئے اور قضا نماز کو یاد رکھتے ہوئے وقتی نماز کو پڑھ لے تو یہ نماز نہیں ہوگی۔ (دُرمختار ج ۱ ص ۴۸) **مسئلہ**۔ اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ وقتی اور قضائیں سب پڑھ لے۔ تو وقتی اور قضا نمازوں میں جس کی گنجائش ہو پڑھے۔ باقی میں ترتیب ساقط ہے۔ مثلاً نماز عشاء و وتر قضا ہو گئے اور فجر کے وقت میں پانچ رکعت کی گنجائش ہے تو وتر و فجر پڑھے۔ اور چھ رکعت کی گنجائش ہو تو عشاء و فجر پڑھے (شرح وقایہ)

مسئلہ۔ چھ نمازیں یا اس سے زیادہ نمازیں جس کی قضا ہو گئی ہوں وہ "صاحبِ ترتیب" نہیں۔ اب یہ شخص وقت کی گنجائش اور یاد ہونے کے باوجود اگر وقتی نماز پڑھے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور چھوٹی ہوئی نمازوں کو پڑھنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ عمر بھر میں جب بھی پڑھ لے گا بریُ الذمہ ہو جائے گا۔ (دُرمختار ج ۱ ص ۴۹۹) **مسئلہ**۔ جس روز اور جس وقت کی نماز قضا ہو جب اُس نماز کی قضا پڑھے تو ضروری ہے کہ اُس روز اور اُس وقت کی قضا کی نیت کرے۔ مثلاً جمعہ کے دن فجر کی نماز قضا ہو گئی تو اس طرح نیت کرے کہ نیت کی میں نے دو رکعت جمعہ کے دن کی نماز فجر کی اللہ تعالیٰ کے لئے منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔ **مسئلہ**۔ اگر مہینے دو مہینے یا چند برسوں کی قضا نمازوں کو پڑھے۔ تو نیت کرنے میں جو نماز پڑھنی ہے اُس کا نام لے۔ اور اس طرح نیت کرے مثلاً نیت کی میں نے دو رکعت نماز فجر کی جو میرے ذمہ باقی ہیں اُن میں سے پہلی فجر کی اللہ تعالیٰ کے لئے مُنہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر اس طریقہ پر دوسری قضا نمازوں کی نیتوں کو سمجھ لینا چاہئے۔

مسئلہ۔ جو رکعتیں ادا میں سورہ ملا کر پڑھی جاتی ہیں وہ قضا میں بھی سورہ ملا کر پڑھی جائیں گی۔ اور جو رکعتیں ادا میں بغیر سورہ ملائے پڑھی جاتی ہیں قضا میں بھی بغیر سورہ ملائے پڑھی جائیں گی۔ **مسئلہ**۔ مسافرت کی حالت میں جب کہ قصر کرتا ہو اُس وقت کی چھوٹی ہوئی نمازوں کو اگر وطن میں بھی قضا کرے گا جب بھی دو ہی

رکعت قضا پڑھے گا۔ اور جو نمازیں مسافر نہ ہونے کے زمانے میں قضا ہوئی ہیں اگر سفر میں بھی اُن کی قضا پڑھے گا تو چار ہی رکعت پڑھے گا۔ (عامۂ کتبِ فقہ)

جمعہ کا بیان

جمعہ فرض ہے اور اس کا فرض ہونا ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اس کا منکر کافر ہے (دُرمختار ج ۱ ص ۵۳۵)

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے تین جمعے برابر چھوڑ دئے اُس نے اسلام کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ وہ منافق ہے۔ اور اللہ سے بے تعلق ہے۔ (ابن خُزیمہ و بہار شریعت حصہ چہارم)۔

مسئلہ۔ جمعہ فرض ہونے کے لئے مندرجہ ذیل گیارہ شرطیں ہیں (۱) شہر میں مقیم ہونا۔ لہٰذا مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ (۲) آزاد ہونا۔ لہٰذا غلام پر جمعہ فرض نہیں۔ (۳) تندرستی یعنی ایسے مریض پر جمعہ فرض نہیں جو جامع مسجد تک نہیں جا سکتا۔ (۴) مرد ہونا۔ یعنی عورت پر جمعہ فرض نہیں۔ (۵) عاقل ہونا۔ یعنی پاگل پر جمعہ فرض نہیں۔ (۶) بالغ ہونا۔ یعنی بچے پر جمعہ فرض نہیں۔ (۷) انکھیارا ہونا۔ لہٰذا اندھے پر جمعہ فرض نہیں۔ (۸) چلنے کی قدرت رکھنے والا ہونا۔ یعنی اپاہج پر جمعہ فرض نہیں۔ (۹) قید میں نہ ہونا۔ لہٰذا جیلخانہ کے قیدیوں پر جمعہ فرض نہیں۔ (۱۰) حاکم یا ظالم کا خوف نہ ہونا۔ (۱۱) بارش یا آندھی کا اس قدر زیادہ نہ ہونا جس سے نقصان کا قوی اندیشہ ہو۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۵۳۶)

مسئلہ۔ جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں مثلاً مسافر اور اندھے وغیرہ اگر یہ لوگ جمعہ پڑھیں تو ان کی نماز جمعہ صحیح ہوگی۔ یعنی ظہر کی نماز ان لوگوں کے ذمّہ سے ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ۔ جمعہ جائز ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔ یعنی ان میں سے ایک بھی نہیں پائی گئی تو جمعہ ادا ہوگا ہی نہیں۔

پہلی شرط۔ جمعہ جائز ہونے کی پہلی شرط شہر یا شہری ضروریات سے تعلق رکھنے والی جگہ ہونا ہے۔ شریعت میں شہر سے مُراد وہ آبادی ہے کہ جس میں متعدد سڑکیں، گلیاں

اور بازار ہوں۔ اور وہ ضلع یا تحصیل کا شہر یا قصبہ ہو کہ اُس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں۔ اور اگر ضلع یا تحصیل نہ ہو تو ضلع یا تحصیل جیسی بستی ہو۔ جمعہ جائز ہونے کے لئے ایسی بستی کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ ان لوگوں کو روزانہ کی طرح ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی چاہئے۔ لیکن جن گاؤں میں پہلے سے جمعہ قائم ہے۔ جمعہ کو بند نہیں کرنا چاہئے کہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے لیکن ان لوگوں کو چار رکعت ظہر کی نماز پڑھنی ضروری ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

دوسری شرط۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بادشاہِ اسلام یا اُس کا نائب جمعہ قائم کرے۔ اور اگر وہاں اسلامی سلطنت نہ ہو تو سب سے بڑا سُنّی صحیح العقیدہ عالمِ دین اُس شہر کا جمعہ قائم کرے۔ کہ بغیر اس کی اجازت کے جمعہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو وہاں کے عام مسلمان جس کو امام بنائیں وہ جمعہ قائم کرے۔ ہر شخص کو یہ حق نہیں کہ جب چاہے اور جہاں چاہے جمعہ قائم کرے۔

تیسری شرط۔ ظہر کا وقت ہونا ہے۔ لہٰذا وقت سے پہلے یا بعد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔ تو جمعہ کی نماز نہیں ہوگی اور اگر جمعہ کی نماز پڑھتے پڑھتے عصر کا وقت شروع ہوگیا تو جمعہ باطل ہوگیا۔

چوتھی شرط۔ یہ ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ ہو جائے۔ خطبہ عربی زبان میں ہونا چاہئے۔ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پورا خطبہ پڑھنا۔ یا عربی کے ساتھ کسی دوسری زبان کو ملانا یہ خلافِ سنّت اور مکروہ ہے۔

پانچویں شرط۔ جمعہ جائز ہونے کی پانچویں شرط جماعت ہے جس کے لئے امام کے سوا کم سے کم تین عاقل بالغ مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک امام اور دو ہی مقتدی ہوں تو جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی۔

چھٹی شرط۔ اِذنِ عام ہونا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد یا مکان کا دروازہ کھول دیا جائے۔ تاکہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے اور نماز پڑھے کسی قسم کی

روک ٹوک نہ ہو۔ لہٰذا بند مکان میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہوگا اور اگر مکان میں جمعہ پڑھیں تو مکان کا دروازہ کھلا رکھیں اور ہر مسلمان کو مکان میں آنے اور نماز پڑھنے کی اجازت ہو۔ اور کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ (دُرمختار ج ۱ ص ۵۴۳ تا ۵۴۶) **مسئلہ۔** جن گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا۔ وہاں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں (عالمگیری) **مسئلہ۔** جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا اُن مسجدوں کو جمعہ کے دن بند رکھیں۔ (دُرمختار) **مسئلہ۔** جس نے جمعہ کا قعدہ پالیا یا سجدۂ سہو کے بعد شریک نماز ہوا اُسے جمعہ مل گیا۔ لہٰذا وہ اپنی دو ہی رکعتیں پوری کرے۔ (عالمگیری وغیرہ)

خطبہ کے چند احکام

مسئلہ۔ خطبۂ جمعہ میں چند شرطیں ہیں۔ (۱) خطبۂ جمعہ وقت میں ہو۔ (۲) نماز جمعہ سے پہلے ہو (۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین بالغ مرد ہوں۔ (۴) اتنی بلند آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں۔ اگر زوال سے پہلے ہی خطبہ پڑھ لیا۔ یا نماز کے بعد پڑھا۔ یا تنہا پڑھا۔ یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا۔ تو ان سب صورتوں میں جمعہ ادا نہیں ہوگا۔ ہاں اگر بہرے لوگوں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا۔ یا حاضرین دور ہیں کہ سُنتے نہیں۔ یا مسافروں یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں تو جمعہ ہو جائے گا۔ (دُرمختار۔ ردالمحتار) **مسئلہ۔** سُنّت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں جو بہت بڑے بڑے نہ ہوں۔ اگر دونوں خطبے مل کر طوالِ مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً جاڑوں میں۔ (دُرمختار وغنیہ) **مسئلہ۔** خطبۂ جمعہ میں یہ چیزیں سنّت ہیں۔ (۱) خطیب کا پاک ہونا۔ (۲) خطیب کا کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا (۳) خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ (۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ (۵) خطیب کا سامعین کی طرف مُنہ کرنا۔ (۶) قبلہ کو پیٹھ کرنا۔ اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں

جانب ہو۔(۷) حاضرین کا امام کی طرف متوجہ ہونا۔(۸) خطبہ کے پہلے اعوذ باللہ
آہستہ پڑھنا۔(۹) اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سُنیں۔(۱۰) الحمد سے
خطبہ شروع کرنا۔(۱۱) اللہ عزّوجل کی ثنا کرنا۔(۱۲) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا۔(۱۳) حضور پر درود
بھیجنا۔(۱۴) کم سے کم خطبہ میں ایک آیت کی تلاوت کرنا۔(۱۵) پہلے خطبہ میں وعظو
نصیحت ہونا۔(۱۶) دوسرے میں حمد وثنا وشہادت و درود کا اعادہ کرنا۔(۱۷)
مسلمانوں کے لئے دوسرے خطبہ میں دُعا کرنا۔(۱۸) دونوں خطبے ہلکے ہونا۔(۱۹)
دونوں خطبوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔ مستحب یہ ہے کہ
دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو۔ اور خلفائے راشدین اور حضور
کے دونوں چچاؤں یعنی حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر ہو
اور بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ
الخ خطبۂ مسنونہ سے شروع کرے۔(عالمگیری و دُرمختار وغُنیہ وغیرہ) مسئلہ۔ خطبہ و
و نماز جمعہ میں اگر زیادہ فاصلہ ہوجائے تو وہ خطبہ کافی نہیں۔ دوبارہ خطبہ پڑھ کر
نماز جمعہ پڑھیں۔(دُرمختار) مسئلہ۔ عربی زبان کے سوا دوسری زبانوں میں
جمعہ کا خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں ملانا سُنّتِ متوارثہ کے
خلاف ہے۔ یوں ہی خطبہ میں اشعار پڑھنا بھی نہ چاہئے اگرچہ عربی ہی کے ہوں۔ ہاں
دو ایک شعر پند و نصیحت کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں۔(بہار شریعت ج۴ ص۹۵)
مسئلہ۔ جو چیزیں نماز میں حرام ہیں جیسے کھانا پینا سلام و جواب سلام وغیرہ یہ سب
خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں۔ جب خطیب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سُننا اور
چُپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز اُن تک نہیں پہنچتی
اُنھیں بھی چُپ رہنا واجب ہے اگر کسی کو بُری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے
اشارہ سے منع کر سکتے ہیں زبان سے منع کرنا جائز نہیں۔(دُرمختار) مسئلہ۔ خطیب
نے مسلمانوں کے لئے دُعا کی تو سامعین کو ہاتھ اُٹھانا یا آمین کہنا منع ہے۔(ردالمحتار)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام خطیب نے لیا تو حاضرین دل میں درود شریف
پڑھیں۔ زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں۔ یوں ہی صحابۂ کرام کے ذکر
پر اس وقت رضی اللہ عنہم زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔(دُرمختار وغیرہ) مسئلہ۔
خطبۂ جمعہ کے علاوہ دوسرے خطبوں مثلاً خطبۂ عیدین و نکاح وغیرہ کو بھی سُننا
واجب ہے۔(دُرمختار) مسئلہ۔ خطیب جب منبر پر بیٹھے تو اُس کے سامنے
دوبارہ اذان دی جائے۔(متون) مسئلہ۔ خطبہ جب ختم ہوجائے تو فوراً اقامت
کہی جائے۔ خطبہ و اقامت کے درمیان دُنیا کی بات کرنا مکروہ ہے۔(دُرمختار)
مسئلہ۔ جس نے خطبہ پڑھا وہی نماز پڑھائے۔ دوسرا نہ پڑھائے۔ اور اگر
دوسرے نے پڑھا دی جب بھی ہوجائے گی جب کہ وہ ماذون ہو یوں ہی اگر نابالغ
نے بادشاہ کے حکم سے خطبہ پڑھا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے۔(دُرمختار
و ردالمحتار) مسئلہ۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ خطبہ کی اذان پست آواز سے کہتے
ہیں یہ نہ چاہئے بلکہ اس اذان کو بھی بلند آواز سے کہیں کہ اس سے بھی اعلان
مقصود ہے اور جس نے پہلی اذان نہ سُنی وہ اس اذان کو سُن کر مسجد میں حاضر ہو۔
(بحر وغیرہ) مسئلہ۔ جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی جمعہ کے لئے چل دینا واجب
ہے اور خرید و فروخت اور دوسرے سب کاموں کو چھوڑ دینا واجب ہے۔
جمعہ کو جاتے ہوئے بھی خرید و فروخت ناجائز ہے۔ اگر کھانا کھا رہا تھا کہ اذان
جمعہ کی آواز آئی۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہوجائے گا۔ تو کھانا
چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے۔(عالمگیری وغیرہ) مسئلہ۔ جب امام خطبہ کے لئے
کھڑا ہوا اُس وقت سے نماز ختم ہونے تک ہر نماز اور ذکر و دُعا اور ہر قسم
کا کلام منع ہے۔ ہاں البتہ صاحبِ ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یوں ہی
جو شخص سنّت یا نفل پڑھ رہا تھا کہ امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو گیا تو اُسے چاہئے
کہ جلد سے جلد نماز پوری کرے۔(دُرمختار)

نمازِ عیدین کا بیان

عید و بقرعید کی نماز واجب ہے۔ مگر سب پر نہیں۔ بلکہ صرف اُنھیں لوگوں پر جن لوگوں پر جمعہ فرض ہے۔ بلا وجہ عیدین کی نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۵۵)

مسئلہ۔ عیدین کی نماز واجب ہونے اور جائز ہونے کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جمعہ کا خطبہ شرط ہے۔ اور عیدین کا خطبہ سُنّت ہے۔ دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ نماز جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ سے پہلے ہے۔ اور عیدین کا خطبہ نماز عیدین کے بعد ہے۔ اور ایک تیسرا فرق یہ بھی ہے کہ جمعہ کیلئے اذان و اقامت ہے۔ اور عیدین کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت۔ صرف دو بار "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" کہہ کر نماز عیدین کے اعلان کرنے کی اجازت ہے مسئلہ عیدین کی نماز کا وقت ایک نیزہ سورج بلند ہونے سے زوال کے پہلے تک ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۵۸) مسئلہ۔ عیدالفطر کے دن یہ باتیں مستحب ہیں۔ (۱) حجامت بنوانا۔ (۲) ناخن کٹوانا۔ (۳) غسل کرنا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) اچھے کپڑے پہننا۔ نئے ہوں یا پُرانے۔ (۶) انگوٹھی پہننا۔ (۷) خوشبو لگانا۔ (۸) صبح کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھنا۔ (۹) عیدگاہ جلد چلا جانا۔ (۱۰) نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔ (۱۱) عیدگاہ کو پیدل جانا۔ (۱۲) دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ (۱۳) عیدگاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں کھا لینا۔ تین۔ پانچ سات یا کم زیادہ مگر طاق ہوں۔ اگر کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے۔ (۱۴) خوشی ظاہر کرنا۔ (۱۵) صدقہ و خیرات کرنا۔ (۱۶) عیدگاہ کو اطمینان اور وقار کے ساتھ جانا۔ (۱۷) آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینا۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۵۸)

نمازِ عیدین کا طریقہ

پہلے اس طرح نیت کرے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی چھ تکبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے (مقتدی اتنا اور کہے پیچھے اس امام کے) مُنھ میرا طرف کعبہ شریف

کے اَللّٰہُ اَکْبَر۔ پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھائے۔ اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا باندھ لے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد بھی ہاتھ باندھے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد بھی ہاتھ باندھ لے۔ اور دوسری اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے۔ چوتھی تکبیر کے بعد امام آہستہ سے اعوذ باللہ و بسم اللہ پڑھ کر بلند آواز سے الحمد اور کوئی سورہ پڑھے اور رکوع و سجدہ سے فارغ ہو کر دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور کوئی سورہ پڑھے۔ پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر ہر بار اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے اور چوتھی بار بلا ہاتھ اُٹھائے تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کرے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام دو خطبے پڑھے۔ پھر دعا مانگے۔ پہلے خطبہ کو شروع کرنے سے پہلے امام نو بار۔ اور دوسرے خطبہ کے پہلے سات بار۔ اور منبر سے اُترنے کے پہلے چودہ بار اللہ اکبر آہستہ سے کہے کہ یہ سنّت ہے (دُرمختار ج۱ ص۵۶۱) مسئلہ۔ اگر کسی عذر مثلاً سخت بارش ہو رہی ہے۔ یا ابر کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا اور زوال کے بعد چاند ہونے کی شہادت ملی۔ اور عید کی نماز نہ ہو سکی۔ تو دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جائے۔ اور اگر دوسرے دن بھی نہ ہو سکی تو تیسرے دن عیدالفطر کی نماز نہیں ہو سکتی۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۶۲)۔

مسئلہ۔ عیدالاضحیٰ (بقرعید) تمام احکام میں عیدالفطر کی طرح ہے۔ صرف چند باتوں میں فرق ہے۔ عیدالفطر میں نماز عید سے پہلے کچھ کھا لینا مستحب ہے۔ اور عیدالاضحیٰ میں مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ اور یہ فرق بھی ہے کہ عیدالفطر کی نماز عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے اور تیسرے دن نہیں پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر عیدالاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں ذوالحجہ تک یعنی تیسرے دن بھی بلا کراہت پڑھی جا سکتی ہے۔ (دُرمختار ج۱ ص۵۶۲)

مسئلہ۔ نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک پانچوں وقت کی ہر نماز کے بعد

جو جماعتِ مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب اور
تین بار کہنا افضل ہے اس کو "تکبیرِ تشریق" کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ○
(دُرِّ مختار ج ۱ ص ۵۶۲) مسئلہ۔ قربانی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلی ذوالحجہ سے
دسویں ذوالحجہ تک بال یا ناخن نہ کٹوائے۔ (کتبِ فقہ)

قُربانی کا بیان

ہر مالکِ نصاب مرد و عورت پر ہر سال قُربانی واجب ہے۔ یہ ایک مالی
عبادت ہے۔ خاص جانور کو خاص دن میں اللہ تعالیٰ کے لئے ثواب کی نیت سے ذبح
کرنا اس کا نام قربانی ہے۔ مسئلہ۔ مالکِ نصاب وہ شخص ہے جو ساڑھے
باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا۔ یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے
سامانِ تجارت، یا کسی زیور، یا سامان یا روپیوں، نوٹوں پیسوں کا مالک ہو اور مملوکہ
چیزیں حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں۔ مسئلہ۔ مالکِ نصاب پر ہر سال اپنی طرف
سے قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر دوسرے کی طرف سے بھی کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے
دوسری قربانی کا انتظام کرے۔ مسئلہ۔ قربانی کا جانور موٹا تازہ اچھا اور بے عیب
ہونا ضروری ہے۔ اگر تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی مکروہ ہو گی۔ اور اگر زیادہ عیب ہے
تو قربانی ہو گی ہی نہیں۔ مسئلہ۔ اندھا۔ لنگڑا۔ کانا۔ بیحد دُبلا۔ تہائی سے زیادہ
کان۔ دُم۔ سینگ چھن وغیرہ کٹا ہوا۔ پیدائشی بے کان کا۔ بیمار۔ ان سب جانوروں کی قربانی
جائز نہیں۔

قربانی کا طریقہ

قربانی کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح
لٹائیں کہ اُس کا مُنھ قبلہ کی طرف ہو۔ پھر یہ دُعائیں پڑھیں۔
اعوذ اور بسم اللہ کے بعد اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اور جانور کے
پہلو پر اپنا داہنا پاؤں رکھ کر اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کر
تیز چھری سے جلد ذبح کر دیں۔ اور ذبح کے بعد پھر یہ دُعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا
تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اگر دوسرے کی طرف سے قربانی کرے تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ کہہ کر
اس شخص کا نام لے۔ مسئلہ۔ قربانی کے گوشت کو تین حصے کرے۔ ایک حصہ
صدقہ کر دے۔ ایک حصہ رشتہ داروں اور احباب میں تقسیم کر دے۔ اور ایک حصہ
اپنے خرچ کے لئے رکھے۔ مسئلہ۔ قربانی کا گوشت کسی کافر کو ہرگز نہ دے کہ
یہاں کے کُفّار حربی ہیں۔ مسئلہ۔ چمڑا۔ رسّی وغیرہ سب کو صدقہ کر دے۔ قربانی کے
چمڑے کو خود اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً ڈول۔ مشک۔ جانماز۔ بچھونا وغیرہ بنا سکتا
ہے۔ مسئلہ۔ آجکل لوگ عموماً قربانی کا چمڑا دینی مدرسوں میں دیا کرتے ہیں۔ یہ جائز
ہے۔ اگر مدرسہ میں دینے کی نیت سے چمڑا بیچ کر قیمت مدرسہ میں دے دیں تو یہ بھی
جائز ہے۔ (عالمگیری و بہارِ شریعت)

عقیقہ کا بیان

بچہ پیدا ہونے کے شکریہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اُس کو **عقیقہ** کہتے ہیں۔
مسئلہ۔ جن جانوروں کو قربانی میں ذبح کیا جاتا ہے انھی جانوروں کو عقیقہ میں
بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ مسئلہ۔ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں
ایک بکرا ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر گائے بھینس عقیقہ میں ذبح کرے تو دو حصے
لڑکے کی طرف سے اور ایک حصہ لڑکی کی طرف سے ذبح کرنے کی نیت کرے اور
اگر چاہے تو پوری گائے یا بھینس لڑکے یا لڑکی کے عقیقہ میں ذبح کرے۔
مسئلہ۔ گائے بھینس میں قربانی کے وقت کچھ حصہ قربانی کی نیت سے اور
کچھ حصہ عقیقہ کی نیت سے رکھ کر ذبح کرے تو ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ

دونوں ہو جائے گا۔ اور ایسا کرنا جائز ہے **مسئلہ**۔ عقیقہ کے لئے بچے کی پیدائش کا ساتواں دن بہتر ہے۔ اور ساتویں دن نہ کر سکیں تو جب چاہیں عقیقہ کریں سنت ادا ہو جائے گی **مسئلہ**۔ عقیقہ کا گوشت بچے کے ماں باپ۔ دادا۔ دادی نانا۔ نانی وغیرہ سب کھا سکتے ہیں۔ اور جاہلوں میں جو یہ مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت یہ لوگ نہیں کھا سکتے۔ یہ بات بالکل ہی غلط ہے **مسئلہ**۔ عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت اگر لڑکے کا عقیقہ ہو تو یہ دُعاء پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ دَمُھَا بِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا فِدَاءً لَّہٗ مِنَ النَّارِ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط دُعاء میں فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ کی جگہ بچے اور اُس کے باپ کا نام لے۔ اور اگر لڑکی کا عقیقہ ہو تو یہی دُعاء اس طرح پڑھے اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ فُلَانَۃَ بِنْتِ فُلَانٍ دَمُھَا بِدَمِھَا وَلَحْمُھَا بِلَحْمِھَا وَعَظْمُھَا بِعَظْمِھَا وَجِلْدُھَا بِجِلْدِھَا وَشَعْرُھَا بِشَعْرِھَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا فِدَاءً لَّھَا مِنَ النَّارِ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط دُعاء میں فُلَانَۃَ بِنْتِ فُلَانٍ کی جگہ لڑکی اور اُس کے باپ کا نام لے۔ اور اگر دُعاءِ عقیقہ یاد نہ ہو تو بغیر دُعاء پڑھے دل میں یہ خیال کر کے کہ فلاں لڑکی کا عقیقہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط پڑھ کر ذبح کر دے عقیقہ ہو جائے گا عقیقہ کے لئے دُعاء کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ دل میں یہ خیال کر کے کہ یہ فلاں لڑکے یا فلاں لڑکی کا عقیقہ ہے ذبح کر دینا کافی ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان

جو چیزیں نماز میں واجب ہیں اگر اُن میں سے کوئی واجب بھول سے چھوٹ جائے تو اس کمی کو پوری کرنے کے لئے سجدۂ سہو واجب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے آخر میں التحیات پڑھنے کے بعد داہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ کرے۔ اور پھر التحیات اور درود شریف اور دُعاء پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۹۶)

مسئلہ۔ اگر قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا۔ تو سجدۂ سہو کافی نہیں۔ بلکہ نماز کو دُہرانا واجب ہے۔ (دُرِّ مختار ج۱ ص۴۹۶) **مسئلہ**۔ جو چیزیں نماز میں فرض ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز چھوٹ گئی چاہے بھول کر چھوٹی ہو یا قصداً تو نماز ہو گی ہی نہیں۔ اور سجدۂ سہو سے بھی یہ کمی پوری نہیں ہو سکتی۔ بلکہ پھر سے اس نماز کو پڑھنا ضروری ہے۔ (عامۂ کتب فقہ) **مسئلہ**۔ ایک نماز میں اگر بھول سے کئی واجب چھوٹ گئے تو ایک مرتبہ وہی دو سجدے سہو کے سب کے لئے کافی ہیں۔ چند بار سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ (ردالمحتار ج۱ ص۴۹۷) **مسئلہ**۔ پہلے قعدہ میں التحیات پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں اتنی دیر لگا دی کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھ سکے تو سجدہ سہو واجب ہے۔ چاہے کچھ پڑھے یا خاموش رہے۔ دونوں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔ اس لئے دھیان رکھو کہ پہلے قعدہ میں التحیات ختم ہوتے ہی فوراً تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (در مختار و ردالمحتار ج۱ ص۴۹۸)

سجدۂ تلاوت کا بیان

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ابنِ آدم آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور روتے ہوئے کہتا ہے کہ ہائے رے۔ میری بربادی۔ ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا۔ اُس نے سجدہ کیا اُس کے لئے جنت ہے اور مجھے حکم ہوا۔ میں نے سجدہ سے انکار کیا۔ تو میرے لئے دوزخ ہے۔

مسئلہ۔ قرآن مجید میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں۔ اور وہ مندرجہ ذیل سورتوں میں ہیں۔ (۱) سورۂ اعراف (۲) سورۂ رعد (۳) سورۂ نحل (۴) سورۂ بنی اسرائیل (۵) سورۂ مریم (۶) سورۂ حج میں پہلی جگہ جہاں سجدہ ہے (۷) سورۂ فرقان (۸) سورۂ نمل (۹) سورۂ الٓمٓ تنزیل (۱۰) سورہ ص۔

(۱۱) سورۂ حٰمٓ السجدۃ (۱۲) سورۂ والنجم (۱۳) سورۂ انشقاق (۱۴)
سورۂ اقرأ۔ **مسئلہ**۔ آیت سجدہ پڑھنے یا سُننے سے سجدہ واجب ہوجاتا
ہے۔ (ہدایہ و دُرِّمختار وغیرہ) **مسئلہ**۔ آیت سجدہ لکھنے یا اُس کی طرف دیکھنے
سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ سجدۂ تلاوت کے لئے تحریمہ
کے سوا تمام وہ شرائط ہیں جو نماز کے لئے ہیں۔ یعنی طہارت۔ استقبالِ قبلہ۔ نیت۔
سترِ عورت وغیرہ۔ لہٰذا اگر پانی پر قادر ہے تو تیمم کرکے سجدۂ تلاوت جائز نہیں بلکہ
وضو کرکے سجدہ کرے۔ **مسئلہ**۔ سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر
کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اللہ اکبر
کہتا ہوا کھڑا ہوجائے۔ پہلے پیچھے دونوں مرتبہ اللہ اکبر کہنا سُنّت ہے۔ اور کھڑے
ہوکر سجدہ میں جانا۔ اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (عالمگیری و درمختار وغیرہ)
مسئلہ۔ امام نے نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی۔ تو وہ نماز ہی میں سجدہ کرے اور مقتدی
بھی اُس کے ساتھ سجدہ کریں۔ (عامۂ کتب) **مسئلہ**۔ اگر تنہا سجدہ کرے تو سُنّت یہ
ہے کہ تکبیر اتنی آواز سے کہے کہ خود سُن لے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں
تو مستحب یہ ہے کہ اتنی آواز سے کہے کہ دوسرے بھی سُنیں۔ (ردالمحتار) **مسئلہ**۔ سجدۂ
تلاوت کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت نہ ہاتھ کانوں تک اُٹھانا ہے۔ نہ اس میں التحیات
پڑھنا ہے۔ نہ سلام پھیرنا ہے۔ (تنویر الابصار) **مسئلہ**۔ نماز کے باہر سجدہ کی آیت پڑھی
یا سُنی تو فوراً ہی سجدہ کرلینا واجب نہیں۔ ہاں بہتر ہے کہ فوراً کرلے۔ اور وضو ہو تو
سجدہ میں تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (دُرِّمختار) ایک مجلس میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو
بار بار پڑھا۔ یا بار بار سُنا تو ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر چند مجلسوں میں ایک ہی
آیت کو چند بار پڑھا تو پڑھنے والا جتنی بار پڑھے گا اُس پر اُتنے ہی سجدے واجب
ہوں گے۔ اور سُننے والا اگر ایک ہی مجلس میں چند مجلسوں میں پڑھی جانے والی آیتوں کو سُنتا
رہا تو اُس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر پڑھنے والا ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ کو
بار بار پڑھتا رہا۔ اور سُننے والا چند مجلسوں میں اُسی آیت سجدہ کو سُنتا رہا تو پڑھنے والے

پر ایک ہی سجدہ واجب ہوا۔ اور سُننے والے پر جتنی مرتبہ اس نے سُنا اُتنی مرتبہ اُس پر
سجدہ واجب ہوگا (عالمگیری وغیرہ) **مسئلہ**۔ ایک مجلس میں آیت سجدہ پڑھی یا سُنی
اور سجدہ کرلیا پھر اُسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سُنی تو وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔
(دُرِّمختار)

فائدہ عظیمہ جس مقصد کے لئے ایک مجلس میں سجدہ کی سب آیتیں پڑھ کر سجدے کرے۔ اور اپنے مقصد کے لئے دُعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اُس کا مقصد پورا فرمائے گا۔ چاہے ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے۔ چاہے سب آیتوں کو پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرے۔ (غنیہ و دُرِّمختار وغیرہ)

سجدۂ شکر سجدۂ شکر مثلاً اولاد پیدا ہوئی۔ یا مال پایا۔ یا گُمی ہوئی چیز مل گئی یا مریض نے شفا پائی۔ یا مسافر واپس آیا۔ غرض کسی نعمت کے ملنے پر سجدہ کرنا مستحب ہے۔ اور اس کا طریقہ وہی ہے جو سجدۂ تلاوت کا ہے۔ (عالمگیری، وردالمحتار)

گہن کی نماز کا بیان

سورج گہن کی نماز سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ اور چاند گہن کی نماز مستحب ہے۔
سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے۔ اور تنہا تنہا بھی ہوسکتی ہے۔ اور جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لئے شرط ہیں۔ اس کی جماعت وہی قائم کرسکتا ہے جو جمعہ کی نماز قائم کرسکتا ہے۔ وہ نہ ہو تو جماعت نہ کریں اور تنہا تنہا گھر میں یا مسجد میں پڑھیں۔ (دُرِّمختار و ردالمحتار) **مسئلہ**۔ گہن کی نماز اُسی وقت پڑھیں جب سورج میں گہن لگا ہو۔ گہن چھوٹنے کے بعد نہیں۔ اور گہن چھوٹنا شروع ہوگیا مگر ابھی کچھ باقی ہے اُس وقت بھی نماز شروع کرسکتے ہیں (جوہرہ نیرہ) **مسئلہ**۔ گہن کی نماز دوسری نفلوں کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں۔ گہن کی نماز میں نہ اذان ہے نہ اقامت نہ بلند آواز سے

قراءت۔ اور نماز کے بعد دعا مانگیں یہاں تک کہ گہن بالکل ختم ہوجائے اور دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں یا چار چار رکعت پر دونوں جائز ہیں۔ (درمختار و ردالمحتار) **مسئلہ**۔ چاند گہن کی نماز میں جماعت نہیں امام موجود ہو یا نہ ہو بہر حال اکیلے اکیلے پڑھیں۔ (درمختار وغیرہ) **مسئلہ** تیز آندھی آجائے یا دن میں سخت اندھیرا چھا جائے۔ یا رات میں خوفناک روشنی نظر آجائے۔ یا بکثرت تارے ٹوٹیں۔ یا لگاتار کثرت سے پانی برسے۔ یا بکثرت اولے گرنے لگیں۔ یا آسمان سرخ ہوجائے۔ یا بجلیاں گریں۔ یا زلزلے آئیں۔ یا کوئی وبائی بیماری پھیل جائے۔ یا دشمن کا خوف ہو۔ یا اور کوئی خوفناک معاملہ درپیش ہو تو ان سب صورتوں میں نفل کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھنی اور دعا مانگنی مستحب ہے۔ (عالمگیری و درمختار) حدیث۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو یہ دعا پڑھتے تھے کہ

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ اور کبھی یہ دعا پڑھتے تھے سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (ترمذی و موطا امام مالک)

نماز استسقاء کا بیان

استسقاء دعا و استغفار کا نام ہے۔ استسقاء کی نماز جماعت سے جائز ہے۔ مگر جماعت اس کے لئے سنت نہیں۔ چاہے جماعت سے پڑھیں۔ یا تنہا تنہا دونوں طرح اختیار ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ۔ استسقاء کے لئے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر نہایت ہی تواضع اور عاجزی کی صورت میں ذلیل بن کر ننگے سر ننگے پاؤں ہوکر گھر سے نکلیں اور میدان میں جائیں۔ اور بہتر ہے کہ نکلنے سے پہلے تین دن روزہ رکھیں اور توبہ و استغفار کریں۔ اور کچھ صدقہ و خیرات بھی کریں اور میدان میں بوڑھوں اور بچوں کو بھی لے جائیں۔

اور سب لوگ رو رو کر اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں۔ اور بوڑھوں اور بچوں کو وسیلہ بنا کر خوب رو رو کر بارش کی دعائیں مانگیں۔ اور تین دن اسی طرح میدان میں جائیں اور دعائیں مانگیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں قراءت میں آواز بلند کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھے۔ نماز کے بعد امام زمین ہی پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے۔ اور دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جائے۔ اور خطبہ پڑھنے کے درمیان اپنی چادر لوٹ دے۔ یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے۔ خطبوں سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دعا مانگے۔ اور دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے۔ اور ہاتھوں کی پیٹھ آسمان کی طرف رکھے۔ (عالمگیری۔ غنیہ۔ درمختار۔ جوہرہ وغیرہا)

مسئلہ۔ اگر بارش ہوجائے جب بھی تین دن میدان میں جائیں۔ اور اگر میدان میں دعاؤں کے درمیان بارش ہونے لگے تو بارش میں کچھ دیر ٹھہرے رہیں تاکہ بدن پر پانی پہنچے کہ یہ بارش رحمتوں اور برکتوں والی ہوگی۔ (ردالمحتار وغیرہ)

میت کے متعلق مسائل

بیماری بیماری مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک بڑی خاص نعمت ہے۔ اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ مگر حقیقت میں اس سے آرام و راحت کا ایک بڑا خزانہ ہاتھ لگتا ہے جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے واقعہ یہ ہے کہ یہ جسمانی بیماریاں بہت سی روحانی بیماریوں کا علاج ہیں۔ بہت موٹی سی بات ہے جس کو ہر شخص سمجھتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر وہ جب کسی مرض میں گرفتار ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا، اور توبہ و استغفار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی گریہ و زاری اور بیقراری پر رحم فرما کر اُس کو شفا دیتا ہے۔ اور اس

بیماری پر اپنے بندے کے گناہوں کو معاف فرما کر اُس کے اجر و ثواب میں ترقی، اور اُس کے مراتب و درجات میں سربلندی عطا فرماتا ہے۔ اور بیماری پر صبر و شکر کے بدلے جنّت کی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جو تکلیف یا جو رنج و غم، یا جو کچھ صدمہ بھی پہنچے یہاں تک کہ ایک کانٹا جو اُس کو چُبھ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے اُس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جب میں کسی بندے کی آنکھیں لے لوں پھر وہ اس پر صبر کرے۔ تو اُس کے بدلے میں اُس کو جنّت دوں گا۔ (بخاری)

بہرحال ہر مسلمان پر لازم ہے کہ بیماری کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھ کر صبر و شکر کرتا رہے کیونکہ اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری اور چیخ و پکار سے بیماری اور مصیبت تو ٹل نہیں سکتی پھر بے صبری کر کے بڑے بڑے ثوابوں سے محرومی دوہری مصیبت ہے۔ بہت سے نادان بیماری میں بے جا الفاظ بول اُٹھتے ہیں۔ بلکہ بعض تو خدا کو ظالم کہہ کر کفر تک پہنچ جاتے ہیں (معاذ اللہ) مسلمانوں کو اچھی طرح اس کا دھیان رکھنا لازم ہے کہ بیماریوں اور مصیبتوں میں ہرگز ہرگز بے صبری نہ کریں۔ اور صبر و شکر کے سوا کوئی بے جا لفظ اپنی زبان سے نہ نکالیں بلکہ گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے، اور اللہ تعالیٰ سے شفاء و عافیت کی دُعائیں مانگتے رہیں۔

جب موت آجائے

آدمی کی زندگی تھوڑی ہو یا زیادہ، آرام میں رہے یا تکلیف میں بہرحال آخر ایک دن سب کو موت کا مزہ چکھنا ہی ہے۔ جب ایک نہ ایک دن یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے۔ تو ہر آدمی کو وہاں کی تیاری لازم ہے جہاں اُس کو ہمیشہ رہنا ہے۔ لہٰذا اُس وقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ تم دُنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا آدمی

ہوتا ہے۔ تو جس طرح پردیسی مسافر ایک اجنبی شخص ہوتا ہے۔ اور راہ گیر راستہ کے کھیل تماشے میں نہیں لگتا کہ اُس کی راہ کھوٹی ہوگی۔ اور منزلِ مقصود تک پہنچنے میں ناکامی ہوگی۔ اسی طرح مسلمان کو چاہیئے کہ دُنیا میں نہ پھنسے۔ اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصودِ اصلی میں خلل پیدا ہو۔ اور ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنی موت کو بکثرت یاد کرتا رہے کہ موت کی یاد دُنیاوی تعلقات کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ رسول ہے کہ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔ یعنی تمام لذتوں کو کاٹ دینے والی موت کو بکثرت یاد کرتے رہو۔ اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے نا اُمید نہ ہو جائے۔ بلکہ اُس کی رحمت سے مغفرت کی اُمید رکھے۔ اور اُس کے غضب و عذاب سے ڈرتا رہے۔

روح قبض ہونے کا وقت بہت سخت وقت ہے کہ اسی پر سارے اعمال کا دار و مدار ہے کیونکہ خاتمہ ہی کا اعتبار ہے۔ شیطان ہر وقت مسلمان کا ایمان چھیننے کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مکر سے بچالے۔ اور مرتے وقت اُس کا ایمان سلامت رہے وہی مُراد کو پہنچا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔ لہٰذا صدق دل سے خاتمہ بالخیر کی دُعا مانگتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے طفیل میں خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ (آمین)

مسئلہ۔ جب موت کا وقت قریب آئے اور موت کی علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف مُنہ کر دیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کی طرف مُنہ کر دیں۔ مگر اس صورت میں دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کرکے سر کو تھوڑا اونچا کر دیں تاکہ مُنہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ اور اگر قبلہ کو مُنہ کرنے میں اُس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت میں ہو اُسی حالت پر چھوڑ دیں۔ (دُرِّ مختار وغیرہ) مسئلہ۔ جانکنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو اُسے تلقین کرتے رہیں۔ یعنی اُس کے پاس کلمہ طیبہ و کلمۂ شہادت پڑھتے رہیں۔ مگر اُسے پڑھنے کا

حکم نہ دیں۔ (عامۂ کتب فقہ) **مسئلہ**۔جب اُس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین
کر دیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی دوسرا کلام کر دیا تو پھر تلقین کریں تاکہ
اُس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو جائے۔ (عالمگیری وغیرہ)
مسئلہ۔ جانکنی کے وقت نیک اور پرہیزگار لوگوں کا رہنا اچھا ہے اور اس
وقت سورۂ یٰسٓ کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب ہے، مثلاً لوبان اور اگر بتیاں
سُلگا دی جائیں (عالمگیری) **مسئلہ**۔جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی
جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ لگا دیں تاکہ مُنہ کھلا نہ رہے۔ اور آنکھیں بند
کر دی جائیں۔ اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں اور یہ کام اس کے
گھر والوں میں سے جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو وہ کرے۔ (جوہرہ نیرہ) **مسئلہ**
میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں۔ اور اُس کو تخت یا چارپائی پر
لٹا دیں۔ زمین پڑا نہ رہنے دیں تاکہ زمین کی تری اُس کے بدن کو نہ پہنچے (عالمگیری)
مسئلہ۔میت کے ذمہ جو قرض ہو اُس کو بہت جلد ادا کریں کہ حدیث شریف میں
ہے کہ میت اپنے قرض میں مقید رہتا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میت کی
روح معلق رہتی ہے جب تک اُس کا قرض نہ ادا کیا جائے۔ **مسئلہ**۔میت کے غسل او
کفن دفن میں جلدی کرنی چاہئے۔ اس کی حدیث شریف میں بہت تاکید آئی ہے۔ (جوہرہ نیرہ)
مسئلہ۔پڑوسیوں اور میت کے احباب اور رشتہ داروں کو اطلاع کرنی چاہئے تاکہ
نمازیوں کی کثرت ہوگی۔ اور لوگ اُس کے لئے دُعا کریں گے کہ اُن پر حق ہے کہ اُس کے
جنازے پر نماز پڑھیں اور دُعا کریں۔ (عالمگیری)

میت کا غسل

میت کو نہلانا فرضِ کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے غسل دے دیا
تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا۔ اور اگر کسی نے غسل نہیں
دیا تو سب گنہگار ٹھہریں گے۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس
چارپائی یا تخت پر نہلانے کا ارادہ ہو اُس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں۔ اور
اُس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں۔ اور نہلانے والا

اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے۔ پھر نماز جیسا وضو کرائے۔ یعنی منہ
پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں۔ پھر سر کا مسح کریں۔ پھر پاؤں دھوئیں۔ مگر میت
کے وضو میں پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں
ہے۔ ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ہونٹوں اور
نتھنوں پر پھیر دیں۔ پھر سر اور داڑھی کو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک
صابون یا کسی اور چیز سے دھوئیں ورنہ خالص پانی بھی کافی ہے۔ پھر بائیں
کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کے پتوں میں جوش دیا ہوا پانی بہائیں کہ
تخت تک پانی پہنچ جائے۔ پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یوں ہی کریں۔ بیری کے پتوں
میں جوش دیا ہوا پانی اگر نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم ہونا چاہئے۔ پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں
اور نرمی کے ساتھ پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف سہلائیں۔ اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں
غسل کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں
اور کسی صاف کپڑے سے پونچھ کر بدن کا پانی سکھائیں۔ ایک مرتبہ سارے بدن پر
پانی بہانا فرض اور تین مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا سُنت ہے۔ **مسئلہ**۔ جہاں
غسل دیں مستحب ہے کہ پردہ کر لیں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا
نہ دیکھے۔ نہلاتے وقت چاہے اُس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں۔ یا قبلہ کی طرف
پاؤں کریں۔ یا جو آسان ہو وہ کریں۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ نہلانے والا معتمد شخص ہو
کہ پوری طرح غسل دے۔ اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اُٹھا۔ یا میت کے
بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ اور کوئی بُری بات دیکھی
مثلاً چہرہ کا رنگ کالا ہو گیا۔ یا بدبو آئی یا صورت یا اعضاء میں کوئی تغیر دیکھا تو اس کو
کسی سے نہ کہے۔ اور ایسی بات کہنی جائز بھی نہیں کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا اپنے
مُردوں کی خوبیاں ذکر کرو۔ اور اس کی بُرائیوں سے باز رہو۔ (جوہرہ نیرہ) **مسئلہ**۔
اور اگر کوئی بد مذہب مرا اور اُس کا رنگ کالا ہو گیا۔ یا اور کوئی بُری بات ظاہر
ہوئی۔ تو لوگوں کے سامنے اس کو بیان کرنا چاہئے کہ اس سے لوگوں کو عبرت و نصیحت

ہو گی۔(عالمگیری) **مسئلہ**۔ مرد کو مرد نہلائے اور عورت کو عورت نہلائے میت
چھوٹا لڑکا ہے تو اُسے عورت بھی نہلا سکتی ہے۔ اور چھوٹی لڑکی کو مرد بھی نہلا
سکتا ہے۔ چھوٹے سے یہ مُراد ہے کہ حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔(عالمگیری) **مسئلہ**
عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ کیونکہ شوہر کے مرنے کے بعد عدت گذر جانے
تک عورت اپنے شوہر کے نکاح میں باقی رہتی ہے۔(عالمگیری وغیرہ) **مسئلہ**۔ عورت
مرجائے تو شوہر نہ اُسے نہلا سکتا ہے نہ چھو سکتا ہے۔ کیونکہ عورت کے مرتے ہی نکاح
کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں صورت دیکھنے کی ممانعت نہیں۔(دُرمختار) عوام میں جو
یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے۔ نہ قبر میں اُتار سکتا
ہے۔ نہ منہ دیکھ سکتا ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اُس کے بدن کو بلا
کپڑے کے ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ **مسئلہ**۔ ایسی جگہ انتقال ہوا کہ وہاں پانی
نہیں ملتا تو تیمم کرائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ اور اگر دفن سے پہلے پانی مل جائے
تو نہلا کر نماز دوبارہ پڑھیں۔(عالمگیری و دُرمختار) **مسئلہ**۔ میت کا بدن اگر ایسا
ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہا دیں۔(عالمگیری)
میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کُفّار کا طریقہ ہے۔
بعض جگہ ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ رکھ دیتے ہیں جیسے نماز میں قیام کی حالت میں
ہاتھ باندھتے ہیں۔ ایسا بھی نہیں کرنا چاہئے۔

کفن کا بیان

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں۔
(۱) کفنِ سُنّت (۲) کفنِ کفایت (۳) کفنِ ضرورت۔ مرد
کے لئے کفنِ سُنّت تین کپڑے ہیں۔ چادر۔ تہبند۔ کُرتا۔ اور عورت کے لئے کفنِ سنّت
پانچ کپڑے ہیں۔ چادر۔ تہبند۔ کُرتا۔ اوڑھنی۔ سینہ بند۔ مرد کے لئے کفنِ کفایت
دو کپڑے ہیں چادر۔ تہبند۔ عورت کے لئے کفنِ کفایت تین کپڑے ہیں۔ چادر۔
تہبند۔ اوڑھنی۔ کفنِ ضرورت مرد و عورت دونوں کے لئے یہ کہ جو میسّر آئے اور کم از کم
اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔(دُرمختار و عالمگیری وغیرہ) **مسئلہ**۔ کفن میں چادر

کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں
اور تہبند چوٹی سے قدم تک کا ہونا چاہئے۔ اور کُرتا گردن سے گھٹنوں کے نیچے
تک ہونا چاہئے۔ اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو۔ چاک اور آستین کُرتے
میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کے کُرتوں میں یہ فرق ہے کہ مرد کے کُرتے کو مونڈھے پر
چیریں اور عورت کے لئے سینے کی طرف۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی لمبی ہونی چاہئے۔ سینہ بند
پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔(عالمگیری و ردالمحتار وغیرہ)
مسئلہ۔ کفن اچھا ہونا چاہئے۔ اور سفید کفن بہتر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ تم لوگ اپنے مُردوں کو سفید کپڑوں میں کفناؤ۔(غنیہ و ردالمحتار)
مسئلہ۔ کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد کسی پاک
کپڑے سے پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو۔ اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار
دھونی دے لیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر۔
پھر تہبند۔ پھر کُرتا۔ پھر میت کو اُس پر لٹائیں۔ اور کُرتا پہنائیں۔ اور داڑھی اور
تمام بدن پر خوشبو ملیں۔ اور جو بدن سجدہ کرنے میں زمین پر لگتے ہیں یعنی ماتھا۔
ناک۔ ہاتھ۔ گھٹنے۔ قدم پر کافور لگائیں۔ پھر تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر
داہنی جانب سے۔ پھر چادر لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی جانب سے تاکہ داہنا
اوپر رہے۔ اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو
کُرتا پہنا کر اُس کے بال دو حصّے کر کے کُرتے کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی
نصف پیٹھ کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے۔
کہ اُس کا طول نصف پیٹھ سے سینہ تک رہے۔ اور عرض ایک کان کی لَو سے دوسرے
کان کی لَو تک رہے۔ اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں غلط
اور خلافِ سنّت ہے۔ پھر بدستور تہبند و چادر لپیٹیں۔ پھر سب کے اوپر سینہ بند پستان
کے اوپر سے ران تک لا کر باندھیں۔(عالمگیری و دُرمختار وغیرہ) **مسئلہ**۔ مرد کے بدن
پر ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں جس میں زعفران پڑی ہو۔ ہاں عورت کے لئے جائز ہے جس نے

احرام باندھا ہے۔ اور اس حالت میں مرگیا ہو اُس کے بدن پر بھی خوشبو لگائیں
اور اُس کا مُنہ اور سر کفن سے چھپایا جائے۔ (عالمگیری وغیرہ)

جنازہ لے چلنے کا بیان

جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اُٹھایا۔ (جوہرہ وکتب حدیث) **مسئلہ**۔ سُنّت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اُٹھائیں۔ ایک ایک پایہ ہر شخص لے۔ اور اگر صرف دو آدمیوں نے جنازہ اُٹھایا کہ ایک آدمی سرھانے ہو اور ایک آدمی پائنتی تو بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر ضرورت ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ سُنّت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے۔ اور ہر بار دس دس قدم چلے۔ اور پوری سُنّت یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے۔ پھر داہنے پائنتی۔ پھر بائیں سرہانے پھر پائنتی اور دس دس قدم چلے۔ تو کل چالیس قدم ہوئے۔ کہ حدیث میں ہے کہ جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اُس کے چالیس گُناہ کبیرہ مٹا دئے جائیں گے۔ نیز حدیث میں ہے کہ جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی مغفرت فرمائے گا۔ (جوہرہ وعالمگیری) **مسئلہ**۔ جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے۔ اسباب کی طرح گردن اور پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔ چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ (عالمگیری۔ غُنیہ۔ دُرمختار) **مسئلہ**۔ چھوٹا دودھ پیتا بچّہ یا اس سے کچھ بڑا اُس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اُٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں۔ اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں۔ اور اس سے بڑا مُردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ (غُنیہ۔ عالمگیری وغیرہ) **مسئلہ**۔ جنازہ درمیانی درجے کی تیزی سے لے جائیں۔ مگر نہ اس طرح کہ میّت کو جھٹکا لگے۔ اور ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلیں۔ داہنے بائیں نہ چلیں۔ اور اگر کوئی آگے چلے تو اُسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ جنازہ کے ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے۔ اور سب کے سب جنازہ کے آگے ہوں تو مکروہ ہے۔

(عالمگیری وغیرہ) **مسئلہ**۔ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے۔ اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ ہے۔ اور آگے ہو تو جنازہ سے دور ہو۔ (عالمگیری۔ صغیری) **مسئلہ**۔ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے۔ (دُرمختار وصغیری) **مسئلہ**۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہئے۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہئے۔ قبر اور اُس کی ہولناکیوں کا خیال دل میں کریں۔ اور دُنیا کی باتیں اور ہنسنا سخت منع ہے۔ اور ذکرِ الٰہی کرنا چاہیں تو دل میں ہونا چاہئے۔ اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے بآوازِ بلند ذکر کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ (صغیری۔ دُرمختار وغیرہ) **مسئلہ**۔ جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور رکھنے کے بعد بلاضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے لوگ کھڑے نہ ہوں۔ یوں ہی اگر کسی جگہ لوگ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہوجانا ضروری نہیں۔ ہاں جو شخص جانا چاہتا ہو وہ اُٹھے اور چلا جائے۔ جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں ہو یا سر۔ بلکہ آڑا رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ (عالمگیری۔ دُرمختار) **مسئلہ**۔ میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا نیک شخص ہو تو اُس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اُسے بغیر نماز جنازہ پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے۔ اور نمازِ جنازہ کے بعد میّت کے اولیاء سے اجازت لے کر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے بعد کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (عالمگیری)

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بریُّ الذمہ ہوگئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی اور نہ پڑھی تو گنہگار ہوا۔ (عامۂ کتب فقہ) اس کی فرضیت کا جو انکار کردے کافر ہے۔ **مسئلہ**۔ نمازِ جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں۔ ایک شخص بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہوگیا۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار اور گُناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱)

باغی جو امام برحق کے خلاف بغاوت اور جنگ کرے اور اسی بغاوت میں مارا جائے
(۲) ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ اُس کو غسل دیا جائے نہ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے
ہاں اگر بادشاہِ اسلام نے ڈاکو کو زندہ گرفتار کرلیا۔ اور اس کو پھانسی دی گئی یا وہ اپنی
موت سے مرا تو غسل و نماز ہے۔ (۳) جو لوگ بالکل ناحق پاسداری سے لڑیں اور مارے
جائیں تو ان کی بھی نمازِ جنازہ نہیں۔ ہاں اگر لڑائی ختم کرکے منتشر ہو گئے اور اس کے
بعد مرے تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ (۴) جس نے گلا گھونٹ کر کئی آدمیوں کو
مار ڈالا ہو۔ (۵) جو لوگ ہتھیار لے کر رات میں شہر کے اندر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو
ہیں اس حالت میں اگر مارے جائیں تو ان کی بھی نمازِ جنازہ نہیں۔ (۶) جو اپنے باپ
یا ماں کا قاتل ہو اُس کی بھی نمازِ جنازہ نہیں۔ (عالمگیری و ردالمحتار وغیرہ) **مسئلہ۔**
جس نے خودکشی کرلی۔ حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے جنازہ کی نماز پڑھی
جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو۔ جو آدمی زنا کی سزا میں سنگسار کردیا گیا ہو یا قصاص
میں قتل کیا گیا ہو اُس کو غسل دیں گے اور نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ (عالمگیری۔ درمختار)
مسئلہ۔ نمازِ جنازہ میں دو رکن ہیں۔ چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ قیام۔ لہٰذا بغیر عذر اگر
بیٹھ کر یا سواری پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ نماز نہ ہوئی۔ اور اگر جنازہ کا ولی بیمار تھا اور
اُس نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی تو نمازِ جنازہ ہوگئی
(درمختار و ردالمحتار)

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر
اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے۔ اور ثنا پڑھے یعنی
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ
ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰهُ اَكْبَر کہے اور درود ابراہیمی
پڑھے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر کہے اور بالغ کا جنازہ
ہو تو یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا
وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ

وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ ط پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر
کہے۔ اور بغیر کوئی دُعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے۔ اور اگر مجنون یا نابالغ
لڑکے کا جنازہ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا
وَّاجْعَلْهُ لَنَا ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ط اور اگر لڑکی کا جنازہ ہو تو
تیسری تکبیر کے بعد یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا
ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ط **مسئلہ۔** تکبیر اور سلام کو امام بلند
آواز سے کہے۔ باقی تمام دُعائیں آہستہ پڑھی جائیں۔ اور صرف پہلی مرتبہ اللہ اکبر
کہنے کے وقت ہاتھ اُٹھائے پھر ہاتھ اُٹھانا نہیں۔ (جوہرہ۔ درمختار) **مسئلہ۔**
بہتر یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں تین صفیں کریں کہ حدیث شریف میں ہے جس کی نماز
تین صفوں نے پڑھی تو اُس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اگر کُل سات ہی شخص ہوں۔ تو
ایک امام بنے۔ اور پہلی صف میں تین اور دوسری صف میں دو اور تیسری صف میں
ایک کھڑے ہوں۔ (غنیہ) **مسئلہ۔** جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے
(درمختار) **مسئلہ۔** مستحب یہ ہے کہ میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔ اور امام میت سے دور
نہ ہو۔ میت خواہ مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ۔ یہ اُس وقت ہے کہ ایک ہی میت کی
نماز پڑھانی ہو۔ اور اگر چند جنازوں کی نماز پڑھانی ہو تو سب جنازوں کو ایک قطار میں
رکھ دیں اور نماز پڑھانے والا ایک جنازہ کے سینہ کے سامنے اور قریب کھڑا ہو۔ اور سب
جنازوں کی نماز کی ایک ہی نماز میں نیت کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ
پڑھے۔ اور اس صورت میں یعنی جب علیحدہ علیحدہ پڑھے تو اُن میں جو افضل ہے اُس کی
پہلے پڑھے۔ (درمختار) **مسئلہ۔** میت کو بغیر نماز پڑھے دفن کردیا۔ اور مٹی بھی دے دی
گئی تو اب اُس کی قبر پر نماز پڑھیں۔ جب تک پھٹنے کا گُمان نہ ہو۔ قبر پر نماز پڑھنے میں
دنوں کی کوئی تعداد معیّن نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جائے کہ یہ موسم اور زمین اور میت کے
جسم و مرض کے اختلاف سے مختلف ہے۔ گرمی میں لاش جلد پھٹے گی اور جاڑے میں بدیر۔
تر یا کھاری زمین میں جلد۔ خشک اور میٹھی زمین میں بدیر۔ فربہ جسم جلد۔ لاغر دیر میں۔
(درمختار۔ ردالمحتار)

مسئلہ۔ مسجد میں نمازِ جنازہ ہر حال میں مکروہ ہے۔ چاہے میت مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض۔ کیونکہ حدیث میں نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (دُرمختار) مسئلہ۔ جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز و تکفین ہوسکے تو پہلے ہی کریں۔ اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ۔ مسلمان مرد یا عورت کا بچہ اگر زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مرگیا تو اُس کو غسل و کفن دیں گے اور اُس کی نماز بھی پڑھیں گے۔ ورنہ اُسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے اُس کے لئے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں۔ اور اُس کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ مسئلہ۔ بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ۔ اُس کا بدن پورا بن چکا ہو یا ناتمام بہر حال اُس کا نام رکھا جائے۔ قیامت کے دن اُسی نام سے اُس کا حشر ہوگا۔ (دُرمختار، ردالمحتار)

قبر و دفن کا بیان

میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور یہ جائز نہیں کہ میت کو زمین پر رکھ دیں اور چاروں طرف سے دیواریں قائم کر دیں (عالمگیری۔ ردالمحتار) مسئلہ۔ جس جگہ پر انتقال ہوا خاص اُسی جگہ دفن نہ کریں کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ مقصد یہ کہ اُس کے لئے کوئی خاص مدفن نہ بنایا جائے۔ میت بالغ ہو یا نابالغ۔ (دُرمختار۔ ردالمحتار) مسئلہ۔ قبر کی لمبائی میت کے قد برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی۔ اور بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی قد برابر ہو۔ اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینہ تک ہو۔ (درمختار۔ ردالمحتار) اس سے مُراد یہ کہ لحد یا صندوق اتنا ہو۔ یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔ (بہارِ شریعت حصہ چہارم) مسئلہ۔ قبر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ قبر کھود کر اُس میں قبلہ کی طرف میت رکھنے کی جگہ کھودیں جس کو بغلی اور لحد کہتے ہیں۔ دوسری صندوق جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے لحد سُنّت ہے۔ اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں۔ اور نرم زمین ہو تو صندوق میں کوئی

حرج نہیں (عالمگیری) مسئلہ۔ تابوت کہ میت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں۔ یہ مکروہ ہے۔ مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر اور گیلی ہو تو حرج نہیں۔ (عالمگیری، دُرمختار) مسئلہ۔ اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سُنّت یہ ہے کہ اُس میں مٹی بچھا دیں۔ اور داہنے بائیں کچی اینٹیں لگا دیں اور اوپر مٹی لیپ دیں۔ غرض کہ اندر کا حصہ مثل بغلی اور لحد کے ہو جائے۔ اور لوہے کے تابوت میں میت کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ اگر قبر کی زمین کچھ گیلی ہو تو سوکھی دھول قبر میں بچھا کر میت کو دفن کرنا سُنّت ہے۔ (صغیری و ردالمحتار) مسئلہ۔ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مُردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اُتارا جائے۔ یوں نہیں کہ جنازہ قبر کی پائنتی رکھیں اور سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔ (درمختار وغیرہ) مسئلہ۔ میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دُعا پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ مسئلہ۔ میت کو داہنی کروٹ پر لٹائیں اور اُس کا مُنہ قبلہ کو کریں۔ اور قبر میں لٹانے کے بعد کفن کی گرہیں اور بندش کھول دیں۔ کہ اب ضرورت نہیں ہے۔ لحد میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیں۔ اور اگر زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے۔ تختوں کے درمیان اگر جھری رہ گئی ہو تو ڈھیلوں اور گیلی مٹی سے اُسے بند کر دیں۔ (جوہرہ، دُرمختار و ردالمحتار وغیرہ) مسئلہ۔ تختہ لگانے کے بعد مٹی دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار یہ پڑھیں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری بار وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى باقی مٹی ہاتھ یا کھرپی یا پھاوڑے سے ڈالیں اور قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اونٹ کی کوہان کی طرح کی بنائیں اور اُس پر پانی چھڑکیں اور ایک بالشت یا کچھ زیادہ اونچی بنائیں۔ اور جتنی مٹی قبر کھودنے میں نکلی ہے اُس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے۔ مسئلہ۔ جہاز پر انتقال ہوا اور کنارہ قریب نہ ہو تو غسل و کفن دے کر نماز پڑھیں۔ اور سمندر میں ڈبو دیں۔ (غُنیہ و ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۹) مسئلہ علماء و سادات و مشائخ کی قبروں پر قُبّہ وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں مگر قبر کو پختہ نہ

نہ کیا جائے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۶۰۱) یعنی اندر سے قبر پکی نہ بنائی جائے
اور اندر سے کچی اور اوپر پختہ ہو تو حرج نہیں ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم) مسئلہ
ایسے قبرستان میں دفن کرنا بہتر ہے جہاں صالحین کی قبریں ہوں۔ اور اگر ضرورت ہو
تو نشان کے لئے قبر پر کچھ لکھ سکتے ہیں۔ مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔ (جوہرہ
و دُرمختار) **مسئلہ**۔ مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر کے پاس سورۂ بقرہ کا اول
و آخر پڑھیں۔ سرہانے الٓمٓ سے مفلحون تک اور پائنتی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورہ
تک پڑھیں (جوہرہ) **مسئلہ**۔ دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب
ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے کہ عزیزوں کے قبر کے پاس
ٹھہرے رہنے سے میت کو اُنس حاصل رہتا ہے۔ اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت نہیں
ہوتی جو لوگ قبر کے پاس ٹھہریں وہ تلاوت اور میت کے لئے دُعا و استغفار کرتے
رہیں۔ اور سوالِ نکیرین کے جواب میں ثابت قدمی کی دُعا مانگتے رہیں۔ (جوہرہ وغیرہ)
مسئلہ۔ ایک قبر میں بلا ضرورت ایک سے زیادہ میت کو دفن کرنا جائز نہیں اور
ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں۔ مگر دو میتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں۔ اور جو
زیادہ فضیلت والا ہو اُس کو آگے رکھیں۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اپنے لئے کفن تیار
رکھے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور قبر تیار کرا کر رکھنا بے معنی ہے۔ کیا معلوم کہاں مرے گا۔
(دُرمختار) **مسئلہ**۔ شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ میت
کے مُنہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اُس میں رکھیں۔ بلکہ دُرمختار میں کفن
پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے۔ اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی اُمید ہے۔ اور
میت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے۔ ایک شخص
نے اس کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ اُس کے انتقال کے بعد سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ
شریف لکھ دی گئی۔ پھر کسی نے اُس شخص کو خواب میں دیکھا۔ اور حال پوچھا تو
اُس نے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے مگر جب انھوں نے میری
پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی تو فرشتے یہ کہہ کر چلے گئے کہ تو عذاب سے بچ گیا۔

(دُرمختار غنیہ عن التاتارخانیہ) یوں بھی ہو سکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف
اور سینہ پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لکھیں مگر نہلانے کے بعد اور کفن پہنانے سے پہلے کلمہ کی انگلی سے لکھیں روشنائی سے نہ لکھیں (ردالمحتار)
مسئلہ۔ قبر کے اوپر سونا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پیشاب پاخانہ کرنا حرام ہے۔ (عالمگیری
دُرمختار)

زیارتِ قبور

قبروں کی زیارت مستحب ہے۔ اس کا سب سے افضل وقت
جمعہ کے دن صبح کا وقت ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات مبارکہ پر سفر کر کے جانا جائز
ہے۔ وہ اپنے زائروں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اور اگر وہاں کوئی بُری بات ہو مثلاً عورتوں
مردوں کا اجتماع وغیرہ تو اس کی وجہ سے زیارت ترک نہ کرے۔ کہ ایسی باتوں سے
نیک کام ترک نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان باتوں کو بُرا جانتے ہوئے قبروں کی زیارت کرے
اور اگر ہو سکے تو بُری باتوں کو زائل کرے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۱) **مسئلہ**۔ عورتوں
کے لئے بھی بعض علماء نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا ہے۔ اور دُرمختار میں اسی قول کو اختیار
کیا ہے۔ مگر عزیزوں کی قبروں پر جائیں گی تو روئیں چلائیں گی اس لئے ممنوع ہے اور
صالحین کی قبروں پر برکت کے لئے جائیں تو بڑھیوں کے لئے حرج نہیں۔ اور جوانوں کیلئے
ممنوع ہے (ردالمحتار) مگر اسلم اور احتیاط یہ ہے کہ عورتوں کو ہر حال میں قبروں کی زیارت
سے منع کیا جائے۔ کیونکہ عزیزوں کی قبروں پر جائیں گی تو رونا چلانا شروع کر دیں گی۔
اور بزرگوں کی قبروں پر جائیں گی تو یا تعظیم میں حد سے بڑھ جائیں گی۔ یا بے ادبی کریں گی
کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ) **مسئلہ**۔ قبروں
کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی طرف سے جا کر میت کے مُنہ کے سامنے کھڑا ہو
اور یہ کہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّاِنَّا اِنْ
شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ يَرْحَمُ اللّٰهُ
الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِيَةِ وَالْاَجْسَادِ
الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَةِ اَدْخِلْ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مِنْكَ رَوْحًا وَّرَيْحَانًا وَّمِنَّا

تَحِيَّةً وَّ سَلَامًا ۔ پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔ (ردالمحتار)

فاتحہ وایصالِ ثواب

جب قبرستان یا کسی بھی مزار کے پاس جائے تو الحمد شریف اور الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورہ تک اور سورۂ یٰسٓ اور تبارک الذی اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ایک ایک بار اور قل ھو اللہ بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مُردوں کی روح کو پہنچائے۔ حدیث شریف میں جو گیارہ بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر اُس کا ثواب مُردوں کو پہنچائے تو مُردوں کی گنتی برابر اُسے ثواب ملے گا۔ (دُرِمختار۔ ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۶۰۶) مسئلہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ تلاوت اور ہر قسم کی عبادت اور ہر نیک عمل فرض و نفل کا ثواب مُردوں کو پہنچا سکتا ہے۔ ان سب کو پہنچے گا۔ اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ بلکہ رحمتِ خداوندی سے اُمید ہے کہ سب کو پورا پورا ملے۔ یہ نہیں کہ اسی ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے۔ (ردالمحتار) بلکہ یہ اُمید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کے لئے ان سب کے مجموعہ کے برابر ثواب ملے مثلاً کوئی کام کیا جس کا ثواب کم از کم دس ملے گا۔ اُس نے دس مُردوں کو ثواب پہنچا دیا تو ہر ایک کو دس دس ملیں گے۔ اور اس کو ایک سو دس ملے گا (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ۔ نابالغ نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اس کا ثواب مُردہ کو پہنچایا تو ان شاء اللہ پہنچے گا۔ (فتاویٰ رضویہ) مسئلہ۔ قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔ (اشعۃ اللمعات و بہار شریعت حصہ چہارم) اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کے لئے مزار کے گرد پھرا تو حرج نہیں۔ مگر عوام کو منع کیا جائے۔ بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کہ لوگ کچھ کا کچھ سمجھیں گے (بہار شریعت حصہ چہارم) مسئلہ۔ دفن کے بعد مُردہ کو تلقین کرنا اہل سُنّت کے نزدیک جائز ہے (جوہرہ) بُزرگانِ دین ائمہ تابعین فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں۔ اور لوگ واپس چلے جائیں۔ تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اُس کی قبر

کے پاس یہ کہا جائے کہ یا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار۔ پھر کہا جائے قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ میت کو تلقین کرنے یعنی نکیرین کا جواب میت کو یاد دلانے کا یہ ایک طریقہ ہے۔ جو تابعین کرام کے زمانے سے ہوتا آیا ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم) مسئلہ۔ قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے۔ اور میت کا دل بہلے گا (ردالمحتار) یوں ہی جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حرج نہیں۔ مسئلہ۔ قبر پر اگر گھاس جم گئی ہو تو تر گھاس کو نوچنا اور اُکھاڑنا نہ چاہئے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اُترتی ہے۔ اور میت کو اُنس حاصل ہوتا ہے۔ اور نوچنے میں میت کا حق ضائع کرنا ہے۔ (ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۶۰۶)

تعزیت

تعزیت یعنی میت کے گھر والوں کو تسلی دینا مسنون طریقہ ہے۔ حدیث میں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ (ابن ماجہ) مسئلہ۔ جو مسلمان مصیبت پر صبر کرے اُس کو دو ثواب ملتے ہیں۔ ایک مصیبت کا دوسرے صبر کا۔ اور چیخے چلائے تو دونوں ثواب غارت ہو جاتے ہیں۔ (ردالمحتار) مسئلہ۔ مستحب یہ ہے کہ میت کے رشتہ داروں سے تعزیت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے۔ اور اُس کو اپنی مغفرت اور رحمت میں ڈھانکے۔ اور تم لوگوں کو صبر عطا فرمائے۔ اور مصیبت پر ثواب دے۔ حدیثوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی کہ۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط یعنی خدا ہی کا ہے جو اُس نے لیا اور جو اُس نے دیا۔ اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک میعادِ مقررہ کے ساتھ ہے۔ (عالمگیری وغیرہ) مسئلہ۔ تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے۔ اس کے بعد مکروہ ہے کہ اُس کا غم تازہ ہوگا۔ (جوہرہ۔ ردالمحتار) مسئلہ۔ میت کے پڑوسی اور رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لئے اُس دن اور رات کا کھانا لائیں تو بہتر ہے۔ اور اُنھیں اصرار کر کے اور سمجھا بجھا کر کھلائیں تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ۔ میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے۔ یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں۔

اور اُن ہی کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں دوسرے لوگوں کو وہ کھانا کھلانا منع ہے (کشف الغطاء) اور صرف پہلے ہی دن کھانا بھیجنا سُنّت ہے۔ اس کے بعد کھانا بھیجنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے گی۔ (حدیث) مسئلہ۔ سوگ میں کالے کپڑے پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں۔ (عالمگیری) مسئلہ۔ گریبان پھاڑنا۔ بال نوچنا سر پر مٹی ڈالنا۔ سینہ کوٹنا۔ چلا چلا کر رونا یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں جو حرام ہیں۔ (عالمگیری) آواز سے رونا منع ہے۔ اور بغیر آواز کے آنسو بہا کر رونا اس کی ممانعت نہیں۔ خود اکرم رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر آنسو بہاتے ہوئے بغیر آواز کے گریہ فرمایا۔ (جوہرہ) مسئلہ۔ نوحہ کرنا۔ یعنی میّت کے اوصاف کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے ہوئے بلند آواز سے رونا۔ یا ہائے افسوس۔ یا واویلاہ۔ یا ہائے رے مصیبت کہہ کر چلانا۔ یہ بھی کُفّارِ جاہلیت کا طریقہ ہے۔ اور اسلام نے اس کو بالکل حرام قرار دیا ہے۔ (عالمگیری) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مونھ پر طمانچہ مارے۔ اور گریبان پھاڑے۔ اور جاہلیت کی پکار پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

شہید کا بیان

شہید کا درجہ بہت بلند اور شہادت کی موت بیحد فضیلت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ یعنی جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُنھیں مُردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر تمھیں خبر نہیں۔ اور دوسری آیت میں اس طرح فرمایا کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی جو لوگ راہِ خُدا میں قتل کئے گئے انھیں مُردہ نہ گُمان کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ انھیں روزی ملتی ہے۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انھیں دیا اُس پر خوش ہیں۔ اور جو لوگ بعد والے اُن سے ابھی نہ ملے۔ اُن کے لئے خوشخبری کے طالب ہیں کہ اُن پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ کی نعمت اور فضل کی خوشخبری چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ ایمان والوں کا اجر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرماتا۔

اسی طرح حدیثوں میں بھی بکثرت شہیدوں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

یقیناً میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۲۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

اللہ اکبر۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار نئی نئی زندگی پانے اور بار بار خُدا کی راہ میں شہید ہو جانے کی تمنا فرمائی۔ سُبحان اللہ۔ شہادت کی فضیلت کا کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو شہادت کی کرامت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

شہید کی قسمیں

شہید کی دو قسمیں ہیں (۱) شہید فقہی (۲) شہید اُخروی۔ "شہید فقہی" وہ ہے کہ مسلمان، عاقل، بالغ، طاہر ہو جو کسی زخم لگانے والے ہتھیار سے بطورِ ظلم کے قتل کیا گیا۔ اور اس قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو۔ اور زخم لگنے کے بعد اُس کو کھانے پینے اور دوا علاج کی سہولیات نہ حاصل ہوئی ہوں۔ اس شہید کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل و کفن نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ ویسے ہی خون سمیت نماز پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا۔ یہ شہید کی افضل قسم ہے۔ اور "شہید اُخروی" وہ ہے کہ اُس کو آخرت

میں شہید کا ثواب ملے گا۔ اس کو غسل اور کفن دے کر نماز پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا۔

"شہید اُخروی" بہت ہیں۔ مثلاً (۱) طاعون (پلیگ) میں مرنے والا (۲) ڈوب کر مرنے والا (۳) ذات الجنب (نمونیہ) میں مرنے والا۔ (۴) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۵) جل کر مرنے والا (۶) دیوار وغیرہ سے دب کر مرنے والا (۷) جو عورت بچہ جننے میں مرجائے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۳۳۱ وغیرہ)

ان کے سوا اور بھی چند صورتیں ہیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اور دوسرے اماموں نے ان کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔ (۸) مسافرت میں مرنے والا (۹) سل کی بیماری میں مرنے والا (۱۰) سواری سے گر کر مرنے والا۔ (۱۱) بخار میں مرنے والا۔ (۱۲) مال یا جان یا کسی حق کے بچانے میں قتل ہوجانے والا (۱۳) عشق میں مرنے والا۔ بشرطیکہ پاک دامن ہو۔ اور عشق کو چھپایا ہو۔ (۱۴) کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو (۱۵) کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے مرنے والا۔ (۱۶) علم دین کی طلب میں مرنے والا۔ (۱۷) مؤذن جو ثواب کے لئے اذان پڑھتا تھا۔ (۱۸) سچائی کے ساتھ بیوپار کرنے والا تاجر۔ (۱۹) سمندری سفر میں قے اور متلی سے مرنے والا۔ (۲۰) جو اپنے بال بچوں کو حلال روزی کھلانے کے لئے محنت کرتا ہوا مرگیا۔ (۲۱) جو روزانہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (۲۲) جو روزانہ چاشت کی نماز پڑھے۔ اور ہر مہینے میں تین روزہ رکھے۔ اور سفر و وطن میں کبھی وتر کی نماز نہ چھوڑے (۲۳) اُمت کے فساد کے وقت میں سُنّت پر عمل کرنے والے کو ایک سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (۲۴) جو اپنی بیماری میں لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۰ چالیس مرتبہ پڑھے اور اُسی مرض میں مرجائے۔ (۲۵) کُفّار سے مقابلہ کے لئے اسلامی سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔ (۲۶) جو ہر رات سورۂ یٰسٓ شریف پڑھے۔ (۲۷) جو باوضو سویا اور مرگیا۔ (۲۸) جو روزانہ سَو مرتبہ درود شریف پڑھے۔ (۲۹) جو

سچے دل سے شہادت کی تمنا رکھے۔ (۳۰) جو جمعہ کے دن مرے۔ (۳۱) جو ہر صبح کو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تین بار پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا کہ اس کے لئے شام تک استغفار کریں اور اگر اس دن مرا تو شہید ہے۔ اور جو شام کو پڑھے تو صبح تک کے لئے یہی بات ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم)

کعبہ مُعظمہ میں نماز پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ حَجبی اور بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہم کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اور دروازہ بند کرلیا۔ کچھ دیر تک وہاں ٹھہرے۔ جب باہر تشریف لائے۔ تو میں نے بلال سے پوچھا کہ حضور نے اندر کیا کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ ایک ستون بائیں طرف کیا۔ اور دو ستون داہنی طرف۔ اور تین پیچھے کیا۔ پھر نماز پڑھی۔ اور اس زمانے میں بیت اللہ شریف کے چھ ستون تھے۔ (بخاری و مسلم)

مسئلہ۔ کعبہ معظمہ کے اندر ہر نماز جائز ہے فرض ہو یا سُنّت یا نفل وغیرہ تنہا پڑھے یا جماعت سے اگرچہ امام کا رُخ اور طرف ہو اور مقتدی کا اور طرف ہو۔ کعبہ مکرمہ کے اندر جدھر چاہے مُنھ کرکے نماز پڑھے۔ (جوہرہ و دُرمختار وغیرہ)۔

مسئلہ۔ کعبہ معظمہ کی چھت پر اگر نماز پڑھی جب بھی یہی صورتیں ہیں۔ مگر کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (تنویر الابصار) مسئلہ۔ مسجد حرام میں ایک طرف امام کھڑا ہوگا اور چاروں طرف مقتدی کھڑے ہوں گے۔ (عامۂ کتب)

مسائلِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

نماز کی طرح زکوٰۃ بھی اسلام کا ایک رُکن ہے۔ نماز کی طرح اس کے بارے میں بھی سیکڑوں آیتیں اور احادیث صحیحہ آئی ہیں جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کی سخت تاکید آئی ہیں۔ اور نہ ادا کرنے والے پر طرح طرح کے دُنیا و آخرت کے عذابوں کی وعیدیں آئی ہیں
مسئلہ۔ زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر، اور نہ دینے والا فاسق و مجرم ہے۔ اور ادا کرنے میں بلا عذر دیر لگانے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۶۱ مصری) مسئلہ۔ اللہ کے لئے مال کے ایک حصّہ کا جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی فقیر کو مالک بنا دینا شریعت میں اس کو **زکوٰۃ** کہتے ہیں۔ مسئلہ۔ زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں (۱) مسلمان ہونا۔ یعنی کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں (۲) بالغ ہونا۔ یعنی نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۳) عاقل ہونا۔ یعنی دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۴) آزاد ہونا۔ یعنی لونڈی غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۵) مالکِ نصاب ہونا۔ یعنی جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۶) پورے طور پر مالک ہونا۔ یعنی اُس پر قبضہ بھی ہو تب زکوٰۃ فرض ہے۔ مثلاً کسی نے اپنا مال زمین میں دفن کر دیا اور جگہ بھول گیا۔ پھر برسوں کے بعد جگہ یاد آئی اور مال مل گیا۔ تو جب تک مال نہ ملا تھا اُس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ نصاب کا مالک تو تھا مگر چونکہ اُس پر قبضہ نہیں تھا اس لئے پورے طور پر مالک نہیں تھا۔ (۷) نصاب کا قرض سے فارغ ہونا۔ مثلاً کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے۔ مگر وہ ایک ہزار کا قرضدار بھی ہے تو اس کا مال قرض سے فارغ نہیں۔ لہٰذا اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (۸) نصاب کا حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا۔ حاجتِ اصلیہ یعنی آدمی کو زندگی بسر کرنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے رہنے سہنے کا مکان۔ جاڑے گرمیوں کے کپڑے۔ گھریلو سامان یعنی کھانے پینے اور کھانا پکانے کے برتن۔ چارپائیاں۔ کُرسیاں، میزیں، چولھے۔ پنکھے۔ کام کرنے کی مشینیں اگرچہ یہ سب سامان لاکھوں روپئے کے ہوں مگر ان میں زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ سب

مال وسامان حاجتِ اصلیہ سے فارغ نہیں ہیں (۹) مال نامی ہونا۔ یعنی بڑھنے والا مال ہونا خواہ حقیقۃً بڑھنے والا مال ہو جیسے مالِ تجارت۔ اور چرائی پر چھوٹے ہوئے جانور۔ یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں اور بیچی جائیں تاکہ نفع ہونے سے یہ بڑھتے رہیں۔ لہٰذا سونا چاندی جس حال میں بھی ہوں۔ خواہ زیورات اور برتنوں کی شکل میں ہوں۔ یا زمین میں دفن ہوں۔ ہر حال میں یہ مالِ نامی یعنی بڑھنے والا مال ہے اور ان کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے۔ (۱۰) مالِ نصاب پر ایک سال گزر جانا۔ یعنی نصاب پورا ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک سال تک وہ نصاب ملک میں باقی رہے۔ تو سال پورا ہونے کے بعد اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۶۰ تا ۱۶۴) ۔
مسئلہ۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے۔ اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ سونے چاندی میں چالیسواں حصّہ نکال کر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سونے کی زکوٰۃ میں سونا ہی اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی ہی دی جائے۔ بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ بازار بھاؤ سے سونے چاندی کی قیمت لگا کر روپیہ زکوٰۃ میں دیں۔ (عامۂ کتب فقہ)

زیورات کی زکوٰۃ

حدیث شریف میں ہے کہ دو عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارکہ میں حاضر ہوئیں اُن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم ان زیوروں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عورتوں نے کہا کہ جی نہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اسے پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے؟ عورتوں نے کہا کہ نہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ تم ان زیوروں کی زکوٰۃ ادا کرو (ترمذی شریف) مسئلہ۔ جن زیورات کی مالک عورت ہو خواہ وہ میکہ سے لائی ہو یا اُس کے شوہر نے اُس کو زیورات دے کر اُن کا مالک بنا دیا ہو تو ان زیورات کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے اور جن زیورات کا مالک مرد ہو۔ یعنی عورت کو صرف پہننے کے لئے دیا ہے۔ مالک نہیں بنایا ہے تو ان زیورات

کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے۔عورت پر نہیں۔(فتاوٰی رضویہ چہارم وغیرہ)

سونے چاندی کی زکوٰۃ

مسئلہ۔اگر کسی کے پاس تھوڑی چاندی اور تھوڑا سونا ہے۔اور سونا چاندی میں سے کوئی بھی بقدرِ نصاب نہیں۔تو ایسی صورت میں سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا مان کر دونوں کو ملائیں۔پھر اگر ملانے پر بھی بقدرِ نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ نہیں۔اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی۔چاندی میں ملائیں تو بقدرِ نصاب ہو جاتا ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو بقدرِ نصاب نہیں ہوتا۔تو واجب ہے کہ جس صورت میں نصاب پورا ہو جاتا ہو وہ کریں۔(دُرمختار و ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ۔تجارتی مال و سامان کی قیمت لگائی جائے پھر اُس سے اگر سونے یا چاندی کا نصاب پورا ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے۔(عالمگیری ج۱ ص۱۶۸)

مسئلہ۔اگر سونا چاندی نہ ہو۔نہ مالِ تجارت ہو۔بلکہ صرف نوٹ اور روپے ہوں تو کم سے کم اتنے روپے پیسے اور نوٹ ہوں کہ بازار میں اُن سے ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جا سکتی ہو تو وہ صاحبِ نصاب ہے۔اُس کو نوٹ اور روپے پیسوں کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ نکالنا فرض ہے۔مسئلہ۔اگر شروع سال میں نصاب پورا تھا اور آخر سال میں بھی نصاب پورا رہا۔درمیان سال میں کچھ دنوں مال گھٹ کر نصاب سے کم رہ گیا ہو۔تو یہ کمی کچھ اثر نہ کرے گی۔بلکہ اُس کو پورے مال کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔(عالمگیری ج۱ ۱۷۰) مسئلہ۔روپے پیسوں کی زکوٰۃ میں روپے پیسے ہی دینا ضروری نہیں۔بلکہ جتنے روپے زکوٰۃ کے نکلتے ہیں اُن کا غلّہ، یا کپڑا، یا کتابیں یا کوئی بھی سامان خرید کر فقیر کو دے کر اُس کا مالک بنا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(دُرمختار و عالمگیری وغیرہ)

عُشر کا بیان

زمین سے جو بھی پیداوار ہو گیہوں-جَو-چنا-باجرہ-دھان-سرسوں وغیرہ

ہر قسم کے اناج-گنّا-روئی-پٹ سن-ہر قسم کی ترکاریاں-پھول-پھل-میوے سب میں عُشر واجب ہے-تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ-(عالمگیری ج۱ ص۱۷۷) مسئلہ-جو پیداوار بارش یا زمین کی نمی سے پیدا ہو اُس میں دسواں حصہ واجب ہوتا ہے-اور جو پیداوار چرسے-ڈول-پمپنگ مشین-یا ٹیوب ویل وغیرہ کے پانی سے یا خریدے ہوئے پانی سے پیدا ہو اُس میں بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے-(عالمگیری ج۱ ص۱۷۷) مسئلہ-کھیتی کے اخراجات نکال کر عُشر نہیں نکالا جائے گا-بلکہ جو کچھ پیداوار ہوئی ہو اُن سب کا عُشر یا نصف عُشر (دسواں یا بیسواں) دینا واجب ہے-گورنمنٹ کو جو مالگذاری (لگان) دی جاتی ہے-وہ بھی عُشر کی رقم سے مُجرا نہیں کی جائے گی-بلکہ پوری پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ خُدا کی راہ میں نکالنا پڑے گا-(فتاوٰی رضویہ)

مسئلہ-زمین اگر بٹائی پر دے کر کھیتی کرائی ہے-تو زمین والے اور کھیتی کرنے والے دونوں کو جتنی جتنی پیداوار ملی ہے-دونوں کو اپنے اپنے حصہ کی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے-(ردالمحتار ج۲ ص۵۶)

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

سائمہ-وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گزر بسر کرتا ہو-اور اُس سے مقصود صرف دودھ یا بچے لینا یا فربہ کرنا ہے-(تنویر) اگر گھر میں گھاس لاکر کھلاتے ہوں-یا مقصود بوجھ لادنا-یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا-یا سواری لینا ہے-تو اگرچہ وہ چر کر گزر کرتا ہو وہ سائمہ نہیں-اور اُس کی زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر تجارت کا جانور جنگل میں چرائی پر ہے-تو یہ بھی "سائمہ" نہیں-بلکہ اُس کی زکوٰۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی کیونکہ یہ تجارت کا مال ہے-(دُرمختار و ردالمحتار)

تین قسم کے جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ "سائمہ" ہوں-اونٹ-گائے-بکری-لہٰذا ان تینوں کے نصاب اور ان تینوں کی زکوٰتوں کی مقدار پڑھ کر یاد کر لیجئے-

اونٹ کی زکوٰۃ

اونٹ کا نصاب کم سے کم پانچ اونٹ ہے۔ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں۔ مگر پچیس سے کم ہوں۔ تو ہر پانچ میں ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے یعنی پانچ اونٹ ہوں تو ایک بکری۔ دس اونٹ ہوں تو دو بکری۔ پندرہ اونٹ ہوں تو تین بکری۔ بیس اونٹ ہوں تو چار بکری۔ پچیس اونٹ ہوں تو پانچ بکری زکوٰۃ میں دینی پڑے گی۔ (عامۂ کتب) **مسئلہ**۔ زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو۔ بکری دیں۔ یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)۔

مسئلہ۔ پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا ہو دوسرے برس میں ہو۔ پینتیس تک یہی حکم ہے۔ یعنی وہی بنت مخاض دیں گے چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسرے برس میں ہے۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک حِقّہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی ہو اور چوتھے سال میں ہو۔ اکسٹھ سے پچھتر تک میں ایک "جذعہ" یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں برس میں ہو۔ چھہتر سے نوے تک میں دو بنت لبون اکانوے سے ایک سَو بیس تک میں دو حِقّے۔ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حِقّے اور ہر پانچ میں ایک بکری مثلاً ایک سَو پچیس اونٹ میں دو حِقّے اور ایک بکری اور ایک سو تیس اونٹ میں دو حِقّے اور دو بکریاں وعلیٰ ہذا القیاس۔ پھر ایک سو پچاس اونٹ میں تین حِقّے۔ اگر اس سے زیادہ اونٹ ہوں۔ تو ان میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا۔ یعنی ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ اور پچیس میں بنت مخاض۔ چھتیس میں بنت لبون۔ یہ ایک سو چھیاسی بلکہ ایک سو پچانوے تک کا حکم ہو گیا۔ یعنی اتنے میں تین حِقّے اور ایک بنت لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو چار اونٹ تک چار حِقّے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں پھر دو سو اونٹوں کے بعد وہی طریقہ برتیں جو ایک سو پچاس کے بعد ہے۔ یعنی ہر پانچ میں ایک بکری۔ پچیس میں بنت مخاض۔ چھتیس میں بنت لبون۔ پھر دو سو چھیالیس

سے دو سو پچاس اونٹ تک پانچ حِقّے وعلیٰ ہذا القیاس (ہدایہ وغیرہ عامۂ کتب)

مسئلہ۔ اونٹ کی زکوٰۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ مادہ ہو۔ نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ (دُرِّ مختار)

گائے کی زکوٰۃ

گائے کا نصاب کم سے کم تیس گائیں ہے۔ تیس سے کم گائیں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور جب تیس پوری ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا ایک بچھڑا۔ یا تَبِیعہ یعنی سال بھر کی بچھیا ہے۔ اور چالیس ہوں تو ایک مُسِن یعنی دو سال کا بچھڑا۔ یا مُسِنّہ یعنی دو سال کی بچھیا۔ انسٹھ تک یہی حکم ہے۔ پھر ساٹھ گایوں میں دو تبیع یا تبیعہ۔ پھر ہر تیس گایوں میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ۔ اور ہر چالیس گایوں میں ایک مُسِن یا مُسِنّہ مثلاً ستر گایوں میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ایک مُسِن اور اَسّی گایوں میں دو مُسِن وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور جس جگہ تیس اور چالیس دونوں ہو سکتے ہوں وہاں اختیار ہے کہ تبیع زکوٰۃ میں دیں یا مُسِن مثلاً ایک سَو بیس گایوں میں اختیار ہے کہ چار تبیع دیں یا تین مُسِن (عامۂ کتب) **مسئلہ**۔ بھینس گائے کے حکم میں ہے اگر کسی کے پاس گائے بھینس دونوں ہوں تو زکوٰۃ میں ملا دی جائیں گی۔ مثلاً بیس گائیں ہیں اور دس بھینسیں۔ تو دونوں مل کر تیس ہو گئیں لہٰذا زکوٰۃ واجب ہو گئی۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر زکوٰۃ میں دیا جائے یا مادہ۔ مگر افضل یہ ہے کہ اگر گائیں زیادہ تعداد میں ہوں تو بچھیا۔ اور نر زیادہ تعداد میں ہوں تو بچھڑا۔ (عالمگیری)

بکریوں کی زکوٰۃ

بکریوں کا نصاب کم سے کم چالیس بکریاں ہیں۔ چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر پوری چالیس بکریاں ہوں۔ تو ایک بکری زکوٰۃ میں دینی واجب ہے اور یہی حکم ایک سو بیس بکریوں تک ہے۔ یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے۔ اور ایک سو اکیس میں دو۔ اور دو سو ایک میں تین۔ اور چار سو میں چار۔ پھر ہر سو بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ

کچھ بھی ہو یہ ضروری ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو۔(دُرِ مختار) مسئلہ۔ بھیڑ دُنبہ
بکری کے حکم میں ہے۔ اگر ایک سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو دوسرے کو ملا کر پورا کریں
مثلاً بیس بکریاں ہوں اور بیس بھیڑیں تو بکری کا نصاب دونوں کو ملا کر
پورا ہوگیا۔ اور ایک بکری زکوٰۃ میں واجب ہوگئی۔ اور زکوٰۃ میں بکری بھی دے
سکتے ہیں اور بھیڑ بھی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔(دُرِ مختار)

تجارتی سامانوں کی زکوٰۃ

تجارت کے سامانوں کی قیمت لگا کر اُن کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی مالِ تجارت میں سال گزرنے پر
جو قیمت ہے اُس کا اعتبار ہے مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اُس کی قیمت ساڑھے
باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی مقدار ہو۔ تو سال گزرنے پر
اُس سامانِ تجارت کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ادا کرنی پڑے گی اور اگر دُکان میں
مختلف قسم کے اسباب ہوں تو سب سامانوں کی قیمتوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے
چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت کی مقدار ہو۔ یعنی جبکہ اُس کے پاس
یہی سامانِ تجارت ہو۔ اور اگر سامانِ تجارت کے علاوہ اُس کے پاس سونا چاندی
بھی ہو تو اُن سب کو ملا کر حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہوگی۔(عالمگیری وغیرہ)
مسئلہ۔ تجارت کے سامان کی قیمت اُس جگہ کی لگائی جائے گی جہاں وہ سامان
موجود ہے۔ اور اگر مال جنگل میں ہے تو اُس جنگل کے قریب جو آبادی ہے وہاں اُس کی
جو قیمت ہو اُس کا اعتبار ہے۔(عالمگیری) مسئلہ۔ کرایہ پر اُٹھانے کے لئے دیگیں
یا دوسرے برتن یا دریاں گدّے۔ یا کُرسیاں میزیں۔ یا پلنگ اور مسہریاں وغیرہ
اُس کے پاس ہوں۔ تو اگرچہ ان سامانوں کی قیمت ہزاروں روپئے ہوں مگر ان
سامانوں میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔ یوں ہی اگر کرایہ پہ اُٹھانے کے لئے مکانات
اور دُکانیں ہوں تو ان مکانوں اور دُکانوں کی زکوٰۃ نہیں ہاں ان کے کرایوں کی
جو آمدنی ہوگی اگر وہ نصاب کے برابر ہو۔ اور اُس پر ایک سال گزر جائے۔

تو اُس کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اسی طرح موٹریں، بسیں، ٹرکیں۔ اگر کرایہ پر چلانے
کے لئے اُس کے پاس ہوں۔ تو اگرچہ یہ سب لاکھوں روپئے کی ہوں۔ مگر ان پہ کوئی
زکوٰۃ نہیں ہاں البتہ ان سے جو آمدنی ہوگی۔ اگر وہ بقدرِ نصاب ہو اور اُس پر سال
گزر جائے۔ تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہوگی۔ مسئلہ۔ زکوٰۃ میں مسکین کو
روپیہ پیسہ دینا ضروری نہیں۔ بلکہ جتنا روپیہ زکوٰۃ کا دینا واجب ہے اگر اُس رقم کا
کوئی سامان خرید کر مسکینوں کو دے دیں۔ مثلاً سلائی کی مشینیں یا دستکاری کے
کچھ اوزار، یا غریب طالب علموں اور عالموں کو کتابیں کپڑے۔ کمبل۔ رضائیاں وغیرہ
تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور یہ روپیہ پیسہ دینے سے بدرجہا افضل ہے اور دینی
کتابوں کو زکوٰۃ میں دینا تو نہایت ہی افضل ہے کہ اس میں خُدا کے فرض زکوٰۃ کی
ادائیگی بھی ہو جائے گی اور مسائلِ دین کی اشاعت کا ثواب بھی الگ سے ملے گا۔ کاش
مالدار مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ دینی کتابوں کی اشاعت زکوٰۃ دینے کا بہترین
اور افضل ترین طریقہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوٰۃ کا مال کن کن لوگوں کو دیا جائے؟

جن جن لوگوں کو عُشر و زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے وہ یہ لوگ ہیں۔ (۱) فقیر یعنی
وہ شخص کہ اُس کے پاس کچھ مال ہے مگر نصاب سے کم ہے۔ (۲) مسکین یعنی وہ شخص
جس کے پاس کھانے کے لئے غلّہ اور پہننے کے لئے کپڑا بھی نہ ہو۔ (۳) قرضدار یعنی وہ
شخص کہ جس کے ذمہ قرض ہو اور اُس کے پاس قرض سے فاضل کوئی مال بقدرِ نصاب
نہ ہو۔ (۴) مسافر جس کے پاس سفر کی حالت میں مال نہ رہا ہو۔ اُس کو بقدرِ ضرورت
زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے۔ (۵) عامل یعنی جس کو بادشاہِ اسلام نے زکوٰۃ و عُشر وصول
کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ (۶) مُکاتَب غلام تاکہ وہ مال دے کر آزاد ہو جائے۔ (۷) غریب
مجاہد تاکہ وہ جہاد کا سامان کرے۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۷۶ تا ص۱۷۷)

بنا دینا) پائی گئی۔ (دُرِّمختار و ردالمحتار ج۲ ص۶۳) مسئلہ۔ زکوٰۃ کا مال مسجد یا مدرسہ
یا مہمان خانہ وغیرہ کی عمارت میں لگانا۔ یا میت کے کفن دفن میں لگانا۔ یا کنواں بنوا دینا
یا کتابیں خرید کر کسی مدرسہ میں وقف کر دینا۔ اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جب تک
کسی ایسے آدمی کو مالِ زکوٰۃ کا مالک نہ بنا دیں جو زکوٰۃ لینے کا اہل ہو اُس وقت
تک زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۲۶) مسئلہ۔ اگر مالِ زکوٰۃ سے دینی
کتابیں خرید کر غریب طالبعلموں کو ان کتابوں کا مالک بنا دیں تو یقیناً زکوٰۃ ادا
ہو جائے گی اور اعانتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا اجرِ عظیم بھی ملے گا۔ کاش
اہلِ دولت اس طرف توجہ کریں کہ یہ ادائے زکوٰۃ کی بہت ہی افضل صورت ہے۔
مسئلہ۔ فقیر زکوٰۃ کے مال کا مالک ہو جانے کے بعد خود اپنی طرف سے اگر مسجد و
مدرسہ کی عمارت میں لگا دے۔ یا میت کے کفن دفن میں خرچ کر دے تو یہ جائز ہے۔
مسئلہ۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔ اُنھیں اور بھی کوئی صدقۂ واجبہ
نذر و کفارہ و صدقۂ فطر دینا جائز نہیں۔ (جوہرہ) مسئلہ۔ صدقۂ نفل اور اوقاف
کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں۔ خواہ وقف کرنے والے نے ان کی تعیین کی ہو یا نہ کی ہو۔
(دُرِّمختار) مسئلہ۔ زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائیوں بہنوں
کو دے۔ پھر ان کی اولاد کو۔ پھر چچاؤں اور پھوپھیوں کو۔ پھر ان کی اولاد کو۔ پھر
ماموؤں اور خالاؤں کو۔ پھر ان کی اولاد کو۔ پھر دوسرے رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو۔ پھر اپنے پیشہ والوں کو۔
پھر اپنے گاؤں اور شہر کے رہنے والوں کو (جوہرہ، عالمگیری) مسئلہ۔ دوسرے شہروں
کو زکوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ مگر جبکہ وہاں اس کے رشتہ دار ہوں تو اُن کے لئے بھیج
سکتا ہے۔ یا دوسرے شہروں میں اپنے شہر سے زیادہ حاجت مند ہوں یا طالب علموں
یا عالموں، یا عابدوں کے لئے بھیجے۔ ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو زکوٰۃ کا
مال بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ (عالمگیری و دُرِّمختار) مسئلہ۔ جس کے پاس آج
کھانے کو ہے۔ یا وہ تندرست ہے کہ کما سکتا ہے۔ اُسے کھانے کے لئے سوال حلال
نہیں۔ اور بے مانگے کوئی خود دے دے تو لینا جائز ہے۔ اور کھانے کو اُس کے پاس

کن کن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا منع ہے؟

جن لوگوں کو عشر و زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں اُن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) مالدار
یعنی صاحبِ نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے۔ اُس کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں۔
(۲) بنی ہاشم یعنی حضرت علی۔ حضرت جعفر۔ حضرت عقیل۔ حضرت عباس۔ حضرت حارث
بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں۔ (عالمگیری
ج۱ ص۱۷۷ و ہدایہ) (۳) اپنی اصل و فرع۔ یعنی باپ ماں۔ دادی۔ نانا نانی وغیرہم
اور بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ نواسہ نواسی کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں۔ (۴) شوہر
اپنی عورت کو۔ اور عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ یوں ہی صدقۂ فطر
اور کفارہ بھی ان لوگوں کو نہیں دے سکتے۔ (جوہرہ ج۱ ص۱۳۲) (۵) مالدار کے نابالغ بچے
کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی اور مالدار کی بالغ اولاد جبکہ وہ مالک نصاب نہ ہوں
اُن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ (۶) کسی کافر و مرتد یا بدمذہب کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز
نہیں (عالمگیری ج۱ ص۱۷۷) مسئلہ۔ بہو۔ داماد اور سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ۔ یا
زوجہ کی اولاد جو دوسرے شوہر سے ہوں۔ یا شوہر کی اولاد جو دوسری بیوی سے ہوں
اور دوسرے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ (ردالمحتار ج۲ ص۶۳) مسئلہ۔
مالدار کی بیوی اگر وہ مالکِ نصاب نہیں ہے۔ تو اُس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ (عالمگیری
ج۱ ص۱۷۷) مسئلہ۔ تندرست اور طاقتور آدمی اگر وہ مالکِ نصاب نہیں ہے تو
اُس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر اُس کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا جائز نہیں۔ (عالمگیری
ج۱ ص۱۷۱) مسئلہ۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اُس کو مالک
بنا دیں۔ اس لئے اگر زکوٰۃ کی رقم سے کھانا پکا کر غریبوں کو بطورِ دعوت کے کھلا دیا تو
زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ اباحت ہوئی۔ تملیک نہیں ہوئی۔ ہاں اگر کھانا پکا کر غریبوں
کو کھانا دے دے۔ اور اُن کو اس کھانے کا مالک بنا دے کہ وہ چاہیں اُس کو
کھائیں۔ یا کسی دوسرے کو دے دیں۔ یا بیچ ڈالیں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ کیونکہ تملیک (مالک

ہے مگر کپڑا نہیں تو کپڑے کے لئے سوال کر سکتا ہے۔ یوں ہی اگر علمِ دین کی طلب میں یا جہاد میں مشغول ہے تو اگرچہ تندرست و قوی ہو اور کمانے پر قدرت بھی رکھتا ہو پھر بھی اُسے سوال کی اجازت ہے۔ (دُرمختار) **مسئلہ۔** مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیں کہ اُس دن اُس کو سوال کی حاجت نہ پڑے۔ اور یہ اُس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اُس کے کھانے، بال بچّوں کی کثرت اور دوسری باتوں کا لحاظ کر کے دے۔ (دُرمختار و ردالمحتار)

قابلِ توجہ تنبیہ آج کل عام طور پر دینی مدارس میں یہ چلن ہے کہ عطیات اور صدقات و خیرات و چرمِ قربانی اور زکوٰۃ کی سب رقمیں متولّی یا ناظم کے پاس جمع کی جاتی ہیں۔ اور ناظم و متولّی صاحبان اُن سب رقموں کو ملا کر رکھتے ہیں۔ اور اسی رقم میں سے طلبہ کا مطبخ بھی چلاتے ہیں۔ اور مدرسین و ملازمین کی تنخواہیں بھی دیتے ہیں۔ اور مسجد و مدرسہ کی عمارت بھی بنواتے ہیں۔ اور واعظین و ممتحنین کا نذرانہ بھی دیتے ہیں۔ اور دوسرے مصارف میں بھی لاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اس طرح نہ تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔ نہ ان کاموں میں زکوٰۃ کی رقموں کو لگانا جائز ہے۔ اور یہ متولّیوں اور ناظموں کی بہت بڑی خیانت ہے کہ وہ لوگوں کی زکوٰۃ کے مالوں کو صحیح مصرف میں صَرف نہیں کرتے۔ اور گنہگار ہوتے ہیں۔ لہٰذا علمائے کرام پر شرعاً لازم ہے کہ متولّیوں اور ناظموں کو یہ مسئلہ بتا دیں کہ مدارس میں جتنی رقمیں زکوٰۃ کی آتی ہیں۔ پہلے ان رقموں کا حیلۂ شرعیہ کر لینا ضروری ہے تاکہ زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ پھر ان رقموں کو مدرسہ کی جس مد میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ **مسئلہ۔** حیلۂ شرعیہ کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقموں کو الگ کر کے کسی طالبِ علم کو جو غریب ہو دے دیں اور ان رقموں کا اُس طالبِ علم کو مالک بنا دیں۔ اور پھر وہ طالبِ علم اپنی طرف سے وہ ساری رقم اپنی خوشی سے دے دے۔ اس طرح کر لینے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور پھر وہ رقم مدرسہ کی ہر مد میں خرچ کی جا سکے گی۔ **مسئلہ۔** علمِ دین حاصل کرنے والے طالب علموں اور گوشہ نشین غریب علماء اہلسنّت کو زکوٰۃ کا مال دینا

افضل ہے کہ اس میں فرضِ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ہو جائے گی۔ اور علمِ دین کی اعانت کا بھی ثواب ملے گا۔ دولت مندوں کو خاص طور پر اس کا دھیان رکھنا چاہئے

مسئلہ۔ کسی بدمذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (دُرمختار)

صدقۂ فطر کا بیان

ہر مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ایک ایک صدقۂ فطر دینا واجب ہے۔ (دُرمختار ج۲ ص۷۴) **مسئلہ۔** صدقۂ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا گیہوں کا آٹا آدھا صاع۔ اور جَو یا جَو کا آٹا یا کھجور ایک صاع دیں۔ (دُرمختار ج۲ ص۷۶) **مسئلہ۔** اعلیٰ درجے کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ "صاع" کا وزن چاندی کے پُرانے روپے سے تین سو اکیاون روپے بھر اور "آدھا صاع" کا وزن ایک سو پچھتر روپے اَٹھنّی بھر اوپر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) اور نئے وزن سے ایک صاع کا وزن چار کلو اور تقریباً چورانوے گرام ہوتا ہے۔ اور آدھا صاع کا وزن دو کلو اور تقریباً سینتالیس گرام ہوتا ہے۔ **مسئلہ۔** صدقۂ فطر دینے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے۔ اس لئے اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر اپنی شرارت سے روزہ نہ رکھا۔ جب بھی صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (ردالمحتار ج۲ ص۷۴) **مسئلہ۔** صدقۂ فطر اُنہیں لوگوں کو دیا جائے گا جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ **مسئلہ۔** باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے۔ یعنی وہ اپنے یتیم پوتے اور پوتی کی طرف سے صدقۂ فطر دے گا۔ (دُرمختار) اپنی عورت اور بالغ اولاد کا فطرہ اُس کے ذمہ واجب نہیں (عالمگیری) **مسئلہ۔** ماں باپ۔ دادا دادی۔ نابالغ بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کا صدقۂ فطر اُس کے ذمہ واجب نہیں۔ اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا (عالمگیری۔ جوہرہ) **مسئلہ۔** بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے۔ (دُرمختار، عالمگیری)

سوال کسے حلال ہے۔ اور کسے نہیں؟

آجکل ایک عام وبا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست اگر چاہیں تو
خود کھا کر اوروں کو کھلائیں۔ مگر انھوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے
محنت مشقت سے جان چُراتے ہیں۔ اور ناجائز طور پر بھیک مانگ مانگ کر پیٹ
بھرتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں نے تو سوال کرنا اور بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا
رکھا ہے۔ گھر میں ہزاروں روپئے ہیں۔ کھیتی باڑی بھی ہے۔ مگر بھیک مانگنا نہیں
چھوڑتے۔ اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو ہمارا پیشہ ہے۔ واہ صاحب
واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں؟ حالانکہ ایسے لوگوں کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا
بالکل حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر حاجت کے سوال کرتا ہے گویا
وہ آگ کا انگارہ کھاتا ہے۔ (ترمذی ج۱ ص۸۳) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرے حالانکہ اُس کو نہ
فاقہ ہوا ہے۔ نہ اُس کے اتنے بال بچّے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے
دن وہ اس طرح آئے گا کہ اُس کے مُنھ پر گوشت نہ ہوگا۔ اور حضور نے فرمایا جس پر
فاقہ نہیں گزرا اور نہ اتنے بال بچّے ہیں جن کی طاقت نہیں۔ اور سوال کا دروازہ
کھولے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا۔ ایسی جگہ سے جو اس کے
خیال میں بھی نہیں۔ (بہار شریعت بحوالہ بیہقی) ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص
مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے تو وہ گویا آگ کا انگارہ طلب کرتا ہے
(مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۲) خلاصہ یہ ہے کہ بغیر شدید ضرورت کے بھیک مانگنا۔ اور لوگوں سے
سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن جو شدید حاجت سے مجبور ہو گیا تو اُس کے لئے شریعت
نے سوال کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر ضرورت ہی بھر۔ ضرورت سے زیادہ سوال
کرنا منع ہے۔

صدقہ کرنے کی فضیلت

زکوٰۃ و عُشر و صدقۂ فطر یہ تینوں تو واجب ہیں۔ جو ان تینوں کو نہ ادا کریگا
سخت گنہگار ہوگا۔ مگر ان تینوں کے علاوہ صدقہ دینے، اور خُدا کی راہ میں خیرات
کرنے کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ اور دُنیا و آخرت میں اس کے بڑے بڑے
فوائد و منافع ہیں۔ چنانچہ اس کے بارے میں ہم یہاں چند حدیثیں لکھتے ہیں۔ ان کو
غور سے پڑھو اور اپنے پیارے رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان مقدس فرمانوں
پر عمل کرکے اپنی دُنیا و آخرت کو سنوار لو۔

حدیث (۱) حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو ہلنے لگی تو اللہ تعالیٰ
نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور زمین کو پہاڑوں کے سہارے سے ٹھہرا دیا۔ یہ دیکھ کر
فرشتوں کو پہاڑوں کی طاقت پر بڑا تعجب ہوا۔ اور انھوں نے عرض کی کہ اے پروردگار
کیا تیری مخلوق میں پہاڑوں سے بھی بڑھ کر طاقتور کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ لوہا۔ تو فرشتوں نے کہا کہ تیری مخلوق میں لوہے سے بھی بڑھ کر
تنور کوئی چیز ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں۔ آگ۔ تو فرشتوں نے پوچھا کہ کیا آگ سے بھی
بڑھ کر کوئی طاقت والی چیز تیری مخلوق میں ہے؟ تو خُدا نے فرمایا کہ ہاں۔ پانی۔ پھر
فرشتوں نے سوال کیا کہ کیا تیری مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟
تو ارشاد ہوا کہ ہاں۔ ہوا۔ یہ سُن کر فرشتوں نے دریافت کیا کہ کیا تیری مخلوق میں ہوا
سے بھی بڑھ کر طاقت رکھنے والی کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں۔ ابنِ
آدم اپنے داہنے ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں ہاتھ سے چھپائے۔ مطلب یہ ہے کہ
اس قدر چھپا کر صدقہ دے کہ داہنے ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں ہاتھ کو بھی خبر
نہ ہو۔ یہ صدقہ پہاڑ۔ لوہا۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ تمام چیزوں سے بڑھ کر طاقتور ہے۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۷)

حدیث (۲) صدقہ اس طرح گناہوں کو بُجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۷)

حدیث (۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان کو صدقہ کرنا چاہئے کہ تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! جو شخص صدقہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے وہ کیا کرے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اُس کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرکے کچھ کمائے پھر خود بھی اُس سے نفع اُٹھائے اور صدقہ بھی دے۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ کسی حاجت مند کی کسی طرح سے مدد کر دے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اُس کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا رہے۔ یہ سُن کر لوگوں نے کہا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کرے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ خود بُرائی کرنے سے رُک جائے۔ یہی اُس کے لئے صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۷)

حدیث (۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ خُدا کے غضب کو بُجھا دیتا ہے اور بُری موت کو دفع کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۸)

حدیث (۵) حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک زناکار عورت ایک کُتّے کے پاس گزری جو ایک کنوئیں کے پاس پیاس سے زبان نکالے ہوئے تھا۔ اور قریب تھا کہ پیاس اُس کُتّے کو مار ڈالے تو اُس عورت نے اپنا چمڑے کا موزہ نکالا اور اُس کو اپنی اوڑھنی میں باندھ کر اُس میں کنوئیں سے پانی بھرا۔ اور اُس کُتّے کو پلا دیا۔ (تو اتنا ہی صدقہ کرنے سے) اُس کی مغفرت ہو گئی۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۸)

حدیث (۶) حضرت سَعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ماں کی وفات ہو گئی۔ تو اُس کی طرف سے کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "پانی" تو حضرت سَعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کنواں کُھدوایا اور یہ کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ (یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۹)

حدیث (۷) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان ننگے بدن والے کو کپڑا پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کا سبز لباس پہنائے گا۔ اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کے میوے کھلائے گا۔ اور جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنّت کا شربت پلائے گا جس پر مہر لگی ہو گی۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۹)

حدیث (۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے گا تو جب تک اُس کے بدن پر اُس کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی رہے گا اُس وقت تک کپڑا پہنانے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۹)

حدیث (۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مُردہ زمین کو زندہ کرے (یعنی بنجر زمین کو کھیتی کے قابل بنا کر کھیت بوئے یا درخت لگائے) تو اُس کو صدقہ کا ثواب ملے گا اور جتنے چرند و پرند اُس کا دانہ یا پھل کھالیں گے وہ سب اُس کے لئے صدقہ ہو گا یعنی اُس کو صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۹)

حدیث (۱۰) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کے سامنے (خوشی سے) مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ اور کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ بتا دینا۔ یہ بھی صدقہ ہے اور کسی اندھے کی مدد کر دینا یہ بھی صدقہ ہے۔ اور راستہ سے پتّھر اور کانٹا اور ہڈی ہٹا دینا یہ بھی صدقہ ہے۔ اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا یہ بھی صدقہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سب کاموں پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۹)

روزہ کا بیان

نماز کی طرح روزہ بھی فرضِ عین اور اسلام کا رُکن ہے۔اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر، اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور عذابِ جہنّم کا سزاوار ہے۔**مسئلہ**۔شریعت میں **روزہ** کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے۔پینے اور جماع سے اپنے کو روکے رہنا۔**مسئلہ**۔رمضان کے ادا روزے، اور نذرِ معین، اور نفل و سنّت اور مکروہ روزے، ان روزوں کی نیت کا وقت سورج ڈوبنے سے لے کر ضحوۂ کبریٰ (دوپہر سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے) تک ہے۔اس درمیان میں جب بھی روزہ کی نیت کرے یہ روزے ہو جائیں گے۔لیکن رات ہی میں نیت کر لینا بہتر ہے۔ان چھ روزوں کے علاوہ جتنے روزے ہیں۔مثلاً رمضان کی قضا کا روزہ۔نذرِ معین کی قضا کا روزہ۔کفارہ کا روزہ۔حج میں کسی جُرم کا روزہ وغیرہ ان سب روزوں کی نیت کا وقت غروبِ آفتاب سے لے کر صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔اس کے بعد نہیں (دُرِّ مختار و ردالمحتار ج۲ ص۸۵) **مسئلہ**۔جس طرح اور عبادتوں میں بتایا گیا ہے کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے۔زبان سے کہنا کچھ ضروری نہیں۔اسی طرح روزہ میں بھی نیت سے مُراد دل کا پختہ ارادہ ہے۔لیکن زبان سے بھی کہہ لینا اچھا ہے۔اگر رات میں نیت کرے تو یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ۔اور اگر دن میں نیت کرے تو یوں کہے کہ نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ۔ **مسئلہ**۔قضائے رمضان وغیرہ جن روزوں میں رات سے نیت کر لینی ضروری ہے اُن روزوں میں خاص اُس روزہ کی نیت بھی ضروری ہے جو روزہ رکھا جائے گا۔ مثلاً یوں نیت کرے کہ کل میں اپنے پہلی رمضان کے روزہ کی قضا رکھوں گا۔یا میں نے جو ایک دن روزہ رکھنے کی منّت مانی تھی کل میں وہ روزہ رکھوں گا۔**مسئلہ**۔عید و بقرعید اور ذوالحجہ کی گیارہ۔بارہ۔تیرہ تاریخ ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنا

مکروہ تحریمی اور گناہ ہے۔(دُرِّ مختار ج۲ ص۸۳) **مسئلہ**۔کسی کام کی منّت مانی تو کام پورا ہو جانے پر اُس روزہ کو رکھنا واجب ہو گیا۔**مسئلہ**۔اگر نفل کا روزہ رکھ کر توڑ دیا۔تو اب اس کی قضا واجب ہے۔(دُرِّ مختار ج۲ ص۱۲۰) **مسئلہ** عورت کو نفل کا روزہ بلا شوہر کی اجازت کے رکھنا منع ہے۔(عالمگیری ج۱ ص۱۸۱)

چاند دیکھنے کا بیان

مسئلہ۔پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجبِ کفایہ ہے۔شعبان۔رمضان۔شوّال۔ذوالقعدہ۔ذوالحجہ۔(فتاویٰ رضویہ) **مسئلہ**۔شعبان کی اُنتیس ۲۹ تاریخ کو شام کے وقت چاند دیکھیں۔دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں۔ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھیں۔(عالمگیری ج۱ ص۱۸۴)

مطلع نہ صاف ہونے میں یعنی آسمان میں ابر و غبار ہونے کی حالت میں صرف رمضان کے چاند کا ثبوت ایک مسلمان عاقل و بالغ مستور یا عادل کی گواہی یا خبر سے ہو جاتا ہے۔چاہے مرد ہو یا عورت۔اور رمضان کے سوا تمام مہینوں کا چاند اُس وقت ثابت ہوگا جب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔اور سب پابند شریعت ہوں۔اور سب یہ کہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا چاند فلاں دن خود دیکھا ہے۔(ہدایہ و دُرِّ مختار و بہارِ شریعت)

عادل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کبیرہ گُناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔اور ایسا کام نہ کرتا ہو جو تہذیب و شرافت کے خلاف ہو جیسے بازاروں میں چلتے پھرتے کھانا پینا۔**مستور** سے مراد ہے کہ جس کا ظاہر حال شرع کے مطابق ہے۔مگر باطن کا حال معلوم نہیں۔(ردالمحتار) **مسئلہ**۔جس عادل نے چاند دیکھا ہے اُس پر واجب ہے کہ اُسی رات میں شہادت دے (عالمگیری ج۱ ص۱۸۵) **مسئلہ**۔گاؤں میں چاند دیکھا اور وہاں کوئی حاکم یا قاضی نہیں ہے جس کے سامنے گواہی دے۔تو گاؤں والوں کو جمع کر کے اُن کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دے۔اگر

یہ چاند دیکھنے والا عادل ہے تو لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ (عالمگیری ج۱ ص[illegible])
اگر مطلع صاف ہو۔ تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند
کا ثبوت نہ ہوگا (چاہے رمضان کا چاند ہو۔ یا عید کا یا کسی اور مہینے کا) رہا یہ کہ
کتنے لوگوں کی گواہی اس صورت میں چاہئے۔ تو یہ قاضی کی رائے پر ہے۔ جتنے گواہوں
سے اُسے غالب گمان ہو جائے اُتنے گواہوں کی شہادت سے چاند ہو جانے کا حکم
دے گا۔ لیکن اگر شہر کے باہر کسی اونچی جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرے۔ تو ایک مستور
کا بھی قول صرف رمضان کے چاند میں مان لیا جائے گا۔ (دُرمختار ج۲ ص۹۳ و بہار شریعت
ج۵ ص۱۶۰) **مسئلہ**۔ اگر کچھ لوگ آ کر یہ کہیں فلاں جگہ چاند ہوا۔ بلکہ اگر شہادت بھی
دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا۔ بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں فلاں نے چاند دیکھا۔ بلکہ
اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی نے روزہ یا افطار کے لئے لوگوں سے کہا۔ یہ
سب طریقے چاند کے ثبوت کے لئے ناکافی ہیں اور اس قسم کی شہادتوں سے چاند
کا ثبوت نہ ہو سکے گا۔ (دُرمختار و ردالمحتار و بہار شریعت) **مسئلہ**۔ کسی شہر میں چاند
ہوا۔ اور وہاں سے چند جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے خبر دی کہ
وہاں فلاں دن چاند ہوا ہے۔ اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے۔ اور وہاں کے لوگوں
نے چاند نظر آنے کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کر دیئے ہیں۔ تو یہاں والوں
کے لئے بھی ثبوت ہو گیا۔ (ردالمحتار و بہار شریعت ج۵ ص۱۰۷) **مسئلہ**۔ اگر کسی نے
اکیلے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور گواہی دی۔ مگر قاضی نے اُس کی گواہی قبول نہیں
کی تو خود اُس شخص پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ اگر نہ رکھا یا توڑ ڈالا تو قضا لازم ہے
(ہدایہ۔ دُرمختار۔ عالمگیری ج۱ ص۱۸۵) **مسئلہ**۔ اگر دن میں چاند دکھائی دیا چاہے
دوپہر سے پہلے چاہے دوپہر کے بعد بہر حال وہ آنے والی رات کا چاند مانا جائیگا
یعنی اب جو رات آئے گی اُس سے مہینہ شروع ہوگا مثلاً تیس رمضان کو دن میں
چاند نظر آیا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں۔ اور روزہ پورا کرنا فرض ہے۔
اور اگر شعبان کی تیس تاریخ کو دن میں چاند نظر آگیا تو یہ دن شعبان ہی کا ہے۔

رمضان کا نہیں۔ لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ (دُرمختار و ردالمحتار) **مسئلہ**۔
تار۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو سے چاند دیکھنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے
کہ اگر ان خبروں کو ہر طرح صحیح مان بھی لیا جائے جب بھی یہ محض ایک خبر ہے۔
شہادت نہیں ہے۔ اور محض ایک خبر سے چاند کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اور اسی
طرح بازاری افواہوں، اور جنتریوں، اخباروں میں چھپنے سے بھی چاند ہونا ثابت
نہیں ہو سکتا۔ **مسئلہ**۔ چاند دیکھ کر اس کی جانب انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ
ہے۔ اگرچہ دوسروں کو بتانے کے لئے ہو۔ (عالمگیری و ردالمحتار ج۲ ص۹۷)

روزہ توڑنے والی چیزیں

کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جب کہ روزہ دار ہونا یاد
ہو۔ اور اگر روزہ دار ہونا یاد نہ رہا۔ اور بھول کر کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو روزہ نہیں
ٹوٹا۔ (ہدایہ۔ عالمگیری ج۱ ص۱۸۹)
مسئلہ۔ حقہ۔ بیڑی۔ سگریٹ۔ چُرٹ۔ سگار پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔
مسئلہ۔ دانتوں میں کوئی چیز رُکی ہوئی تھی چنے برابر یا اس سے زیادہ اُسے کھا
گیا۔ یا چنے سے کم ہی تھی مگر اُس کو منہ سے نکال کر پھر کھا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔
(عالمگیری ج۱ ص۱۸۹) **مسئلہ**۔ نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا۔ یا تیل
چلا گیا۔ تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اور اگر پانی کان میں ڈالا یا چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔
(عالمگیری ج۱ ص۱۹۰) **مسئلہ**۔ کُلّی کرنے میں بلا قصد پانی حلق سے نیچے چلا گیا۔ یا ناک
میں پانی چڑھا رہا تھا۔ بلا قصد پانی دماغ میں چڑھ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۸۹)
مسئلہ۔ دوسرے کا تھوک نگل گیا۔ یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر رکھ کر نگل گیا تو روزہ
جاتا رہا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۰) **مسئلہ**۔ قصداً منہ بھر کر قے کی اور روزہ دار ہونا
یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اور اگر منہ بھر سے کم کی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۱)
مسئلہ۔ بلا قصد اور بے اختیار قے ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ تھوڑی قے ہو یا

زیادہ۔ روزہ دار ہونا یاد ہو یا نہ ہو۔ بہرحال روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۰) مسئلہ۔ منہ میں رنگین دھاگہ۔ یا کوئی رنگین چیز رکھی جس سے تھوک رنگین ہوگیا۔ پھر اس رنگین تھوک کو نگل گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۰)

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

بھول کر کھایا۔ یا پیا۔ یا جماع کرلیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۰) مسئلہ۔ مکھی یا دھواں۔ یا غبار بے اختیار حلق کے اندر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح سرمہ یا تیل لگایا اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ حلق میں معلوم ہوتا ہو جب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یوں ہی دوا یا مرچا کوٹا یا آٹا چھانا اور اس کا مزہ حلق میں معلوم ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۰) مسئلہ۔ کلی کی اور پانی بالکل پھینک دیا صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی۔ تھوک کے ساتھ اس کو نگل گیا۔ یا کان میں پانی چلا گیا۔ یا احتلام ہوگیا۔ یا غیبت کی یا جنابت کی حالت میں صبح کی یا سارے دن جنابت کی حالت میں رہ گیا اور غسل نہیں کیا۔ تو روزہ نہیں گیا۔ اگرچہ اتنی دیر تک بلاعذر قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہوجائے سخت گناہ اور حرام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنب (جس پر غسل فرض ہے) جس گھر میں رہتا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (عالمگیری وغیرہ)

روزہ کے مکروہات

جھوٹ۔ غیبت۔ چغلی۔ گالی گلوج کرنے یا کسی کو تکلیف دینے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

مسئلہ۔ روزہ دار کو کوئی چیز بلاوجہ زبان پر رکھ کر چبانا۔ یا چبا کر اگل دینا مکروہ ہے۔ اسی طرح عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا۔ اور بدن چھونا بھی مکروہ ہے

جبکہ یہ ڈر ہو کہ انزال ہوجائے گا۔ مسئلہ۔ روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ مسئلہ۔ روزہ دار کو غسل کرنا۔ یا ٹھنڈا پانی ٹھنڈک کے لئے سر پر ڈالنا۔ یا گیلا کپڑا اوڑھنا۔ یا بار بار کلی کرنا۔ یا مسواک کرنا۔ یا سر یا بدن میں تیل کی مالش کرنا۔ یا سرمہ لگانا۔ یا خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں ہے۔ (عالمگیری۔ درمختار و ردالمحتار وغیرہ)

روزہ توڑ ڈالنے کا کفّارہ

اگر کسی وجہ سے رمضان یا کوئی دوسرا روزہ ٹوٹ گیا۔ تو اس کی قضا لازم ہے۔ لیکن بلاعذر رمضان کا روزہ کھا پی کر یا جماع کر کے توڑ ڈالنے سے قضا کے ساتھ کفارہ ادا کرنا بھی واجب ہے۔ روزہ توڑ ڈالنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک لونڈی یا غلام خرید کر آزاد کرے۔ اور یہ نہ ہوسکے تو لگاتار ساٹھ روزے رکھے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت بھر بھر پیٹ کھانا کھلائے۔ کفارہ میں روزہ رکھنے کی صورت میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنا ضروری ہے۔ اگر درمیان میں ایک دن بھی روزہ چھوٹ گیا۔ تو پھر سے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے۔ (ردالمحتار ج۲ ص۱۰۹ وغیرہ)

کب روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے؟

شرعی سفر۔ حاملہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ۔ دودھ پلانے والی عورت کے دودھ سوکھ جانے کا ڈر۔ بیماری۔ بڑھاپا۔ کمزوری سے ہلاک ہوجانے کا خوف یا کسی نے گردن پر تلوار رکھ کر مجبور کردیا کہ روزہ نہ رکھے ورنہ جان سے مار ڈالے گا یا کوئی عضو کاٹ ڈالے گا۔ یا پاگل ہوجانا۔ یا جہاد کرنا یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہیں۔ لیکن بعد میں جب عذر جاتا رہے تو ان چھوڑے ہوئے روزوں کو رکھنا فرض ہے۔ (درمختار و ردالمحتار ج۲ ص۱۱۵)

مسئلہ۔ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا کہ نہ اب روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ رکھ سکے گا تو اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اُس کو لازم ہے کہ ہر روزہ کے بدلے دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلائے۔ یا ہر روزہ کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دے دیا کرے۔ (درمختار ج۲ ص۱۱۹) مسئلہ۔ جن لوگوں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اُن کو علانیہ کھانے پینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر کھا پی سکتے ہیں۔

چند نفلی روزوں کی فضیلت

صومِ عاشوراء

یعنی دسویں محرم کا روزہ، اور بہتر یہ ہے کہ نویں محرم کو بھی روزہ رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے۔ (بخاری و مسلم و ابوداؤد و مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۸) اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (مسلم و مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۹)

صومِ عرفہ

یعنی نویں ذوالحجہ کا روزہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزاروں روزوں کے برابر بتاتے تھے۔ مگر حج کرنے والوں کو جو میدان عرفات میں ہوں ان کو اس روزہ سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد و نسائی و بیہقی و طبرانی)

شوال کے چھ روزے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھا، پھر اُن کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اور فرمایا

جس نے عید کے بعد چھ روزے رکھے تو اُس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔ (مسلم و مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۹)

شعبان کا روزہ، اور شب برارت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات (شب برارت) آئے تو اُس رات میں قیام کرو یعنی نفل نمازیں پڑھو۔ اور دن میں روزہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ سورج ڈوبنے کے بعد سے آسمان دُنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ کیا ہے کوئی بخشش کا طلبگار کہ میں اُس کو بخش دوں۔ کیا ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ میں اُسے روزی دوں۔ کیا ہے کوئی مصیبت میں گرفتار ہونے والا کہ میں اُس کو رہائی دوں۔ کیا ہے کوئی ایسا۔ کیا ہے کوئی ایسا۔ اس قسم کی ندائیں ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ و مشکوٰۃ ج۱ ص۱۱۵)

ایامِ بیض کے روزے

یعنی ہر مہینے کی تیرہ۔ چودہ۔ پندرہ تاریخوں کے روزے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے کے یہ روزے ایسے ہیں جیسے ہمیشہ کا روزہ۔ (بخاری و ترمذی ج۱ ص۹۵)۔ اور فرمایا کہ جس سے ہو سکے ہر مہینے میں تین روزے رکھے۔ ہر روزہ دس دن کے گناہ مٹاتا ہے۔ اور وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے پانی کپڑے کو پاک کر دیتا ہے۔ (طبرانی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر و وطن میں ایامِ بیض کے روزے رکھتے تھے۔ (نسائی و مشکوٰۃ ج۱ ص۱۸۰)

دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوشنبہ اور جمعرات کو اعمال (دربارِ خداوندی میں) پیش کئے جاتے ہیں۔ تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزہ دار رہوں۔ اور فرمایا کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ ہر ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے۔ مگر ایسے دو آدمیوں کی جنھوں نے ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیا ہو

ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ انھیں ابھی چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔ (ترمذی۔ وابن ماجہ۔ ومشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۰)

بُدھ و جمعرات و جمعہ کا روزہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بُدھ و جمعرات و جمعہ کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایک ایسا مکان بنائے گا جس کا باہر کا حصہ اندر سے دکھائی دے گا۔ اور اندر کا حصہ باہر سے۔ (طبرانی۔ بہار شریعت ج۵ ص۹۵)

صومِ داوٗدی یعنی سال بھر اس طرح روزہ رکھے کہ ایک دن روزہ دار رہے اور ایک دن بلا روزہ کے رہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام روزوں میں اللہ تعالیٰ کو صوم داوٗد علیہ السلام سب سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ ایک دن روزہ دار رہتے اور ایک دن بلا روزہ کے رہتے۔ (بخاری ومسلم ومشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۹)

اعتکاف کا بیان

عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل اعتکافِ واجب۔ دوسرے اعتکافِ سُنّت تیسرے اعتکافِ مستحب۔

اعتکافِ واجب جیسا کسی نے یہ منت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں ایک دن یا دو دن کا اعتکاف کروں گا اور اُس کا کام ہو گیا۔ تو یہ اعتکاف واجب ہے۔ اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ اعتکافِ واجب کے لئے روزہ شرط ہے۔ بغیر روزہ کے اعتکافِ واجب صحیح نہیں (دُرِّمختار ج۲ ص۱۲۹ و ص۱۳۰)

اعتکافِ سُنّت مؤکّدہ رمضان کے آخری دس دنوں میں کیا جائے گا۔ یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف

کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور تیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد یا اُنتیسویں رمضان کو چاند ہونے کے بعد مسجد سے نکلے۔ یاد رکھو کہ اعتکاف سُنّت موکدہ کفایہ ہے۔ یعنی اگر محلہ کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب آخرت کے مُواخذہ میں گرفتار ہوں گے۔ اور اگر کسی ایک آدمی نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب آخرت کے مُواخذہ سے بَری ہو جائیں گے۔ اس اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے۔ مگر وہی رمضان کے روزے کافی ہیں۔ (دُرِّمختار ج۲ ص۱۲۹)

اعتکاف مُستحب ۔ اعتکاف مستحب یہ ہے کہ جب کبھی بھی دن یا رات میں مسجد کے اندر داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے۔ جتنی دیر تک مسجد میں رہے گا۔ اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ نیت میں صرف دل میں اتنا خیال کر لینا اور مُنہ سے کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے خُدا کے لئے اعتکافِ مسجد کی نیت کی۔ (عالمگیری ج۱ ص۱۹۷)

مسئلہ ۔ اعتکاف کرنے والے کے لئے بلا عذر مسجد سے نکلنا حرام ہے۔ اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ چاہے قصداً نکلا ہو یا بھول کر۔ اسی طرح عورت نے جس گھر میں اعتکاف کیا ہے اُس کو اُس گھر سے باہر نکلنا حرام ہے۔ اگر عورت اُس مکان سے باہر نکل گئی تو خواہ وہ قصداً نکلی ہو یا بھول کر اُس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (دُرِّمختار ج۲ ص۱۳۲)

مسئلہ ۔ مرد کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں اعتکاف کرے۔ اور عورت اپنے اُس گھر میں اُس جگہ اعتکاف کرے گی جو جگہ اُس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی ہو۔ (دُرِّمختار ج۲ ص۱۲۹)

مسئلہ ۔ اعتکاف کرنے والا صرف دو عذروں کے سبب سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے ایک عُذر طبعی جیسے پیشاب پاخانہ اور غسلِ فرض و وضو کے لئے۔ دوسرے عذر شرعی جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا۔ ان دونوں عذروں کے سوا کسی اور وجہ سے اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگرچہ بھول کر ہی نکلے۔ (دُرِّمختار و ردالمحتار ج۲ ص۱۳۳)

مسئلہ ۔ اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد ہی میں رہے گا۔ وہیں کھائے۔ پئے۔ سوئے مگر احتیاط رکھے کہ کھانے پینے سے مسجد گندی نہ ہونے پائے۔ معتکف کے

سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے
اگر کوئی آدمی مسجد میں کھانا پینا اور سونا چاہے تو اُس کو چاہئے کہ اعتکاف
مستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو۔ اور نماز پڑھے یا ذکرِ الٰہی کرے۔ پھر
اُس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہے۔ (دُرِّمختار ج۲ ص۱۳۲)
مسئلہ۔ اگر اعتکاف میں بیٹھتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت و نماز
جنازہ میں جائے گا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لئے مسجد کے باہر گیا
تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ مگر دل میں نیت کر لینا کافی نہیں۔ بلکہ زبان سے کہہ لینا
ضروری ہے۔ (عالمگیری و ردالمحتار وغیرہ) اگر مسجد گر گئی یا کسی نے زبردستی مسجد سے
نکال دیا۔ اور وہ فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔
(عالمگیری و بہار شریعت) **مسئلہ**۔ اعتکاف کرنے والا بالکل ہی چُپ چاپ نہ رہے۔ نہ
بہت زیادہ لوگوں سے بات چیت کرے۔ بلکہ اُس کو چاہئے کہ نفل نمازیں پڑھے۔
تلاوت کرے۔ علم دین کا درس دے۔ اولیاء و صالحین کے حالات سُنے اور دوسروں کو
سُنائے۔ کثرت سے درود شریف پڑھے اور ذکر الٰہی کرے۔ اور اکثر باوضو رہے۔ اور دُنیا
کے خیالات سے دل کو پاک و صاف رکھے۔ اور بکثرت رو رو کر اور گڑگڑا کر خداوند تعالیٰ
سے دُعا مانگے۔ (دُرِّمختار ج۲ ص۱۳۵) **مسئلہ**۔ اعتکاف کی قضا صرف قصداً توڑنے ہی
سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر عُذر کی وجہ سے بھی اعتکاف چھوڑ دیا۔ مثلاً بیمار ہوگیا۔
یا بلا اختیار چھوٹا جیسے عورت کو حیض یا نفاس آیا۔ یا جنون یا بیہوشی طاری ہوگئی
ان صورتوں میں بھی قضا واجب ہے۔ **مسئلہ**۔ معتکف اگر بہ نیت عبادت بالکل
چُپ رہے کہ چُپ رہنے کو ثواب سمجھے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر چُپ رہنے کو
ثواب کی بات سمجھ کر نہ چُپ رہے تو حرج نہیں۔ اور بُری باتوں سے چُپ رہا تو یہ چُپ
رہنا مکروہ نہیں۔ بلکہ یہ تو اعلیٰ درجے کی بات ہے کیونکہ بُری باتوں سے زبان کو روکے
رہنا بہر حال واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گُناہ یعنی مباح باتیں تو یہ بھی
بلا ضرورت معتکف کو مکروہ ہیں۔ کیونکہ بلا ضرورت مسجد میں مباح کلام بھی نیکیوں کو

اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا ڈالتی ہے۔ (دُرِّمختار وغیرہ) **مسئلہ**۔ سب سے
اہم اور ضروری یہ بات ہے کہ اعتکاف ہو یا کوئی بھی عبادت ہو اس میں صرف رضاء
الٰہی کی نیت رکھے۔ دکھاوا۔ نیک نامی اور شہرت کو ہرگز ہرگز دخل نہ دے ورنہ
ہر عبادت بے نور و بے رونق بلکہ ضائع و غارت ہو جائے گی۔ بلکہ ثواب کی جگہ
گُناہ کا مرتکب ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اُس کے ہر عمل میں نیک نیتی اور اخلاص
کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حج کا بیان

حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ نماز و زکوٰۃ اور روزہ کی طرح حج بھی اسلام کا ایک رُکن ہے۔ اس کا فرض ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور اس کی ادائگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار۔ اور اس کا ترک کرنے والا اور عذابِ جہنم کا حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ "یعنی حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔ حدیثوں میں حج و عمرہ کے فضائل اور اجر و ثواب کے بارے میں بڑی بڑی بشارتیں آئی ہیں۔ مگر حج عمر میں صرف ایک ہی بار فرض ہے۔

حدیث ۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کیا اور حج کے درمیان رَفَث (فحش کلام) اور فسق (گناہ کی بات) نہ کیا۔ تو وہ اس طرح گناہوں سے پاک و صاف ہو کر لوٹا جیسے اُس دن کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ج۱ ص۲۲۱)

حدیث ۔ حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور چاندی سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (ترمذی و مشکوٰۃ ج۱ ص۲۲۲)

حج واجب ہونے کی شرطیں

حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔ وہ آٹھوں شرطیں یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر حج فرض نہیں۔ (۲) دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ حج اسلام کے فرائض میں سے ہے۔ (۳) بالغ ہونا یعنی نابالغ بچے پر حج فرض نہیں۔ (۴) عاقل ہونا۔ یعنی پاگل آدمی پر حج فرض نہیں (۵) آزاد ہونا۔ یعنی لونڈی غلام پر حج فرض نہیں۔ (۶) تندرست ہونا کہ حج کو جاسکے۔ اُس کے اعضا سلامت ہوں۔ انکھیارا ہو۔ لہٰذا اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں

کٹے ہوں۔ اور اس بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یوں ہی اندھے پر بھی حج فرض نہیں۔ اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اُسے ملے ان سب پر یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج بدل کرا دیں۔ (۷) سفر خرچ کا مالک ہونا۔ اور سواری کی قدرت ہونا۔ چاہے سواری کا مالک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سواری کرایہ پر لے سکے (۸) حج کا وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔ (عالمگیری ج۱ ص۲۰۳ تا ص۲۰۴ وغیرہ)

وجوب ادا کے شرائط

یہاں تک تو وجوب کے شرائط کا بیان تھا۔ اب شرائطِ ادا کا بیان ہوتا ہے کہ یہ شرطیں اگر پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے۔ اور اگر یہ سب شرطیں نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری نہیں۔ بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے۔ یا وصیت کر جائے۔ مگر اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو۔ ورنہ خود بھی حج کرنا ضروری ہوگا۔

وہ شرطیں یہ ہیں۔ (۱) راستہ میں امن و امان ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی کا ہو تو حج کے لئے جانا ضروری ہے۔ اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکہ یا لڑائی کی وجہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو حج کے لئے جانا ضروری نہیں (۲) عورت کو مکہ مکرمہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اُس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا۔ اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو عورت بغیر شوہر اور محرم کے بھی جا سکتی ہے۔ محرم سے مراد وہ مرد ہے کہ جس سے ہمیشہ کے لئے اس عورت کا نکاح حرام ہو۔ چاہے نسب کی وجہ سے حرام ہو جیسے بیٹا۔ باپ۔ بھائی۔ چاہے دودھ کے رشتہ سے حرام ہو جیسے رضاعی بھائی۔ رضاعی باپ۔ رضاعی بیٹا وغیرہ۔ یا سسرال کے رشتہ سے نکاح حرام ہو جیسے خُسر یا شوہر کا بیٹا۔ عورت شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اُن کا عاقل، بالغ، غیر فاسق ہونا شرط ہے۔ (۳) حج کو جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو۔ چاہے وفات کی عدت ہو یا طلاق کی (۴) قید میں نہ ہو۔ (عالمگیری ج۱ ص۲۰۴ و ص۲۰۵ وغیرہ)

صحتِ ادا کی شرطیں

صحتِ ادا کی نو شرطیں ہیں کہ اگر یہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں ہوگا۔ وہ شرائط یہ ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا (۲) احرام ہونا۔ کہ بغیر احرام کے حج نہیں ہوسکتا (۳) حج کا وقت یعنی حج کے لئے جو وقت شریعت کی طرف سے مُعیّن ہے اس سے قبل حج کے افعال نہیں ہو سکتے (۴) افعالِ حج کی جگہوں پر افعالِ حج کرنا۔ مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام ہے۔ وقوف کی جگہ میدان عرفات و مُزدلفہ ہے۔ مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام ہے۔ وقوف کی جگہ میدان عرفات و مُزدلفہ ہے۔ کنکری مارنے کی جگہ منٰی ہے۔ اگر یہ کام دوسری جگہ کرے گا تو حج صحیح نہیں ہوگا۔ (۵) تمیز ہونا۔ اتنا چھوٹا بچہ کہ جس میں کسی چیز کی تمیز ہی نہ ہو۔ اُس کا حج صحیح نہیں۔ (۶) عقل والا ہونا کہ مجنون اور دیوانے کا حج صحیح نہیں۔ (۷) حج کے فرائض کو ادا کرنا۔ جس نے حج کا کوئی فرض چھوڑ دیا اُس کا حج صحیح نہیں ہوا۔ (۸) احرام کے بعد اور وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع نہ ہونا۔ اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا۔ (۹) جس سال احرام باندھا اُسی سال حج کرنا۔ اگر اس سال احرام باندھا اور چاہے کہ اسی احرام سے آئندہ سال حج کرے تو یہ حج صحیح نہ ہوگا۔ (بہار شریعت ج ۶)

حج کے فرائض

حج میں یہ چیزیں فرض ہیں (۱) احرام۔ کہ یہ شرط ہے۔ (۲) وقوفِ عرفہ۔ یعنی نویں ذوالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت "میدانِ عرفات" میں ٹھہرنا۔ (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔ یہ دونوں چیزیں یعنی عرفہ کا وقوف اور طوافِ زیارت حج کا رُکن ہیں۔ (۴) نیت۔ (۵) ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا۔ پھر طوافِ زیارت کرنا۔ (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (۷) مکان۔ یعنی وقوف عرفہ عرفات کی زمین میں ہونا سوائے "بَطنِ عُرنہ" کے۔ اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

حج کے واجبات

حج کے واجبات یہ ہیں (۱) میقات سے احرام باندھنا۔ یعنی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ گزرنا۔ اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے تو جائز ہے (۲) صفا مروہ کے درمیان دوڑنا اس کو "سَعی"

کہتے ہیں۔ (۳) سعی کو صفا سے شروع کرنا (۴) اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا۔ (۵) دن میں میدانِ عرفات کے اندر وقوف کیا ہے تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ چاہے آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا تھا یا بعد میں۔ غرض غروب آفتاب تک وقوف میں مشغول رہے۔ اور اگر رات میں میدانِ عرفات کے اندر وقوف کیا ہے تو اس کے لئے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں۔ مگر وہ اُس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب آفتاب تک وقوف کرنا۔ (۶) وقوف میں رات کا کچھ حصہ آجانا۔ (۷) عرفات سے واپسی میں امام کی پیروی کرنا۔ یعنی جب تک امام عرفات سے نہ نکلے یہ بھی چلے۔ ہاں اگر امام نے وقت سے تاخیر کی تو اُسے امام سے پہلے میدانِ عرفات سے روانہ ہو جانا جائز ہے۔ اور اگر زبردست بھیڑ کی وجہ سے یا کسی دوسری ضرورت سے امام کے چلے جانے کے بعد میدانِ عرفات میں ٹھہرا رہا۔ امام کے ساتھ نہ گیا جب بھی جائز ہے۔ (۸) مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ (۹) مغرب و عشاء کی نماز کا عشاء کے وقت میں مزدلفہ پہنچ کر پڑھنا۔ (۱۰) تینوں جمروں پر دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں کو تینوں دن کنکریاں مارنا۔ یعنی دسویں ذوالحجہ کو صرف "جمرۃُ العَقَبہ" پر۔ اور گیارہویں و بارہویں ذوالحجہ کو تینوں جمروں پر کنکریاں مارنا۔ (۱۱) "جمرۃُ العَقَبہ" کی کنکریاں مارنی پہلے دن سر منڈانے سے پہلے ہونی (۱۲) ہر روز کا کنکری مارنا اُسی دن ہونا (۱۳) احرام کھولنے کے لئے سر منڈانا یا بال کتروانا۔ (۱۴) یہ سر منڈانا یا بال کتروانا ایامِ نحر یعنی دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں ذوالحجہ کی تاریخوں کے اندر اندر ہو جانا اور سر منڈانا یا بال کتروانا منٰی یا حرم کی حدود کے اندر ہونا۔ (۱۵) قِران یا تمتع کرنے والے کو قربانی کرنا۔ (۱۶) اور اس قربانی کا حدودِ حرم اور ایامِ نحر میں ہونا۔

حج کی سُنّتیں

حج کی سُنّتیں یہ ہیں (۱) طوافِ قدوم۔ یعنی میقات کے باہر سے آنے والا کہ مکّہ معظمہ میں پہنچ کر سب میں پہلا جو طواف کرے اُس کو "طوافِ قدوم" کہتے ہیں۔ طوافِ قدوم "مفرد" اور "قارن" کے لئے سُنّت ہے "متمتع" کے لئے نہیں۔ (۲) طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا (۳) طوافِ قدوم یا طوافِ

زیارت میں "رمل" کرنا۔ یعنی شانہ ہلا ہلا کر اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے اکڑ کر چلنا۔ (۴) صفا اور مروہ کے درمیان دو سبز رنگ کے نشانوں کے درمیان دوڑنا۔ (۵) امام کا مکہ میں ساتویں ذوالحجہ کو خطبہ پڑھنا۔ (۶) اسی طرح میدان عرفات میں نویں ذوالحجہ کو خطبہ پڑھنا۔ (۷) اسی طرح منیٰ میں گیارہویں تاریخ کو خطبہ پڑھنا۔ (۸) آٹھویں ذوالحجہ کو فجر کے بعد مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہونا تاکہ منیٰ میں ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشار۔ فجر پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں۔ (۹) ذوالحجہ کی نویں رات منیٰ میں گزارنا۔ (۱۰) آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا۔ (۱۱) عرفات میں ٹھہرنے کے لئے غسل کر لینا۔ (۱۲) عرفات سے واپسی میں مزدلفہ کے اندر رات کو رہنا۔ (۱۳) اور آفتاب نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کو چلا جانا۔ (۱۴) دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں اُن کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہے۔ (۱۵) "اَبطح" یعنی وادیِ مُحصَّب میں اُترنا اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو۔ (بہار شریعت ج۶)

ضروری تنبیہ حج کے فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی چھوٹ گیا تو حج ہوگا ہی نہیں۔ اور حج کے واجبات میں سے اگر کسی واجب کو چھوڑ دیا۔ خواہ قصداً چھوڑا یا بھول کر تو اُس پر ایک قربانی لازم ہے۔ اور اُس کا حج باطل نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ بعض واجب ایسے بھی ہیں کہ اُن کے چھوڑنے سے قربانی لازم نہیں ہوتی مثلاً طواف کے بعد کی دو رکعتیں "تحیۃُ الطّواف" واجب ہیں۔ لیکن اگر کوئی چھوڑ دے تو اُس پر قربانی لازم نہیں۔ اور حج کی سُنتوں میں سے اگر کوئی سُنّت چھوڑ دے تو اس سے نہ تو حج باطل ہوگا نہ قربانی لازم ہوگی۔ ہاں البتہ حج کی نورانیت میں کمی ہو جائے گی۔ اور ثواب گھٹ جائے گا۔

سفرِ حج و زیارت کے آداب

ہر حاجی کو چاہئے کہ روانگی سے پہلے ضروریاتِ سفر پُرانے حاجیوں سے معلوم کر کے

مہیا کرے۔ اور مندرجہ ذیل آداب و ہدایات کا خاص طور سے خیال رکھے۔

(۱) سب سے پہلے نیت کو درست کرے کہ اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔ اس کے سوا ناموری یا شہرت یا سیر و تفریح یا تجارت وغیرہ کا ہرگز ہرگز دل میں خیال نہ لائے۔ (۲) نماز و روزہ و زکوٰۃ جتنی عبادات اُس کے ذمہ واجب ہوں سب کو ادا کرے۔ اور گُناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے۔ اسی طرح جن جن لوگوں کا قرض ہو سب کا قرض ادا کرے۔ جن جن لوگوں کی امانتیں ہوں اُن کی امانتوں کو ادا کرے۔ جن جن لوگوں کے حقوق اُس کے ذمہ ہوں سب کے حقوق معاف کرائے یا ادا کرے۔ جن جن لوگوں پر ظلم و زیادتی کی ہو اُن سے معاف کرائے۔ جن جن لوگوں کی اجازت کے بغیر سفر مکروہ ہے جیسے ماں باپ، شوہر، بیوی ان کو رضامند کر کے اجازت حاصل کرے۔ ان تمام چیزوں سے فارغ ہو کر سفرِ حج و زیارت کے لئے روانہ ہو۔ (۳) عورت کے ساتھ جب تک اُس کا شوہر یا بالغ محرم قابلِ اطمینان نہ ہو جس سے اُس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ اُس وقت تک عورت کے لئے سفر حرام ہے۔ عورت اگر بلا شوہر یا بغیر محرم کے حج کرے گی تو اُس کا حج ہو جائے گا۔ مگر ہر ہر قدم پر گُناہ لکھا جائے گا۔ (جوہرہ و بہار شریعت ج۶) (۴) رقم یا توشہ جو کچھ ساتھ میں لے مالِ حلال سے لے۔ ورنہ حج مقبول ہونے کی اُمید نہیں اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اگر اپنے مال میں کچھ شبہہ ہو تو چاہئے کہ کسی سے قرض لے کر حج کو جائے اور وہ قرض اپنے مال سے ادا کر دے۔ رقم اور توشہ اپنی حاجت سے کچھ زیادہ ہی لے۔ تاکہ رفیقوں کی مدد اور فقیروں کو صدقہ دیتا چلے کہ یہ حج مبرور کی نشانی ہے۔ (۵) چونکہ سفر کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی ضرورت کے مطابق سفر کا سامان اپنے ساتھ لے جائے تاکہ سفر میں تکلیفوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سب حاجیوں کے لئے سامانوں کی یکساں تعداد معیّن نہیں

حاجی گھر سے نکلتے وقت

(۱) چلتے وقت سب عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کرے۔ اور اپنے قصور معاف کرائے۔ اور اپنے لئے سب سے دُعائیں کرائے۔ کیونکہ دوسروں کی دُعائیں قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ کس کی دُعا مقبول ہوگی۔ اس لئے سب سے دُعا کرائے اور لوگ حاجی یا کسی مسافر کو رُخصت کرتے وقت یہ دُعا پڑھیں اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ اور حاجی سب لوگوں کے دین اور جان و مال و اولاد اور تندرستی و سلامتی کو خُدا کے سپرد کرے۔

(۲) سفر کا لباس پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد اور چاروں قُل سے پڑھ کر باہر نکلے۔ یہ چاروں رکعتیں واپس آنے تک اُس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی۔ نماز کے بعد یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ پھر کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے۔ اور دروازہ سے باہر نکلتے ہی کچھ صدقہ کرے پھر ایک بار یہ دُعا پڑھ لے۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ۞ ان شاء اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ مکان پر واپس آئے گا۔ گھر سے نکلتے وقت خوشی خوشی باہر نکلے۔

(۳) سب سے رخصت ہونے کے بعد اپنی مسجد سے رُخصت ہو۔ اور اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر ریل وغیرہ جس سواری پر سوار ہو بسم اللہ تین بار پڑھے۔ پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ ہر ایک تین تین بار اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک بار پڑھے۔ پھر یہ پڑھے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۞ سواری کے شر و فساد سے محفوظ رہے گا۔

حاجی بمبئی میں

ٹکٹ وغیرہ لینے اور جہاز کے انتظار میں ہر حاجی کو کم سے کم چار پانچ دن بمبئی میں مسافر خانہ حاجی صابو صدیق یا مسافر خانہ واڑی بندر میں ٹھہرنا پڑتا ہے یہاں خاص طور پر یہ خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مسافر خانہ میں مختلف صوبوں اور مختلف مزاجوں کے حاجی اور اُن کو رخصت کرنے والوں کا مجمع ہوتا ہے اور چوریاں بہت ہوتی ہیں۔ اس لئے اپنے سامان خصوصاً رقموں کی حفاظت کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ بکسوں میں ہر وقت تالا بند رکھے اور جب باہر نکلے تو اپنے ساتھیوں کو ساتھیوں کی حفاظت سونپ کر نکلے۔

(۲) ٹکٹ وغیرہ خریدنے کے لئے ہرگز ہرگز کسی کے ہاتھ میں رقم نہ دے۔ بلکہ خود لائن میں کھڑے ہو کر جمع کرائے۔ اور ٹکٹ خریدے۔

(۳) بمبئی شہر میں بہت زیادہ اِدھر اُدھر نہ پھرے۔ کہ جیب کٹنے کے علاوہ سواریوں کی بھیڑ بھاڑ سے ایکسیڈنٹ کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے سب کو اور خاص کر دیہات والوں کو تو مسافر خانہ سے باہر بہت کم نکلنا چاہئے۔ اور اپنے اسباب و سامان کے پاس ہی رہنا چاہئے۔

(۴) اپنے قُلی کا نمبر ہر وقت یاد رکھنا چاہئے۔ اور جہاز پر سوار ہونے کے لئے بندرگاہ کو جاتے ہوئے اپنے قُلی کے سوا کسی کو اپنا سامان سپرد نہیں کرنا چاہئے۔ اور رقم اور پاسپورٹ ٹکٹ وغیرہ کو بہرحال اپنے پاس رکھنا چاہئے۔

حاجی جہاز پر

ہوائی جہاز کے مسافروں کو چاہئے کہ بمبئی ہی میں احرام باندھ لیں۔ اور جہاز پر سواری کی دُعا پڑھ کر سوار ہوں۔ اور راستہ بھر لبیک کی دُعا پڑھتے رہیں چند گھنٹوں میں یہ لوگ جدہ میں زمین پر اُتر جائیں گے۔ مگر سمندری جہاز والوں کو

ایک ہفتہ سمندر ہی میں رہنا ہے۔ اس لئے اُن لوگوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۱) جہاز میں مختلف صوبوں کے رہنے والوں اور مختلف زبان بولنے والوں کا مجمع ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے مزاج داں نہ ہونے سے اکثر جھگڑے تکرار کی نوبت آجایا کرتی ہے۔ خصوصًا میٹھا پانی لینے کے وقت لائن لگانے میں اکثر گالی گلوج بلکہ مار پیٹ ہوجایا کرتی ہے۔ اس لئے جہاز پر بہت صبر و برداشت کے ساتھ رہنے کی ضرورت ہے۔ حج کے سفر میں جھگڑا اور گالی گلوج کرنا سخت حرام اور بڑا گناہ ہے۔

(۲) جہاز پر سوار ہونے کے بعد اپنا سب سامان اپنی سیٹ کے نیچے ترتیب سے رکھ کر جب مطمئن ہوجائیں تو وقت ضائع نہ کریں۔ بلکہ حج میں مختلف جگہ پڑھنے کی دُعائیں زبانی یاد کرنے میں مشغول ہوجائیں اور انتہائی کوشش کریں کہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت سمندر میں پوری کرلیں۔ اور نماز باجماعت کی ہر جگہ خاص طور پر پابندی رکھیں۔ اور فضول باتوں خاص کر جھگڑے تکرار سے انتہائی پرہیز رکھیں۔

حاجی جدّہ میں

جدّہ میں جہاز سے اُترتے وقت یہ بہت ضروری ہے کہ اپنے تمام سامانوں کو اچھی طرح باندھ کر ایک جگہ اپنی سیٹ پر رکھ دیں۔ بکسوں کو رسّیوں سے جکڑ دیں۔ اور سامانوں کی بوری کو سی دیں۔ تاکہ جہاز سے اُتارتے وقت سامانوں کے ٹوٹنے پھوٹنے اور بکھر جانے کا خطرہ نہ رہے۔ پھر صرف پاسپورٹ اور رقم ساتھ میں لے کر جہاز سے اُتر جائیں۔ پاسپورٹ کی چیکنگ اور معائنہ کے بعد سب سے بڑا اور سب سے مشکل کام سامانوں کے ڈھیر میں سے اپنے سامانوں کو تلاش کرنا ہے۔ اس سلسلے میں حاجیوں کو بیحد پریشانی ہوتی ہے۔ اور لوگ اپنے اپنے سامانوں کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑتے اور بھاگتے پھرتے ہیں۔ اس موقعہ پر نہایت ہی صبر و سکون چاہیئے۔ اور سامانوں کی تلاش میں جلدی نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ تھوڑی دیر سکون کے ساتھ بیٹھ جانا چاہیئے۔ جب لوگ اپنے اپنے سامانوں

کو اُٹھالیں گے۔ اور سامان تھوڑے رہ جائیں گے تو اپنے سامانوں کو تلاش کرنا آسان ہوجائے گا۔ یہ اطمینان رکھیں کہ کوئی دوسرا آپ کے سامانوں کو نہیں اُٹھائے گا۔ آخر تک آپ کا سامان وہیں پڑا رہے گا۔ اور اگر خدانخواستہ آپ کا سامان وہاں نہ ملے تو بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے معلّم کے وکیل کو ہمراہ لے کر مدینۃ الحجاج کی مسجد کے سامنے والے میدان میں اپنے سامان کو تلاش کیجئے۔ وہاں ملے گا۔ وہاں کا دستور ہے کہ حاجیوں کا جو سامان چھوٹ جاتا ہے ٹرک والے اُس کو لاد کر مسجد کے میدان میں ڈال دیتے ہیں۔ ہاں اس کا خیال رکھئے کہ آپ کے ہر سامان پر آپ کا اور آپ کے معلّم کا نام ضرور لکھا ہونا چاہیئے۔ یہ سعودی گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہر حاجی کا چھوٹا ہوا سامان اُس کے معلّم کے مکان پر پہنچائے۔

اِحرام

جب جہاز کے جدّہ پہنچنے میں دو تین دن باقی رہ جاتے ہیں تو جہاز والے سیٹی بجاکر احرام باندھنے کی اطلاع دیتے ہیں جب وہ جگہ آجائے تو غسل کریں اور مسواک کے ساتھ وضو کریں۔ اور ایک دُھلی یا نئی چادر کا تہبند باندھ لیں اور ایسی ہی ایک چادر اوڑھ لیں اور احرام کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھیں۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یاایہا الکٰفرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہوکر احرام کی دُعا پڑھیں۔

ضروری ہدایت یاد رکھو کہ حج کا احرام تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ خالی حج کرے۔ اس احرام کو "اِفراد"۔ اور ایسے حاجی کو "مفرد" کہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہاں سے فقط عُمرہ کی نیت کرے۔ اور عمرہ ادا کرکے مکّہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھے۔ اس احرام کو "تمتّع"، اور ایسے حاجی کو "متمتّع" کہتے ہیں تیسرا یہ کہ حج و عمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے یہ سب سے افضل ہے۔ اس احرام کو "قِران" اور ایسے حاجی کو "قارِن" کہا جاتا ہے۔ مگر ان تینوں قسموں میں تمتّع زیادہ آسان

ہے۔ اور اکثر ہندوستانی لوگ یہی احرام باندھتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی آسان طریقہ
لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ

احرام کی دو رکعت سے فارغ ہو کر یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ
فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھَا مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔
اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس کو تو میرے لئے آسان کر دے اور میری
طرف سے قبول فرمائے۔ میں نے عمرہ کی نیت کی اور اس کا احرام باندھا خاص اللہ تعالیٰ
کے لئے۔ اس نیت کی دُعا کے بعد بلند آواز سے "لَبَّیْکَ" پڑھے۔ لَبَّیْکَ یہ ہے۔
لَبَّیْکَ ط اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ہ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ
لَکَ وَالْمُلْکَ ہ لَا شَرِیْکَ لَکَ ہ یعنی میں تیرے پاس حاضر ہوا۔ اے اللہ! میں تیرے
حضور حاضر ہوا۔ میں تیرے حضور حاضر ہوا۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تیرے حضور حاضر
ہوا۔ بے شک تعریف اور نعمت اور بادشاہی تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔
ہوا۔ یعنی میں تیرے پاس حاضر ہوا۔ اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوا۔ تیرا کوئی شریک نہیں
میں تیرے حضور حاضر ہوا۔ بے شک تعریف اور نعمت اور بادشاہی تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں

جہاں جہاں دُعا میں وقف کی علامت (ط) بنی ہے وہاں توقف کرے اور لبیک کی دُعا
کو تین مرتبہ پڑھے۔ پھر درود شریف پڑھے۔ پھر دل لگا کر اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگے۔ اور یہ دُعا
پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ وَالنَّارِ ط۔ اے اللہ! میں تیری
رضا اور جنت کا سائل ہوں اور تیرے غضب اور جہنم سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔

لبیک پڑھ لینے کے بعد احرام بندھ گیا۔ اب جتنی چیزیں احرام کی حالت
میں منع ہیں۔ مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننا۔ سر چھپانا۔ شکار کرنا۔ خوشبو لگانا۔ حجامت
بنوانا۔ جوئیں مارنا وغیرہ ان سب باتوں سے بچے۔ اور اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت خاص کر
سحر کے وقت میں لبیک برابر بلند آواز سے پڑھتا رہے۔ بلکہ لوگوں سے ملاقات
کے وقت بھی سلام کی جگہ "لبیک" پڑھے۔

طوافِ کعبۂ مکرمہ | جب مکہ مکرمہ میں پہنچ جائے تو سب سے پہلے مسجد حرام میں

جائے۔ اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے۔ اور طواف شروع کرنے سے پہلے مرد اپنی چادر
کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ داہنا مونڈھا کھلا رہے اور چادر کے دونوں
کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔ اب کعبہ مکرمہ کی طرف مُنہ کر کے حجرِ اسود
کی داہنی طرف رُکنِ یمانی کی جانب حجرِ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ پورا حجرِ
اسود اپنے داہنے ہاتھ کے سامنے رہے۔ پھر طواف کی نیت کرے۔ نیت یہ ہے
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ
یعنی اے اللہ! میں تیرے عزت والے گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔ لہٰذا تو
اس کو میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس کو میری طرف سے قبول فرمائے۔

اس نیت کے بعد کعبہ کو مُنہ کئے اپنی داہنی طرف چلو۔ جب حجرِ اسود بالکل تمہارے
مُنہ کے سامنے ہو (اور یہ بات ایک ذرا حرکت کرنے سے حاصل ہو جائے گی کیونکہ
پہلے حجرِ اسود داہنے ہاتھ کے سامنے تھا اب ذرا ہٹ جانے سے مُنہ کے سامنے
ہو جائے گا) اب کانوں تک دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی
طرف رہیں۔ اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ط وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَالصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط اگر آسانی سے ہو سکے تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں
اور اُس کے بیچ میں مُنہ رکھ کر یوں بوسہ دے کہ آواز نہ پیدا ہو۔ تین بار ایسا ہی
کرو۔ اور اگر بھیڑ کی وجہ سے اس طرح بوسہ لینا نصیب نہ ہو تو ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو
چوم لو۔ یا اس پر چھڑی رکھ کر چھڑی کو چوم لو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کر کے اپنا
ہاتھ چوم لو۔ اب دروازۂ کعبہ کی طرف بڑھو۔ جب حجرِ اسود کے سامنے سے گذر جاؤ۔ سیدھے
ہو لو۔ خانۂ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر کر کے اس طرح چلو کہ کسی کو ایذا مت دو۔ پہلے تین پھیروں
میں مرد کو رمل کرنا چاہئے۔ یعنی چھوٹے چھوٹے قدم رکھتا۔ شانے ہلاتا ہوا بہادروں
کی طرح چلے۔ نہ کودتے ہوئے نہ دوڑتے ہوئے اور جب حجرِ اسود کے پاس پہنچے تو بوسہ
دے۔ یا اُس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لے۔ دُعائیں پڑھتے ہوئے
طواف کرے۔ معلّم دُعائیں پڑھاتے ہوئے طواف کراتے ہیں۔ لیکن ان دُعاؤں کا

پڑھنا فرض یا واجب نہیں۔ اگر یہ دُعائیں نہ یاد ہوں تو درود شریف پڑھتے ہوئے طواف کے ساتوں چکر پورے کرے۔ جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں تو پھر حجر اسود کو بوسہ دے۔ یا اُس کی طرف ہاتھ بڑھا کر چوم لے۔ حجر اسود کو پہلی بار جب چوما اُس وقت سے لَبَّیْکَ پڑھنا بند کر دے۔ طواف کے بعد "مقام ابراہیم" پر اگر یہ آیت پڑھو وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى پھر دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں قُل یا اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھو۔ نماز واجب ہے اور اس کا نام "تَحِيَّةُ الطَّوَافِ" ہے۔ نماز کے بعد یہ دُعا نہایت روتے گڑگڑاتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر پڑھے۔

مقام ابراہیم کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًا مِّنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥

ترجمہ۔ اے اللہ! تو میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ تو میری معذرت کو قبول فرما۔ اور تو میری حاجت کو جانتا ہے۔ میرا سوال مجھ کو عطا کر۔ اور جو کچھ میرے دل میں ہے تو اُسے جانتا ہے۔ تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے اُس ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے قلب میں سرایت کر جائے۔ اور میں یقینِ صادق مانگتا ہوں تاکہ میں جان لوں کہ مجھے وہی پہنچے گا جو تو نے میرے لئے لکھا ہے۔ اور جو کچھ تو نے میری قسمت میں کیا ہے میں اُس پر راضی رہوں۔ اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

نماز اور اس دُعا سے فارغ ہو کر "مُلتزم" کے پاس جائے اور اپنا سینہ اور پیٹ اور رُخساروں کو دیوارِ کعبہ سے ملے۔ اور دونوں ہاتھ اونچے کر کے دیوار پر پھیلائے۔ یا داہنا ہاتھ دروازۂ کعبہ اور بایاں ہاتھ حجرِ اسود کی طرف پھیلائے۔ اور یہ دُعا خوب رو رو کر اور گڑگڑا کر مانگے۔

دُعاءِ مُلتزم

يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ ۔

ترجمہ۔ اے قدرت والے، اے بزرگ! تو نے مجھے جو نعمت دی ہے اُس کو مجھ سے زائل نہ کر۔

اس کے علاوہ دوسری دُعائیں بھی یہاں مانگو کہ یہ مقبولیت کی جگہ ہے۔ اور مقبولیت کا وقت بھی ہے۔ اس کے بعد "زمزم شریف" کے نلوں کے پاس آؤ۔ اور کھڑے ہو کر ادب کے ساتھ کعبہ مکرمہ کی طرف مُنہ کر کے تین سانس میں خوب بھر پیٹ پیو۔ ہر بار بسم اللہ سے شروع کرو اور الحمد للہ پر ختم کرو۔ اور ہر بار نظر اُٹھا کر کعبہ مکرمہ کو دیکھو۔ بچا ہوا پانی اپنے سر اور بدن پر ڈال لو۔ زمزم شریف پینے کی دُعا یہ ہے۔

دُعاءِ زمزم

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ ط

ترجمہ۔ اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع اور کشادہ روزی اور عمل مقبول اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

پھر حجر اسود کے پاس آکر اُس کو چومو۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اور درود شریف پڑھتے ہوئے۔

صفا و مروہ کی سعی

بابُ الصفا سے نکل کر صفا پہاڑی کی جانب چلو اور اُس پر چڑھتے ہوئے یہ پڑھو۔

اَبْدَءُ بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ٥

میں اُس سے شروع کرتا ہوں جس کو اللہ نے پہلے ذکر کیا۔ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جس نے حج یا عمرہ کیا اُس پر ان دونوں کے طواف میں کوئی گناہ نہیں۔ اور جو شخص نیک کام کرے تو بیشک اللہ بدلہ لینے والا جاننے والا ہے۔

پھر کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرکے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک دعا کی طرح پھیلائے ہوئے اٹھاؤ اور تھوڑی دیر تسبیح و تہلیل و تکبیر اور درود شریف پڑھ کر اپنے لئے اور دوستوں کے لئے دعا مانگو کہ یہاں دعا مقبول ہوتی ہے۔ پھر اس طرح سعی کی نیت کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔ یعنی اے اللہ! میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس کو تو میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس کو تو میری طرف سے قبول فرما لے۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ کو چلو۔ اور درود شریف اور دعاؤں کا پڑھنا برابر جاری رکھو۔ جب سبز رنگ کا نشان آئے تو یہاں سے دوڑنا شروع کرو یہاں تک کہ دوسرے سبز نشان سے آگے نکل جاؤ۔ اور مروہ تک پہنچو۔ یہاں بھی تکبیر۔ تسبیح۔ اور حمد و ثنا اور درود شریف پڑھو اور دعا مانگو۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔ پھر یہاں سے صفا کو چلو اور سبز نشان کے پاس پہنچو تو دوڑو اور دوسرے نشان سے آگے نکل جاؤ۔ یہاں تک کہ صفا پر پہنچ کر بدستور سابق دعائیں مانگو۔ اسی طرح صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا تک۔ اور صفا سے مروہ تک آؤ پھر جاؤ۔ یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو۔ ہر پھیرے میں اسی طرح کرو۔ اور دونوں سبز رنگ کے نشانوں کے درمیان ہر پھیرے میں دوڑ کر چلتے رہو۔ طواف کعبہ اور صفا مروہ کی سعی کر لینے سے تمہارا عمرہ جس کا احرام باندھ کر آئے ادا ہو گیا۔ اب سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام اتار ڈالو۔ اور غسل کرکے سلے ہوئے کپڑے پہن لو۔ اور بلا احرام کے مکہ مکرمہ میں مقیم رہو۔ اور روزانہ جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ نفلی طواف کرتے رہو۔

منیٰ کو روانگی

پھر آٹھویں ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھو۔ اور ایک نفلی طواف میں رمل اور صفا مروہ کی سعی کر لو۔ اور مسجد حرام میں دو رکعت سنتِ احرام کی نیت سے پڑھو۔ اس کے بعد حج کی نیت کرو اور لَبَّیْکَ پڑھو اور جب آفتاب نکل آئے تو منیٰ کو چلو۔ اگر ہو سکے تو پیدل جاؤ کہ جب تک مکہ مکرمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ نیکیاں

تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں۔ اللہ اکبر۔ اس امت پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں خداوند قدوس کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس امت کو تھوڑی سی عبادت پر اجرِ عظیم مل جاتا ہے۔ سچ ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ (بہار شریعت ج ۶۷) منیٰ جاتے ہوئے راستہ بھر لَبَّیْکَ اور حمد و ثنا و درود شریف پڑھتے رہو۔ جب منیٰ نظر آئے تو یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰٓی اَوْلِیَآئِكَ — الٰہی! یہ منیٰ ہے۔ مجھ پر تو وہ احسان کر جو اپنے اولیاء پر تو نے کیا ہے۔

منیٰ میں رات بھر ٹھہرو۔ اور ظہر سے نویں ذوالحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں یہاں کی "مسجد خیف" میں پڑھو۔ اور بار بار لَبَّیْکَ بلند آواز سے پڑھتے رہو اور جس قدر ہو سکے رو رو کر دعائیں مانگتے رہو۔ خبردار۔ ایک منٹ بھی غفلت میں نہ گزارو۔ کہ روز روز یہ دن نصیب ہونے والا نہیں ہے۔

میدان عرفات میں

نویں ذوالحجہ کو آفتاب طلوع ہو جانے کے بعد اب میدان عرفات کو چلو۔ دل کو خیال غیر سے پاک و صاف کرکے اور یہ سوچتے ہوئے نکلو کہ آج وہ دن ہے کہ بہت سے خوش نصیبوں کا حج مقبول ہوگا اور بہت سے لوگ ان کے صدقے میں بخشے جائیں گے۔ جو آج کے دن محروم رہا وہ واقعی بڑا محروم ہے۔ راستہ بھر لبیک بے شمار بار بار پڑھتے چلو۔ جب "جبلِ رحمت" پر نظر پڑے اور زیادہ گڑگڑا کر لبیک پڑھو اور اپنی دنیاوی اور دینی مرادوں اور اپنے حج کی مقبولیت کے لئے دعائیں مانگتے میدانِ عرفات میں پہنچ کر اپنے معلم کے خیمہ میں اتر کر ٹھہرو۔ دوپہر تک زیادہ وقت رونے گڑگڑانے میں اور صدقہ و خیرات کرنے میں گزارو۔ اور لبیک و درود شریف و کلمۂ توحید و استغفار پڑھتے رہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے دن سب سے بہتر وظیفہ میرا اور دوسرے نبیوں کا یہی ہے کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ کوئی

لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا
يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ
هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے [illegible]
اسی کے لئے حمد ہے۔ وہی زندگی [illegible]
دیتا ہے۔ اور وہ [illegible]
سب بھلائیاں [illegible]

دوپہر ڈھلتے ہی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھو۔ ظہر کا فرض پڑھ کر فوراً ہی [illegible]
کہی جائے گی اور عصر کی نماز پڑھو۔ یاد رکھو کہ یہ ظہر و عصر ملا کر ظہر کے وقت میں [illegible]
جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان اسلام پڑھائے یا اس کا نائب پڑھائے [illegible]
عرفات میں جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی۔ اس کو وقت سے [illegible]
عصر پڑھنا جائز نہیں۔ بلکہ وہ ظہر کو ظہر کے وقت میں اور عصر کو عصر کے وقت [illegible]
میں پڑھے۔ (بہار شریعت ج ۶) نماز کے بعد فوراً ہی موقف کو روانہ ہو جائیں
"موقف" وہ جگہ ہے کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر [illegible]
اور دعا مانگنے کا حکم ہے۔ اگر ہجوم اور اپنی کمزوری کی وجہ سے "موقف" میں نہ
جاسکو تو اپنے خیمہ ہی میں لبیک پڑھنے اور ذکر و دعا میں آفتاب غروب ہونے
تک مشغول رہو۔ اور خبردار اس انمول اور قیمتی وقت کو [illegible]
لڑانے میں برباد نہ کرو۔ بلکہ آنکھیں بند کئے ہوئے گردن جھکائے دعا میں [illegible]
کی طرح سر سے اونچا اٹھا کر پھیلائے تکبیر و تہلیل اور لبیک و دعا اور توبہ و استغفار [illegible]
میں ڈوب جاؤ اور خوب روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو کم سے کم رونے جیسی صورت بناؤ
اور انتہائی کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسو ٹپک جائے کہ یہ مقبولیت کی نشانی ہے۔

رات بھر مزدلفہ میں

سورج غروب ہونے کے بعد "عرفات" سے "مزدلفہ" کو روانہ ہو جاؤ۔ اور پورے راستہ میں لبیک اور ذکر و دعا
اور تکبیر بکثرت بلند آواز سے پڑھتے چلو۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب کو عشاء کے وقت میں ادا
کی نیت سے پڑھو۔ پھر مغرب کے بعد فوراً ہی عشاء پڑھو۔ اس کے بعد مشعر الحرام کے
[illegible] یا اس کے قرب میں یا پورے میدان میں "وادی محسر" کے سوا جہاں چاہو

ٹھہرو۔ اور لبیک اور تکبیر و تہلیل میں خوب رو رو کر مشغول رہو۔ اور صبح صادق کے
طلوع ہونے سے اجالا ہونے تک کا وقت بہت ہی خاص وقت ہے۔ اس میں ذکر و
دعا سے غافل نہ رہو۔ مزدلفہ ہی سے تینوں دن جمروں پر مارنے کے لئے انچاس
کنکریاں کھجور کی گٹھلی کے برابر چن لو۔ اور ان کو تین مرتبہ دھو لو۔ اور طلوع آفتاب
میں جب دو رکعت پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہو جاؤ اور
منیٰ پہنچ کر جمرۃ العقبہ کو سب سے پہلے جاؤ۔ اور اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ منیٰ داہنے
ہاتھ پر اور کعبہ بائیں ہاتھ کی طرف ہو۔ اب پانچ ہاتھ کی دوری سے سات کنکریاں
جدا جدا چٹکی میں لے کر داہنا ہاتھ خوب اونچا اٹھا کر جمرہ کو مارو اور ہر کنکری کو
دعا پڑھ کر پھینکو۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا	اللہ کے نام سے۔ اللہ بہت بڑا ہے شیطان
لِّلشَّيْطٰنِ رِضًا لِّلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ	کو ذلیل کرنے کے لئے۔ اللہ کی رضا کے لئے
اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا	اے اللہ! اس حج کو مبرور بنا دے۔ اور سعی کو
مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا	مشکور کردے۔ اور گناہوں کو بخش دے۔

کنکری مار کر قربانی کرو۔ مگر خوب سمجھ لو کہ یہ قربانی وہ قربانی نہیں ہے جو
بقرعید میں ہوا کرتی ہے بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے جو "قران" کرنے والے اور "تمتع"
کرنے والوں پر واجب اور "مفرد" پر مستحب ہے۔ قربانی کے بعد مرد سر منڈائیں
یا بال کتروائیں۔ عورتوں کو بال منڈوانا حرام ہے۔ وہ صرف ایک پورے کے برابر
سر کا بال کٹادیں۔ اور احرام اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیں۔ اور افضل یہ ہے
کہ آج دسویں ذوالحجہ ہی کو مکہ جاکر طواف زیارت جو فرض ہے کرلیں۔ اگر دسویں کو
یہ طواف نہ کرسکیں تو گیارہ یا بارہ ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے یہ طواف
کرلیں۔ اور مکہ سے منیٰ جاکر ٹھہریں۔ اور گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو منیٰ میں رہیں۔
اور سورج ڈھلنے کے بعد دونوں روز تینوں جمروں کو سات سات کنکری مارتے
رہیں۔ بارہ ذوالحجہ کو کنکری مار کر غروب آفتاب سے پہلے پہلے منیٰ سے نکل کر مکہ کو

روانہ ہوجاؤ۔ جب "وادیٔ مُحصّب" میں جو جنّۃُ المعلیٰ کے قریب ہے پہنچو تو سواری سے اُترو۔ یا سواری ہی پر کچھ دیر ٹھہر کر دُعا کرلو۔ اب مکّہ میں جب تک قیام رہے اپنے اور اپنے ماں باپ، اپنے اُستادوں، پیروں، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے روزانہ عُمرے ادا کرتے رہو۔ کچھ عمرے "تنعیم" سے (چھوٹا عمرہ) کرو۔ کچھ عمرے "جعرانہ" سے بڑا عمرہ کرو۔

مکّہ کی چند زیارت گاہیں

قبرستان جنّۃُ المعلیٰ میں خاص طور پر اُمّ المؤمنین بی بی خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر ... کی زیارت۔ اسی طرح مکانِ ولادت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مکان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مکان بی بی خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و مسجد الجن و مسجد الرّایہ۔ و مسجد الفتح۔ و مسجد جبل ابو القبیس۔ و مزاراتِ شہدائے شبیکہ۔ و جبلِ ثور۔ و غارِ حرا وغیرہ مقاماتِ متبرکہ کی زیارتوں سے بھی مشرّف ہوجاؤ۔ کعبۂ معظمہ میں داخلہ اور دو رکعت نماز اندر ادا کرنا بھی بڑی سعادت ہے۔ کمالِ ادب سے آنکھیں جھکائے۔ لرزتے کانپتے بسم اللہ پڑھ کر دایاں قدم پہلے رکھے۔ اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھے کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے وہاں دو رکعت نفل پڑھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے۔ پھر حمدِ الٰہی اور درود شریف پڑھے اور دُعا مانگے۔ اور ستونوں اور دیواروں سے چمٹے۔ اور روتے گڑگڑاتے آنکھیں نیچی کئے واپس چلا آئے۔

مکّہ مکرمہ سے روانگی

جب رُخصت ہونے کا ارادہ ہو تو طوافِ وَداع کرے کہ باہر والوں پر یہ طواف واجب ہے مگر اس طواف میں نہ رمل کرے نہ اضطباع کرے اور اس طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی بھی نہ کرے طواف کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا مانگے پھر زمزم شریف کے پاس آکر خوب سیراب ہوکر پیئے۔ اور کچھ بدن پر ڈالے۔ پھر دروازۂ کعبہ کے پاس آکر چوکھٹ کو چومے۔ اور قبولِ حج و زیارت کی اور بار بار حاضری کی دُعائیں مانگے

اور یہ دُعا پڑھے۔

اَلسَّائِلُ بِبَابِكَ يَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَعْرُوْفِكَ وَيَرْجُوْ رَحْمَتَكَ ۔ (یا اللہ! تیرے دروازے پر سائل تیرے فضل و احسان کا سوال کرتا ہے۔ اور تیری رحمت کا اُمید وار ہے۔)

پھر ملتزم پر آکر غلافِ کعبہ سے چمٹے اور خوب روئے۔ پھر حجرِ اسود کو بوسہ دے۔ پھر اُلٹے پاؤں کعبہ کی طرف مُنھ کرکے کعبۂ مقدسہ کو حسرت سے دیکھتے ہوئے مسجدِ حرام کے دروازہ سے بایاں پاؤں پہلے بڑھاکر نکلے۔ اور کلمۂ شہادت و حمدِ الٰہی اور درود شریف و دُعا کرتے ہوئے روانہ ہو۔ اور فقرائے مکّہ کو حسبِ توفیق صدقہ و خیرات دیتے ہوئے سرکارِ اعظم دربارِ مدینہ طیبہ کے مقدس سفر کے لئے روانہ ہوجائے۔

حاضری دربارِ مدینۂ منوّرہ

مدینہ طیبہ کی حاضری اور اس مقدس سفر میں مندرجہ ذیل ہدایات پر خاص طور سے دھیان رکھو۔

(۱) مزارِ اقدس کی زیارت قریب بواجب ہے۔ محدث ابن عدی نے کامل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (بہار شریعت ج۶)

(۲) حاضری میں خاص مزار اقدس کی زیارت کی نیت کرے۔ یہاں تک کہ امام ابنُ الہمام فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ مسجدِ نبویہ کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ (بہار شریعت ج۶)

(۳) راستہ میں اس کثرت سے درود شریف پڑھو کہ ذکرِ درود شریف میں غرق ہوجاؤ اور جس قدر مدینہ طیبہ قریب آتا جائے اور زیادہ ذوق و شوق بلکہ وجد میں جھوم جھوم کر درود شریف پڑھو اور عشقِ رسول کی مستی میں ڈوب جاؤ۔

(۴) جب حرمِ مدینہ آئے تو اگر سواری سے اُتر سکو تو پیادہ ہوکر سر جھکائے ... رتے

ہوئے اور درود شریف پڑھتے ہوئے چلو۔ اور جب گنبدِ خضرا پر نظر پڑے تو درود وسلام والہانہ جوش وخروش کے ساتھ پڑھو۔ جب شہرِ اقدس مدینہ منورہ میں پہنچو تو جلال وجمالِ محبوب کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔ اور شہر کے دروازے میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا قدم رکھو اور یہ دعا پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاَنْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ جو اللہ نے چاہا۔ نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ سے۔ اے اللہ! سچائی کے ساتھ مجھ کو داخل کر اور سچائی کے ساتھ مجھے باہر لے جا۔ الٰہی! تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔ اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مجھے وہ نصیب کر جو تو نے اپنے اولیا اور فرماں بردار بندوں کے لئے نصیب کیا۔ اور مجھ کو بخش دے۔ اور مجھ پر رحم فرما۔ اے بہتر سوال کئے گئے۔

(۵) پھر غسل و وضو اور تمام ضروریات سے فارغ ہو کر مسواک کر کے خوشبو لگا کر اور سفید و صاف کپڑے پہن کر آستانۂ مقدسہ کی طرف انتہائی عاجزی و خاکساری، اور ادب و احترام کے ساتھ متوجہ ہو۔ اور روتے ہوئے مسجدِ نبوی کے دروازہ پر صلاۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو گویا تم سرکار سے عاجزی کی اجازت طلب کر رہے ہو۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر پہلے داہنا پاؤں رکھ کر سراپا ادب بن کر داخل ہو۔ اور محبوب کے خیال و تصور میں ڈوب جاؤ۔

(۶) یقین رکھو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کی موت صرف وعدۂ الٰہی کی تصدیق کے لئے ایک آن کے واسطے تھی۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مدخل" اپنی کتاب میں اور امام احمد قسطلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "مواہب لدنیہ" میں اور دوسرے ائمۂ دین نے فرمایا ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور اُن کی حالتوں اور نیتوں کو اور اُن کے دلوں کے خیالات کو جانتے پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضور پر اس طرح روشن ہے کہ قطعًا اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

(بہار شریعت ج۶ بحوالہ مدخل و مواہب لدنیہ)

(۷) مسجد نبوی میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مصلّٰی پر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد قل یا اور قل ھو اللہ سے مختصر پڑھے۔ پھر سجدہ میں گر کر دربار حبیب میں مقبولیت کی دعا مانگے۔ پھر کمالِ ادب میں غرق ہو کر گردن جھکائے لرزتے کانپتے ندامت سے پسینہ پسینہ ہو کر آنسو بہاتے ہوئے مشرق کی طرف سے مواجہۂ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام مزار انور میں روبقبلہ جلوہ افروز ہیں۔ اس طرف سے تم حاضر ہو گے تو حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ سعادت تمہارے لئے دونوں جہان میں کافی ہے۔

(۸) اب انتہائی ادب و احترام کے ساتھ کم سے کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار پُر انوار کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص۲۴۸) اور نہایت ہی ادب و وقار کے ساتھ باآواز درد انگیز درمیانی آواز سے اس طرح صلاۃ وسلام عرض کرو۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ

اے نبی! آپ پر درود وسلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام۔ اے اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر! آپ پر سلام۔ اے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے! آپ پر سلام۔ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب

الْمُذْنِبِيْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ ط — پر اور آپ کی تمام اُمت پر سلام۔

ان سلاموں کو بار بار جب تک دل جمے بکثرت پڑھتے رہو۔ اور اپنے ماں باپ اور اُستادوں اور دوستوں اور اپنے تمام عزیزوں کی طرف سے بھی سلام عرض کرو اور سب کے لئے بار بار شفاعت کی بھیک مانگو۔ اور بار بار یہ عرض کرو کہ اَلشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ط اور جو میری اس کتاب کو پڑھے اُس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ مجھ گنہگار کی طرف سے بھی سلام عرض کرکے میرے لئے شفاعت کی بھیک مانگیں۔ (مصنف)

یہ سلام پڑھ کر پھر اپنے داہنے ہاتھ کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نورانی چہرے کے سامنے کھڑے ہو کر یوں سلام عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط	اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَزِيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط	اے رسول اللہ کے وزیر! آپ پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ	اے غارِ ثور میں رسول اللہ کے رفیق! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔

پھر اتنا ہی دور ہٹ کر حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پُرجلال چہرے کے سامنے یوں عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اے امیرالمومنین! آپ پر سلام۔
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ	اے چالیس کا عدد پورا کرنے والے مسلمان! آپ پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ	اے اسلام اور مسلمانوں کی عزت آپ پر سلام۔ اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

پھر ایک بالشت مغرب کی طرف پلٹو۔ اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑے ہو کر یوں عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط	اے رسول اللہ کے دونوں خلیفہ آپ دونوں پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط	اے رسول اللہ کے دونوں وزیر آپ دونوں پر سلام
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ	اے رسول اللہ کے پہلو میں آرام کرنے والے! آپ دونوں پر سلام۔ اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں
اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ط	میں آپ دونوں سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اور آپ دونوں پر درود اور برکت و سلام نازل فرمائے

(۹) یہ سب حاضریاں مقبولیتِ دُعا کے مقامات ہیں۔ لہٰذا خوب دُعائیں مانگو پھر منبر شریف کے پاس دُعا کرو۔ اور ستونِ ابولبابہ و ستونِ حنانہ کے پاس دو رکعت پڑھ کر دُعاؤں میں مشغول رہو۔ یہاں کی حاضری میں ایک منٹ بھی ضائع نہ کرو۔ تلاوت درود شریف، و سلام و نوافل میں ہمہ وقت مصروف رہو۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کم سے کم ایک ایک روزہ بھی رکھ لو تو تمہاری خوش نصیبی کا کیا کہنا؟ پانچوں نمازوں کے بعد سلاموں کے لئے حاضر ہوا کرو۔ ہر نماز مسجدِ نبوی میں ادا کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے اُس کے لئے دوزخ اور نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں گی۔ (بہارِ شریعت[۴۲])

(۱۰) قبرِ منور کو کبھی پیٹھ نہ کرو۔ نہ روضۂ منورہ کا طواف کرو۔ نہ سجدہ کرو۔ نہ اتنا جھکو کہ رکوع کے برابر ہو۔ خوب سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی تعظیم اُن کی اطاعت میں ہے۔

(۱۱) قبرستان "جنۃ البقیع" کی زیارت سُنّت ہے۔ روضۂ منورہ کی زیارت کرکے وہاں جائے خصوصاً جمعہ کے دن۔ اس قبرستان میں تقریباً دس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آرام فرما رہے ہیں۔ اور تابعین و تبع تابعین و اولیاء و علماء و صلحاء کی گنتی کا تو کوئی شمار ہی نہیں کرسکتا۔ جب حاضر ہو تو پہلے تمام مدفونینِ مسلمین کی زیارت کا

قصد کرو۔ اور اس طرح سلام پڑھو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لَھُمْ ط

تم پر سلام اے قوم مؤمنین کے گھر والو۔ تم ہمارے پیشوا ہو۔ اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! ہم کو اور انھیں بخش دے۔

(۱۲) تمام اہل بقیع میں سب سے افضل حضرت امیرالمومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے مزار انور پر حاضر ہو کر کمالِ ادب و احترام کے ساتھ اس طرح سلام عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَاحِبَ الْھِجْرَتَیْنِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُجَھِّزَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ بِالنَّقْدِ وَالْعَیْنِ ط جَزَاكَ اللّٰہُ عَنْ رَّسُوْلِہٖ وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْكَ وَعَنِ الصَّحَابَۃِ اَجْمَعِیْنَ ط

اے امیرالمومنین! آپ پر سلام۔ اے خلفاءِ راشدین میں تیسرے خلیفہ! آپ پر سلام اے دو ہجرت کرنے والے! آپ پر سلام اے غزوۂ تبوک کی نقد و جنس سے تیاری کرانے والے! آپ پر سلام۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور تمام مسلمانوں کی طرف سے آپ کو بدلہ دے۔ اور آپ سے اور تمام صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

(۱۳) ظالم نجدیوں نے تمام قُبّوں اور قبروں کو توڑ پھوڑ کر ویران میدان کر ڈالا ہے بہت کم قبروں کے نشان باقی ہیں۔ بہرحال جو مقابر ظاہر ہیں سب جگہ سلام پڑھو اور فاتحہ خوانی کرو اور دُعائیں مانگو۔ کہ یہ سب بارشِ انوار و برکات کی جگہیں ہیں اور دُعاؤں کی مقبولیت کے خاص مقامات ہیں۔

نوٹ ۔ امسال حج و زیارت سے فارغ ہو کر آنے والے میرے مُریدین نے مجھے بتایا کہ اب تو جنۃ البقیع کے قبرستان میں پھاٹک لگا کر بالکل بند کر دیا گیا ہے اور

کوئی قبرستان میں داخل ہی نہیں ہو سکتا یہ سُن کر دل پر ایک گھونسہ سا لگا اور بیحد افسوس ہوا۔ بہرحال اب زیارت کرنے والوں کو چاہئے کہ باہر ہی سے سب حضرات کو سلام عرض کر کے فاتحہ خوانی کریں۔ اور یہ دُعا ضرور مانگیں کہ حرمین شریفین کی پاک زمین سے ناپاک ظالم نجدیوں کو اللہ تعالیٰ جلد دفع فرما کر وہاں اہل سُنّت و جماعت کی حکومت قائم فرما دے (آمین)

(۱۴) قُبا شریف کی زیارت کرے۔ اور مسجد قُبا میں دو رکعت نماز پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد قُبا میں نماز ایک عمرہ کے مثل ہے۔ اور دوسری حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سنیچر کو قُبا تشریف لے جاتے۔ کبھی سوار کبھی پیدل۔ اس مقام کی بزرگی کے بارے میں دوسری حدیثیں بھی ہیں۔ (ترمذی وغیرہ)

(۱۵) شُہداءِ اُحد کی بھی زیارت کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداءِ اُحد کی مقدس قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرمایا کرتے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ط اور اُحُد پہاڑ کی بھی زیارت کرو کہ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحُد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جمعرات کے دن صبح کے وقت جائے۔ اور سب سے پہلے سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس پر سلام عرض کرے اور حضرت مُصعب بن عُمیر اور حضرت عبداللہ بن جَحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بھی سلام عرض کرے کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں حضرات بھی یہیں مدفون ہیں۔

مدینہ منوّرہ کے چند کنوئیں

(۱۶) مدینہ منورہ کے وہ تاریخی کنوئیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ یعنی کسی سے وضو فرمایا۔ کسی کا پانی نوش فرمایا۔ کسی میں اپنا لعاب

دہن ڈالا۔ اگر کوئی جاننے والا اور بتانے والا مل جائے تو ان مبارک کنوؤں کی بھی زیارت کرو۔ خاص کر مندرجہ ذیل کنوئیں تو بہت تاریخی ہیں۔ ان کا خیال رکھو۔ اور ان کی زیارت سے برکت حاصل کرو۔

(۱) بیرِ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے پر مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک باغ میں ہے۔ اس کنوئیں کو بیرِ رُومہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی کنواں ہے جس کا مالک ایک یہودی تھا اور مسلمانوں کو میٹھے پانی کی تکلیف تھی۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس ہزار درہم پر اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

(۲) بیرِ اَرِیس۔ یہ کنواں مسجد قُبا سے متصل پچھم جانب ہے اس کو بیرِ خاتم بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مُہرِ نبوت کی انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی۔ اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کا پانی پیا۔ اور اس سے وضو فرمایا۔ اور اس میں اپنا لعابِ دہن بھی ڈالا ہے

(۳) بیرِ بُصّہ۔ یہ کنواں قُبا کے راستہ میں جنۃُ البقیع کے متصل ہے۔ اس کنوئیں پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک دھویا۔ اور غسل فرمایا۔ اس جگہ دو کنوئیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ بڑا کنواں "بیرِ بُصّہ" ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں سے برکت حاصل کرے۔

(۴) بیرِ غَرس۔ یہ کنواں مسجد قبا سے تقریباً چار فرلانگ پورب اُتر کونے پر واقع ہے اس کے پانی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ہے۔ اور اس کا پانی بھی پیا ہے۔ اور اس میں اپنا لعاب دہن اور شہد بھی ڈالا ہے۔

(۵) بیرِ بُضاعہ۔ یہ کنواں شامی دروازہ سے باہر جُمل اللیل باغ کے پاس ہے۔ اس میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لُعاب دہن ڈالا۔ اور برکت کی دُعا فرمائی ہے۔

(۶) بیرِ حاء۔ یہ کنواں باب مجیدی کے سامنے شمالی فصیل سے باہر ہے۔ یہ کنواں حضرت ابو طلحہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اس جگہ جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔ جب آیت مبارکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ نازل ہوئی۔ تو چونکہ یہ کنواں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت زیادہ محبوب تھا اس لئے انھوں نے اس کو اور اس باغ کو جس میں یہ کنواں تھا خُدا کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ (بخاری وغیرہ)

(۷) بیرِ عِہن۔ یہ کنواں مسجد شمس کے قریب ہے۔ اس کنوئیں کے پانی سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ہے۔ اس کا پانی قدرے کھاری ہے اس کو بیرُ الیُسَیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کی چند مسجدیں

(۱۸) مدینہ منورہ کی چند مشہور مسجدوں کی بھی زیارت کرے۔ اور ہر مسجد میں کم سے کم دو دو رکعت تحیۃُ المسجد پڑھ کر دُعائیں مانگے۔ اور خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل مسجدوں کی زیارت کرے۔

مسجدِ جمعہ۔ یہ مسجد قُبا کے نئے راستہ سے جانبِ مشرق ہے۔ سب سے پہلا جمعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی جگہ ادا فرمایا تھا۔

مسجدِ غمامہ۔ اس جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔ اسی لئے اس کو "مسجد مُصلّٰی" بھی کہتے ہیں۔

مسجدِ ابوبکر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ مسجد بالکل مسجد غمامہ کے قریب اُتر جانب ہے۔

مسجدِ علی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ مسجد، مسجدِ غمامہ کے پاس ہی ہے۔

مسجدِ بغلہ۔ یہ مسجد جنۃُ البقیع کے پورب ہے۔ مسجد کے قریب ایک پتھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خچر کے کُھر کا نشان ہے۔ اسی لئے

اس کو مسجد بغلہ کہتے ہیں۔ بغلہ کے معنی خچر۔

مسجدِ اِجابہ۔ یہ مسجد جنۃ البقیع کے اُتر جانب ہے۔ ایک دن حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس قبیلہ والوں کے لئے دُعائیں مانگیں جو مقبول ہوگئیں۔

مسجدِ اُبَیّ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ مسجد جنۃ البقیع سے بالکل ہی قریب ہے۔ اسی جگہ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی یہاں رونق افروز ہوتے۔ اور نماز پڑھتے تھے۔

مسجدِ سُقیا۔ باب عنبریہ کے قریب ریلوے اسٹیشن کے اندر ایک قُبّہ ہے جس کو قُبّۃ الرؤس کہتے ہیں۔ اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "بیر السُقیا" ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں جاتے ہوئے یہاں نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجدِ احزاب۔ یہ مسجد سَلَع پہاڑی کے پچھمی کنارے پر ہے۔ جنگ خندق کے موقع پر اسی جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا مقبول ہوئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی لئے بعض لوگ اس کو "مسجد الفتح" بھی کہتے ہیں۔ اس کے قریب میں چار دوسری مسجدیں بھی ہیں۔ ایک کا نام "مسجد ابوبکر" دوسری کا نام "مسجد عمر" تیسری کا نام "مسجد عثمان" چوتھی کا نام "مسجد سلمان" ان پانچوں مسجدوں کو "مساجد خمسہ" کہا جاتا ہے۔ یہ چاروں مقامات درحقیقت جنگ خندق کے مورچے تھے۔ اور یہ چاروں صحابۂ کرام ایک ایک مورچے پر متعین تھے۔ ان حضرات نے ان مورچوں میں نمازیں پڑھیں اس لئے یہ مورچے مسجد بن گئے۔

مسجدِ بنی حرام۔ سلع پہاڑی کی گھاٹی میں مسجد احزاب کو جاتے ہوئے داہنی طرف یہ مسجد واقع ہے۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے۔ اس کے قریب میں ایک غار ہے جس میں حضور پر ایک مرتبہ وحی اُتری تھی اور اس میں جنگ خندق کے موقع پر رات میں

آپ آرام فرماتے تھے۔ اس کی بھی زیارت کرنی چاہئے۔

مسجد ذُباب۔ یہ مسجد ذُباب کی پہاڑی پر ہے۔ جو جبلِ اُحُد کے راستہ کے بائیں جانب ہے۔ جنگ خندق کے موقع پر اس جگہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا خیمہ گاڑا گیا تھا۔

مسجد قبلتین۔ یہ مسجد وادیِ عقیق کے قریب ایک ٹیلہ پر ہے اسی جگہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف قبلہ مقرر ہوا۔ اسی لئے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

مسجد فضیخ۔ عوالی کے پوربی حصہ میں یہ مسجد ہے۔ اس جگہ بنونضیر کے یہودیوں کا محاصرہ کرنے کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ اس کا دوسرا نام "مسجد شمس" ہے۔ اس مسجد کو نجدی حکومت نے شہید کر ڈالا ہے۔

مسجد بنی قُریظہ۔ محاصرہ بنی نضیر کے وقت یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ یہ مسجد فضیخ سے جانب مشرق تھوڑے فاصلہ پر ہے۔

مسجد ابراہیم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ مسجد بنی قُریظہ سے جانب شمال واقع ہے۔ اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ اور اس جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

دربارِ اقدس سے واپسی

مر کے جیتے ہیں جو اُن کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

جب مدینہ منورہ سے واپسی کا ارادہ ہو تو مسجد نبوی شریف میں جاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصلّٰی پر یا اُس کے قریب میں جہاں جگہ ملے دو رکعت

نفل پڑھیں۔ اس کے بعد سنہری جالیوں کے سامنے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو کر گریہ وزاری میں ڈوب کر درد و غم کے ساتھ صلاۃ و سلام عرض کریں۔ پھر دونوں جہان کی بھلائی، حج و زیارت کی مقبولیت اور حصول شفاعت کی سعادت اور خاتمہ بالخیر کے لئے خوب گڑگڑا کر اور روتے ہوئے دعائیں مانگیں۔ اور خاص کر یہ بھی دعا کریں کہ حاضری کا یہ آخری موقع نہ ہو۔ بلکہ خداوند قدوس اس مقدس دربار کی حاضری بار بار نصیب فرمائے۔ اپنے ساتھ اپنے والدین اور رشتہ داروں عزیزوں دوستوں اور بزرگوں، خردوں کے لئے بھی دعا مانگیں۔ اس کے بعد روضۂ منورہ کی طرف دیکھتے ہوئے اور جدائی کے غم میں آنسو بہاتے ہوئے مسجد نبوی شریف سے پہلے بایاں پاؤں نکالیں۔ اور جہاں تک گنبد خضراء نظر آئے بار بار حسرت بھری نگاہوں سے اس کا دیدار کرتے رہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے روانہ ہو جائیں کہ

مدینہ جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں
اسی میں عمر دو روزہ تمام ہو جائے

(نوٹ) حج و زیارت کے مفصل مسائل معلوم کرنے کے لئے بہار شریعت جلد ششم کا مطالعہ کیجئے۔

مسائلِ نکاح و ضروری ہدایات

نکاح کا بیان

نکاح دین کی چیزوں میں سے ایک بہت ہی اہم اور شاندار حکم شرعی ہے یہ قرآن کا فرمان، اور حضرات انبیاء و مرسلین خصوصاً حضور خاتم النبیین علیہ علیہم الصلاۃ والتسلیم کی مقدس سُنّت اور مرد و عورت کی پاک دامنی کا ذریعہ اور نسل انسانی کی بقاء کا وسیلہ ہے۔ دُنیاوی لحاظ سے رشتۂ نکاح ایک باقاعدہ ایسا قانونی تعلق ہے کہ مرد عورت کو کھلانے پلانے، پہنانے وغیرہ اور آئندہ پیدا ہونے والی اولاد کے مصارف کا پورے طور پر ذمّہ دار۔ اور عورت اس مرد کی خدمت و اطاعت کے ساتھ شریک زندگی بن کر مرد کی امانتوں کی امین و محافظ بن جاتی ہے۔ پھر اس رشتۂ نکاح کی روح یہ ہے کہ مرد کو عورت کی محبت اور عورت کو مرد کی رفاقت سے سکونِ قلب و اطمینانِ روح نصیب ہوتا ہے جس سے دونوں کو لطف اندوز ہونے، اور خانگی زندگی میں آرام و چین پانے، اور زندگی کی پُر کیف اور لُطف و لذّت سے بھری گھڑیاں گزارنے کا سُنہرا موقع حاصل ہوتا ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر نسل انسانی کی بقاء اور حفاظت کا مسئلہ رشتۂ نکاح ہی کی بدولت انجام پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ قانونی رشتہ نہ ہونے کی صورت میں عورت و مرد کے ملاپ (زنا) سے جو بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ کبھی حمل گرانے، کبھی پورے پورے سلامت پھول جیسے بچّوں کو نالیوں، تالابوں اور کنوؤں میں ڈالے جانے، کبھی بچّوں کا گلا گھونٹنے، کی شکلوں میں آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ اکبر انسانی ہمدردی کا ادنیٰ سا حصّہ بھی قلب میں رکھنے والا اس کو سمجھ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ ظالمانہ کام اور کیا ہوگا، کہ ننھی ننھی بے گناہ اور بے زبان جانوں کو اس بیدردی کے ساتھ ہلاک و برباد کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا کی ہر قوم و ملّت نے نسل انسانی کی بقاء و تحفظ کے لئے اس قانونی رشتہ کو ہر زمانے میں ضروری سمجھا۔ اور اپنے اپنے خیال کے مطابق اس رسم کو ادا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ مقرر کیا۔ ہندوستان میں

ہندو پنڈت صاحبان کو بلا کر منگلا باندھ کر، عورت مرد کے دامن میں گرہ دے کر اس قانونی رشتہ کو جوڑتے ہیں۔ دوسری قومیں دوسرے طریقوں سے اس قانونی تعلق کو مضبوط کرتی ہیں۔ اسلام نے اسی قانونی رشتہ تعلق کو جوڑنے کا نام نکاح رکھا ہے۔ جس کو کچھ خاص شرائط و لوازم کے ساتھ مربوط کرکے ایک باضابطہ قانونی حیثیت دی ہے جو ہر مسلمان کے لئے لازم الاعتقاد، اور واجب العمل ہے۔

نکاح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل فرمایا کہ

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں دو دو۔ اور تین تین اور چار چار۔ پھر اگر تم ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

(پ ۴ النساء۔ آیت ۳)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

اور نکاح کر دو اپنوں میں جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں غنی کر دے گا اپنے فضل سے۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے اور چاہئے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ اللہ انھیں مقدور والا کر دے اپنے فضل سے۔

(پ ۱۸۔ النور۔ آیت ۲۲-۲۳)

حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اے جوانوں کی جماعت تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے۔ کہ یہ (اجنبی عورتوں کی طرف نظر کرنے سے) نگاہ کو روکنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے

رکھے کہ روزہ شہوت کو کاٹ دینے والا ہے۔

(مشکوۃ ج۲ ص۲۶۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

دوسری حدیث میں رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر اُسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے۔ اور اُسے دیکھے تو خوش کر دے۔ اور اُس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم کو سچی کر دے۔ اور کہیں کو چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (یعنی خیانت وضائع نہ کرے) (بہارِ شریعت ج۷ بحوالہ ابن ماجہ) اسی طرح دوسری بہت سی حدیثوں میں نکاح کرنے کی ترغیب اور اُس کے فوائد اور خوبیوں کا ذکر ہے۔

نکاح چند حالات میں

مسئلہ۔ اگر مہر و نفقہ کی قدرت ہو، شہوت کا غلبہ اس قدر زیادہ ہو کہ اُس کو یہ یقین ہو کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو زنا واقع ہو جائے گا۔ تو ایسی صورت میں فرض ہے کہ نکاح کرے (دُرِمختار) اور اگر مہر و نفقہ کی قدرت ہو اور غلبۂ شہوت اتنا ہو کہ زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو مگر یقین نہ ہو تو اس صورت میں واجب ہے کہ نکاح کرے۔ یوں ہی اگر اجنبی عورتوں کی طرف نگاہ اُٹھانے سے رُک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا تو نکاح کر لینا واجب ہے (دُرِمختار و ردالمحتار) اور اگر مہر و نفقہ کی قدرت ہو اور شہوت اعتدال کی حالت میں ہو یعنی نہ تو بہت زیادہ غلبہ ہو۔ اور نہ بالکل ہی نامرد ہو تو ایسی صورت میں نکاح سنّت مؤکدہ ہے۔ کہ نکاح نہ کرنے پر اَڑا رہنا گناہ ہے۔ اور اس صورت میں اگر حرام سے بچنے، یا اتباعِ سُنّت، یا اولاد حاصل کرنے کی نیت کرے تو ثواب بھی پائے گا۔ اور اگر محض لذت مقصود ہو تو جائز ہے مگر ثواب نہیں ملے گا۔ (دُرِمختار و ردالمحتار) اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر نکاح کرے گا تو نان و نفقہ اور حقوقِ نکاح نہ ادا کر سکے گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر اُس کو یقین ہو کہ میں نان و نفقہ اور نکاح کے حقوق نہ ادا کر سکوں گا تو ایسی صورت میں اس کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔ (دُرِمختار)

کسی کے لئے نکاح فرض ہے۔ اور کسی کے لئے نکاح واجب ہے اور کسی کے لئے سُنّتِ مؤکدہ ہے اور کسی کے لئے جائز ہے۔ اور کسی کے لئے مکروہ ہے اور کسی کے لئے حرام ہے۔ غرض کُل چھ صورتیں ہیں۔ اب ہر شخص اپنے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ میرے لئے نکاح کرنا کیسا ہے؟ اسی پر عمل کرے۔ یہ بات جو عام طور پر عوام میں مشہور ہے کہ نکاح کرنا ہر شخص کے لئے سُنّت ہے۔ چنانچہ جن بزرگوں نے عمر بھر نکاح نہیں کیا۔ بعض ناواقف اُن پر تارکِ سُنّت ہونے کا الزام لگا کر اُن سے بدظنی رکھتے ہیں۔ عوام کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ ہر شخص کے لئے نکاح سُنّت ہے جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا کہ بعض لوگوں کے لئے نکاح کرنا مکروہ اور بعضوں کے لئے حرام بھی ہے۔ تو ممکن ہے کہ جن بزرگوں نے نکاح نہیں کیا اُن کا ایسا ہی حال رہا ہو کہ وہ اپنے لئے نکاح کو مکروہ یا حرام جان کر نکاح سے باز رہے ہوں۔ لہٰذا بزرگوں پر ہرگز اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ نہ بدظنی رکھنی چاہئے! بہرحال جن لوگوں کے حق میں نکاح سُنّت ہو یقیناً اُن کو نکاح کرنا چاہئے کیونکہ اُن کے لئے نکاح میں بہت بڑا ثواب، اور دینی و دُنیاوی بڑے بڑے فوائد و منافع بھی ہیں چنانچہ اس مسئلہ پر تمام فقہاءِ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ **مسئلہ۔** نکاح اور اُس کے حقوق ادا کرنے میں، اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغول رہنے سے بہتر ہے۔ (ردالمحتار و بہارِ شریعت)

نکاح کے مستحبات

نکاح میں سات چیزیں مستحب ہیں (۱) نکاح دھوم دھام اور خوب اعلان کے ساتھ ہونا۔ (۲) نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ (۳) مسجد میں ہونا۔ (۴) جمعہ کے دن ہونا۔ (۵) پابندِ شریعت، گواہوں کے سامنے نکاح ہونا۔ (۶) عورت کا عمر، خاندان، مال و عزت میں مرد سے کم ہونا۔ (۷) عورت کا چال چلن اور اخلاق و تقویٰ اور خوبصورتی میں مرد سے بڑھ کر ہونا۔ (دُرِمختار)

حدیث میں ہے کہ جو مرد کسی عورت سے اُس کی عزت کی بنا پر نکاح کرے اللہ تعالیٰ اُس کی ذلت میں زیادتی کرے گا۔ اور جو کسی عورت سے اُس کے مال کے سبب سے نکاح

کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی محتاجی ہی کو بڑھائے گا۔ اور جو عورت کی خاندانی بزرگی
کے سبب سے اُس کو اپنے نکاح میں لائے گا اللہ تعالیٰ اُس کے کمینہ پن میں زیادتی
فرمائے گا۔ اور جو اس لئے عورت سے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور
پاکدامنی حاصل ہو یا رشتہ داری میں اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اُس مرد
کے لئے اُس عورت میں اور اُس عورت کے لئے اس مرد میں خیر و برکت دے گا۔
(فتح القدیر) اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ
عورت سے چار بنیادوں پر نکاح کیا جاتا ہے (۱) عورت کی مالداری
کی وجہ سے۔ (۲) عورت کی خاندانی عزت کی وجہ سے۔ (۳) عورت کی
خوبصورتی کی وجہ سے۔ (۴) عورت کی دینداری کی وجہ سے لہٰذا تم اے
مردو! دیندار عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی کامیابی حاصل کرو۔
(مشکوٰۃ ج۲ صفحہ ۲۶۷ بحوالہ بخاری و مسلم)

مسئلہ۔ جس عورت سے نکاح کرنا ہو اُسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے
اور عادات و اطوار و سلیقہ کی خوب جانچ کرلے تاکہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں۔ کنواری
عورت سے اور جس سے اولاد زیادہ ہونے کی اُمید ہو اُس سے نکاح کرنا بہتر ہے
اور بڑھیا اور بدخُلق و بدکار عورت سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ
عورت کو چاہئے کہ دیندار، خوش اخلاق، مالدار و سخی مرد سے نکاح کرے۔ فاسق و
بدکار مرد سے ہرگز نکاح نہ کرے۔ اور یہ بھی نہیں چاہئے کہ کوئی اپنی جوان لڑکی کا
کسی بوڑھے سے نکاح کرو۔ کہ یہ بہت سی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے۔ (ردالمحتار)

نکاح کے فوائد

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "کیمیائے سعادت" میں تحریر فرمایا کہ نکاح کے فوائد میں سے پانچ فائدے خاص
طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ (۱) اولاد حاصل ہونا۔ اس میں اپنی نسل کی بقاء اور اُس کا
تحفظ ہے۔ اولاد صالح ماں باپ کے مرنے کے بعد دُعا اور ایصال ثواب کرے گی
اگر بچے نابالغی میں مرگئے تو ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ (۲) بدکاری و بدنگاہی

سے محفوظ رہنا اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نکاح کر لیا
اس نے اپنا نصف دین حصار میں کر لیا۔ اور جو شخص طاقت کے باوجود نکاح نہیں
کرتا اغلب یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بدنگاہی اور دل کو بُرے وسوسوں سے
نہیں بچا سکتا۔ (۳) اپنی منکوحہ سے صحبت کرنے اور اُس کے ساتھ تفریح و مزاح
سے قلبی راحت و سکون حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد عبادت میں تازہ رغبت حاصل
ہوتی ہے۔ ہر وقت عبادت میں لگے رہنے سے آدمی ملول و دل گرفتہ ہو جاتا ہے جس کا
بہترین علاج کچھ دیر اپنی بیوی سے لطف اندوز ہونا اور فرحت حاصل کرنا ہے۔ (۴)
عورت گھریلو ذمہ داریوں اور امور خانہ داری کو سنبھال کر مرد کو علم و عمل اور عبادت
کا موقع فراہم کر دیتی ہے۔ اسی لئے حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے
کہ عورت دُنیاداری کی چیزوں میں سے نہیں ہے۔ بلکہ عورت آخرت کے سامانوں میں
سے ہے جو تجھے دینی کاموں کے لئے فرصت و فراغت دیتی ہے اور حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایمان کے بعد پارسا عورت سے بڑھ کر کوئی نعمت
نہیں۔ جو دینی کاموں پر تیری مدد کرتی ہے۔ (۵) عورتوں کے اخلاق پر صابر ہونا۔
اُن کی ضروریات کو پورا کرنا۔ اور اُن کو شریعت کی راہ پر قائم رکھنا۔ اور اُن کے حقوق
کو ادا کرنا یہ خود ایک بہترین و فاضل ترین عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ
اپنی بیوی کو خرچہ دینا جہاد میں صدقہ دینے سے افضل ہے۔ بزرگانِ دین کا ارشاد
ہے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے رزق حلال تلاش کرنا طبقاتِ اولیاء میں سے ابدال
کا کام ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ سوائے
عیال داری کے رنج و مشقت اُٹھانے کے اُن کا اور کوئی کفارہ نہیں (کیمیائے
سعادت آداب نکاح)۔

بیوی کے ساتھ کیسے رہیں؟

ازدواجی زندگی کس طرح کی ہو؟ اور بیوی کے ساتھ کیسے رہیں؟ یہ ایک نہایت ہی اہم اور
بہت بڑا مسئلہ ہے۔ کہ یہ اگر کما حقہ، حل نہ ہوا تو عورت و مرد کی زندگی سراپا جہنم بن کر

رہ جائے گی۔ اس لئے اس مسئلہ کا حل بیحد ضروری ہے تاکہ مرد و عورت کی ازدواجی زندگی امن و سکون اور آرام و راحت کے معاملہ میں مسرت و شادمانی کی ایک جنت بن جائے۔ جس میں رنج و غم اور کلفت و صدمہ کا گذر ہی نہ ہو سکے تو یاد رکھو کہ اس سلسلے میں قرآن مجید نے نہایت ہی مختصر مگر بیحد جامع لفظوں میں ہدایت کی روشنی کا ایک ایسا مینارۂ نور پیش فرما دیا ہے کہ اگر ازدواجی زندگی کا تجزیہ کرکے اس جامع آیت سے روشنی حاصل کی جائے تو اس کے تمام پہلوؤں اور گوشوں پر ہدایتوں کا ایسا نور جلوہ افروز ہو جائے گا کہ بہشت کی راحتوں اور لذتوں کا جلوہ دُنیاوی زندگی کے جہنم کدہ ہی میں نظر آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی کے بارے میں ہدایت کی روشنی ڈالتے ہوئے مقدس قرآن میں یہ ارشاد فرمایا کہ۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ (پ ۴۔ النساء۔ آیت ۱۹)	اور عورتوں سے اچھا برتاؤ کرکے اُن کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اُس میں بہت بھلائی رکھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خصوص میں یہ وصیت فرمائی کہ

تم لوگ عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی میری وصیت کو قبول کرو۔ یہ عورتیں (حضرت آدم علیہ السلام) کی سب سے اوپر والی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں جو سب پسلیوں سے زیادہ ٹیڑھی ہے تو اگر تم اس کو سیدھی کرنے لگوگے تو اس کو توڑ ڈالو گے۔ اور اگر اس کو چھوڑ دوگے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا ان عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی میری وصیت کو تم لوگ قبول کرو۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

آیت شریفہ اور حدیث دونوں کا حاصل مطلب یہی ہے کہ عورتوں میں کچھ خرابیاں

ضرور ہی پائی جائیں گی جن کو تم کما حقہٗ درست نہ کر سکو گے۔ لہٰذا اگر عورتوں کی کوئی خصلت تمہیں پسند نہ آئے تو صبر کرو۔ اور اُمید رکھو کہ شاید اللہ تعالیٰ اس عورت میں کوئی بڑی بھلائی رکھے ہو۔ اور تم اُن کے ساتھ ہمیشہ بھلائی اور اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہو۔

اس بارے میں ہم چند ضروری ہدایات لکھتے ہیں۔ جو کیمیائے سعادت وغیرہ چند کتابوں کی ہدایات کا عطر ہیں۔ ان ہدایتوں پر عمل کرکے اپنی ازدواجی زندگی خوشگوار بنائیے۔

مرد و عورت کے لئے چند ہدایات

(۱) شادی میں دف بجا کر اور ولیمہ کرکے خوشی کا اظہار کرے کہ یہ سُنت بھی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ہجرت کے بعد جب ایک انصاری عورت سے نکاح کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ یعنی تم دعوت ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔ اور جس شخص کو ایک بکری کی بھی طاقت نہ ہو تو جو کھانے کی چیز بھی دوستوں کے سامنے رکھے وہی دعوتِ ولیمہ ہو جائے گی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو ستو اور کھجور اور گھی کا مالیدہ بنا کر اسی سے لوگوں کی دعوتِ ولیمہ فرمائی جبکہ آپ سفر میں تھے اور جب آپ نے حضرت زینب بنت جَحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو تمام انصار و مہاجرین کو شکم سیر گوشت اور روٹی کھلا کر دعوتِ ولیمہ فرمائی۔ (بخاری و کتب تفاسیر)

حضرت رُبَیِّع بنت معوذ کہتی ہیں کہ جس رات مجھے دُلھن بنایا گیا اُس کے دوسرے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے شوہر کے گھر تشریف لائے تو کچھ بچیاں دف بجا بجا کر اشعار گا رہی تھیں۔ وہ بچیاں حضور کو دیکھ کر آپ کی نعت کے اشعار پڑھنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ تم سب وہی گیت گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ اور آپ ان اشعار کو سنتے رہے۔ اور دف بجا بجا کر بچیوں کو گانے کی اجازت دی۔ اور

ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ۔

اس نکاح کا اعلان کرو۔ اور نکاح مسجدوں میں پڑھاؤ۔ اور نکاح کے موقعوں پر دفوں کا باجہ بجاؤ۔

(مشکوۃ ج۲ ص۲۷۲ بحوالہ ترمذی)

بہر حال خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ آداب نکاح میں سے ہے کہ دف بجا کر اعلان نکاح کریں اور دعوت ولیمہ کرکے مسرت اور خوشی کا اظہار کریں۔

(۲) مردوں کو اپنی عورتوں کے ساتھ بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہنا چاہئے اور اگر عورتوں کی طرف سے کوئی شکوہ یا ناشکری ناگوار ہو تو اس کو برداشت کرکے صبر کرنا چاہئے۔ اور غصہ میں نہیں آجانا چاہئے کیونکہ اس پر بہت بڑا ثواب ملتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مرد اپنی عورت کی بدکلامی پر صبر کرے گا اُس کو حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا ثواب ملے گا۔ (کیمیائے سعادت) عورت کے شکوہ شکایت اور اُس کی ناشکریوں اور بدکلامیوں کا بہترین حل یہ ہے کہ وہ سب کچھ سُن کر برداشت کرتے ہوئے ہنس کر اُس کی باتوں کو مذاق میں ٹال دے۔ اور اچھے اچھے وعدوں سے اُس کو خوش کردے۔ اور یہ سمجھ لے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا فطری ٹیڑھاپن دور نہیں ہوسکتا۔ عورت کی بے تکی بکواس پر ہرگز غصہ ہوکر سخت کلامی نہ کرے ورنہ ازدواجی زندگی کا لطف غارت، بلکہ زندگی تلخ اور کڑوی ہوجائے گی۔ اور شادی میں دو دلوں کے مقدس ملاپ کا مقصد ہی تہس نہس ہوجائے گا۔ خود ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے غصہ اور سخت کلامیوں پر نہایت صبر و تحمل فرمایا کرتے تھے اور آپ نے اپنی اُمت کے مردوں سے فرمایا کہ

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ۔ (مشکوۃ ج۲ ص۲۸۱)

تم میں وہ بہتر آدمی ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہتر آدمی ہو۔ اور میں اپنی بیویوں کے بارے میں تم

سب سے بہتر آدمی ہوں۔

(بحوالہ ترمذی وغیرہ)

(۳) ہر مرد کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ بے تکلف ہوکر تفریح و مزاح اور خوش طبعی بھی کرتا رہے۔ اور اُن کو خوش کرکے اُن کا دل اپنے ہاتھ میں رکھے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت زیادہ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے یہاں تک روایت ہے جس کو خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

میں ایک سفر میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ میں تھی تو میں نے آپ کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ کیا۔ اور میں دوڑ میں حضور سے آگے نکل گئی۔ لیکن جب میں فربہ بدن ہوگئی۔ اور دوڑ میں حضور کے ساتھ مقابلہ میں دوڑی تو میں پیچھے رہ گئی اور حضور مجھ سے آگے نکل گئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ یہ تمہاری اُس دوڑ میں مجھ سے آگے نکل جانے کا بدلہ ہے۔

(مشکوۃ ج۲ ص۲۸۱ بحوالہ ابوداؤد)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے۔ اس حدیث کو بھی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔ اور یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی کُتبِ حدیث میں موجود ہے کہ

ایک مرتبہ کچھ حبشی مسجد نبوی میں نیزوں کا کھیل کر رہے تھے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ایک چادر سے چھپا کر حبشیوں کا یہ کھیل مجھے دروازہ کے پاس سے کھڑے ہوکر دکھاتے رہے۔ اور میں حضور کے کان اور کندھے پر اپنا رُخسار ٹیک کر اُس کھیل کو دیکھتی رہی اور جب تک میں اُکتا کر خود نہ ہٹ گئی۔ حضور نہیں ہٹے۔ یہ حدیث سُنا کر حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ اے لوگو! تم نئی عمر کی لڑکیوں کی قدر کرو جو کھیل دیکھنے کی بہت حریص ہوتی ہیں۔ (مشکوۃ ج۲ ص۲۸۰ بحوالہ بخاری ومسلم)

ان حدیثوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقۂ عمل سے صاف ظاہر

ہے کہ آپ اپنی مقدس بیویوں کے ساتھ کس درجہ بے تکلفی کے ساتھ تفریح و خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اور کس طرح ازواجِ مطہرات کی دلجوئی و دلداری فرما کر اُن کو خوش رکھتے تھے۔ اور کس طور پر اُن کے جائز جذبات و مطابقِ شریعت خواہشات کو ملحوظِ خاطر رکھتے۔ اور اُن کو خوش دلی کے ساتھ پورا بھی فرما دیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان سُنّتوں، اور آپ کے اس مقدس طرزِ زندگی، اور طریقۂ معاشرت میں یقیناً بلا شبہ اُن بداخلاق و ظالم شوہروں کے لئے عبرت و نصیحت کا بہت بڑا اور بہت زیادہ سامانِ ہدایت ہے جو اپنی بیویوں کے سامنے ہر وقت تُرّم خاں بنے رہتے ہیں۔ اور ہر دم اپنی مونچھوں میں ڈنڈا باندھے اور خوفناک تیوروں سے اپنی بیویوں کو ہلاکو خاں کی ڈراؤنی گُھڑکیوں، اور ہوش رُبا جھڑکیوں سے بھیگی بِلّی بنائے رکھتے ہیں۔ اور وہ بے چاری اپنے شوہروں کی قہر آلود نظروں اور مار دھاڑ کے خطروں سے سہمی رہتی ہیں۔ اور حسرت کے ساتھ ترستی رہتی ہیں کہ کاش وہ اپنے شوہروں کا ہنس مُکھ چہرہ کبھی دیکھ کر پیار و محبت کی باہمی نگاہوں سے تفریح و خوش طبعی کی روحانی مسرّت و قلبی لذّت سے لُطف اندوز ہوتیں۔ اسی طرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ان سُنّتوں اور مقدس طرزِ معاشرت میں اُن شوہروں کے لئے بھی ہدایت و نصیحت کی بہت بڑی روشنی ہے جو تقویٰ و تقدّس کا "قطب مینار" بنے ہوئے ہر وقت تسبیح پھراتے اور وضو کا لوٹا اور مصلّیٰ سنبھالے خاموش نیچی نظر کئے رہتے ہیں۔ اور کبھی ہنسنا ہنسانا تو بڑی بات ہے کسی وقت بیوی کے سامنے مسکرا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی اپنی سنجیدگی کے دامن پر تفریح و خوش طبعی کا دھبّہ نہیں لگنے دیتے۔ ان شوہروں پر لازم ہے کہ ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنے لئے نمونۂ عمل بنائیں۔ اور اپنی بیویوں کو کوفت اور گُھٹن میں ڈال کر اُن کے اُس حقِ خوش طبعی پر ڈاکہ نہ ڈالیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے عورتوں کو عطا فرمایا ہے۔ بلکہ مردوں پر لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کی قدر اور اس کا احترام ملحوظ رکھیں۔ اور کبھی کبھی عورتوں کو بے تکلفی کے ساتھ

ہنساتے۔ کھلاتے اور خوش کرتے رہیں۔ تاکہ خود بھی پیار و محبت کی لذّتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ اور اپنی شریکِ حیات کو بھی شادمانی و مسرّت اور تفریح و خوش طبعی کی لذّتوں سے بہرہ ور کرتے رہیں تاکہ رنج و آلام سے بھری ہوئی دُنیا میں مرد و عورت کی زندگی مسرّت و شادمانی کی جنّت بنی رہے۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنّم بن جاتی ہے۔ اسی طرح عورت کی بددلی اور ناراضگی مردوں کے لئے سوہانِ روح، اور وبالِ جان بن جاتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جب بھی عورت شوہر سے بد دل ہو کر ناراض ہو جاتی ہے۔ یا اُکتا کر شوہر سے نفرت کرنے لگتی ہے تو کبھی میکہ میں بیٹھ رہتی ہے۔ کبھی خود کُشی کر بیٹھتی ہے۔ اور کبھی طلاق کی آندھی میاں بیوی کے مقدس بندھن رشتۂ نکاح ہی کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتی ہے۔ اُس وقت نہ شوہر کا ڈنڈا کام دیتا ہے۔ نہ میاں جی کے مصلّیٰ اور تسبیح سے کسی کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور کفِ افسوس مَلنے کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا۔ اس لئے رشتۂ نکاح کے مقدس تعلق کو اچھائی کے ساتھ نباہنا دینی و دُنیاوی مصلحتوں کے لئے بیحد ضروری ہے۔

(۴) ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کو اس درجہ بے تکلف نہ بنا دیا جائے کہ عورت بالکل ہی نڈر اور بے خوف ہو جائے۔ اور واہیات و غلط کاموں میں مشغول ہو جائے بلکہ شوہر پر یہ بھی لازم ہے کہ اگر خلافِ شریعت یا خلافِ تہذیب کوئی کام عورت کرے تو اُس کو شدید تنبیہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ یعنی مردوں کو عورتوں پر حاکم اور غالب رہنا چاہیئے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو۔ لیکن وہ جو کہیں اُس کے خلاف عمل کرو۔ اور اُن کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دو۔ کیونکہ عورت درحقیقت سرکش نفس کے مانند ہے اگر ذرا بھی اُسے ڈھیل جائے گی تو وہ حد سے بڑھ جائے گی اور جب حد سے بڑھ جائے گی تو پھر اس کا تدارک بیحد مشکل ہوگا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ عورتوں میں ایک قسم کا ضُعف ہے جس کا علاج تحمُّل اور بُردباری ہے اور عورتوں میں کچھ کجی اور ٹیڑھا پن بھی ہے جس کا علاج "سیاست" ہے۔ مرد کو طبیب کی طرح ہونا چاہیئے۔

کہ مرض کا علاج موقعۂ حال کے مطابق عمل میں لائے طبیب کبھی نشتر بھی لگاتا ہے اور کبھی مرہم بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح مرد کو کبھی سخت مزاج بن کر غصہ بھی دکھانا چاہئے۔ اور کبھی محبت و پیار اور خوش طبعی بھی کرنی چاہئے۔ اور مرد کو سختی اور نرمی دونوں کا مظہر ہونا چاہئے۔ چنانچہ عورت اگر کوئی بڑا قصور کر بیٹھے تو بدلہ لینے یا دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ عورت کی اصلاح اور تنبیہ کی نیت سے شوہر عورت کو ڈانٹ پھٹکار بھی کرسکتا ہے۔ بلکہ مار بھی سکتا ہے۔ مگر مارنے میں اس کا خیال اور دھیان رہے کہ اس کو شدید چوٹ یا زخم نہ پہنچ جائے۔ اور چہرے پر ہرگز نہ مارے۔ (قرآن مجید) فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر چار قصوروں پر اپنی بیوی کو سزا دے سکتا ہے اور وہ چاروں کوتاہیاں یہ ہیں۔

(١) شوہر اپنی بیوی کو صفائی ستھرائی اور بناؤ سنگار کا حکم دے۔ لیکن وہ پھر بھی پھوہڑ اور گندی اور میلی کچیلی بنی رہے۔

(٢) شوہر صحبت کرنے کی خواہش ظاہر کرے۔ اور بیوی بغیر کسی شرعی عذر اور مجبوری کے شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ بلکہ انکار کرتی رہے۔

(٣) عورت حیض اور جنابت سے غسل نہ کرتی ہو۔

(٤) بلا وجہ نماز چھوڑتی ہو۔

اسی طرح اگر دوسرے فرائض کو ترک کرتی ہو۔ مثلاً پردہ نہ کرتی ہو اور نامحرموں کے سامنے بے پردہ آتی جاتی ہو۔ تو ان غلطیوں اور کوتاہیوں پر شوہر کو چاہئے کہ پہلے بیوی کو نصیحت کرے اور سمجھائے۔ اگر مان جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ سختی کے ساتھ تنبیہ کرے اور ڈرائے دھمکائے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو اس شرط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے کہ منہ پر نہ مارے۔ اور ایسی سخت مار نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر زخم ہو جائے۔

بلا وجہ اور بغیر کسی بڑے قصور کے عورت کو ہرگز نہ مارے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جس طرح اپنے

غلام کو مارا کرتا ہے۔ پھر دوسرے وقت اُس سے صحبت بھی کرے۔ (مشکوٰۃ ج ٢ ص ٢٨٠ مجتبائی)

(٥) شوہر کو لازم ہے کہ معمولی اور بے بنیاد باتوں کی بنا پر محض شبہہ میں اپنی بیوی کی طرف سے بدگمانی نہ کرے۔ کیونکہ معمولی شبہات کی بنا پر بیوی کے اوپر بدکاری کا الزام لگا دینا عورت کے لئے بڑا ہی دلخراش و جاں سوز حادثہ و صدمہ ہے۔ اور شریعت میں بہت بڑا گناہ ہے جس کو "بہتان" کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک دیہاتی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیوی نے ایک لڑکا جنا ہے جو کالا ہے۔ اور میں گورا ہوں۔ چونکہ لڑکا میرا ہم شکل نہیں ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیہاتی کے اس بے بنیاد شبہہ کو دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ تو اُس نے کہا کہ ہاں میرے پاس تو اونٹوں کا بہت بڑا ریوڑ ہے۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے پوچھا کہ تمہارے اونٹ کس رنگ کے ہیں؟ تو اُس نے کہا کہ سُرخ رنگ کے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اُن میں کچھ خاکی رنگ کے بھی ہیں؟ تو دیہاتی بولا کہ جی ہاں کچھ اونٹ خاکی رنگ کے بھی ہیں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم بتاؤ سُرخ رنگ کے اونٹوں میں خاکی رنگ کے اونٹ کیسے اور کہاں سے پیدا ہو گئے؟ دیہاتی نے جواب میں کہا کہ سُرخ رنگ کے اونٹوں کے باپ داداؤں میں کوئی خاکی رنگ کا رہا ہوگا اُس کی رگ نے اُس کو اپنے رنگ میں کھینچ لیا ہوگا۔ اس لئے سُرخ اونٹ کا بچہ خاکی رنگ کا ہو گیا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اسی طرح ممکن ہے کہ تمہارے باپ یا داداؤں میں کوئی کالے رنگ کا رہا ہو۔ اور اُس کی رگ نے تمہارے بچے کو کھینچ کر اپنے رنگ کا بنا لیا ہو۔ (بخاری ج ٢ ص ٧٩٩) ارشاد نبوی سُن کر دیہاتی کا شبہہ دفع ہو گیا۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ محض شک و شبہہ کی بنا پر اپنی بیوی کے اوپر الزام لگا دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں ہمیشہ احتیاط اور سمجھداری سے کام لینا چاہئے۔ اور خواہ مخواہ شبہہ میں پڑ کر خود تنگ دل ہونا۔ اور بیوی کو رنج و صدمہ سے بد دل اور نڈھال کر دینا کسی طرح درست و جائز نہیں ہے۔

ہاں البتہ ہر وہ بات جس سے اس قسم کی کوئی آفت بپا ہونے کا اندیشہ ہو
اُس سے بیوی ہمیشہ خود بھی بچتی رہے۔ اور شوہر بھی بیوی کو اُن باتوں سے
روکتا رہے یعنی حتی الامکان عورت کو باہر نہ نکلنے دے۔ اور نہ اُس کو اجازت
دے کہ وہ چھت پر چڑھ کر یا کھڑکیوں سے نامحرموں کو دیکھے۔ یا کوئی نامحرم اس کو
دیکھے۔ کیونکہ تمام آفتیں دیکھنے ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے عورت کی تاک
جھانک کو معمولی بات نہ سمجھے۔ بلکہ اس پر سخت کنٹرول رکھے۔ مگر عورت پر حد سے
زیادہ غیرت کا بار بھی نہ ڈالے۔ اور ہر وقت عورت کی جاسوسی میں بھی نہ لگا
رہے۔ کہ عیب تلاش کرنے کے لئے جاسوسی کرنا بھی گناہ کی بات ہے۔ اور عورت
اس سے تنگ دل ہو کر متنفر ہو جائے گی جس کا نتیجہ میاں بیوی کے درمیان بد دلی
اور بے اعتمادی کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا جو بے پناہ فسادوں کی جڑ ہے۔ ہاں عورت
کو پردہ میں رہنے کے لئے ہر طرح پوری کوشش کرے۔ اور غیر محرموں کو دیکھنے
اور دکھانے کی ہرگز ہرگز اجازت نہ دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ
و حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو دونوں حضور کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔
دونوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ اور حضرت ابن اُمّ مکتوم
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا تھے گھر میں آگئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ تم دونوں
ان سے پردہ کرو۔ تو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا
یہ اندھے نہیں ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں ان
دونوں کو دیکھ نہیں رہی ہو؟ (مشکوٰۃ ج۲ ص۲۶۹ بحوالہ ترمذی و ابو داؤد)

سبحان اللہ! اس حدیث سے ظاہر ہے کہ نگاہِ نبوت میں پردہ کی کتنی بڑی اہمیت
ہے۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ کاش
مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس حدیث سے ہدایت کا نور نصیب ہو جس کا
اس دور میں کوئی اہتمام ہی نہیں کیا جاتا۔

(۶) ہر شوہر پر اُس کی بیوی کا یہ حق ادا کرنا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے

کھانے پینے اور پہننے۔ اور رہنے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کا اپنی حیثیت و طاقت
کے مطابق انتظام کرے اور ہمیشہ اس کا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے
نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے۔ اور یہ اپنے ماں باپ۔ بھائی بہن اور تمام
عزیز و اقارب سے جدا ہو کر صرف میری ہو کر رہ گئی ہے اور میری زندگی کے دکھ سکھ
میں میرے برابر کی شریک بن گئی ہے۔ اس لئے اس کی زندگی کے تمام ضروریات کا
انتظام کرنا میرا فرض ہے۔ یاد رکھو! کہ جو شوہر اپنی کاہلی یا لاپرواہی سے اپنی بیویوں
کے نان و نفقہ اور اخراجاتِ زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار،
حقوق العباد میں گرفتار اور قہرِ قہار و عذابِ نار کے سزاوار ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھو!
کہ بیوی بچوں کو خرچہ دینا یہ بہت بڑے اجر و ثواب کا کام بھی ہے۔ حدیث شریف
میں ہے کہ کسی نے ایک دینار جہاد میں خرچ کیا۔ اور ایک دینار سے غلام خرید کر
اُس کو آزاد کر دیا۔ اور ایک دینار کسی مسکین کو دیا۔ اور ایک دینار اپنے اہل و
عیال پر خرچ کیا۔ تو ثواب کے اعتبار سے ان چاروں دیناروں میں وہی دینار سب سے
افضل و اعلیٰ ہے جو بیوی بچوں پر خرچ کیا گیا۔ (کیمیائے سعادت) حضرت ابن سیرین
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دن ضرور حلوہ یا کوئی میٹھی چیز بھی اپنے اہل و
عیال کو کھلائے۔ کیونکہ میٹھی چیزوں سے ایک دم منہ پھیر لینا یہ بڑی مروّتی میں
داخل ہے۔ اور اگر کوئی مہمان نہ ہو تو اپنی بیوی کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ حدیث
شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اُس آدمی پر رحمت نازل کرتے ہیں جو اپنے
بیوی بچوں کو ساتھ بٹھا کر کھائے اور کھلائے۔ (کیمیائے سعادت)

(۷) ہر شوہر کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کو ضروریاتِ دین و فرائضِ اسلام کی تعلیم
دے خصوصاً طہارت اور حیض کے ضروری مسائل سے آگاہ کر دے کہ جن سے اکثر عورتیں
بے خبر ہیں۔ اگر شوہر نہ سکھائے تو عورت پر واجب ہے کہ وہ کسی معلمہ سے ان مسائل
کی تعلیم حاصل کرے۔ اور شوہر اُس کے لئے معلمہ کا انتظام کرے۔ اگر خود بھی نہ سکھائے
اور معلمہ کا انتظام بھی نہ کرے تو شوہر گنہگار ہوگا۔

(۸) اگر دو یا دو سے زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حقوق کے ادا کرنے میں برابری اور عدل و انصاف کرے۔ اگر اس میں عدل نہ کرے گا تو سخت گناہگار اور حقوق العباد میں گرفتار اور عذابِ جہنم کا حقدار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شوہر صرف ایک بیوی کی طرف راغب ہوجائے اور دوسری بیویوں کا حق نہ ادا کرے۔ تو قیامت کے دن میدان محشر میں وہ اس حال میں آئے گا کہ اُس کا آدھا بدن ٹیڑھا اور ایک طرف جُھکا ہوگا جس کو دیکھ کر تمام میدان محشر والے پہچان لیں گے کہ اس نے چند بیویوں کے درمیان عدل نہیں کیا ہے۔ (کیمیائے سعادت) ظاہر ہے کہ یہ میدان محشر میں اُس کی کتنی بڑی رُسوائی کا سامان ہوگا!

(۹) اگر عورت شوہر کی نافرمانی کرنے لگے اور شوہر کی اطاعت نہ کرے تو اُس کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ سمجھائے اور نصیحت کرے۔ اگر پھر بھی اطاعت نہ کرے تو اُس پر خفا ہوکر سوتے وقت اُس کی طرف پیٹھ کر کے سوئے۔ اگر پھر بھی اطاعت نہ کرے تو تین راتیں اُس سے علیٰحدہ ہوکر سوئے۔ اگر اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہو تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ اس کو مارے۔ لیکن چہرے پر نہ مارے اور ایسی مار بھی نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر زخم پیدا ہوجائے۔ اور اگر کسی خلافِ شرع بات پر یا کسی ناگوار بات پر خفگی کرے تو ایک ماہ تک خفا رہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایک ماہ کامل اپنی ازواجِ مطہرات سے خفا رہے۔ اور ایک مہینہ تک اپنی بیویوں سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی جس کو ایلاء کہتے ہیں۔

(۱۰) جہاں تک ہوسکے بیوی کو طلاق نہ دے۔ اور نباہنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام مباحات میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔ مگر حد درجہ کی مجبوری کی حالت میں اگر طلاق دینے کی حاجت پڑجائے تو صرف ایک ہی طلاق دے۔ اور ایک طلاق سے زیادہ نہ دے۔ کیونکہ ایک ہی دفعہ ایک ہی ساتھ تین طلاقیں دے دینا مکروہ ہے۔ ایک ہی طلاق میں عدت گزر جانے کے بعد وہ نکاح سے نکل جائے گی۔ اور اگر طلاق کے بعد پشیمانی ہوئی تو عدت کے اندر اندر رُجعت کرسکتا ہے۔ اس لئے ایک

طلاق سے زیادہ نہ دینے میں بھلائی اور بہتری ہے۔ بہرحال طلاق اچھی چیز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ اَبْغَضَ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۳ بحوالہ ابوداؤد) یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند اللہ کے نزدیک طلاق ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ سَاَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِیْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۳ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ) یعنی بغیر کسی حرج کے جو عورت اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے گی اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

لہٰذا خبردار۔ خبردار! ہرگز ہرگز کوئی عورت اپنے شوہر سے طلاق نہ مانگے ورنہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گی۔ اور کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے میں ہرگز ہرگز جلد بازی نہ کرے۔ اور بغیر شدید ضرورت اور مجبوری کے طلاق نہ دے۔ کیونکہ تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند طلاق ہی ہے۔ اور ایسا کوئی کام کرنا جو خداوند تعالیٰ کو ناپسند ہو ہرگز ہرگز مسلمان کی شان کے لائق نہیں ہے۔

(۱۱) مرد و عورت کی خوشگوار زندگی بسر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے جذبات و خواہشات کا پورا پورا لحاظ و خیال رکھیں۔ شوہر کو لازم ہے کہ عورت کی شکل و صورت پر طعنہ نہ مارے۔ اور عورت کے میکہ والوں پر نکتہ چینی و بُرائی نہ کرے۔ اور اگر عورت میکہ سے کوئی چیز لائے تو اگرچہ وہ حقیر چیز ہو مگر عورت کے سامنے اُس چیز کی بُرائی نہ بیان کرے۔ اسی طرح شوہر کو لازم ہے کہ بیوی کے سامنے کسی دوسری عورت کی خوبیوں اور اُس کے حُسن و جمال کا تذکرہ نہ کرے۔ نہ دوسری عورتوں کے سامنے اپنی بیوی کی کوتاہیوں اور خامیوں کو بیان کرے۔ کیونکہ ان باتوں سے عورت کے دل میں شوہر کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور بیوی کو یہ بدگمانی اور شبہ پیدا ہوجاتا ہے کہ شاید میرے شوہر کا اُس عورت سے کوئی میل ملاپ ہے جس کی تعریف کر رہا ہے۔ یا کم سے کم قلبی لگاؤ ہے اور یہ خیال اور شبہ عورت کے دل کا ایسا کانٹا ہے کہ عورت

کو ایک لمحہ کے لئے صبر و قرار نصیب نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو! کہ جس طرح کوئی شوہر اس کو
برداشت نہیں کر سکتا کہ اُس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے ساز باز ہو۔ اسی طرح کوئی
عورت بھی ہرگز ہرگز کبھی اس بات کی تاب نہیں لا سکتی کہ اُس کے شوہر کا کسی دوسری
عورت سے تعلق ہو۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس معاملہ میں عورت کے جذبات و احساسات مرد کے جذبات
و احساسات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان خیالات و شبہات کا نتیجہ یہ ہوتا
کہ میاں بیوی کے درمیان شکوک و شبہات بڑھتے بڑھتے نفرت و ناچاقی پیدا ہو جاتی
ہے اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذاب جان بن
جاتی ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں شوہر کو لازم ہے کہ بہت زیادہ احتیاط رکھے
اور بیوی کے جذبات و احساسات کا خیال رکھے۔ ورنہ بڑا خطرہ ہے کہ بدگمانیوں اور
نفرتوں کا طوفان میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ و برباد کر دے گا۔

(۱۲) شوہر کو چاہیے کہ سفر میں جاتے وقت اپنی بیوی سے انتہائی پیار و محبت
اور گرمجوشی اور ہنسی خوشی سے ملاقات کر کے مکان سے نکلے۔ اور سفر سے واپس ہو کر
کچھ نہ کچھ سامان بیوی کے لئے ضرور لائے اور بیوی سے کہے کہ یہ خاص تمہارے ہی لئے
میں لایا ہوں۔ شوہر کی اس ادا سے بیوی کا دل بڑھ جائے گا۔ اور وہ اس خیال سے
بہت خوش اور مگن رہے گی کہ میرے شوہر کو مجھ سے بہت محبت ہے کہ وہ گھر اور سفر میں
ہر جگہ مجھ کو یاد رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بیوی اپنے شوہر سے کس قدر زیادہ محبت
کرنے لگے گی۔

(۱۳) عورت اگر بیمار ہو جائے تو شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ عورت کی غمخواری
و تیمارداری میں ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے۔ بلکہ اپنی دوڑ بھاگ اور دلجوئی و دلداری
سے عورت کے دل پر یہ نقش بٹھا دے کہ میرا شوہر مجھ سے بہت محبت رکھتا ہے۔ اس کا
نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بھی شوہر کی بیماری یا کسی مصیبت پر شوہر کی خدمت گزاری میں اپنی جان
لڑا دے گی۔ اور ہمیشہ ہر حال میں شوہر کی احسانمند رہے گی۔ جس سے میاں بیوی کے
تعلقات میں بہتری اور استحکام پیدا ہوگا۔ جو ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

(۱۴) شوہر کو یہ بھی چاہیے کہ اپنی بیوی پر اعتماد اور بھروسہ کرے اور گھریلو
معاملات اُس کے سپرد کر دے تاکہ بیوی اپنی حیثیت اور ذمہ داری کو پہچانے
اور وہ نہایت خود اعتمادی اور دلچسپی کے ساتھ گھریلو انتظامات کو سنبھال لے
ہانڈی ڈوئی اور پکوان کے معاملہ میں شوہر بات بات پر دخل نہ دیا کرے۔ نہ
روک ٹوک کرے۔ کہ اس سے عورت کو اپنے اوپر بے اعتمادی کا شبہ ہو جائے گا۔
جس سے وہ رنجیدہ ہو کر بددل ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی امین اور نگراں ہے
اور ہر چیز کی محافظ بھی ہے۔ اور اس معاملہ میں عورت سے قیامت میں خداوند
قدوس پوچھ گچھ فرمائے گا اور وہ جواب دہ ہوگی۔

(۱۵) شوہر پر یہ بھی لازم ہے کہ عورت کے بستر پر ہونے والی راز کی باتوں کو۔
اور میاں بیوی جو کچھ ایک دوسرے سے کہتے، اور ایک دوسرے کے ساتھ میں جو کچھ
کرتے ہیں۔ ان راز کی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے۔ بلکہ ان سب باتوں
کا امین بن کر اور ان باتوں کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے۔ کیونکہ اگر بیوی کو خبر
ہو گئی کہ میرا شوہر میرے بستر پر ہونے والی چھپی باتوں کو دوسرے لوگوں سے بیان
کر دیتا ہے۔ تو اس کو شرمندگی بھی ہوگی۔ اور غصہ بھی آئے گا۔ جس سے بداعتمادی پیدا
ہوگی جس کا انجام نفرت اور میاں بیوی میں بُغض و تناؤ کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور یہ
گناہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک
بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے۔ پھر اُس کے ساتھ ہونے والی پردہ
اور راز و نیاز کی باتوں کو دوسرے لوگوں پر ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو دوسروں کی
نگاہوں میں رُسوا کرے۔ (مسلم ج۱ ص۴۶۴)

(۱۶) شوہر کو یہ بھی چاہیے کہ بیوی کے ساتھ گندے اور میلے کچیلے کپڑوں میں نہ
رہے بلکہ بدن اور لباس اور بستر کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھے۔ کیونکہ
شوہر جس طرح چاہتا ہے کہ اُس کی بیوی صفائی اور بناؤ سنگار کے ساتھ رہے۔ اسی طرح

عورت کی بھی یہی خواہش ہوا کرتی ہے کہ میرا شوہر گندہ نہ رہے۔ اس لئے دونوں کو ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات سے سخت نفرت تھی کہ آدمی میلا کچیلا بنا رہے۔ اور اُس کے بال اُلجھے رہیں اس حدیث پر میاں بیوی دونوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔

(۱۷) شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ عورت کی صفائی، ستھرائی اور بناؤ سنگار کا سامان یعنی صابون۔ تیل۔ کنگھی۔ مہندی۔ خوشبو۔ واسلین۔ وغیرہ فراہم کرتا رہے۔ تاکہ عورت اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے اور بناؤ سنگار کے ساتھ رہے۔ تاکہ محبت و رغبت بڑھتی رہے۔ اور ایک دوسرے سے گھن اور نفرت نہ پیدا ہونے پائے۔

(۱۸) شوہر کو چاہیے کہ بیوی کے اخراجات میں بہت زیادہ بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔ نہ حد سے زیادہ فضول خرچی کرے۔ اپنی آمدنی کو دیکھ کر بیوی کے اخراجات مقرر کرے۔ نہ اپنی طاقت سے بہت کم، نہ اپنی طاقت سے بہت زیادہ۔ غرض درمیانی چال چلے۔ کہ عورت کو تکلیف بھی نہ ہونے پائے۔ اور شوہر بھی قرض کی بلا سے محفوظ رہے۔

(۱۹) شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو گھر کی چہار دیواری کے اندر قید کر کے نہ رکھے۔ بلکہ کبھی کبھی میکہ میں اور رشتہ داروں کے یہاں آنے جانے کی اجازت دیتا رہے اور اُس کی سہیلیوں اور پڑوسنوں سے بھی ملنے جلنے پر پابندی نہ لگائے بشرطیکہ ان عورتوں سے میل جول کی وجہ سے کسی فتنہ و فساد کا یا بیوی کے بدچلن ہوجانے کا خطرہ اور اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر کوئی دُشواری نہ ہو تو بیوی کو دوسرے شہروں کی بھی سیر کرا دے۔ تاکہ بیوی عمر بھر اپنے گھر کے پنجرے میں بند رہ کر اُکتا اور گھبرا نہ جائے اور اُس کا دل بہلتا رہے۔ اور وہ خوش و خرم رہ کر شادمانی و مسرت کی زندگی بسر کرے!

(۲۰) عورت کا سب سے بڑا اور سب سے بڑھ کر یہ حق ہے کہ اُس کا شوہر اُس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا ہی چاہیے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور اِدھر اُدھر تاک جھانک نہ کرے۔ جو مرد شادی کر کے بیویوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اُ

عورت کے ساتھ اُس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ اگر خُدا نہ کرے کوئی شوہر اپنی کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو نہ ادا کر سکے تو اُس شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اُس کے اس حق کو معاف کرا لے۔

بیوی کے اس حق کی کتنی اہمیت ہے اس بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا ایک واقعہ بڑا عبرت انگیز اور انتہائی نصیحت آمیز ہے۔ روایت ہے کہ امیر المومنین رات کو رعایا کی خبر گیری کے لئے شہر مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ اچانک ایک مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز کان میں آئی۔ یہ ایک عورت تھی جو اپنے شوہر کے فراق اور لمبی جُدائی کے بارے میں دردناک اور رقت انگیز اشعار گا رہی تھی۔ آپ غور سے ان اشعار کو سُنتے رہے۔ اور بیحد متاثر ہوئے۔ صبح کو جب آپ نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ اُس عورت کا شوہر جہاد کے سلسلے میں عرصۂ دراز سے باہر گیا ہوا ہے۔ اور یہ عورت اُس کو یاد کر کے رنج و غم میں اکثر یہ اشعار پڑھتی رہتی ہے۔ امیر المومنین کے دل پر اِس کا اتنا گہرا اور شدید اثر پڑا کہ آپ نے تمام سپہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار مہینے سے زیادہ اپنی بیوی سے جُدا نہ رہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۵)

یاد رکھو! کہ بیوی کے بستر کا حق ادا کرنا یہ شوہر کا وہ کارنامہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عورت کے دل کو لُبھانے اور اُس کو مسخر اور قابو میں لانے کے لئے کوئی سلوک اور برتاؤ نہیں ہو سکتا۔ اسی کی بدولت عورت مطیع و فرماں بردار ہو کر محبت و پیار میں شوہر پر اپنی جان قربان کرنے پر تیار رہتی ہے۔ عورت کو دن بھر کھانا نہ ملے۔ کپڑے نہ ملیں۔ اور شوہر کی بدمزاجی اور بدکلامی سے دن بھر کُڑھتی اور گُھٹتی رہے۔ مگر شوہر رات میں اُس کے ساتھ پوری قوت کے ساتھ بھرپور صحبت کرے کہ عورت سیراب ہو جائے۔ تو تم دیکھو گے کہ وہ عورت اپنے تمام صدمات کو بھول جائے گی۔ اور خوش ہو کر اپنے شوہر کے قدموں کے نیچے جوشِ محبت میں اپنی آنکھیں بچھانے لگے گی۔ اور جی جان سے

اپنے شوہر پر قربان ہونے لگے گی۔ مگر ظاہر ہے کہ مرد کو یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے قوتِ مردی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس انمول طاقت اور بیش بہا قوت کے تحفظ اور بقا کے بارے میں اگلے چند صفحات کو پڑھئے جس میں ہم نے نہایت خلوص اور اخلاص کے ساتھ چند نصیحتیں تحریر کی ہیں۔ جو میرے عزیز بچوں یعنی نوجوانانِ اسلام کے لئے بہت ہی نصیحت آموز اور نفع بخش ہیں۔ اگرچہ ان باتوں لکھتے ہوئے میری ضعیفی اور عالمانہ وقار و سنجیدگی کو ایک دھچکہ سا لگتا ہے۔ مگر چونکہ جو کچھ میں لکھ چکا اور جو کچھ آگے لکھوں گا اس میں میری نیت بخیر ہے۔ اور بجز دینی و ایمانی درد، اور اصلاح کے میرا اور کوئی مقصد نہیں۔ اس لئے مجھے پروردگار عالم سے یہی اُمید بلکہ یقین ہے کہ نوجوانانِ اسلام کی اس خیر خواہی، اور اصلاح کی کوششوں پر ضرور مجھے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ لہٰذا دُنیا والوں کی نظروں میں میرا عالمانہ وقار باقی رہے یا چلا جائے مجھے اس کی کوئی کوئی پرواہ نہیں۔ خُداوند قدوس گواہ ہے کہ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ وھو حسبی ونعم الوکیل ٥

نوجوانوں کو چند نصیحتیں

چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ انسانوں اور جانوروں کی نسل بڑھتی رہے اور باقی رہے۔ اِس لئے اُس خالقِ کائنات نے انسانوں اور دوسرے جانداروں کی افزائشِ نسل اور ان کی بقاء و تحفّظ کے لئے نر و مادہ کے ایک خاص ملاپ کو وسیلہ و ذریعہ بنا دیا ہے۔ اور اس خاص ملاپ پر مجبور کرنے اور اُبھارنے کے لئے ہر نر و مادہ میں ایک شہوانی قوت پیدا فرما دی ہے جس سے جذبۂ شہوت نمودار ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک ایسی خاص لذّت فرما دی کہ ہر نر و مادہ اس حصولِ لذّت کے لئے بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور نر و مادہ کا ایک خاص ملاپ ہو جایا کرتا ہے۔ اور اس شہوانی قوت، اور جذبۂ شہوت، اور اس کی بے پناہ لذّت کا دار و مدار اور سرچشمۂ اعلیٰ درحقیقت وہ آبِ حیات، اور انمول امرت ہے جس کو نطفہ یا منی کہا جاتا ہے۔

منی کیا ہے؟

وہ جوہر لطیف ہے جو پورے بدن کے صاف اور صالح خونوں کا عرقِ مُقطّر ہے جو اپنے قطرے قطرے میں سارے بدن کے کمالات کا مرکز اعلیٰ ہے۔ اور یہ بدن کا وہ بیش بہا اور انمول "امرت" ہے جس کے اخراج کی طاقت سے پورے جسم اور اُس کی تمام قوتوں کی نشو و نما کا نظام وابستہ ہے۔ پورے بدن کا یہی وہ جوہر لطیف ہے جو تمام اعضاء رئیسہ دل و دماغ وغیرہ کے ہر ہر گل پرزوں کا خزانۂ حیات، اور روحِ حیوانی کو حرکت میں لانے والا انجن ہے۔ یہی امرت بدن میں ایسا جوش و خروش اور پُر کیف لذّتوں کا خزانہ بنتا ہے جس سے روحِ حیوانی لذّت یاب ہوتی ہے اور اسی کے اُبھار سے بدن کے تمام رگوں اور پٹھوں میں جوشِ مستی کا ایک ایسا سیلاب اور پُر کیف لذّتوں کا ایسا طوفان برپا ہو جاتا ہے جس کی سرمستیوں پر ہزاروں بوتل شراب کے نشے قربان ہیں۔ اسی جوہر میں وہ قوت و توانائی پنہاں ہے جو تمام دُنیا کے جواہرات کے خمیروں اور تمام عالَم کی بہترین معجونوں، اور تمام ڈاکٹروں کی مجرّب ٹانکوں میں مل جل کر بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اسی جوہر کی لاثانی طاقت سے آنکھوں میں نور، قلب میں سرور، بدن میں توانائی، روح میں انبساط، قوتوں میں ہمّت اور حوصلہ و جرأت۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ تمام وجود کی طاقت و قوت اسی جوہر کی بدولت ہے۔ بلاشبہ یہ ایک لاثانی طاقت و قوت کا خزانہ، بے بہا اور انمول توانائی کا مخزن، خلاقِ فطرت کا ایک بے مثل شاہکار اور خداوند قدوس کی عطا کی ہوئی ایک بے مثال ثروت و دولت، اور اُس کی بڑی بڑی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

اور یاد رکھو! کہ اس دولت کے بادشاہ، اور اس طاقت و قوت کے سلطان حقیقت میں "نوجوان" ہی ہیں۔ بچوں اور بوڑھوں کا دامن اس خزانہ سے خالی ہوتا ہے اور انسانی عادت و فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی میں کوئی کمال پیدا ہوتا ہے تو فوراً اُس کے اظہار و نمائش کے ولولے قلب میں گدگداہٹ پیدا کرتے ہیں۔ شاعر جب کوئی شعر کہتا ہے تو اُس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی اہل فن میرے شعر کو سُنے۔ جب کسی کے پاس دولت آتی ہے تو اُس کے اظہار و نمائش کا جذبہ اور خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے

چنانچہ وہ اچھی خوراک، عمدہ پوشاک، عالی شان مکان، اعلیٰ فرنیچر سے اپنی مالداری کو ظاہر کرتا ہے۔ غرض یہ انسان کا فطری جذبہ ہے کہ کمال کا اظہار کیا جائے۔ چنانچہ یہی جذبہ اس خاص دولت اور مخصوص کمال کو اظہار کی طرف مائل کرتا ہے اور خواہ مخواہ دل میں یہ سودا سماتا ہے کہ اس دولت کو صَرف کرنے کی لذت اُٹھائے اور یہ جوہر لطیف اپنے استعمال میں لائے جانے کے لئے بعض اوقات انسان کو مجبور و بے قرار کر دیتا، بلکہ ایسا خود رفتہ بنا دیتا ہے کہ اگر اس حالت کو جنون سے تعبیر کیا جائے۔ تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ عربوں کا مشہور مقولہ ہے کہ اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ۔ جس کا ترجمہ ہندوستان کی یہ مثل ہے کہ "جوانی دیوانی"

میرے عزیز نوجوانو! پندرہ برس کی عمر میں یہ دولت ہر نوجوان کو مل جاتی ہے اور ہر جوان کا دل و دماغ اس کمال کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے چین و بے قرار رہنے لگتا ہے۔ اب انسان کی زندگی کا یہی وہ خطرناک موڑ ہے جہاں **حکمت اور حماقت** کے دو پہلوانوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے۔ حکمت تو یہ کہتی ہے کہ پندرہ برس کی زندگی کی محنت اور سرد و گرم چکھنے کی تلخیوں کے بعد جو دولت ملی ہے اس کو وقت اور موقع اور مصرف کو دیکھ کر نہایت اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا چاہئے۔ نہ حد سے زیادہ بخل ہو۔ نہ حد سے زیادہ فضول خرچی ہو کہ بخل میں بدنامی اور فضول خرچی میں اس دولت کے برباد ہونے کا خطرہ ہے۔ حکمت یہ حکم دیتی ہے کہ ابھی اس دولت کے خرچ کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ کچھ ٹھہرو تاکہ یہ خزانہ اٹھارہ یا بیس برس کی عمر میں جب خوب معمور ہو جائے اُس وقت خرچ کرو۔ اور اس کو اس کے موقع اور مصرف میں خرچ کرو۔ یعنی عورت سے شادی کرو۔ پھر اس دولت کو اُس پر خرچ کرو۔ کہ جوانی میں مرد عورت کے لئے اور عورت مرد کے لئے ایسے ہی بے قرار رہتے ہیں جس طرح پیاسا پانی کے لئے اور بھوکا کھانے کے لئے بے چین و بے قرار رہتا ہے۔ اس لئے کہ مرد کے شباب کی قدر داں عورت ہی بن سکتی ہے۔ اور عورت کے جواہرات جوانی کی ایک جوان مرد ہی کر سکتا ہے۔ ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت ہی ایک دوسرے

کے دل کا چین، اور ایک دوسرے کی جان کا آرام بن سکتے ہیں۔ اس آب حیات اور اس انسانی بیج کو اگر تم اپنی بیوی کی زمین میں ڈالو گے تو اگر موسم ٹھیک رہا اور مرد و عورت کا ملاپ قاعدہ سے ہوا تو نو ماہ کے بعد اس انسانی بیج سے ایسا شیریں پھل اور اس قدر لذیذ میوہ تمہیں ملے گا کہ اُس کی موہنی پیاری صورت کو دیکھ کر تم دونوں کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ اور وہ تمہاری آنکھوں کا تارا اور تمہاری زندگی کا سہارا بنے گا۔ اور حماقت۔ بار بار بہکتی اور للکارتی ہے کہ جوانی کے اس جوہر لطیف کی دولت کو جلد سے جلد خرچ کرو۔ اور جا و بیجا۔ اور بے موقع و بے محل بیدریغ خرچ کرو۔ یہاں تک کہ اس قیمتی انسانی بیج کو نکمی اور خراب بلکہ گندی زمینوں میں بھی ڈالو۔ اور زنا و اغلام و جلق ہر مذموم طریقوں سے اس دولت کو ضائع اور برباد کرو اور بدنامی و نیک نامی کی بھی پرواہ نہ کرو اور چند سکنڈوں کی لذت پر اپنے عزت و ناموس۔ اپنی صحت و توانائی۔ اپنی طاقتوں اور قوتوں کے خزانے کو۔ غارت و برباد کر ڈالو۔

میرے عزیز نوجوانو! ہوشیار ہو جاؤ۔ ایک طرف حکمت تمہیں ہدایت کی شاہراہ دکھا رہی ہے اور دوسری طرف حماقت تمہیں اُن پگڈنڈیوں کی طرف بُلا رہی ہے جو ہلاکت و بربادی کے کانٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں ہے کہ تم "حکمت" کی نورانی سڑک پر چل کر دونوں جہان میں سُرخروئی حاصل کرتے ہو۔ یا "حماقت" کی پگڈنڈیوں پر چل کر دونوں جہان کی روسیاہیوں سے اپنا مُنہ کالا کرتے ہو۔ (معاذ اللہ)

پیارے نوجوانو! الحمد للہ کہ تم مسلمان ہو۔ تمہارا خُدا حکیم۔ تمہارا رسول حکیم۔ تمہارا قرآن حکیم۔ اور تمہارا دین یعنی اسلام سراپا حکمت ہے اس لئے تم حکمت کی دعوت قبول کرو۔ اور حکمت کی شاہراہ پر چل کر دونوں جہان کی خیر و برکت کا خزانہ حاصل کرو۔ اور حماقت کی پگڈنڈیوں کو احمقوں یعنی کافروں فاسقوں کے لئے چھوڑ دو۔ اور کان لگا کر دل سے میری بات سُنو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ و رسول اور قرآن و اسلام کا حیات آفریں فرمان کیا کیا ہے ان پر عمل کرو۔

مرد اور عورت کے درمیان قانونی رشتہ کی ضرورت

مرد جس عورت کو اپنا نطفہ سپرد کرے۔ تو چونکہ اس انسانی بیج کی حفاظت، اور نَو مہینے تک اُس کی نگہداشت کی ذمہ داری کا بوجھ عورت ہی کے کاندھوں پر ہے پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد اُس کی پرورش کا جذبۂ محبت کے ساتھ انتظام کرنا، اور دن رات اُس بے زبان کو دودھ پلانے، غذا پہنچانے، اور بچے کی ضروریات فراہم کرنے کا سارا بوجھ اُٹھانا بھی اُسی عورت کا کام ہے جو اس نونہال کی ماں کہلاتی ہے۔ کیونکہ بچے کی اس قسم کی خبرگیری اگر کسی نوکرانی کو تنخواہ دے کر کرائی بھی جائے تو خاطر خواہ نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ بچے کی پرورش میں جس جذبۂ محبت کی ضرورت ہے وہ ماں کے سوا دوسرے کے دل میں پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو نطفہ سپرد کرنے سے بچے کی پرورش تک سارا انتظام عورت کو چلانا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس پوری طویل مدت میں عورت اور بچے کے سارے اخراجات کا بوجھ اُٹھانا ایک بے تعلق آدمی اس کی ذمہ داری کیونکر لے سکتا ہے؟ اس لئے عقل و قانون کا تقاضا یہی ہے کہ اس ذمہ داری کا بوجھ اُسی شخص کے سر پر ہونا چاہئے جس کی امانت یہ عورت سنبھال رہی ہے۔ لہٰذا عورت کو نطفہ سپرد کرنے سے پہلے اُس عورت کا اُس مرد سے ایسا قانونی رشتہ اور تعلق قائم ہو جانا بیحد ضروری ہے جو اس خدمت کی ذمہ داری کو پوری طرح نباہ سکے۔ اسی تعلق خاص کا نام "ازدواج" (بیاہ) ہے اور اسی قانونی رشتہ کی تکمیل کو اسلام کی بولی میں "نکاح" کہا جاتا ہے۔ اور اور اسلام کا یہ حکم ہے کہ نکاح والی عورت یا شرعی باندی کے سوا کسی دوسری عورت سے صحبت کرنا اور اُس کو اپنا نطفہ سپرد کرنا "زنا" ہے جو حرام و ناجائز، اور گناہِ عظیم ہے۔ کیونکہ اس میں نطفہ کو اپنی تحویل میں لینے والی عورت اور اُس نطفہ سے پیدا ہونے والے بچے کی خبرگیری و نگہداشت کا انتظام کما حقہٗ پورا نہیں ہو سکتا۔ جس سے انسانی معاشرہ کا انتظام درہم برہم، بلکہ بالکل ہی غارت اور تہس نہس ہو جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے فسادوں کا منحوس چہرہ دیکھنا پڑتا ہے۔ چنانچہ تجربہ گواہ ہے کہ زنا کرنے والا مرد

زنا کر کے عورت سے بالکل ہی بے تعلق ہو جاتا ہے۔ بلکہ چھپتا اور بھاگا پھرتا ہے۔ اور عورت کے زمانۂ حمل، اور زمانۂ ولادت، اور بچے کی پرورش و نگہداشت کے اخراجات کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اور رُسوائی اور دونوں جہان کی روسیاہی عفریت بن کر عورت کے سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ اور وہ یا تو حمل گرا کر ایک خونِ ناحق کا وبال اپنے سر پر لیتی ہے۔ یا بچہ پیدا ہونے کے بعد اُس بچے کو نالیوں، نالابوں، یا کنوؤں میں زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔

اے زناکار مردو! خُدا کے لئے۔ ذرا گریبان میں مُنھ ڈال کر سوچو کہ انسانی ہمدردی کا ادنیٰ سا حصّہ اپنے دل میں رکھنے والا آدمی بھی یہی کہے گا کہ اس سے زیادہ ظالمانہ، اور اس سے بڑھ کر غلیظ و گندہ سفاکانہ فعل اور کیا ہوگا؟ کہ ننھی ننھی بے زبان جانوں کو اس طرح بیدردی کے ساتھ ہلاک و برباد کیا جائے۔ اور ایک عورت کو ذلت و رُسوائی کے ایسے غلیظ کیچڑ میں لت پت کر دیا جائے کہ وہ ساری عمر انسانی سماج میں مُنھ دکھانے کے لائق نہ رہ جائے۔ سوچو! غور کرو! اور خُدا سے ڈرو۔ اور عہد کرو کہ کبھی اس فعل بد کے قریب نہ جاؤ گے۔ اور قرآن مجید کے اس حکیمانہ فرمان پر عمل کرو گے کہ

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ط

(پ-۲-البقرۃ-آیت ۲۲۳)

تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں۔ اپنی کھیتی کو جس طرح چاہو استعمال کرو۔ اور اپنے واسطے آگے کی تدبیر کرو (یعنی وہ طریقہ استعمال کرو جس میں آیندہ تمھاری نسل بڑھے)

مطلب یہ ہے کہ تمھارے نطفے جو نسلِ انسانی کے بیج ہیں۔ ان کی تخم ریزی کی جگہ صرف تمھاری بیویاں ہیں جو تمھاری کھیتیاں ہیں۔ لہٰذا اس نسل انسانی کے بیج کو اپنی بیویوں کے سوا کہیں اور نہ ڈالو ورنہ یہ تخم حیات برباد جائے گا۔ اور اپنی بیویوں کے ساتھ میں بھی کبھی خبردار خبردار غیر فطری طریقہ نہ اختیار کرو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں صاف صاف

بتا دیا کہ

لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِیْ اَدْبَارِهِنَّ

عورتوں کے ساتھ ان کے پیچھے کی شرمگاہ کی طرف نہ لو۔

(مشکوٰۃ ج۲ ص۲۷۶ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

پھر اس کے بعد اس غیر فطری اور خبیث فعل پر شدید وعید اور تہدید بھی فرمائی کہ۔

مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَاَتَہٗ فِیْ دُبُرِهَا۔

وہ شخص جو عورت کے پیچھے مقام سے ملتا ہے ملعون ہے۔

(مشکوٰۃ ج۲ ص۲۷۶ بحوالہ ابوداؤد وغیرہ)

اس لئے کہ اس طرح آدمی کی نسلِ انسانی کا تخمِ حیات یعنی نطفہ ضائع اور برباد جائے گا اور عورت و مرد کی صحت میں بھی خلل آئے گا۔ اور دونوں شدید گناہ میں بھی پڑیں گے پھر ہر کاشت اور کھیتی کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور تخم ریزی اور بیج ڈالنے کے لئے بھی ایک زمانہ معیّن ہے۔ بے وقت اگر بیج ڈالا گیا تو بیج ضائع، اور محنت برباد جائے گی۔ اس اصول کے مطابق شریعت نے جماع کرنے اور نسل انسانی کے بیج کو اُس کے کھیت میں ڈالنے کا ایک وقت مقرر کیا ہے چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ لا وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط

ایامِ ماہواری کے وقت عورتوں سے الگ رہو (جماع نہ کرو) یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں جب وہ پاک ہو جائیں تو جس طرح خدا نے تمہیں حکم دیا ہے اُسی طرح ملو!

(پ ۲ البقرۃ آیت ۲۲۲)

یعنی حیض سے پاک ہونے کے بعد جماع کا خاص وقت ہے۔ اس وقت کی تخم ریزی اور صحبت نتیجہ خیز اور بارآور ہوگی۔ الغرض پاکی کا زمانہ ہی جماع کا وقت ہے۔ حیض کی حالت میں صحبت حرام و ناجائز ہے۔ اور مرد و عورت دونوں

کی صحت و تندرستی کے لئے زہر قاتل ہے۔ کیونکہ حیض کے گندے خون میں زہریلا مادّہ اور طرح طرح کے مہلک جراثیم ہوتے ہیں جو مرد اور عورت دونوں کی صحت کو غارت کر دیں گے۔

عزیزو! غور کرو کہ جب قانونی رشتۂ نکاح ہوتے ہوئے بھی حیض و نفاس کی حالت میں صحبت شرعی اور طبّی دونوں اصولوں سے ناجائز قرار پائی کیونکہ اس میں تخم انسانی کی بربادی ہے۔ تو جہاں قانونی رشتۂ نکاح ہی نہ ہو۔ اور اس تخم انسانی کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری لینے والا ہی نہ ہو تو اس انمول امرت یعنی نطفۂ حیات کا ایسی زمین میں ڈال کر اُس کو برباد کرنا کس قدر شدید و عظیم ظلم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکیمانہ فرمان سے زنا اور لواطت اور جلق کو حرام و ممنوع قرار دیا۔ جس کے بارے میں ہم کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

زنا حرام اور بدترین جُرم ہے!

"زنا" وہ قبیح جُرم ہے کہ دُنیا کا کوئی مذہب بھی اس کو جائز قرار نہیں دیتا۔ نہ ہی کوئی مہذّب سوسائٹی اس کی اجازت دیتی ہے۔ اور مذہبِ اسلام نے تو اس کو بدترین جُرم قرار دیتے ہوئے اس پر دُنیا میں سخت سزا اور آخرت میں جہنّم کی شدید سزاؤں کا مستحق ٹھہرایا ہے اور اس کو حرام قرار دیتے ہوئے قرآن مجید نے فرمایا کہ

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَاءَ سَبِیْلًا ۝

اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً وہ بے حیائی ہے۔ اور بہت ہی بُری راہ ہے۔

(پ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۲)

دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا۔ اور عذابِ جہنّم کی وعیدِ شدید فرمائی۔ کہ

وَلَا یَزْنُوْنَ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا لا یُضٰعَفْ

(جنّتی وہ ہیں) جو زنا نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ بڑھایا جائے گا۔ اُس پر

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝

عذاب قیامت کے دن۔ اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت کے ساتھ رہے گا۔

(پ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت ۶۸-۶۹)

اور دُنیا میں زنا کی یہ سزا قرآن مجید نے مقرر فرمائی ہے کہ اگر زنا کار مرد اور عورت غیر شادی شدہ اور کُوارے ہوں تو اُن کو سو دُرّے لگائے جائیں گے۔ اور اُن پر ذرا بھی شفقت نہیں کی جائے گی اور اگر وہ دونوں شادی شدہ ہوں تو اُن کو مجمعِ عام میں پتھروں سے مار مار کر یہاں تک سنگسار کرتے رہیں گے کہ وہ مرجائیں۔ اور ان مجرموں کے ساتھ ذرا بھی شفقت کا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ (قرآن مجید)

زنا کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہے

حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مومن ہوتے ہوئے تو کوئی زانی کرے گا ہی نہیں۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

حضرت عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ

كَيْفَ يُنْزَعُ الْاِيْمَانُ مِنْهُ قَالَ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ اَخْرَجَهَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَيْهِ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ

ایمان کیونکر نکل جاتا ہے؟ تو ابن عباس نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔ اور پھر ان انگلیوں کو کھینچ لیا۔ اور کہا کہ دیکھو اس طرح۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو دوبارہ اُس کے پاس ایمان آجائے گا۔ اور انھوں نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر کہا کہ دیکھو اس طرح۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷ بحوالہ بخاری)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کا یہ مطلب بتایا کہ زنا کار کامل درجے کا مومن نہیں رہتا۔ اور اُس کے لئے ایمان کا نور نہیں رہتا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷)

زنا کاروں پر قحط آئے گا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ

جس قوم میں بھی زنا ظاہر ہوگا وہ قحط میں گرفتار کئے جائیں گے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۳ بحوالہ امام احمد)

مطلب یہ ہے کہ زنا کاری وہ گناہِ عظیم ہے کہ اس کی وجہ سے غضبِ الٰہی اس عظمت کے ساتھ زمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اُس کے قہر و غضب سے بارانِ رحمت رُک جاتا ہے۔ اور زمین بارش کے قطرے قطرے کے لئے ترس جاتی ہے۔ اور ایسا شدید قحط پڑجاتا ہے کہ انسان تو انسان پرندے اپنے گھونسلوں میں دانہ پانی کے بغیر تڑپ تڑپ کر مرجاتے ہیں۔

لواطت شدید حرام اور سخت گناہ ہے

"لواطت" یعنی مرد کا کسی مرد کے ساتھ بدفعلی کرنا جس کو "اغلام بازی" کہتے ہیں نہایت ہی قبیح اور حرام فعلِ بد ہے۔ چونکہ اس صورت میں بھی نسل انسانی کے انمول بیج یعنی نطفہ کو ضائع کرنا ہے۔ اور یہ بدفعلی کرنے والے اور کرانے والے دونوں کی صحت کو برباد کرنے کا نہایت ہی مہلک اور ہولناک عمل، اور بیحد خوفناک اور لاعلاج مرض پیدا ہونے کا سبب ہے۔ اس لئے شریعتِ مطہرہ نے اس کو بدترین جرم قرار دیتے ہوئے حرام و گناہِ عظیم ٹھہرایا ہے۔ اس بدفعلی کے موجدِ اول حضرت لوط علیہ السلام کی بدعمل قوم ہے۔ اسی لئے اس فعل بد کے کرنے والے کو "لوطی" اور اس ناجائز کام کو "لواطت" کہتے ہیں۔

جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے یہ گھٹ کرم کرنا شروع کیا۔ تو آپ نے اس قوم سے فرمایا کہ

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ٥

کیا تم لوگ وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی۔ تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر۔ بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔

(پ-۸-الاعراف-آیت-۸۰-۸۱)

جب قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کو ٹھکرا دیا۔ اور اپنی بدفعلی پر اڑے رہے تو خداوندِ قہار و جبار کا قہر و غضب عذاب کی صورت میں اس قوم پر نازل ہوا کہ پہلے پتھروں کی بارش ہوئی اور شدید پتھراؤ کے بعد اس پوری آبادی کو فرشتوں نے الٹ پلٹ کر دیا۔ جس سے پوری بستی ملیامیٹ ہو گئی اور اس قوم کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ صرف کتابوں کے صفحات پر اُن کے کرتوت اور اُن کے انجامِ بد کی لکیریں باقی رہ گئی ہیں۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فعلِ بد کو گناہ قرار دے کر سختی کے ساتھ اپنی اُمت کو اس سے منع فرمایا۔ اور اعلان فرما دیا کہ

مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ط

جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۳ بحوالہ رزین)

یعنی "لواطت کرنے والا دونوں جہان میں خداوند قدوس کی رحمتوں سے دور کیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس سے بڑھ کر مردود و نامراد کون ہوگا؟ جو رحمتِ خداوندی سے دور اور محروم کر دیا گیا ہو۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے تشدید و تہدید کے طور پر یہ ارشاد فرمایا کہ

مَنْ وَجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ ط

جس شخص کو تم لوگ قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ۔ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۲ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس بُرا کام کرنے والے اور کرانے والے دونوں کے اوپر ایک دیوار گرا دی اور وہ دونوں دب کر مر گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان دونوں کو آگ میں ڈال کر جلا ڈالا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۳)

جانوروں کے ساتھ صحبت کرنا بھی حرام و گناہ ہے!

چونکہ نسلِ انسانی کے قیمتی بیج یعنی نطفہ کو ضائع کرنا۔ اور خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ اس لئے رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو بھی حرام و ناجائز قرار دے کر اس سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا۔ اور اس کے لئے تشدید و تہدید سے بھرا ہوا یہ فرمان سُنا دیا۔ جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ

مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ۔

جو شخص کسی چوپائے سے جماع کرے تو اُس کو قتل کر دو۔ اور اُس کے ساتھ اُس جانور کو بھی قتل کر دو۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۲ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ)

لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ اُس بدنصیب انسان کو قتل کرنا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ مگر جانور کو قتل کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے کچھ نہیں سُنا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس جانور کا گوشت کھانے اور اُس سے نفع اُٹھانے کو بُرا سمجھا جس جانور کے ساتھ ایسا فعلِ بد کیا گیا ہو۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۲ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ)

اپنے ہاتھوں خاص قوت کی بربادی

مرد کا یہ خاص آلہ جو اس جوہر لطیف نطفہ کو عورت کے رحم (بچہ دانی) تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ یہ ایک اسفنج کا سا بناؤ اپنے اندر رکھتا ہے جس کے سبب وقتِ ضرورت یہ بڑھ سکتا ہے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد گھٹ جاتا ہے اور اس میں بے شمار موٹی اور پتلی رگیں ہیں جو شاخ در شاخ ہو کر پٹھوں کے ساتھ پورے جسم کے اندر پھیلی ہوئی ہیں۔ ہاتھ مار کر منی نکالنے سے اس آلہ پر ہاتھوں کی گرمی اور ضرب سے اس آلہ کی بناوٹ چوٹ کھا کر بگڑ جاتی ہے سستی۔ لاغری۔ کجی اور ناہمواری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور منی بھی پتلی ہو جاتی ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آدمی ہمیشہ کے لئے قوت مردمی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور وہ جماع کے قابل ہی نہیں رہتا ہے اس طرح نسلِ انسانی کی بقاء وتحفظ اور افزائش کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جلق سے نسل انسانی کا قیمتی تخم ضائع ہو جاتا ہے اور اس کے انجام میں نسل انسانی کی پیدائش ہی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے شریعت اسلام نے اس ناپاک فعل کے مرتکب پر خدا کی لعنت و پھٹکار کا اعلان فرما کر اس عملِ بد کو بھی ممنوع قرار دیا ہے کہ

نَاکِحُ الْیَدِ مَلْعُوْنٌ — ہاتھ سے جماع کرنے والا ملعون ہے۔

غرض ہر وہ صورت جس میں تخم انسانی کا لطیف جوہر غلط طریقے سے بیکار وضائع جاتا ہو شریعتِ اسلام نے اُس کو ناجائز وحرام ٹھہرایا ہے۔ اور اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے جوہر لطیف یعنی نطفہ کو ضائع اور برباد ہونے سے بچائے۔ اور حکم شریعت کے مطابق اس کو اپنے محل اور موقع پر اعتدال کے ساتھ خرچ کرے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق۔

مُسلمان عورتوں کا پردہ

دینِ اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق زناکاری کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے عورتوں کو پردے میں رکھنے کا حکم دیا ہے پردے کی فرضیت اور اس کی اہمیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جس پر ایمان لانا اور عمل کرنا ہر مرد وعورت پر لازم وضروری ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے کہ

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی۔ (پ۔۲۲۔الاحزاب۔آیت ۳۳)

(اے نبی کی بیویو!) تم اپنے اپنے گھروں کے اندر رہو اور بے پردہ ہو کر باہر نہ نکلو۔ جس طرح پہلے زمانے کی جاہلیت کے دور میں عورتیں بے پردہ ہو کر باہر گھومتی پھرتی تھیں۔

اور فرمایا کہ گھر میں بھی رہو تو غیر محرموں کی نظروں سے بچی رہو۔ اور مرد بھی اپنی نگاہوں کو بچائے رکھیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ربانی ہے۔ کہ

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ (پ۔۲۲۔الاحزاب۔آیت ۵۳)

جب تم ازواج مطہرات سے کوئی برتنے کی چیز مانگو۔ تو پردے کے باہر سے مانگو۔

پھر مردوں اور عورتوں کو یہ تہدید آمیز وعیدِ شدید سُنا کر ایک دوسرے کو دیکھنے سے بھی منع فرما دیا چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ (مشکوٰۃ ج۲ صفحہ ۲۷۰ بحوالہ بیہقی)

غیر محرموں کو دیکھنے والوں اور جن کی طرف دیکھا جائے ان سب پر خُدا کی لعنت ہے۔

ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے جس وقت وہ بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہے تو شیطان یعنی زناکار آدمی اس کو جھانک جھانک کر دیکھتا ہے۔ (ترمذی ج۱ صفحہ ۱۴۰)

مسلمان بھائیو اور بہنو! آج کل جو عورتیں بناؤ سنگار کرکے اور عُریاں لباس پہن کر بلا پردہ بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔ اور سینما تھیٹروں میں جاتی ہیں۔ اور ان عورتوں کے اعزّہ اور اقربا بلکہ شوہروں کی خاموشی بلکہ اجازت ہوتی ہے۔ تو قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سب کو سوچنا چاہیے کہ یہ سب کتنے بڑے گنہگار ہیں؟ خُدا کے لئے اے عورتو! اور اے نوجوانو! تم اپنی ان حرکتوں سے اپنی قوم وملت اور اپنے آبار واجداد کی عظمتوں اور اُن کے عزت وناموس کو غارت اور برباد نہ کرو۔

پردہ عورتوں کی عزت کا نشان ہے

آج کل بعض مُلحد اور آزاد خیال مسلمان کہلانے والے عورتوں کو یہ کہہ کر پردہ سے نفرت دلاتے پھرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو پردہ میں رکھ کر اُن کی توہین کی ہے۔ اس لئے عورتوں کو پردہ سے نکل کر مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہوجانا چاہئے۔ مگر اے عورتو! تم خوب سمجھ لو کہ یہ پروپاگنڈہ اتنا گندہ اور گھناؤنا فریب اور دھوکہ ہے کہ شاید شیطان کو بھی نہ سوجھا ہوگا۔ تمہیں سوچو کہ مسلمانوں کی تمام کتابیں کُھلی پڑی رہتی اور بے پردہ رہتی ہیں۔ مگر قرآن شریف کو ہمیشہ غلاف میں رکھ کر اس کو پردے میں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح تمام مسجدوں کو ننگی اور بے پردہ رکھا گیا ہے۔ لیکن خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھا کر اُس کو پردہ میں رکھا گیا ہے۔ تو بتاؤ کیا قرآن مجید اور کعبہ مقدسہ پر غلاف چڑھا کر اور اُن کو پردہ میں رکھ کر قرآن وکعبہ کی بے عزتی کی گئی ہے؟ یا اُن کی عزت کا اعلان کیا گیا ہے؟ کہ تمام کتابوں میں سب سے افضل قرآن مجید ہے۔ اور تمام مسجدوں میں سب سے اعلیٰ کعبہ معظمہ ہے۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دے کر اللہ ورسول کی طرف سے اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ دُنیا کی تمام عورتوں میں مسلمان عورت سب سے افضل واعلیٰ ہے۔ تو اے مسلمان عورتو! تم اسلامی پردے کو اپنی فضیلت کا نشان، اور اپنی عظمت کی پہچان سمجھو۔ اور مُلحدوں کی بکواس کو وسوسۂ شیطان جان کر خود ہی فیصلہ کرو کہ اسلام نے مسلمان عورتوں کو پردے میں رکھ کر اُن کی عزت بڑھائی ہے یا اُن کی بے عزتی کی ہے؟

کن لوگوں سے پردہ کرنا فرض ہے؟

ہر غیر محرم مرد خواہ اجنبی ہو۔ خواہ رشتہ دار۔ باہر رہتا ہو یا گھر کے اندر رہتا ہو ہر ایک سے پردہ کرنا عورت پر فرض ہے۔ ہاں اُن مردوں سے جو عورت کے محرم ہوں۔ اُن سے پردہ کرنا عورت پر فرض نہیں۔

مَحْرَم۔ وہ مرد ہیں جن سے عورت کا نکاح کبھی بھی اور کسی صورت میں بھی نہیں ہوسکتا شلاً باپ۔ دادا۔ چچا۔ ماموں۔ نانا۔ بھائی۔ بھتیجہ۔ بھانجہ۔ بیٹا۔ پوتا۔ نواسہ۔ خُسر۔ یہ سب عورت کے محرم ہیں۔ ان لوگوں سے پردہ ضروری نہیں ہے۔

غیر مَحرم۔ وہ مرد ہیں جن سے عورت کا نکاح ہوسکتا ہے۔ جیسے چچازاد بھائی۔ ماموں زاد بھائی۔ پھوپھی زاد بھائی۔ خالہ زاد بھائی۔ جیٹھ۔ دیور وغیرہ یہ سب عورت کے غیر محرم ہیں۔ اور ان سب لوگوں سے پردہ کرنا عورت پر فرض ہے۔ اسی طرح کُفار ومشرکین کی عورتوں سے بھی مسلمان عورت کو پردہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح ہیجڑوں اور بدچلن عورتوں سے بھی پردہ کرنا لازم ہے۔ اور ان کو گھروں میں آنے جانے سے روک دینا چاہئے۔

مسئلہ۔ عورت کا پیر بھی عورت کا غیر محرم ہے۔ اس لئے عورت کو اپنے پیر سے بھی پردہ کرنا فرض ہے۔ اور پیر کے لئے بھی حرام ہے کہ اپنی مُریدہ کو بے پردہ دیکھے یا تنہائی میں اُس کے پاس بیٹھے۔ بلکہ پیر کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ عورت کا ہاتھ پکڑ کر اُس کو بیعت کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خُدا کی قسم کبھی بھی حضور کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے بیعت کے وقت نہیں لگا۔ صرف کلام سے حضور بیعت فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۲۶)

حقوق العباد کا بیان

حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق اپنے بندوں پر فرض فرمائے ہیں جیسے نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ۔ اور کچھ وہ حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کے حقوق بعض بندوں پر فرض فرمائے ہیں۔ پہلی قسم کے حقوق کو حقوق اللہ۔ اور دوسری قسم کے حقوق کو حقوق العباد کہتے ہیں۔ ان دونوں قسموں کو ادا کرنا بندوں پر فرض ہے۔ بلکہ حقوق العباد کو ادا کرنا حقوق اللہ سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو تو اپنے فضل و کرم سے بندوں پر رحم فرما کر معاف بھی فرما دے گا۔ مگر بندوں کے حقوق کو اس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک کہ بندے خود نہ اپنے حقوق کو معاف کر دیں۔ اس لئے حقوق اللہ کے بیان کر دینے کے بعد اب ہم چند حقوق العباد کا بھی بیان کرتے ہیں۔ اور ہم خداوند قدوس سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہم بندوں کو حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ماں باپ کے حقوق

اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت ہی عظیم تر ہے۔ اور ماں کا حق باپ سے بھی بڑھ کر اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ

اور ہم نے تاکید کی کہ آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی۔ پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے۔ اور اسے جنا تکلیف سے۔ اور اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے

(پ-۲۶- الاحقاف۔ آیت ۱۵)

دوسری آیت شریفہ میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا۔ کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی۔ اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (اے آدمی) حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(پ-۲۱- لقمٰن- آیت ۱۴)

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر پھر خاص طور پر ماں کا الگ تذکرہ فرمایا۔ اور اس سختیوں اور تکلیفوں کا جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر یعنی دودھ پلانے میں پیش آئیں اس کا ذکر کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ ماں کا حق اولاد پر بہت ہی اہم اور نہایت ہی اعظم ہے۔ بہرحال ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کس کے ساتھ بہترین سلوک کروں؟ اور کون میرے بہترین سلوک کا سب سے زیادہ حق دار ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اس نے کہا کہ پھر کس کے ساتھ؟ تو فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ تو اس نے کہا کہ پھر کس کے ساتھ؟ تو فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ تو اس نے کہا کہ پھر کس کے ساتھ؟ تو (چوتھی مرتبہ میں) فرمایا کہ پھر اپنے باپ کے ساتھ۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۸ بحوالہ بخاری و مسلم)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ماؤں کی نافرمانیوں کو۔ اور لڑکیوں کے زندہ دفن کر دینے کو۔ اور کسی کو کچھ نہ دینے اور دوسروں سے مانگنے کو۔ اور فضول قیل و قال کو۔ اور کثرت سوال کو۔ اور مال کے برباد کرنے کو حرام فرما دیا ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

اسی طرح ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے۔ تو کیا میری توبہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ماں ہے؟ تو اُس نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ کیا تمہاری خالہ ہے؟ تو اُس نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اُس کے ساتھ نیک سلوک کرو (تو تمہاری توبہ قبول ہوجائے گی) اسی طرح ایک شخص نے جہاد میں جانے کے متعلق حضور سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ماں ہے؟ تو اُس نے کہا کہ جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اُس کی خدمت کو لازم پکڑو۔ اس لئے کہ تمہاری جنت اُس کے قدموں کے نیچے ہے۔

(مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۰ و ص۴۲۱)

بہرحال ماں باپ کے حقوق کی ادائگی بہت اہم فریضہ ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو نیکوکار لڑکا رحمت و شفقت کی نظر سے اپنے ماں باپ کو دیکھے گا۔ تو ہر نظر کے بدلے اُس کو ایک حج مبرور کا ثواب ملے گا۔ تو بعض صحابۂ کرام نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگرچہ دن بھر میں ایک سَو مرتبہ اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اگر ایک سَو مرتبہ دیکھے گا تو اُس کو ایک سَو حج مبرور کا ثواب ملے گا۔ اللہ بہت بڑا اور بہت اطیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں اجر و ثواب کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ بہت بڑا ہے۔ وہ ایک آدمی کو دن بھر میں ایک سَو حج مبرور کا ثواب اپنے فضل و کرم سے عطا فرما سکتا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۱ بحوالہ بیہقی)

اور واضح رہے کہ ماں باپ کی حق تلفی اور اُن کی ایذا رسانی وہ گناہ عظیم ہے

کہ دوسرے گناہوں کی سزاؤں کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر فرمایا ہے۔ لیکن ماں باپ کی حق تلفیوں اور اُن کی ایذاؤں کی سزا اولاد کو مرنے سے پہلے اُن کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ اُن کو دے دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ

كُلُّ الذُّنُوبِ يَغْفِرُ اللهُ مِنْهَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهُ يُعَجَّلُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاتِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا ہے بخش دیتا ہے مگر والدین کی نافرمانی وہ گناہ ہے کہ آدمی کی زندگی ہی میں اُس کے مرنے سے پہلے ہی اللہ اُس کی سزا دے دیا کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۱ بحوالہ بیہقی)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمہارے ماں باپ ہی تمہاری جنّت اور تمہاری دوزخ ہیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ باپ کی رضامندی میں رب کی رضامندی ہے۔ اور باپ کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۱)

اگر کبھی اتفاق سے ماں باپ میں کوئی نزاع پیدا ہوجائے تو اولاد کو چاہیے کہ ماں کی دلجوئی کرے مگر خبردار۔ خبردار۔ اگرچہ ماں کا حق بڑا ہے اس لئے اُس کی حمایت و دلجوئی ضرور کرے لیکن ہرگز ہرگز باپ کی بے ادبی اور اُس کی دل شکنی نہ کرے کیونکہ باپ بھی خُدا و رسول کے حکم سے بہت زیادہ معظم و محترم ہے اور باپ کی عزت و حرمت کا لحاظ و پاس رکھنا بھی اولاد پر فرض ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ بہرحال ماں باپ دونوں کی اطاعت اور دونوں کی دلجوئی اور دونوں کے حقوق کو ادا کرنا اولاد پر فرض ہے۔ خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل حقوق کی ادائگی تو اپنا سب سے بڑا فرض تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے حکموں کی تعیل نہیں کرتا۔ اور میرے حکموں کی تعمیل کرتا ہے تو میں اُس شخص کو نافرمانوں میں لکھتا ہوں۔ اور جو ماں باپ کے فرمانوں کی تعمیل کرتا ہے اور میرے فرمانوں میں اُس سے

کچھ کوتاہی ہوجاتی ہے تو میں اُس شخص کو فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہوں۔ (کیمیائے سعادت)

(۱) خبردار۔ خبردار ہرگز ہرگز کبھی اپنے کسی قول وفعل اور حرکت سے ماں باپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دیں۔ اگرچہ ماں باپ اولاد پر کچھ زیادتی بھی کریں۔ مگر پھر بھی اولاد پر فرض ہے کہ وہ ہرگز ہرگز کبھی بھی اور کسی حال میں بھی ماں باپ کا دل نہ دُکھائیں۔

(۲) اپنی ہر بات اور اپنے ہر عمل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرے۔ اور ہمیشہ اُن کی عزت وحرمت کا خیال اور دھیان رکھے۔

(۳) کبھی بھی ماں باپ کی کوئی بات سُن کر جواب میں "اُف۔ اُونہہ۔ ہُش۔ ہُنھ" وغیرہ جھڑکی اور بے ادبی کا لفظ مُنھ سے نہ نکالے۔ کہ قرآن کریم نے ماں باپ کو "اُف" کہنا حرام قرار دیا ہے

(۴) اگر ماں باپ کو کوئی حاجت پیش ہوجائے تو جان و مال سے اُن کی خدمت کرے۔

(۵) اگر ماں باپ اپنی ضرورت سے اولاد کے مال وسامان میں سے کوئی چیز لے لیں تو خبردار خبردار۔ ہرگز ہرگز بُرا نہ مانیں۔ نہ اظہار ناراضگی کریں۔ بلکہ یہ سمجھیں کہ میں خود اور میرا مال وسامان سب ماں باپ ہی کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ اَنْتَ وَمَالُکَ لِوَالِدِکَ یعنی خود تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۲۹۱ بحوالہ ابوداؤد وابن ماجہ)

(۶) ماں باپ کا انتقال ہوجائے تو اولاد پر ماں باپ کا حق ہے کہ اُن کے لئے مغفرت کی دُعائیں کرتے رہیں اور اپنی عبادتوں اور خیر وخیرات کا ثواب اُن کی روحوں کو پہنچاتے رہیں اور اُن کے لئے فاتحہ دلا کر اُن کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے رہیں۔

(۷) ماں باپ پر اگر کسی کا کوئی قرض رہ گیا ہو تو اس کو بہت جلد ادا کردیں۔ اور انھوں نے اگر کوئی جائز وصیت کی ہو تو حتی الامکان اُس وصیت

کو پوری کرنے میں پوری جدّ وجہد کریں۔

(۸) جو نیک کام کرے سب کا ثواب اپنے والدین اور سب مسلمانوں کو بخش دیا کرے کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا۔ اور اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ بلکہ مزید ترقیاں پائے گا۔

(۹) ہر جمعہ کو ماں باپ کی قبروں کی زیارت کو جانا۔ وہاں سورۂ یٰس اتنی آواز سے پڑھنا کہ وہ سُنیں اور اس کا ثواب اُنھیں بخشنا۔ راستہ میں جب کبھی والدین کی قبر آئے تو ہرگز بغیر سلام وفاتحہ کے وہاں سے نہ گزرے۔

(۱۰) اُن کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کرتے رہنا۔ باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہنا۔ اور ہمیشہ اُن کا اعزاز واکرام ملحوظ خاطر رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر اپنے ماں باپ کو بُرا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب سے اہم تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کرکے ماں باپ کو قبر میں ایذا نہ پہنچانا۔ کیونکہ اولاد کے سب کارناموں کی خبر ماں باپ کو قبر میں پہنچتی ہے۔ وہ اولاد کی نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں پر صدمہ گزرتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں ہے کہ اولاد اُنھیں قبر میں رنج وصدمہ پہنچائے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے دربارِ نبوت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ اُن کے ساتھ نیکوکاری کا باقی ہے جس کو میں بجالاؤں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں چار باتیں ہیں۔ (۱) اُن پر نماز جنازہ پڑھنا۔ (۲) اُن کے لئے دُعاءِ مغفرت کرتے رہنا۔ (۳) اُن کی وصیتوں کو پوری کرنا۔ (۴) اُن کے رشتہ داروں اور دوستوں سے نیک برتاؤ قائم رکھنا۔ (شرح الحقوق لطرح العقوق بحوالہ بیہقی) ایک حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب آدمی اپنے ماں باپ کے لئے دُعاء مانگنا چھوڑ دیتا ہے تو اُس آدمی کا

رزق منقطع ہو جاتا ہے اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے۔ یا اُن کا قرض ادا کرے وہ قیامت کے دن نیکوکار لوگوں کے ساتھ اُٹھے گا۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے۔ اُن کا حج ادا ہو جائے گا۔ اور اُس کو دس حج کا ثواب زیادہ ملے گا اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت سے اپنے والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے وہ حج مقبول کے برابر ثواب پائے گا۔ اور جو بکثرت ماں باپ کی قبر کی زیارت کے لئے جائے گا۔ فرشتے اُس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ایک راستہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت اُن پر ڈالا جاتا تو کباب ہو جاتا۔ چھ میل اپنی ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں۔ تو کیا میں نے اُس کے حق کو ادا کر دیا؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے پیدائش کے وقت تیری ماں نے جس قدر جھٹکے اُٹھائے ہیں۔ شاید تیرا یہ عمل اُن میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔ (شرح الحقوق لطرح العقوق مصنفہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ بحوالہ الکبیر بیہقی)

ایک عبرت ناک حکایت

حضرت عوّام بن حوشب علیہ الرحمۃ جو جلیل القدر تبع تابعین میں سے ہیں۔ اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک محلہ میں گیا۔ اُس کے کنارے قبرستان تھا عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی۔ اور اُس میں سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کا اور بدن انسان کا تھا۔ وہ تین مرتبہ گدھے کی بولی بولا۔ پھر قبر بند ہو گئی۔ وہاں ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی۔ ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ ان بڑی بی کو دیکھتے ہو میں نے کہا کہ اس کا کیا معاملہ ہے؟ تو اُس نے کہا کہ یہ بڑھیا قبر والے کی ماں ہے۔ اس کا بیٹا شراب پیتا تھا۔ جب وہ نشہ میں چور ہو کر شام کو گھر آتا تو اُس کی بوڑھی ماں نصیحت کرتی اور کہتی کہ بیٹا! کب تک تو اس ناپاک شراب کو پیتا رہے گا؟ تو اُس کا بیٹا یہ جواب دیا کرتا تھا کہ تو روز گدھے کی طرح چلاتی رہتی

ہے۔ یہ لڑکا عصر کے وقت مرا۔ اور وہ اسی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اُس وقت سے ہر روز عصر کے وقت یہ قبر پھٹ جاتی ہے۔ اور وہ گدھے کی تین بولیاں بولتا ہے اور پھر قبر بند ہو جاتی ہے۔ اور روزانہ اُس کی بوڑھی ماں یہ منظر دیکھتی ہے اور لڑکے کی آواز سنتی ہے۔ یہ ہے بوڑھی ماں کی بے ادبی و گستاخی کا انجام بد۔ جو یقیناً بہت ہی بڑا قہر خداوندی ہے۔ (شرح الحقوق بحوالہ اصبہانی وغیرہ)

واضح رہے کہ دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی۔ چچا۔ پھوپھی۔ ماموں۔ خالہ وغیرہ کے حقوق بھی ماں باپ ہی کی طرح ہیں۔ یوں ہی بڑے بھائی کا حق بھی باپ ہی جیسا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ یعنی بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسا کہ باپ کا حق بیٹے پر ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت کیا کہ میں کس کے ساتھ نیک سلوک کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ پھر اپنے باپ کے ساتھ پھر لوگوں میں سے جو قریب تر ہو۔ پھر جو زیادہ قریبی ہو۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۰ و ص ۴۲۱)

افسوس کہ اس زمانے میں لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ اور دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی وغیرہ اپنے بزرگوں کے حقوق سے بالکل ہی جاہل اور غافل ہیں۔ اور بعض تو اتنے بدبخت اور نالائق ہیں کہ ماں باپ وغیرہ کو اپنے قول و فعل سے اذیت اور تکلیف دیتے ہیں۔ اور اس طرح گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو کر قہر قہار میں گرفتار، اور عذاب جہنم کے حق دار بن رہے ہیں۔

خوب اچھی طرح کان کھول کر سُن لو۔ کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا یا بُرا جو سلوک بھی کرو گے ویسا ہی سلوک تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ کرے گی۔ اور یہ بھی ایمان رکھو کہ ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے روزی میں ترقی اور عمر میں خیر و برکت نصیب ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ صداقت نشان فرمان ہے کہ زمین بدل سکتی

ہے۔ آسمان بدل سکتا ہے۔ مگر خدا کی قسم کبھی ہرگز ہرگز رسول کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا۔

اولاد کے حقوق

جس طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق ہیں اسی طرح ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں جن کو پورا کرنا ماں باپ پر فرض ہے۔ اولاد کے مندرجہ ذیل حقوق کا خاص طور پر ادا کرنا ہر ماں باپ کا فرض منصبی ہے

(۱) ہر ماں باپ پر لازم ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں سے پیار و محبت کریں۔ اور ہر معاملہ میں ان بے زبان بچوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کریں۔ اور ان کی پرورش اور تربیت میں پوری پوری کوشش کریں۔

(۲) بچے جب کچھ بولنے لگیں تو ماں باپ کو لازم ہے کہ انھیں بار بار اللہ و رسول کا نام سنائیں اور اُن کے سامنے بار بار کلمہ پڑھیں۔ یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھنا سیکھ جائیں۔

(۳) جب بچے اور بچیاں تعلیم کے قابل ہوجائیں تو سب سے پہلے انھیں قرآن شریف اور ضروریاتِ دین کی تعلیم دلائیں۔ اور انھیں اسلامی آداب۔ اور دین و مذہب کی باتیں سکھائیں۔

(۴) جب بچہ یا بچی سات برس کے ہوجائیں تو اُن کو طہارت اور وضو و غسل کا طریقہ سکھائیں۔ اور نماز کی تعلیم دے کر اُن کو نمازی بنائیں۔ اور پاکی و ناپاکی، اور حلال و حرام، اور فرض و سنت وغیرہ کے مسائل انھیں بتاتے اور سکھاتے رہیں۔

(۵) خراب لڑکوں اور لڑکیوں کی صحبت اور اُن کے ساتھ بچوں کو کھیلنے اور اُٹھنے بیٹھنے سے روکیں اور کھیل تماشوں کے دیکھنے۔ ناچ گانے، سنیما وغیرہ لغویات اور مخربِ اخلاق کاموں سے بچوں اور بچیوں کو خاص طور پر بچائیں۔

(۶) چند بچے بچیاں ہوں تو جو چیز بھی دیں سب کو یکساں اور برابر دیں۔ ہرگز کمی بیشی نہ کریں ورنہ بچوں کی حق تلفی ہوگی۔ بچیوں کو ہر چیز بچوں کے برابر ہی

دیں۔ بلکہ بچیوں کی دلجوئی و دلداری کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ کہ بچیوں کا دل بہت نازک ہوتا ہے۔

(۷) جب بچہ پیدا ہو تو فوراً ہی اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھیں۔ تاکہ بچہ شیطان کے خلل سے محفوظ رہے۔ اور چھوہارہ وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اُس کے منہ میں ڈال دیں۔ تاکہ بچہ شیریں زبان اور بااخلاق ہو۔ یہ بھی بچوں کا حق ہے کہ اُن کی پیدائش کے ساتویں دن ماں باپ اُن کا سر منڈا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کریں۔ اور کوئی اچھا نام رکھیں۔ اور اگر طاقت ہو تو عقیقہ بھی کریں۔ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا افضل ہے۔

(۸) حتی الامکان پندرہ برس کی عمر میں بچوں اور بچیوں کی شادی کردیں۔ مگر خبردار ہرگز ہرگز کسی بد دین یا بد مذہب مثلاً رافضی۔ خارجی۔ وہابی غیر مقلد وغیرہ کے یہاں لڑکوں یا لڑکیوں کی شادی نہ کریں۔ ورنہ یہ اولاد کی بہت بڑی حق تلفی ہوگی اور ماں باپ پر بہت بڑے گناہ کا بوجھ ہوگا۔ اور وہ عذابِ جہنم کے حق دار ہوں گے اسی طرح فاسقوں، فاجروں، شرابیوں، سود خواروں، اور حرام کی کمائی کھانے والوں کے یہاں بھی لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیاں ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ یہ بڑے بڑے مفاسد اور گناہوں کا پیش خیمہ ہے۔ اس لئے رشتہ تلاش کرنے میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مذہبِ اہلسنت اور خاص طور پر دیندار ہونے کا خیال اور دھیان رکھنا۔ ماں باپ پر فرض و لازم ہے۔ ورنہ آئندہ نسل کے بد مذہب اور بد فعل ہونے کا خطرہ یقینی ہے۔

حدیث ۔ حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات روز کا ہوجائے تو اُس کا عقیقہ کرو۔ اور اُس کا نام رکھو۔ اور جب وہ چھ برس کا ہوجائے تو اُس کو اسلامی ادب سکھاؤ۔ اور جب نو سال کا ہوجائے تو اُس کا بستر علیحدہ کردو۔ اور جب

تیرہ سال کا ہو جائے تو اُسے مار مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور جب سولہ سال کا ہو جائے تو اُس کی شادی کر دو۔ اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہہ دو کہ میں تجھے ادب سکھا چکا اور تیری شادی کر دی۔ اب میں دُنیا میں تیرے فتنہ سے خُدا کی پناہ مانگتا ہوں اور آخرت میں تیرے عذاب سے بھی میں خُدا کی پناہ کا طلبگار ہوں۔ (کیمیائے سعادت رکن دوم اصل پنجم)

میاں بیوی کے حقوق

خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر لازم فرمائے ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرا دیئے ہیں۔ جن کا ادا کرنا مردوں پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی عورتوں کے مردوں کے اوپر اسی طرح کچھ حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر اچھے برتاؤ کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ نے عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فرما کر مردوں کو پابند فرما دیا کہ عورتوں کے ساتھ بہترین برتاؤ کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ فرما کر عورتوں کو جکڑ دیا کہ تم اپنے مردوں کی محکوم اور تابع فرمان ہو اور تمہارے شوہر بہر حال اور بہر صورت تمہارے حاکم ہیں۔ لہٰذا تم اپنے شوہر کی کبھی ہرگز ہرگز حکم عدولی اور نافرمانی نہ کیا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے حقوق ادا کرتی رہیں۔ اور مرد عورتوں کے حقوق ادا کرتے رہیں تاکہ دونوں ایک دوسرے کے میل جول اور تعاون سے بغیر کسی ٹکراؤ کے زندگی بسر کریں۔ اس طرح میاں بیوی کے درمیان رحمت و شفقت اور پیار و محبت کی ایسی خوشگوار فضا پیدا ہو جائے گی کہ دُنیا کی زندگی میں امن و راحت کا گہوارہ بلکہ آرام و چین کی جنت بن جائے گی!

میاں بیوی کے حقوق کا مفصل بیان ہم نے اس کتاب میں بھی پہلے لکھ دیا ہے اور بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "جنتی زیور" میں بیان کیا ہے۔

لہٰذا ناظرین کرام اس کتاب کے ساتھ ساتھ "جنتی زیور" کا بھی ضرور مطالعہ کریں کہ بحمدہٖ تعالیٰ وہ عامۃ المسلمین کے لئے بہت زیادہ اصلاح بخش اور نافع کتاب ہے۔ وَاللّٰهُ الْهَادِيْ اِلَى الرَّشَادِ ط

رشتہ داروں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اُن کے حقوق کا لحاظ رکھو چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ — اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(پ۔ ۴۔ النساء۔ آیت ۱)

دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں فرمایا کہ

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ — اور رشتہ والے ایک سے دوسرے نزدیک تر ہیں اللہ کی کتاب میں بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(پ۔ ۱۰۔ انفال۔ آیت ۷۵)

ایک جگہ قرآن مجید میں اس طرح ارشاد ربانی نازل ہوا کہ

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ط — تو رشتہ دار کو اُس کا حق دو اور مسکین و مسافر کو بھی دو۔

(پ ۲۱۔ الروم۔ آیت ۳۸)

اور ایک آیت میں تو اللہ عزوجل نے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں اور رشتہ داریوں کے کاٹ دینے والوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ○

تو کیا تمہارے یہ آثار نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھی کر دیا۔

(پ ۲۶ - محمد - ۲۲-۲۳)

اسی طرح حدیثوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ یعنی اُس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔ جس قوم میں کوئی ایسا آدمی ہو جو رشتہ داریوں کو کاٹنے والا ہو اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (مشکوۃ ج ۲ ص ۴۱۹ وص ۴۲۰) یعنی اپنی رشتہ داریوں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

بہر حال قرآن مقدس کی بہت سی آیتوں اور بکثرت حدیثوں سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم آیا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے حقوق کو بھی ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم اور ضروری ہے خصوصیت کے ساتھ چند باتوں پر عمل کرنا تو بہت اہم اور لازمی ہے۔

(۱) اگر اپنے رشتہ داران مفلس و محتاج ہوں تو اپنی طاقت بھر اور اپنی گنجائش کے مطابق اُن کی مالی مدد کرتے رہیں۔ اور اُن کی ضروریاتِ زندگی کا ہمیشہ خیال رکھیں۔

(۲) کبھی کبھی اپنے رشتہ داروں کے یہاں آتے جاتے بھی رہیں اور اُن کو اپنے یہاں بُلاتے بھی رہیں خصوصاً خوشی اور غمی کے موقعوں پر تو اس کو بہت زیادہ لازمُ العمل سمجھیں۔ اور ہمیشہ ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شریک رہیں۔

(۳) کبھی کسی حال میں بھی ہرگز ہرگز کسی رشتہ دار سے قطع تعلق کرکے رشتہ کو نہ کاٹیں۔ کیونکہ رشتہ داری کاٹ ڈالنے کا بہت بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ آپ

قرآن مجید کی آیتوں اور حدیثوں میں پڑھ چکے۔

آجکل مسلمانوں کے معاشرہ میں جہاں دوسری بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ وہاں اس زمانے میں یہ بلا بھی بہت عام ہو رہی ہے کہ اکثر مالدار لوگ اپنے غریب و مفلس رشتہ داروں کو حقیر سمجھ کر اُن کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہتے ہیں چنانچہ ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑ کر اپنی بہنوں، بیٹیوں، پھوپھیوں، خالاؤں، ماموؤں، چچاؤں، بھتیجوں، بھانجوں وغیرہ سے یہ کہہ کر قطعِ تعلق کر لیتے ہیں کہ آج سے میں تیرا رشتہ دار نہیں۔ اور تو بھی میرا رشتہ دار نہیں۔ اور پھر سلام کلام ملنا جُلنا بند کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ رشتہ داروں کی شادی و غمی کی تقریبات کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بعض بدنصیب اپنے قریبی رشتہ داروں کے جنازہ اور کفن دفن میں بھی شریک نہیں ہوتے۔ مسلمانو! قرآن و حدیث کی تعلیمِ نبوت کی روشنی میں تم خود ہی فیصلہ کرو کہ یہ لوگ کتنے بڑے بدبخت و بدنصیب ہیں۔ اور کتنے بڑے گناہوں کے وبال میں گرفتار ہیں۔ کہ دُنیا میں یہ لوگ رحمتِ خداوندی سے محروم، اور دُنیا و آخرت میں خُدا کی لعنتوں کے حق دار ہیں۔ توبہ۔ توبہ۔ نعوذ باللہ۔

مسلمانو! خُدا کے لئے اپنے رہن سہن، اور اپنی چال چلن، اور اپنے معاشرہ کو شریعت کے سانچے میں ڈھال کر اپنی دُنیاوی زندگی کو بھی سنوارو۔ اور آخرت میں اپنی مغفرت کا بھی سامان کر لو۔ اور یاد رکھو کہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ اور اپنی تمکنت کو لات مار کر شریعت کے احکام پر عمل کرنا ہی مسلمان کے لئے دونوں جہان میں صلاح و فلاح کا سامان ہے۔ شریعت کو چھوڑ کر کوئی مسلمان دونوں جہان میں کبھی بھی پنپ نہیں سکتا۔

پڑوسیوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حدیثوں میں پڑوسیوں کے بھی کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ جن کو ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے۔ چنانچہ قرآن میں خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْيَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ (پ ۔ ۵ ۔ النساء ۔ آیت ۳۶)

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ۔ اور پاس کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور کروٹ کے ساتھی کے ساتھ اور راہ گیر اور اپنے باندی غلاموں کے ساتھ (ان سب کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرو)۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ

مَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۲ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت جبرئیل ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ وہ عنقریب پڑوسی کو وارث قرار دے دیں گے

اور ایک حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۲ بحوالہ بخاری و مسلم) یعنی وہ شخص وہ جنت میں نہ داخل ہوگا جس کا پڑوسی اُس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی ارشاد نبوی ہے کہ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ يَشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِهٖ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۴) یعنی وہ مومن (کامل) ہی نہیں کہ خود پیٹ بھر کھائے اور اُس کا پڑوسی اُس کے پہلو میں بھوکا رہ جائے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت کے بارے میں لوگوں کا بیان تھا کہ وہ بہت زیادہ نماز و روزہ کی پابندی کرتی ہے۔ اور صدقہ بھی بکثرت دیتی ہے۔ لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جہنمی ہے۔ اور ایک عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ چرچا تھا

کہ وہ روزہ اور صدقہ اور نماز میں بڑھی ہوئی نہیں ہے۔ اور صدقہ میں فقط پنیر کی ٹکیاں لوگوں کو دیا کرتی ہے۔ لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے کوئی ایذا نہیں دیا کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت جنتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۴ بحوالہ بیہقی وغیرہ) بہرحال پڑوسیوں کا بھی بڑا حق ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

(۱) اپنے پڑوسی کے دکھ سکھ میں ہمیشہ شریک رہے۔ اور بوقت ضرورت اُن کی ہر قسم کی امداد بھی کرتا رہے۔ اور کبھی ان کو گالی گلوچ دے کر یا اُن کی غیبت و شکایت کر کے اُن کو تکلیف نہ دیا کرے۔ بلکہ ہمیشہ اُن کے ساتھ ملنساری سے رہے اور میل ملاپ میں بہترین معاملہ اور سلوک رکھے۔

(۲) اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری، اور اُن کی خیر خواہی اور بھلائی میں لگا رہے۔

(۳) کبھی کبھی کچھ ہدیوں اور تحفوں کا بھی لین دین رکھے چنانچہ حدیث شریف میں یہ ارشاد نبوی ہے کہ جب تم لوگ شوربہ پکاؤ تو اُس میں کچھ زیادہ پانی ڈال کر شوربے کو بڑھا لو۔ تاکہ تم لوگ اس کے ذریعے اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری اور اُن کی مدد کر سکو۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۷ بحوالہ مسلم) اور ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اے مسلمان عورتوں! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے کسی تحفہ کو حقیر نہ سمجھے۔ اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

اُستادوں اور پیروں کے حقوق

اُن اُستادوں اور پیروں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھنا بہت لازم و ضروری ہے جن سے دینی یا دُنیاوی علوم سیکھے ہیں۔ یا جن مشائخ کے ہاتھوں پر بیعت کی ہو۔ کیونکہ ان لوگوں کا بہت بڑا احسان ہے کہ ان بزرگوں کے ذریعے علم

ومعرفت کا حصول ہوا ہے۔ عالمگیری میں ہے۔

قَالَ الزَّنْدَ وَیْسَتِیُّ حَقُّ الْعَالِمِ عَلَی الْجَاھِلِ وَ حَقُّ الْاُسْتَاذِ عَلَی التِّلْمِیْذِ وَاحِدٌ عَلَی السَّوَاءِ وَھُوَ اَنْ لَّا یَفْتَحَ بِالْکَلَامِ قَبْلَهٗ وَلَا یَجْلِسُ مَکَانَهٗ وَاِنْ غَابَ وَلَا یَرُدُّ کَلَامَهٗ وَلَا یَتَقَدَّمُ فِیْ مَشْیِهٖ

امام زندویستی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور اُستاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ شاگرد اُستاذ سے پہلے بات نہ کرے۔ اور اُستاد کی جگہ اُس کی غیر موجودگی میں بھی نہ بیٹھے۔ اور چلنے میں اُس سے آگے نہ بڑھے۔

اور اس میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ

یُقَدِّمُ حَقَّ مُعَلِّمِهٖ عَلٰی حَقِّ اَبَوَیْهِ وَسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ یَتَوَاضَعُ لِمَنْ عَلَّمَهٗ خَیْرًا وَّ لَوْ حَرْفًا وَّلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّخْذُلَهٗ وَلَا یَسْتَاْثِرُ عَلَیْهِ اَحَدًا فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ فَصَمَ عُرْوَةً مِّنْ عُرَی الْاِسْلَامِ وَ مِنْ اِجْلَالِهٖ اَنْ لَّا یَقْرَعَ بَابَهٗ بَلْ یَنْتَظِرُ خُرُوْجَهٗ مُخْتَصَرًا۔

اپنے اُستاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے۔ اور جس نے اُسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اُس کے لئے تواضع کرے۔ اور لائق نہیں کہ کسی وقت بھی اُس کی مدد سے باز رہے۔ اپنے اُستاد کو کسی پر ترجیح نہ دے۔ اگر ایسا کرے گا تو اُس نے اسلام کے رسیوں میں سے ایک رسی کھول دی۔ اُستاذ کی تعظیم میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر اُستاذ کا دروازہ بند ہو تو دروازے پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اُس کے خود آنے کا انتظار کرے۔

عالمِ دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور اُستادِ علم اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہے۔ ہاں البتہ اگر اُستاد کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے تو ہرگز نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ عالمگیری میں غرائب سے یہ بھی منقول ہے کہ

یَنْبَغِیْ لِلرَّجُلِ اَنْ یُّرَاعِیَ حُقُوْقَ

آدمی کو چاہئے کہ اُستاد کے حقوق وآداب کا لحاظ

اُسْتَاذِهٖ وَ اٰدَابِهٖ وَلَا یَضُنَّ بِشَیْءٍ مِّنْ مَّالِهٖ

رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اُس کے ساتھ بخیلی نہ کرے۔ یعنی جو کچھ اُسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے۔ اور اُس کے قبول کر لینے میں اُس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ (شرح الحقوق لطرح العقوق ص۳۱ مصنفہ اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)

مہمانوں کے حقوق

مہمانوں کی مہمان نوازی اور اُن کا اعزاز واکرام اور اُن کے کھانے پینے اور ٹھہرانے کا انتظام قرآن مجید سے ثابت، اور حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کی سُنّت ہے بالخصوص حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو بہت ہی خاص الخاص مقدس سنّت ہے۔

مہمان کا یہ حق ہے کہ ایک دن ایک رات اپنی توفیق اور وسعت کے مطابق اُس کے لئے بہترین کھانا تیار کر کے نہایت ہی عزت واحترام کے ساتھ اُس کی مہمان نوازی کی جائے۔ اور مہمان کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ تین دن ٹھہرے اور میزبان کو جو کچھ میسر ہو کھلائے۔ تین دن سے زیادہ ٹھہر کر مہمان جو کچھ کھائے گا۔ یہ اُس کا حق نہیں ہے بلکہ یہ میزبان کی طرف سے صدقہ ہوگا جو مہمان کھا رہا ہے۔ اس پر میزبان کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ جَائِزَتُهٗ یَوْمٌ وَّ لَیْلَةٌ وَّالضِّیَافَةُ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یَّثْوِیَ

جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ مہمان کی خاص دعوت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اور مہمانی تین دن ہے۔ اور اس کے بعد مہمان جو کھائے گا وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ

عِنْدَهٗ حَتّٰی یُحْرِجَهٗ۔ اتنا زیادہ ٹھہرا رہے کہ اپنے میزبان کو تنگی میں ڈال دے۔
(مشکوٰۃ ج۲ ص۳۶۸ بحوالہ بخاری ومسلم)

میزبان کو چاہئے کہ دستر خوان پر مہمان کے ساتھ کھانا کھلائے۔ اور جب تک مہمان آسودہ ہو کر خود کھانے سے ہاتھ نہ روک لے۔ میزبان کھانے سے اپنا ہاتھ نہ روکے۔ مہمان کو دروازے تک رخصت کرنا سنت ہے اور مہمان کو بوقت رخصت کچھ تحفہ دے کر رخصت کرنا بھی انبیاء کرام کی سنت اور مشائخ عظام کا مقدس طریقہ ہے۔

سائلوں کا حق

بلا شدید ضرورت کے بھیک مانگنا حرام و ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی سائل بھیک مانگنے کے لئے آگیا۔ تو یہ اُس کا حق ہے کہ اُس کو جھڑکنا۔ یا ذلیل کرنا یا بُرا بھلا کہہ کر اُس کو عار دلانا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ یعنی سوال کرنے والے کو جھڑکی نہ دو بلکہ جو بھی تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر بھیک مانگے۔ تو تم سے جو کچھ ہو سکے اُسے دے دو۔ ورنہ اُس سے معافی طلب کر لو۔ اور کلمۂ خیر اور اچھائی کے ساتھ اُس کو اپنے دروازے سے واپس لوٹا دو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی سائل نے سوال کیا۔ اور پھر وہ کچھ نہ دے تو وہ بدترین آدمی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۶ و ص۱۷۱) حضرت اُم بُجید صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہِ نبوت میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مسکین میرے دروازے پر کھڑا رہتا ہے۔ اور مجھے بڑی شرم آتی ہے۔ کہ گھر میں کچھ ہوتا نہیں کہ میں اُس کو دوں۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اُس کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ دے دو اگرچہ جلی ہوئی کُھری ہو۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۶ و ص۱۷۱)

مطلب یہ ہے کہ سائل کو اگر کچھ نہ ہو تو حقیر سے حقیر چیز ہی اُس کے ہاتھ پر رکھ دو۔ اُسے جھڑک کر خالی ہاتھ واپس نہ کرو۔ اور اگر کچھ بھی نہ دے سکو تو کلمۂ خیر اور اچھی بات کہہ کر اُسے واپس لوٹاؤ۔ کیونکہ سائلوں کا بھی حق ہے قرآن مجید میں ہے وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ یعنی مسلمانوں کے مالوں میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے۔

عام مسلمانوں کے حقوق

اپنے رشتہ داروں اور دوسرے متعلقین کے علاوہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کے ہر مسلمان پر بھی کچھ حقوق ہیں۔ جن کا ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اُن میں سے چند حقوق یہ ہیں۔

(۱) ہر مسلمان ملاقات کے وقت اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرے۔ اور مرد مرد سے اور عورت عورت سے مصافحہ کرے۔ تو یہ بہت ہی اچھا اور بہترین عمل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہترین مسلمان وہ ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے خواہ اُس کو پہچانتا ہو۔ یا نہ پہچانتا ہو اور یہ بھی حدیث شریف کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اُس وقت تک جنت میں نہیں داخل ہوگے جب تک تم لوگ مومن نہ بن جاؤ اور تم لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو گے۔ اور میں تمہیں آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کا یہ طریقہ بتاتا ہوں کہ تم لوگ آپس میں سلام کا چرچا کرو۔ کیونکہ اگر تم لوگوں نے یہ طریقہ برتا۔ تو اس کا یہ اثر ہوگا کہ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۳۹۷)

مگر ہاں۔ اس کا دھیان رہے کہ کافروں، مشرکوں، اور مرتدوں، اسی طرح جُوا کھیلنے اور شراب پینے اور اس قسم کے دوسرے گناہوں میں مشغول رہنے والوں کو دیکھے۔ تو ہرگز ہرگز ان لوگوں کو سلام نہ کرے۔ کیونکہ کسی کو سلام کرنا یہ اُس کی تعظیم ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی فاسق کی تعظیم کرتا

ہے تو غضب الٰہی سے عرش کانپ کر ہل جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کسی فاسق کی تعریف کرنے سے بھی رب تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے اور اس غضبِ خداوندی کی ہیبت سے عرش الٰہی کانپ اُٹھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ

اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰی وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔ جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اور اس غضب الٰہی کی وجہ سے عرش ہل جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۴ بحوالہ بیہقی)

(۲) مسلمانوں کے سلام کا جواب دے۔ یاد رکھو کہ سلام کرنا سنّت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ مگر جو پہلے سلام کرے اُس کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بلند ہے۔ لہٰذا اُس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۹۸ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

(۳) مسلمان چھینک کر الحمد للہ کہے تو ہر مسلمان پر حق ہے کہ یرحمک اللہ کہہ کر اس کا جواب دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان پر ہر مسلمان کا چھ حق ہے۔ (۱) جب وہ سلام کرے تو اُس کا جواب دے۔ (۲) جب اُس کی دعوت کرے تو اُس کی دعوت کو قبول کرے (۳) جب وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہہ کر اُس کا جواب دے۔ (۴) جب کوئی مسلمان بیمار ہوجائے تو اُس کی بیمار پُرسی کرے۔ (۵) جب اس کا انتقال ہوجائے تو اُس کے جنازہ میں شریک ہو۔ (۶) اور جو کچھ اپنی ذات کے لئے پسند کرے وہی ہر مسلمان کے لئے بھی پسند کرے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۹۶ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

(۴) ہر مسلمان کا مسلمان ہونے کی حیثیت سے اعزاز و اکرام کرے۔ اور مسلمانوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے۔ اور اُن کو ذلیل نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمانوں کو ایذا مت دو اور اُن کو عار نہ دلاؤ۔ اور اُن کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے عیوب کے

اللہ تعالیٰ اُس کے عیوب کا پردہ فاش کرکے اُس کو رُسوا کردے گا۔ اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندرونی حصّہ میں کوئی عیب کرتا ہوگا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۹ بحوالہ ترمذی) اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے عیبوں کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۲)

(۵) اگر کسی معاملہ میں کسی مسلمان سے رنجش ہوجائے تو تین دن سے زیادہ اس سے سلام و کلام بند نہ رکھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کسی مومن کے لئے حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ اگر تیسرے دن کوئی گزرا تو اگر ایک نے سلام کیا اور دوسرے نے بھی جواب دے دیا جب تو دونوں قطعِ تعلق کے گناہ سے بچ گئے۔ اور اگر ایک نے سلام کیا اور دوسرے نے جواب نہ دیا تو قطع تعلق کا سارا گناہ اُسی کے سر پر ہوگا جو سلام کا جواب نہ دے گا۔ اور جس نے سلام کرلیا وہ قطع تعلق کے وبال سے نکل گیا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۸ بحوالہ ابوداؤد)

(۶) مسلمانوں میں جھگڑا ہوجائے تو صلح کرادے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے کہ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ یعنی جھگڑا ہوجانے کی صورت میں اپنے دینی بھائیوں کے درمیان صلح کرادو۔ (قرآن مجید)

(۷) کسی مسلمان کو جانی یا مالی یا آبرو کا نقصان نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ہر مسلمان کی جان و مال اور اُس کی آبرو کو محترم جان کر حتی المقدور اُس کی حفاظت کرے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَکَرَ بِہٖ یعنی وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے۔ یا کسی مسلمان کے ساتھ مکر و دھوکہ بازی کرے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۸ بحوالہ ترمذی)

(۸) مسلمانوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا رہے اور بُری باتوں سے منع کرتا رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے مسلمانو!) تم لوگوں کو

اچھی باتوں کا حکم دیتے اور بُری باتوں سے منع کرتے رہو۔ اگر تم لوگ ایسا نہ کروگے
بہت جلد اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر ایسا عذاب بھیج دے گا کہ تم اُس عذاب سے [illegible]
اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری دُعاؤں کو قبول نہیں فرمائے گا۔
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۳۶ بحوالہ ترمذی)

(۹) جو بات اپنے لئے پسند کرے وہی ہر مسلمان کے لئے پسند کرے۔ حدیث
شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی
جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اُس وقت تک کامل الایمان
نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنے (دینی بھائی) کے لئے وہی بات نہ پسند کرے جو اپنے
لئے پسند کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۲ بحوالہ بخاری ومسلم)

(۱۰) اپنے سے بڑوں کا ادب واحترام۔ اور اپنے چھوٹوں پر رحم وشفقت کرتا
رہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اور ہمارے بڑوں
کا احترام نہ کرے۔ اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بُری باتوں سے منع نہ کرے
وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو جوان کسی
بوڑھے کی اُس کے بُڑھاپے کی وجہ سے تعظیم کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے بُڑھاپے
کے وقت ایسے لوگوں کو تیار کردے گا جو اُس کی تعظیم کریں گے۔ (مشکوٰۃ ج ۲
ص ۴۲۳ بحوالہ ترمذی)

(۱۱) مسجدوں یا مجلسوں میں کسی مسلمان کو اُٹھا کر اُس کی جگہ نہ بیٹھے حدیث
شریف میں ہے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو اُٹھا کر اُس کی جگہ نہ بیٹھے۔ لیکن اِدھر اُدھر
کھسک کر مجلسوں میں وسعت اور گنجائش پیدا کرلو۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث
میں یہ ارشادِ نبوی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان میں بیٹھ کر دونوں میں جُدائی
نہ کرے۔ یہاں تک کہ ان دونوں سے اجازت لے لے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۰۳ بحوالہ
بخاری ومسلم وابوداؤد)

(۱۲) کسی مسلمان کو لوگوں کے سامنے ذلیل ورُسوا نہ کرے۔ حدیث میں حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ ایک مسلمان
دوسرے مسلمان پر نہ کوئی ظلم کرے۔ نہ اُس کو بے یار ومددگار چھوڑے۔ نہ اُسے
حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون اور اُس کا مال اور اُس کی آبرو دوسرے مسلمان پر
حرام ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۲ بحوالہ مسلم)

(۱۳) کوئی مسلمان کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے۔ نہ اُس پر بہتان لگائے۔
حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زنا سے بھی بڑھ کر سخت گناہ ہے تو صحابۂ کرام
نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! غیبت زنا سے بڑھ کر گناہ کیونکر ہے؟ تو آپ نے
فرمایا کہ زنا کرنے والا زنا کرتا ہے۔ پھر سچی توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی
توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ مگر غیبت تو اللہ تعالیٰ اُس وقت تک معاف نہیں
فرمائے گا۔ جب تک وہ شخص نہ معاف کردے جس کی غیبت کی ہے۔
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۵ بحوالہ بیہقی)

انسانی حقوق

بعض ایسے حقوق بھی جو ہر انسان کے ہر انسان پر ہیں۔ خواہ وہ کافر ہو
یا مسلمان۔ نیکوکار ہو یا بدکار۔ دُنیا کے کسی مُلک کا رہنے والا ہو۔ اور کسی نسل و
قوم کا آدمی ہو۔ ان انسانی حقوق میں سے چند اہم حقوق یہ ہیں۔ ہر انسان
پر لازم ہے کہ ان انسانی حقوق کا لحاظ رکھے۔

(۱) بلا خطا وقصور ہرگز ہرگز کسی انسان کی جان ومال کو نقصان نہ
پہنچائے۔ اور بلا کسی شرعی وجہ کے کسی انسان کے ساتھ بد زبانی وسخت
کلامی اور ظلم وزیادتی نہ کرے۔

(۲) کسی مصیبت زدہ انسان کو دیکھے، یا کسی کو بھوک پیاس یا بیماری
میں مبتلا پائے تو اُس کی مدد کرے۔ اُسے کھانا پانی دے دے۔ دوا علاج کردے۔

(۳) جن جن صورتوں میں شریعت نے سزاؤں یا لڑائیوں کی اجازت دی

ہے۔ اُن صورتوں میں خبردار۔ خبردار۔ کبھی حد سے نہ بڑھے۔ اور ہرگز ہرگز کبھی کسی پر کوئی ظلم نہ کرے۔ یہ شریعتِ اسلام کی مقدس تعلیم کی رُو سے ہر انسان کا انسان پر حق ہے۔ جو انسان ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے پر لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ	رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے تم
اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ	لوگ زمین والوں پر رحم کرو۔ تو آسمان
يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ رواه	والا تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔
ابوداؤد (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۳ مجتبائی)	

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خُدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۵ مجتبائی) یعنی تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ جو اُس کی پرورش کی محتاج ہے۔ اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک وہ پیارا ہے جو اللہ کی عیال یعنی اُس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

جانوروں کے حقوق

اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم اور ارحم الراحمین ہے اور اُس کے پیارے رسول رحمۃٌ للعالمین ہیں اس لئے اسلام جو خدا کا بھیجا ہوا اور رسول کا لایا ہوا دین ہے۔ وہ رحمت والا دین ہے اس لئے اس دین میں جانوروں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے جانوروں کے چند حقوق یہ ہیں۔

(۱) جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے جب تک وہ کوئی تکلیف نہ پہنچائیں بلا ضرورت اُن کو قتل کرنا منع ہے۔

(۲) جن جانوروں کا گوشت حلال ہے اُن کو بھی جب کہ کھانے کے لئے نہ ہو محض تفریح کے طور پر بلا ضرورت قتل کرنا۔ جیسا کہ بعض شکاری لوگ کھانے یا کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے نہیں شکار کرتے بلکہ شکار کھیلتے ہیں۔ یعنی محض کھیل کود کے طور پر جانوروں کا خون کر کے اُن کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ شریعت میں ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

(۳) جو پالتو جانور کام کرتے ہیں اُن کو گھاس چارہ اور پانی دینا فرض ہے اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن سے کام لینا۔ یا بھوکا پیاسا رکھنا۔ اور بلا ضرورت خصوصاً اُن کے چہروں پر مارنا گُناہ اور ناجائز ہے۔

(۴) پرندوں کے بچوں کو بلا ضرورت گھونسلوں سے نکال لینا۔ یا پرندوں کو پنجروں میں بند کر دینا اور بلا ضرورت ان پرندوں کے ماں باپ اور جوڑے کو دُکھ پہنچانا بہت بڑی بے رحمی اور ظلم ہے جو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

(۵) بعض بے رحم انسان کسی جاندار کو باندھ کر لٹکا دیتے ہیں۔ اور اُس پر غُلیل یا بندوق سے نشانہ بازی کی مشق کرتے ہیں۔ یہ بھی اعلیٰ درجے کی بیرحمی اور ظلم ہے۔ جو ہر مسلمان کے لئے حرام ہے اور خاص طور پر اس کی ممانعت کے بارے میں وعید کی حدیثیں آئی ہیں۔

(۶) جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو۔ یا موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ اُس کو تیز ہتھیار سے بہت جلد ذبح یا قتل کر دے۔ کسی جانور کو تڑپا تڑپا کر یا بھوکا پیاسا رکھ کر مار ڈالنا یہ بھی بڑی بے رحمی اور ظلم ہے جو ہرگز ہرگز اسلام میں جائز نہیں ہے بلکہ اس پر عذاب جہنم کی وعید آئی ہے چنانچہ بخاری شریف میں متعدد روایتوں کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو جہنم میں دیکھا کہ اُس کو ایک بلی نوچ رہی ہے تو آپ نے فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ اس عورت کا کیا معاملہ ہے اور اس کا

کیا حال ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ اس عورت نے اس بلی کو باندھ رکھا
تھا۔ نہ تو خود اس کو کھانے کے لئے کچھ دیا۔ نہ اس بلی کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض
کو کھاتی یہاں تک کہ وہ بلی بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ یہ اسی کی سزا
ہے۔ (بخاری ج۱ ص۱۰۳)

راستوں کے حقوق

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
تم لوگ راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! راستوں
میں بیٹھنے سے تو ہم لوگوں کو کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہی راستے تو ہم
لوگوں کی نشست گاہ ہیں جہاں بیٹھ کر ہم لوگ بات چیت کرتے ہیں
تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تم لوگ راستوں پر بیٹھتے ہو تو راستوں
کے حقوق ادا کرتے رہو۔ لوگوں نے کہا کہ راستوں کے حقوق کون کون اور کیا کیا
ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ راستوں کے حقوق پانچ ہیں۔ جو یہ ہیں۔

(۱) نگاہ نیچی رکھنی۔ مطلب یہ ہے کہ راستے چونکہ عام گزرگاہ ہیں اس لئے
راستوں پر بیٹھنے والوں کو لازم ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ تاکہ غیر محرم
عورتوں اور مسلمانوں کے عیوب مثلاً کوڑھی، سفید داغ والے یا لنگڑے لولے
کو بار بار گھور گھور کر نہ دیکھیں۔ جس سے ان لوگوں کی دل آزاری ہو۔

(۲) کسی راستہ چلنے والے کو ایذا نہ پہنچائیں۔ مطلب یہ ہے کہ راستوں
میں اس طرح نہ بیٹھیں کہ راستہ تنگ ہو جائے۔ یوں ہی راستہ چلنے والوں کا مذاق
نہ اڑائیں۔ نہ ان کی تحقیر و عیب جوئی کریں نہ دوسری کسی قسم کی راہگیروں کو تکلیف
پہنچائیں۔

(۳) ہر گزرنے والے کے سلام کا جواب دیتے رہیں۔

(۴) راستہ چلنے والوں کو راستہ بتاتے رہیں۔ اور ان کو اچھی باتوں کی تلقین

کرتے رہیں۔

(۵) خلافِ شریعت اور بری باتوں سے لوگوں کو منع کرتے رہیں کیونکہ
اچھی باتوں کا حکم دیتے رہنا اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا ہر مسلمان
کا ہر جگہ ایک بہت ہی اہم فریضہ ہے! (مشکوٰۃ ج۲ ص۲۹۵ بحوالہ بخاری و مسلم)

حقوق کو ادا کرنا، یا معاف کرا لینا فرض ہے!

اگر کسی کا تمہارے اوپر کوئی حق تھا اور تم کسی وجہ سے اس کو ادا نہ کر سکے۔
تو اگر وہ حق ادا کرنے کے قابل کوئی چیز ہو مثلاً کسی کا تمہارے اوپر قرض رہ گیا
تھا۔ تو اس حق کو ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) یا تو خود حق والے کو اس کا
حق دے دو۔ یعنی جس سے قرض لیا تھا اسی کو قرض ادا کر دو۔ (۲) یا اس سے قرض
کو معاف کرا لو۔ (۳) اور اگر وہ شخص مرگیا ہو تو اس کے وارثوں کو اس کا حق
یعنی قرض ادا کر دو۔ یا ان سے معاف کرا لو۔ اور اگر وہ حق ادا کرنے کی چیز نہ
ہو بلکہ معاف کرانے کی چیز ہو۔ مثلاً کسی کی غیبت کی ہو۔ یا کسی پر تہمت لگائی ہو۔
یا کسی کو گالی دی ہو۔ تو ضروری ہے کہ اس شخص سے اس کو معاف کرا لو۔ اور
اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ ان کے حقوق کو معاف کرا سکا۔ نہ ادا کر سکا۔
مثلاً صاحبانِ حق مرچکے ہوں۔ تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ بخشش کی دعائیں کرتا
رہے۔ تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صاحبانِ حق کو بہت زیادہ اجر
و ثواب دے کر اس بات کے لئے راضی کر دے گا کہ وہ اپنے حقوق کو معاف کر دیں۔

اور اگر تمہارا کوئی حق دوسروں پر ہو اور اس حق کے ملنے کی امید ہو تو نرمی
کے ساتھ تقاضا کرتے رہو۔ اور اگر وہ شخص مرگیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے حق کو
معاف کر دو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلے میں تم کو بہت
بڑا اور بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حقوق العباد کی اہمیت

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ بندوں کے حقوق کو ادا کرنے کی کوئی خاص اہمیت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت اہم اور نہایت ہی سنگین بلکہ انتہائی خوفناک ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) سے زیادہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کا معاملہ کہیں زیادہ سخت اور خوفناک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو رحمٰن و رحیم بلکہ ارحم الراحمین ہے وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اپنے حقوق تو معاف فرما دے گا مگر بندوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ اُس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک بندے اپنے حقوق کو نہ معاف کر دیں۔ لہٰذا کان کھول کر سُن لو اور مان لو کہ بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا معاف کرا لینا بیحد اہم اور نہایت ہی ضروری ہے ورنہ قیامت کے دن بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ جس کے پاس درہم اور مال و سامان نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری اُمت میں اعلیٰ درجے کا مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن وہ نماز و روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی بہت سی نیکیوں کو لے کر میدانِ محشر میں آئے گا۔ مگر اُس کا حال یہ ہوگا کہ اُس نے دُنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی کا مال کھا لیا ہوگا۔ کسی کی غیبت کی ہوگی۔ کسی پر بہتان لگایا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا۔ کسی کو بلاقصور مارا ہوگا۔ تو یہ سب حقوق والے اپنے اپنے حقوق کو طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمام حقوق والوں کو اُس کی نیکیوں میں سے اُن کے حقوق کے برابر نیکیاں دلائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں سے سب کے حقوق ادا نہ ہو سکے۔ بلکہ نیکیاں ختم ہو گئیں اور لوگوں کے حقوق باقی رہ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تمام حقوق والوں کے گناہوں

کو اس کے سر پر لاد دو۔ چنانچہ تمام حقوق والوں کو یہ اپنے سر پر اُٹھائے گا اور پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا (تو میری اُمت میں یہ شخص سب سے بڑا مفلس ہوگا) (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۳۵)

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ یا تو بندوں کے حقوق کو ادا کر دو یا معاف کرا لو ورنہ قیامت کے دن حقوق والے تمہاری عمر بھر کی سب نیکیوں کو چھین لیں گے۔ اور اُن کے گناہوں کا بوجھ تم اپنے سر پر لے کر جہنم میں جاؤ گے۔ خُدا کے لئے سوچو کہ تمہاری بیکسی و بے بسی اور مفلسی کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ توبہ۔ نعوذ باللہ۔ خُدا کی پناہ۔ اَللّٰھم احفظنا من بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ۔

رزقِ حلال طلب کرو!

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حلال کمائی کی تلاش بھی فرض خداوندی کے بعد ایک فریضہ ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۲) اتنا کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے جو اپنے اور اہل وعیال اور جن لوگوں کا خرچہ اس کے ذمے واجب ہے ان کو خرچ چلانے کے لئے اور اپنے قرضوں کو ادا کرنے کے لئے کافی ہو۔ اس کے بعد اُسے اختیار ہے کہ اتنی ہی کمائی پر بس کرے۔ یا اہل وعیال کے لئے کچھ مال جمع کرنے کی بھی کوشش کرے۔ کسی کے ماں باپ اگر کمائی کے لائق نہ ہوں اور محتاج و تنگدست ہوں۔ تو لڑکوں پر فرض ہے کہ وہ کما کر انھیں اتنا دیں کہ اُن کے لئے کافی ہو جائے۔ (عالمگیری ج۵ ص۳۰۵)

مسئلہ۔ کچھ لوگ مسجدوں، اور بزرگوں کی خانقاہوں، اور درگاہوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اپنے گزارہ کے لئے کوئی کام نہیں کرتے۔ اور اپنے کو "متوکل" بتاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی نظریں ہر وقت لوگوں کی جیبوں پر لگی رہتی ہیں۔ کہ کوئی ہمیں کچھ دے جائے۔ ان لوگوں کا یہ طریقہ بالکل غلط اور خلافِ شریعت ہے۔ ہرگز ہرگز یہ لوگ "متوکل" نہیں۔ بلکہ مفت خور اور کام چور ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو "مُتوکِل" (توکل کرنے والا) کہنے کی بجائے "مُتاکِل" (بہت زیادہ کھانے والا) کہنا زیادہ مناسب ہے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۱)

کوئی شخص کبھی بھی کوئی کھانا اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر نہیں کھائے گا۔ اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ (آپ لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے۔ اور اسی کی کمائی سے اپنی گزر بسر کیا کرتے تھے)

اس لئے ان متوکل کہلانے والوں کے لئے اس سے لاکھوں درجے اچھا تھا کہ یہ لوگ بسر اوقات کے لئے کچھ کام کرتے۔ اور رزق حلال کھاکر خُدا کے فرائض کو ادا کرتے۔ (عالمگیری ج۵ ص۳۴۹) **مسئلہ۔** اپنی ضرورتوں سے بہت زیادہ مال و دولت کمانا اگر اس نیت سے ہو کہ فقراء و مساکین اور اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کریں گے۔ تو یہ مستحب بلکہ نفلی عبادتوں سے افضل ہے۔ اور اگر اس نیت سے ہو کہ میرے وقار و عزت میں اضافہ ہوگا تاکہ مالدار کُفار مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھیں تو یہ بھی جائز و مباح ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مال کی کثرت اور فخر و تکبر کی نیت سے بہت زیادہ مال کمائے تو یہ ممنوع ہے۔ (عالمگیری ج۵ ص۳۴۹)

حلال کمائی۔ اور حرام کمائی

یاد رکھو کہ مال کمانے کی بعض صورتیں حلال ہیں۔ اور بعض صورتیں حرام ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کمائی کے جائز طریقوں سے مال کمائے اور ناجائز طریقوں سے دور بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ (پ۲۔ البقرہ۔ آیت ۱۸۸)

آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق (حرام طریقہ) سے مت کھاؤ۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں خداوند قدوس نے یوں اپنا حکم نازل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ۝ (پ۷۔ المائدہ۔ آیت ۸۸)

اور اللہ تعالیٰ نے جو روزی دی ہے اُس میں سے حلال و طیب مال کو کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو!

ان آیتوں کے علاوہ اس بارے میں چند حدیثیں بھی یاد رکھو۔ اور ان پر دل وجان سے ایمان لاکر عمل کرو۔

حدیث (۱) صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک ہے۔اور وہ پاک ہی
کو پسند فرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اُسی بات کا حکم دیا جس کا
رسولوں کو حکم دیا۔چنانچہ اُس نے اپنے رسولوں سے فرمایا کہ اے رسولو! حلال
چیزوں کو کھاؤ۔اور اچھے عمل کرو۔اور مومنین سے فرمایا کہ اے ایمان والو! جو کچھ
ہم نے تم کو دیا اُس میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ۔اس کے بعد پھر حضور علیہ الصلاۃ
والسلام نے فرمایا کہ ایک شخص لمبے لمبے سفر کرتا ہے جس کے بال پراگندہ اور بدن گرد آلود
ہے (یعنی اُس کی حالت ایسی ہے کہ جو دُعا مانگے وہ قبول ہو) اور وہ آسمان کی طرف
ہاتھ اُٹھا کر یارب۔یارب کہتا ہے۔(دُعاء مانگتا ہے) مگر اُس کی حالت یہ ہے کہ
اُس کا کھانا حرام۔اُس کا پینا حرام۔اُس کا لباس حرام۔اور غذاء حرام ہے۔پھر
اس کی دُعاء کیونکر مقبول ہو؟ (یعنی اگر دُعاء مقبول ہونے کی خواہش ہو تو حلال
روزی اختیار کرو۔کہ بغیر اس کے دُعاء قبول ہونے کے تمام اسباب بیکار ہیں۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۱ بحوالہ مسلم شریف)

حدیث (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا
زمانہ آئے گا۔کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس مال کو کہاں سے حاصل کیا ہے؟
حلال سے یا حرام سے۔(بخاری و مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۱)

حدیث (۳) حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جو بندہ حرام
مال حاصل کرتا ہے۔اگر اُس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں۔اور خرچ کرے تو اُس کے
لئے اُس میں برکت نہیں۔اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے
(یعنی مالِ حرام کی تینوں حالتیں خراب ہی ہیں) (امام احمد)

حدیث (۴) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گوشت مالِ حرام
سے پلا بڑھا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اور ہر وہ گوشت جو مالِ حرام سے
پلا بڑھا ہے۔جہنم ہی اُس کا زیادہ حقدار ہے۔(مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۲ بحوالہ دارمی و بیہقی و احمد)

مسئلہ۔چوری۔ڈاکہ۔غصب۔خیانت۔رشوت۔شراب۔سینما۔جُوا۔

سٹہ۔ناچ گانا۔جھوٹ فریب۔دھوکہ بازی۔کم ناپ تول۔بغیر کام کئے مزدوری
اور تنخواہ لینا۔سود وغیرہ یہ ساری کمائیاں حرام و ناجائز ہیں۔(قرآن و حدیث
و کتب فقہ) **مسئلہ**۔جس شخص نے حرام طریقوں سے مال جمع کیا۔اور مر گیا تو
اس کے وارثوں کو لازم ہے کہ اگر انہیں معلوم ہو کہ یہ فلاں فلاں کے اموال
ہیں۔تو اُن کو وہ اموال واپس کر دیں۔اور اگر نہ معلوم ہو تو کُل مالوں کو صدقہ
کر دیں کہ جان بوجھ کر مالِ حرام کو لینا جائز نہیں۔(عالمگیری ج۵ ص۳۰۱ وغیرہ)
خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسلمان پر لازم و ضروری ہے کہ ہمیشہ مالِ حرام سے
بچتا رہے۔ایک حدیث شریف میں ہے کہ مالِ حرام جب حلال مال میں مل جاتا ہے
تو مالِ حرام مالِ حلال کو بھی برباد کر دیتا ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ

اِنَّ الرِّبٰوا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَہٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ۔
یقیناً سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو لیکن اُس کا انجام یہی ہوگا کہ وہ گھٹتا اور برباد ہوتا جائے گا
(مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۶ بحوالہ ابن ماجہ)

خود قرآن عظیم اس پر سب سے بڑا گواہ ہے کہ فرمانِ خداوندی یہ ہے کہ

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ۔
بیشک اللہ سود کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔
(پ۳۔البقرۃ۔آیت ۲۷۶)

افسوس! کہ اس زمانے میں لوگ حلال و حرام کی پرواہ نہیں
کرتے۔یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔لیکن بہر حال
ایک مسلمان کے لئے حلال و حرام میں فرق کرنا فرض ہے۔اوپر تم یہ حدیث
پڑھ چکے ہو کہ خُدا کے فرائض کے بعد رزقِ حلال تلاش کرنا بھی مسلمان کے لئے ایک
فریضہ ہے۔اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حلال روزی تلاش و طلب کرکے
اس فریضہ کو ادا کرے۔لہٰذا اب ہم رزق حلال طلب کرنے کے چند طریقوں اور

ذریعوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ تحریر کرتے ہیں جو قرآن مجید اور مقدس حدیثوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ مسلمان قرآن و حدیث کی ان نورانی کرنوں سے ہدایت کا نور حاصل کر کے رزق حلال کی طلب کا فریضہ ادا کریں گے اور مفت خوری یا حرام خوری کی لعنتوں کے بدنما داغ دھبوں سے اسلامی معاشرہ کے حسین و جمیل چہرے کو داغ دار بنا کر اغیار خصوصاً مشرکین و کفار کو کبھی قوم مسلم پر انگشت نمائی اور طعنہ زنی کا موقع فراہم نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیقِ خیر کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ (آمین).

رزقِ حلال کے چند اسلامی طریقے

مسئلہ۔ سب سے افضل کمائی جہاد ہے۔ یعنی جہاد میں جو مالِ غنیمت حاصل ہو اُس کو اپنا ذریعۂ معاش بنائے۔ جہاد کے بعد افضل کمائی تجارت ہے۔ پھر زراعت۔ پھر صنعت و حرفت وغیرہ کا مرتبہ ہے۔

(۱) تجارت

جہاں تک جہاد کی کمائی کا تعلق ہے تو وہ تو اس زمانے میں ممکن ہی نہیں کیونکہ اس زمانے میں نہ جہاد کے شرائط کہیں پائے جاتے ہیں۔ نہ دُنیا میں کہیں بھی اسلامی جہاد ہو رہا [illegible]۔ اس کو رزق حلال کا کوئی ذریعہ بنا سکے۔ لیکن جہاد کے بعد افضل ترین کمائی **تجارت** ہے۔ جو ہر جگہ اور ہر شخص کے لئے قابلِ عمل ہے مسلمان کے لئے تجارت رزق حلال حاصل کرنے کا ایک بہترین بلکہ افضل ترین طریقہ ہے۔ قرآن مجید کی مقدس آیتوں میں بار بار اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "تجارت اللہ کا فضل ہے" چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ۔۲۸۔ الجمعہ۔ آیت۔۱۰)

جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو (یعنی تجارت کرکے روزی کماؤ)

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تجارت کو "فضل اللہ" فرما کر اس کی ترغیب دلائی اور اس کے لئے خشکی اور سمندر میں سفر کا بھی حکم فرمایا۔ (دیکھو ہماری کتاب مسائل القرآن)

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت اور تاجروں کے فضائل اور اس کے اجر و ثواب کا بیان فرمایا ہے چنانچہ اس خصوص میں چند نورانی حدیثوں کے بھی جلوے دیکھئے۔ جو مندرجۂ ذیل ہیں۔

حدیث (۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچائی اور امانت کے ساتھ تجارت کرنے والا (قیامت کے دن) انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۳ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

حدیث (۲) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مرد پر اپنی رحمت فرمائے جو مال بیچنے، اور مال خریدنے، اور تقاضا کرنے کے وقت نرم خوئی و نرم دلی کا برتاؤ کرے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۳ بحوالہ بخاری)

حدیث (۳) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دودھ کی تجارت کرتے تھے۔ تو لوگوں نے تعجب کے ساتھ اُن سے کہا کہ کیا آپ دودھ بیچ کر اس کی قیمت لیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ یقیناً لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ اُس زمانے میں دینار و درہم کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دے گی۔ (یعنی کمائی کے سوا کوئی چیز اُس کو حرام اور ذلت سے نہ بچا سکے گی) (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۳ بحوالہ احمد)

بہرحال تجارت رزق حلال حاصل کرنے کا بہترین بلکہ افضل ترین کمائی کا ذریعہ ہے۔ لیکن تجارت میں چند باتوں کا لحاظ بلکہ التزام بھی ضروری ہے۔ ورنہ تجارت کی کمائی بھی حرام ہو سکتی ہے۔ وہ چند باتیں یہ ہیں۔ جن پر ہر مسلمان تاجر کو کاربند ہونا از روئے شریعت بیحد ضروری ہے!

سچائی اور امانت تاجر کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ وہ سچائی اور امانت داری

کے ساتھ تجارت کرے۔ بیوپار میں جھوٹ ہرگز نہ بولے۔ اور سودے کے عیب و خوبی کو بیچ بیچ بیان کردے۔ اور بیوپار میں کسی قسم کی دھوکہ بازی اور غلط بیانی نہ کرے۔ نہ جھوٹی قسم کھاکر سودا بیچے۔ نہ ملاوٹ کرے۔ نہ خریداروں سے کوئی خیانت کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن (غضب کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام فرمائے گا نہ اُن پر رحمت کی نظر فرمائے گا۔ نہ اُنھیں گناہوں سے پاک فرمائے گا۔ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوذر صحابی نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو بڑے ہی نامُراد اور بہت بڑے گھاٹے میں ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ (وہ تین آدمی ہیں) ایک تو وہ جو (تکبّر) سے ٹخنے کے نیچے اپنا تہبند لٹکائے۔ دوسرا وہ ہے کہ کوئی بھلائی کرکے احسان جتائے۔ تیسرا وہ ہے کہ جھوٹی قسم کھاکر اپنے سامان کو زور شور سے چالو کرے اور بیچے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۳ بحوالہ بخاری ومسلم) دوسری حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ (بیوپار میں) تم لوگ جھوٹی قسم سے بچو۔ کیونکہ جھوٹی قسم سے سودا تو چل پڑتا ہے اور بک جاتا ہے۔ مگر اس کی برکت مِٹ جاتی ہے۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت) بیوپار میں کچھ لغویت اور قسم شامل ہوجایا کرتی ہے۔ اس لئے اس میں کچھ صدقہ کردیا کرو۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۳ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ)

صحیح ناپ تول

یہ بھی ضروری ہے کہ ناپ تول صحیح رکھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ (قرآن مجید۔ انعام۔ آیت ۱۵۲) یعنی ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ کیونکہ ناپ اور تول میں کمی یہ زبردست خیانت و بدعہدی ہے جو یقیناً حرام و ناجائز ہے اور خیانت و بدعہدی سے ہونے والا بیوپار قطعًا ناجائز ہے اور کمائی صریحًا حرام ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان تاجر پر فرض ہے کہ تجارت میں ناپ تول صحیح رکھے۔ باٹ اور پیمانہ بھی درست ہو اور صحیح ترازو سے تول کرے۔ اور ہرگز ہرگز تولنے میں کسی طرح کی دھوکہ بازی اور خیانت نہ کرے۔

سود حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام اور گناہِ کبیرہ قرار دیتے ہوئے یہ وعید شدید نازل فرمائی۔ کہ اس خوفناک وعید کو سُن کر مسلمان کا دل دہل جاتا ہے کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ
(پ۳۔ البقرہ۔ آیت ۲۷۸ و ۲۷۹)

اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود۔ اگر تم لوگ مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو۔ تو یقین کرلو اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کا۔

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جان بوجھ کر سود کا ایک درہم کھالے۔ تو یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۶ بحوالہ دار قطنی وغیرہ) دوسری حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے سود کھانے والے پر۔ اور سود کھلانے والے پر۔ اور سود لکھنے والے پر۔ اور صدقہ روک دینے والے پر۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نوحہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۶ بحوالہ نسائی) ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ شب معراج میں ایک ایسی قوم پر میرا گزر ہوا کہ اُن کے پیٹ مثل کوٹھریوں کے تھے اور اُن میں بہت سے سانپ بھرے تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے۔ تو میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ سود خوار لوگ ہیں۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۶ بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سود کی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اور ہمارے لئے آپ نے اس آیت کی مفصل تفسیر نہیں فرمائی لہٰذا تم لوگ سود کو بھی چھوڑ دو اور جس میں سود کا ذرا بھی شک ہو اُس کو بھی چھوڑ دو۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۶ بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابو بُردہ بن ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں آیا۔

تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لئے گیا۔ تو انھوں نے
مجھ سے فرمایا کہ تم جس زمین میں رہتے ہو وہاں سود کا بکثرت رواج ہے۔ اس لئے
جب کسی آدمی پر تمھارا کوئی حق (قرض وغیرہ) ہو۔ اور وہ آدمی ایک گٹھری بھس یا ایک
گٹھری جَو۔ یا بٹی ہوئی رسّی تم کو ہدیہ میں دے۔ تو تم اُس کو مت لینا۔ کیونکہ وہ سود
ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۲۴۶ بحوالہ بخاری)
الغرض سود بالکل حرام و ناجائز ہے۔ اس لئے ہر مسلمان تاجر پر فرض ہے کہ وہ
اپنی تجارت میں سود سے بچتا رہے۔ ورنہ اُس کی تجارت کی کمائی بالکل حرام ہوگی!

تجارت کے چند مسائل

خریدنے اور بیچنے کے مسائل بہت زیادہ ہیں۔ اس مختصر کتاب میں اس کی
تفصیل کی گنجائش کہاں؟ مگر ہم یہاں صرف اُن چند مسائل کا ذکر لکھتے ہیں جن سے
اکثر و بیشتر واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ لہٰذا ان کو غور سے پڑھ کر یاد کرلو۔ مسئلہ۔
جب تک خرید و فروخت کے ضروری مسائل نہ معلوم ہوں کہ کون سی بیع جائز
ہے۔ اور کون سی ناجائز؟ اُس وقت تک مسلمان کو چاہئے کہ وہ تجارت نہ
کرے۔ بلکہ تجارت کرنے سے پہلے ان مسئلوں کو جان لے تاکہ حرام کمائی سے بچا رہے
(عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۷) مسئلہ۔ تاجر کو اپنی تجارت میں اس قدر مشغول نہ ہو جانا
چاہئے کہ فرائض فوت ہو جائیں۔ بلکہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو لازم ہے کہ
تجارت کو چھوڑ کر نماز پڑھنے چلا جائے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۸) مسئلہ۔ بیچنے
میں اور خریدنے میں یہ ضروری ہے کہ سودے اور اُس کی قیمت کو اچھی طرح
صاف صاف طے کرلیں۔ کوئی بات ایسی گول مول نہ رکھیں جس سے بعد میں جھگڑے
اور بکھیڑے پڑیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہ
ہوگی تو بیع صحیح نہ ہوگی۔ مسئلہ۔ آدمی کے بال اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کا بیچنا اور
خریدنا حرام ہے۔ اور آدمی کے کسی جُزو کو اپنے کام میں لانا بھی درست نہیں۔ (ہدایہ ج ۳ ص ۳۹)

مسئلہ۔ خنزیر کے بال اُس کی کھال وغیرہ کسی جُزو کا بھی بیچنا اور خریدنا حرام اور
اس کی بیع باطل ہے۔ اسی طرح مُردار کے چمڑے کی بیع بھی باطل اور ناجائز ہے جب کہ
پکایا ہوا نہ ہو۔ اور اگر اُس کی دباغت کرلی ہو تو اس کی بیع درست اور اُس کو کام
میں لانا جائز ہے۔ (ہدایہ ج ۳ ص ۳۹) مسئلہ۔ تیل ناپاک ہوگیا اُس کی بیع جائز
ہے۔ اور کھانے کے علاوہ اُس کو دوسرے کاموں میں لانا بھی جائز ہے۔ (دُرِّ مختار ج ۴
ص ۱۱۲) مگر یہ ضروری ہے کہ بیچنے والا خریدار کو تیل کے ناپاک ہونے کی اطلاع دے دے
تاکہ خریدار اُس کو کسی کھانے کے کام میں نہ لائے۔ اور اس وجہ سے بھی خریدار کو مطلع کرنا
ضروری ہے کہ تیل کا ناپاک ہونا عیب ہے اور بیچنے والے پر شرعاً لازم ہے کہ خریدار کو
سودے کے عیب پر مطلع کردے۔ ناپاک تیل مسجد میں چراغ کے اندر جلانا جائز نہیں
گھر میں جلا سکتا ہے۔ ناپاک تیل سے چراغ جلانا اگرچہ گھروں میں جائز ہے مگر
بدن یا کپڑے میں جہاں بھی لگ جائے گا۔ ناپاک ہو جائے گا۔ اور بدن یا کپڑے
کو پاک کرنا پڑے گا۔ بعض دوائیں اس قسم کی بنائی جاتی ہیں جس میں کوئی ناپاک
چیز شامل کرتے ہیں۔ مثلاً کسی جانور کا پتہ یا خون یا حرام جانوروں کی چربی۔ یا
شراب یا اسپرٹ وغیرہ ایسی دوائیں بدن یا کپڑے میں لگ جائیں تو ان کا پاک
کرنا ضروری ہے۔ اور ایسی دواؤں کو کھانا تو بالکل حرام و گناہ ہی ہے۔ مسئلہ۔
مُردار کی چربی کو بیچنا یا اُس سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا جائز نہیں۔ نہ اس سے چراغ
جلا سکتے ہیں۔ نہ چمڑا پکانے کے کام میں لا سکتے ہیں۔ نہ اس کو مرہم یا صابون میں
ملا سکتے ہیں۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۱۴) مسئلہ۔ مُردار کے بال۔ ہڈی۔ سینگ۔ کُھر۔ پَر
چونچ۔ ناخن ان سب کو بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور ان کو کام میں لانا بھی درست
ہے۔ اسی طرح ہاتھی کے دانت اور ہڈی اور اُس کی بنی ہوئی چیزوں کو بھی خریدنا
اور بیچنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ (ہدایہ ج ۳ ص ۳۹) مسئلہ۔ کُتا۔ بلّی۔ ہاتھی۔ چیتا۔ باز۔ شکرہ۔
ان سب کو خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ شکاری جانور سکھائے ہوئے ہوں یا بغیر سکھائے ہوں حفاظت کیلئے
یا شکار کے لئے اُن کو خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ وہ سکھائے جانے کے

قابل ہوں۔ کٹکھنا کُتا جو شکار کا ڈھنگ سکھائے جانے کی اہلیت نہیں رکھتا اُس کو
خریدنا بیچنا جائز نہیں۔ (ردالمحتار ج۴ ص۱۱۱) مسئلہ۔ جانور یا کھیتی یا مکان کی
حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے کُتا پالنا جائز ہے اور ان مقاصد کے لئے نہ ہوں۔ تو کُتا پالنا
جائز نہیں۔ اور جن صورتوں میں کُتا پالنا جائز ہے۔ ان صورتوں میں بھی مکان کے اندر
کُتوں کو نہ رکھے۔ لیکن اگر چور یا دُشمن کا خوف ہو تو مکان کے اندر بھی رکھ سکتا ہے
(فتح القدیر و مشکوٰۃ ج۲ ص۳۵۹) مسئلہ۔ مچھلی کے سوا پانی کے تمام جانور مینڈک۔
کچھوا۔ کیکڑا۔ وغیرہ اور حشرات الارض مثلاً چوہا۔ سانپ۔ گرگٹ۔ گوہ۔ بچھو۔ چیونٹی
وغیرہ کو خریدنا اور بیچنا جائز نہیں۔ (دُرمختار ج۲ ص۱۱۱) مسئلہ۔ بندر کو کھیل
تماشہ کے لئے خریدنا منع ہے۔ اور اُس کو نچانا اور اُس کے ساتھ کھیل کرنا حرام
ہے۔ (درمختار) مسئلہ۔ گیہوں وغیرہ اناجوں میں دھول اور کنکری وغیرہ ملا کر
بیچنا ناجائز ہے۔ (عالمگیری) اسی طرح دودھ میں پانی ملا کر بیچنا بھی ناجائز ہے۔
(بہار شریعت ج۱۶۷ ص۱۶۰) مسئلہ۔ تالاب کے اندر کی مچھلیوں کو بیچنے کا جو رواج
ہے یہ بیع جائز نہیں۔ تالاب کے اندر جتنی مچھلیاں ہوتی ہیں جب تک وہ شکار
کرکے پکڑ نہ لی جائیں تب تک اُن کا کوئی مالک نہیں۔ شکار کرکے جو اُن مچھلیوں
کو پکڑے وہی اُن کا مالک بن جاتا ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب سمجھو کہ
جس شخص کا تالاب ہے جب وہ اُن مچھلیوں کا مالک ہی نہیں تو اُس کا اُن مچھلیوں
کو بیچنا کیسے دُرست ہوگا؟ ہاں اگر تالاب کا مالک خود ان مچھلیوں کو پکڑ کر بیچا
کرے تو یہ درست ہے۔ اگر کسی دوسرے شخص سے پکڑوائے گا تو پکڑنے والا اُن
مچھلیوں کا مالک ہوجائے گا۔ تالاب کے مالک کا اُن مچھلیوں میں کوئی حق نہ
ہوگا۔ تالاب کے مالک کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ مچھلیوں کے پکڑنے سے لوگوں کو منع
کرے۔ (دُرمختار ج۳ ص۱۰۶) مسئلہ۔ کسی کی زمین میں خود گھاس اُگی۔ نہ اُس نے
لگایا۔ نہ اُس نے پانی دے کر سینچا۔ تو یہ گھاس بھی کسی کی مِلک نہیں ہے جو چاہے
کاٹ کرلے جائے۔ زمین کے مالک کے لئے نہ اُس گھاس کو بیچنا جائز ہے۔ نہ کسی کو

منع کرنا درست ہے۔ ہاں البتہ اگر زمین کے مالک نے پانی دے کر سینچا ہو اور
محنت کی ہو۔ اور حفاظت و رکھوالی کی ہو تو اس صورت میں وہ گھاس زمین کے مالک
کی ہوجائے گی۔ اب اُس کو بیچنا بھی جائز ہے۔ اور لوگوں کو اُس گھاس کے کاٹنے
سے منع کرنا بھی درست ہے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج۳ ص۱۱۰) مسئلہ۔ کافر نے اگر
قرآن مجید خرید لیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُس کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ کسی مسلمان
کے ہاتھ فروخت کردے۔ (تنویر) مسئلہ۔ تاڑی۔ سیندھی۔ شراب کی تجارت حرام ہے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پر اور اُس کے پینے والے پر اور اُس کے پلانے والے پر اور
اُس کو خریدنے والے پر۔ اور اُس کو بیچنے والے پر۔ اور اُس کو نچوڑنے والے پر۔ اور اُس کو
چھاننے والے پر۔ اور اُس کے اُٹھانے والے پر۔ اور یہ جس کے اوپر لادی گئی ہو سب پر
لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد ج۲ ص۱۶۱ مجتبائی) مسئلہ۔ لوہے۔ پیتل وغیرہ کی
انگوٹھی جس کا پہننا مرد اور عورت دونوں کے لئے ناجائز ہے اُس کا بیچنا مکروہ
ہے (عالمگیری) اسی طرح افیون وغیرہ جس کا کھانا جائز نہیں ایسوں کے ہاتھ بیچنا
جو ان کو نشہ کے طور پر کھاتے ہوں ناجائز ہے کیونکہ یہ گُناہ پر اعانت ہے۔
مسئلہ۔ جس سودے کے متعلق یہ معلوم ہے کہ یہ چوری یا غصب کا مال ہے
اُس کو خریدنا جائز نہیں۔ (عالمگیری ج۵ ص۳۱۸) مسئلہ۔ رنڈیوں کو حرام کاری یا
گانے ناچنے کی اُجرت میں جو سامان ملا ہے وہ بھی مالِ خبیث اور حرام ہے اس کو بھی
خریدنا جائز نہیں۔ مسئلہ۔ کسی نے کوئی چیز بے دیکھے ہوئے خرید لی تو بیع جائز ہے
لیکن جب اُس سامان کو دیکھے تو اُس کو اختیار ہے پسند ہو تو رکھے۔ اور اگر ناپسند
ہو تو پھیر دے اگرچہ اُس میں کوئی عیب نہ ہو۔ اس کو شریعت میں "خیار رویت" کہتے ہیں۔
(ہدایہ ج۳ ص۳۵) مسئلہ۔ جب کوئی سودا بیچے تو واجب ہے کہ اُس میں اگر کچھ عیب و خرابی ہو تو
خریدار کو بتادے عیب کو چھپا کر اور خریدار کو دھوکہ دے کر بیچنا حرام ہے مسئلہ۔ کوئی چیز خریدی
اور خریدنے کے بعد دیکھا کہ اُس میں عیب ہے مثلاً تھان کو اندر سے چوہوں نے کتر
ڈالا ہے یا اندر سے کٹا ہوا ہے تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے لے یوے۔ چاہے

واپس کر دے۔ اس کو شریعت میں "خیارِ عیب" کہتے ہیں۔ (ہدایہ ج۳ ص۳۹) **مسئلہ** جانور کے تھن میں جو دودھ بھرا ہوا ہے دوہنے سے پہلے اُس کا بیچنا اور خریدنا جائز نہیں۔ پہلے دوہ لے تب بیچے۔ اسی طرح بھیڑ۔ دُنبہ وغیرہ کے بال جب تک کاٹ نہ لے اُس کو بیچنا اور خریدنا جائز نہیں۔ (دُرِ مختار ج۴ ص۱۰۳) **مسئلہ**۔ گوبر کو بیچنا اور خریدنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر آدمی کے پاخانہ میں راکھ اور مٹی اس قدر مل جائے کہ مٹی اور راکھ غالب ہو جائے اور پاخانہ کھاد بن جائے کہ اُس کو بیچنا اور خریدنا جائز ہے لیکن آدمی کے پاخانے کو بیچنا اور خریدنا جائز نہیں۔ (دُرِ مختار ج۵ ص۲۴۶ و بہارِ شریعت) **مسئلہ**۔ اِحتکار (ذخیرہ اندوزی) ممنوع ہے۔ اِحتکار کے معنی یہ ہیں کہ کھانے کی چیزوں کو اس لئے چھپا کر رکھ لینا کہ جب اُس کا بھاؤ زیادہ گراں ہو جائے تو بیچے گا۔ ایسا کرنے سے کوئی بڑھ جاتی ہے اور قحط کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مخلوقِ خُدا کو ضرر اور نقصان پہنچتا ہے اس لئے شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔ اور اس کے بارے میں بہت سی وعید کی حدیثیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو چالیس دنوں تک اِحتکار (ذخیرہ اندوزی) کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو جُذام (کوڑھ) اور مفلسی میں مبتلا کرے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اُس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اُس کی نفلی عبادتوں کو قبول فرمائے گا نہ فرض عبادتوں کو۔ (دُرِ مختار ج۵ ص۲۴۶) "اِحتکار" (ذخیرہ اندوزی) انسان کے کھانے کی چیزوں میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً اناج۔ شکر وغیرہ۔ اور جانوروں کے چارہ میں بھی ہوتا ہے جیسے گھاس بُھوسہ۔ (دُرِ مختار و ردالمحتار ج۵ ص۲۵۱) **مسئلہ**۔ اِحتکار وہیں کہلائے گا جبکہ غلّہ کا روکنا وہاں والوں کے لئے مُضر ہو۔ یعنی اس کی وجہ سے گرانی ہو جائے۔ یا یہ صورت ہو کہ سارا غلّہ اُسی کے قبضہ میں ہے اُس کے روکنے سے قحط پڑنے کا اندیشہ ہے دوسری جگہ غلّہ دستیاب نہ ہوگا۔ (ہدایہ ج۴ ص۴۵۴) اور اگر کسی نے فصل پر غلّہ اس نیت سے رکھ لیا کہ جب غلّہ کا بھاؤ کچھ گراں ہوگا تو بیچ کر کچھ نفع اُٹھاؤں گا تو یہ نہ احتکار ہے نہ ممنوع ہے۔ **مسئلہ**۔ احتکار کرنے والوں کو قاضی یہ حکم دے گا

کہ اپنے گھر والوں کے خرچ کے لائق غلّہ رکھ لے اور باقی فروخت کر ڈالے۔ اگر وہ لوگ قاضی کے حکم کے خلاف کریں۔ یعنی زائد غلّہ نہ بیچیں تو قاضی اُن لوگوں کو مناسب سزا دے گا۔ اور اُن لوگوں کی حاجت سے زیادہ جتنا غلّہ ہوگا قاضی خود اُس کو فروخت کر دے گا۔ کیونکہ لوگوں کو پریشانی اور ضررِ عام سے بچانے کی یہی صورت ہے۔ (ہدایہ ج۴ ص۴۵۵) **مسئلہ**۔ بادشاہ کو رعایا کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو ذخیرہ اندوزی کرنے والوں سے غلّہ لے کر رعایا پر تقسیم کر دے پھر جب اُن لوگوں کے پاس غلّہ ہو جائے تو جتنا جتنا لیا ہے واپس دے دیں۔ (دُرِ مختار ج۵ ص۲۵۶) **مسئلہ**۔ تاجروں نے اگر چیزوں کی قیمت بہت زیادہ بڑھا دی ہے اور بغیر کنٹرول کے کام چلتا نظر نہ آتا ہو تو حاکم چیزوں کی قیمت مقرر کر کے بھاؤ پر کنٹرول کر سکتا ہے۔ اور کنٹرول کی ہوئی قیمت پر جو بیع ہوگی وہ جائز و درست ہوگی۔ (ہدایہ ج۴ ص۴۵۶)

(۲) کھیتی کرنا اور باغ لگانا

تجارت کے بعد حلال روزی طلب کرنے کا بہترین ذریعہ کھیتی اور باغ لگانا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝

تو بھلا بتاؤ تو جو تم کھیتی کرتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی کو اُگاتے ہو؟ یا ہم کھیتی اُگانے والے ہیں؟ ہم چاہیں تو اُسے روندا ہوا کر ڈالیں۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے ہو۔

(پ۲۷۔ الواقعہ۔ آیت۔ ۶۳ تا ۶۵)

کھیتی کرنا اور باغ لگا کر رزقِ حلال کمانا بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث بھی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں اور دوسرے محدثین کرام نے "بابِ فضل الزرع والغرس" کا ایک باب باندھ کر یہ حدیث درج فرمائی ہے جو بہت زیادہ قابلِ عبرت ہے۔

حدیث۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ طَیْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَھِیْمَۃٌ اِلَّا کَانَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ (بخاری شریف ج۱ ص۳۱۲)

جو بھی مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیت بوئے۔ تو اُس درخت یا کھیتی میں سے جو کچھ پرندے یا آدمی یا چرندے کھالیں گے۔ یا اُس مسلمان کی طرف سے صدقہ ہوگا (یعنی اُس کو صدقہ کا ثواب ملے گا)

سُبحان اللہ اُس مسلمان نے صدقہ کی نیت نہیں کی پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُس کی کھیتی اور پھل جتنے چلے گئے ہیں۔ اُن سب پر صدقہ کا ثواب عطا فرمائے گا۔ شاید ہی کوئی باغ یا کھیتی ایسی ہو کہ پرندے اور چرندے اور کچھ انسان اُس میں سے نہ کھا لیتے ہوں۔ اس لئے ہر کھیتی والے اور باغ والے کو ضرور ہی صدقہ کا ثواب ملے گا۔ اس لئے کھیتی اور باغ رزقِ حلال کمانے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ اور بہت بابرکت بھی ہے۔ اور باعثِ اجر و ثواب بھی ہے۔

مگر واضح رہے کہ تجارت کی طرح کھیتی اور باغ میں بھی دیانت و امانت اور سچائی اور شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ ورنہ اگر بعض کسانوں کی طرح دوسرے کی زمین غصب کرکے تھوڑی یا زیادہ اپنے کھیت میں ملالیں۔ یا دوسرے کی کھیتی کاٹ لیں۔ یا مزدوروں کی مزدوری میں کچھ خیانت کریں۔ اور امانت و سچائی کا مقدس طریقہ چھوڑ کر خیانت اور جھوٹ فریب کی راہ پر چلنے لگیں۔ تو تجارت کی طرح کھیتی کی کمائی بھی حرام ہوجائے گی۔

(۳) صنعت و حرفت

تجارت اور کھیتی کے بعد حلال کمائی حاصل کرنے کا افضل ترین ذریعہ صنعت و حرفت یعنی دستکاری اور پیشہ ہے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ۔ (کنز العمال ج۴ ص۲) کہ اللہ تعالیٰ اُس بندۂ مومن سے محبت فرماتا ہے جو کوئی پیشہ اور دستکاری کرتا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ میں جب کسی آدمی کو دیکھتا ہوں اور وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ وہ کوئی دستکاری اور پیشہ بھی جانتا ہے؟ تو اگر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "نہیں" تو وہ آدمی میری نظروں سے گر جاتا ہے اور وہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ (کنز العمال ج۴ ص۶۹) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی دستکاری اور وہ تجارت ہے جس میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔ (کنز العمال ج۴ ص۱) بہر حال مختصر یہ ہے کہ دستکاری اور اپنے ہاتھ کے ہنر کا کوئی جائز پیشہ کرکے حلال روزی طلب کرنا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے بعض جاہل مسلمان خصوصاً اپنے کو شرفا کہلانے والے دستکاریوں اور اپنے ہاتھ کے ہنر سے روزی کمانے والوں کو حقیر و ذلیل شمار کرکے ان پر طعنہ بازی کرتے رہتے ہیں۔ اور پیشہ ور مسلمانوں کا مذاق اُڑایا کرتے ہیں۔ کتنا بڑا ظلم و ستم ہے کہ مکر و فریب کرکے تھانوں اور کچہریوں میں رشوت خوری اور دلالی کرکے۔ یہاں تک کہ چوری کرکے اور بھیک مانگ کرکے کھانا ان بدبختوں کو گوارا ہے مگر کوئی دستکاری اور پیشہ کرنا ان کو قبول و منظور نہیں۔

عزیز اسلامی بھائیو! سُن لو۔ کہ دستکاری اور اپنے ہاتھوں کے ہنر کی کمائی اسلام میں بہترین کمائی شمار کی گئی ہے۔ بلکہ قرآن و حدیث میں اس کو خُدا کے نبیوں اور رسولوں کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خداوند عالم جلّ جلالہٗ کا ارشاد گرامی ہے کہ

وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ (پ-۲۲- السبا- آیت-۱۱)

اور ہم نے اُن (حضرت داؤد علیہ السلام) کے لئے لوہا نرم کردیا کہ چوڑی چوڑی زرہیں بنائیے اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھیے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صنعت و حرفت یعنی دستکاری اور کاریگری کا

پیشہ کرنا بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور پیغمبروں کا مقدس طریقہ ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ کوئی کھانا کبھی بھی اس کھانے سے اچھا اور بہتر نہیں ہوگا جس میں آدمی اپنے ہاتھ کے ہنر کی کمائی سے کما کر کھائے۔ اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے ہنر کی کمائی کھاتے تھے۔ (یعنی زرہیں اور ٹوکریاں بنایا کرتے تھے)۔
(مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۲ باب الکسب)۔

عزیز مسلمانو! تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس زمانے میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمان لڑکے اور لڑکیاں ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے در بدر ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور اپنا خرچ چلانے سے عاجز ہیں۔ اسی طرح بعض لاوارث غریب عورتیں خصوصاً بیوہ عورتیں جن کے کھانے کپڑے کا کوئی سہارا نہیں ایسی پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں کہ خدا کی پناہ! ان پریشانیوں کا بہترین علاج یہ ہے کہ ہر لڑکا اور ہر لڑکی کوئی نہ کوئی دستکاری اور اپنے ہاتھ کا ہنر ضرور سیکھ لے۔

چند باعزت و بابرکت دستکاریاں

اب ہم یہاں ان چند دستکاریوں اور کاریگریوں کا ذکر کرتے ہیں جو بہت ہی باعزت اور نہایت برکت والی ہیں۔ جن کو خداوند قدوس کے پیغمبروں اور صحابۂ کرام اور صلحائے امت نے کیا ہے۔

(۱) کتابت خصوصاً قرآن مجید و احادیث شریفہ اور دینی کتابوں کو لکھنا یہ نہایت ہی اعلیٰ و افضل ترین دستکاری ہے۔ سب سے پہلے کاتب جنھوں نے اس دستکاری کو ایجاد فرمایا وہ خدا کے مقدس رسول حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ جن کا اسم گرامی حضرت اخنوخ علیہ السلام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے صاحب کتاب رسول ہوئے آپ اس صنعت کے موجد اول ہیں۔ اس کے علاوہ آپ علم نجوم و علم حساب، اور ناپ

تول کے پیمانوں اور باٹوں کو بھی ایجاد فرمانے والے ہیں۔ اور آپ کپڑوں کی سلائی بھی کرتے تھے۔ (تفسیر مدارک التنزیل جلد۲ ص۳۸ مطبوعہ بمبئی)۔ ان کے علاوہ بہت سے اکابر علماء دین، فقہاء و محدثین اس دستکاری کو اپنا پیشہ اور کمائی کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے۔ جن کو لوگ پہلے زمانے میں "وراق" کہا کرتے تھے۔ آج اس دور میں بھی یہ دستکاری بہت ہی معزز اور بابرکت پیشہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ سے بھی پیشۂ کتابت کا ثبوت ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کی دستاویزات اور حسابات کو "کاتب" عدل کے ساتھ لکھے۔

مسئلہ۔ کفر و شرک اور بد مذہبی نیز گناہ کی باتوں اور کتابوں کو لکھنا جائز نہیں کہ یہ اعانت معصیت ہے۔ مسئلہ۔ سود کی دستاویزوں کو لکھنا بھی حرام ہے کہ حدیث میں سود کے کاتب پر بھی لعنت آئی ہے۔

(۲) کپڑوں کی سلائی آپ پڑھ چکے کہ اس دستکاری کے موجد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں اس کے علاوہ حضرات صحابۂ کرام میں بھی کچھ لوگ خیاطی (درزی) کا پیشہ کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف باب الخیاط کے تحت یہ حدیث شریف مذکور ہے کہ ایک صحابی نے جو درزی کا پیشہ کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ اور انھوں نے کھانے میں روٹی اور کدو ڈال کر گوشت پکوایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو کے ٹکڑوں کو پیالہ کے ادگرد سے تلاش کر کر کے تناول فرما رہے تھے۔ (بخاری ج۱ ص۲۸۱ باب الخیاط) اس کے علاوہ دوسرے سلف صالحین نے بھی خیاطی (درزی) کا پیشہ کیا ہے۔

(۳) کپڑا بننا اس صنعت و دستکاری کے موجد اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے علاوہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں بعض صحابۂ کرام بھی یہ پیشہ کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں باب النساج کے تحت یہ حدیث مذکور ہے کہ ایک عورت ایک چادر لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر

ہوئی۔اور یہ کہکر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نذر کیا کہ یارسول اللہ! میں نے خود اس کو بُنا ہے آپ نے نہایت اشتیاق کے ساتھ اس چادر کو قبول فرمایا۔اور فوراً ہی اس کا تہبند پہن کر مکان سے باہر تشریف لائے۔پھر ایک صحابی نے حضور سے یہ چادر مانگ لی۔اور آپ نے اُن کو عطا فرمادیا۔اس پر ایک دوسرے صحابی نے چادر مانگنے والے سے کہا کہ تم نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔تمھیں حضور کی عادتِ کریمہ معلوم ہے کہ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔حضور نے اس چادر کو بڑے اشتیاق سے پہنا تھا۔تم نے کیوں مانگ لیا؟ تو اُن صحابی نے کہا کہ میں نے پہننے کے لئے اس چادر کو نہیں مانگا ہے۔بلکہ اس لئے مانگا ہے کہ حضور کے اس لباس کو میں اپنا کفن بناؤں گا۔چنانچہ حضرت سہل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔کہ وہ اُس مقدس چادر کو اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔اور وہی اُن کی وفات کے بعد اُن کا کفن بنی۔(بخاری ج۱ ص۲۸۱ باب النساج) حضرات صحابۂ کرام کے علاوہ بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء و محدثین نے کپڑے کی بُنائی کا پیشہ کیا ہے۔اس لئے یہ بہت ہی مبارک پیشہ ہے۔

(۴) بڑھئی کا کام

حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی کاٹ اور تراش کر خود اپنے دست مبارک سے کشتی بنائی جو بڑھئی کا پیشہ ہے اسی طرح صحابۂ کرام میں بھی بعض حضرات یہ پیشہ کرتے تھے۔چنانچہ بخاری شریف میں بابُ النجار کے تحت یہ حدیث منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے غلام سے جو بڑھئی کا کام کرتا تھا مسجد نبوی میں ایک منبر بنوا کر رکھوایا تھا جس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔یہ غلام صحابی تھے۔چنانچہ حضور جب اس منبر پر رونق افروز ہوئے تو آپ کی جُدائی پر وہ ستون رونے لگا جس سے ٹیک لگا کر پہلے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے۔(بخاری ج۱ ص۲۸۱ باب النجار)

(۵) لوہاری کا پیشہ

اوپر آپ پڑھ چکے کہ لوہے کی زرہیں بنانے کا کام اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

اور اسی کی کمائی کو اپنا ذریعۂ معاش بنائے ہوئے تھے۔اس کے علاوہ صحابۂ کرام میں مشہور صحابی حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔چنانچہ بخاری شریف میں بابِ ذکر القین والحداد کے تحت مذکور ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ یعنی میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا اور میں اسلام لانے کے بعد عاص بن وائل کافر کے پاس اپنی لوہاری کی اُجرت کا تقاضا کرنے کے لئے گیا۔تو اُس کافر نے کہا کہ تم کافر ہو جاؤ تو میں تمھیں تمہاری اُجرت دے دوں گا۔تو میں نے اُس کافر کو یہ جواب دیا کہ تم مر جاؤ۔اور مر کر دوبارہ اُٹھو پھر بھی میں ہرگز ہرگز کفر نہیں کروں گا۔(بخاری شریف ج۱ ص۲۸۱) اسی طرح دوسرے اولیاء و علماء بھی لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔جو حداد اور قین کہلاتے تھے۔

(۶) گوشت بیچنے کا پیشہ

گوشت بیچنے اور گوشت کاٹنے یعنی قصاب کا پیشہ بھی حضرات صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔چنانچہ بخاری شریف میں باب اللحام والجزار کے تحت یہ حدیث مذکور ہے کہ ایک صحابی نے اپنے غلام سے کہا جو گوشت فروخت کرنے کا پیشہ کرتے تھے کہ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی دعوت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔لہٰذا تم اس قدر گوشت تیار کر دو جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہو۔چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب اُس کے مکان پر کھانا تناول فرمانے کے لئے تشریف لے گئے تو ایک آدمی حضور کے ساتھ چلا گیا جو مدعو نہیں تھا۔تو حضور نے صاحبِ خانہ سے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ چلا آیا ہے۔اگر تم چاہو تو اس کو بھی کھانے کی اجازت دے دو۔اور اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ واپس چلا جائے۔تو صاحبِ خانہ نے کہا کہ بلکہ میں نے اس کو کھانے کی اجازت دے دی۔چنانچہ آپ نے اس قصاب صحابی کے گھر کھانا تناول فرمایا۔اور اس غیر مدعو شخص نے بھی کھانا کھایا۔(بخاری ج۱ ص۲۰۹)

امام قرطبی نے فرمایا کہ عربی زبان کا عام محاورہ یہ ہے کہ گوشت فروخت کرنے والے کو "لحّام" اور اونٹ ذبح کرنے والے کو "جزار" اور بکری ذبح کرنے والے کو

"قصاب" کہتے ہیں۔ (حاشیہ بخاری بحوالہ عینی ص۲۷۹)

بہرکیف یہ تینوں پیشے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذریعۂ معاش تھے۔ اس لئے یہ پیشہ جائز و دُرست ہے۔ اور ہرگز ہرگز اس پیشہ میں نہ کوئی حقارت ہے۔ نہ یہ پیشہ کرنے والے ذلیل ہیں۔

(۷) رنگسازی | معتبر تفسیروں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دُکاندار کے یہاں کپڑے رنگتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے سلفِ صالحین بھی اس پیشہ کو اپنا ذریعۂ معاش بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے اس پیشے میں بھی نہ کوئی حقارت ہے نہ کوئی قباحت۔

(۸) سُناری | سونے چاندی کے زیورات اور سامان بنانے اور ڈھالنے کی دستکاری حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابۂ کرام میں سے بعض حضرات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں بابُ ماقیل فی الصَّوّاغ کے تحت یہ حدیث شریف مذکور ہے کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے خطبہ میں مکّہ مکرمہ کے درختوں اور گھاسوں کو کاٹنا حرام فرما دیا تو حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اذخر گھاس کا کاٹنا جائز فرما دیجئے کیونکہ یہ گھاس لوہاروں اور سُناروں کی بھٹّی میں جلائی جاتی ہے۔ اور چھپّر بنانے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان لوگوں کی رعایت فرماتے ہوئے اس گھاس کا کاٹنا جائز فرما دیا۔ (بخاری ج۱ ص۲۸۰ باب ماقیل فی الصوّاغ)

بہرحال لوہار کی طرح سُنار کی دستکاری بھی شرعاً جائز ہے۔ اور اس پیشہ میں نہ کوئی حرج ہے نہ اس میں کوئی ذلّت و حقارت ہے۔

(۹) حلوائی | مٹھائیاں بنانے کی دستکاری اور پیشہ بہت سے فقہاء کرام اور سلف صالحین کا ذریعۂ معاش رہا ہے۔ اس لئے اس پیشہ میں بھی کوئی خرابی یا کوئی ذلّت و حقارت نہیں ہے۔

(۱۰) جُوتا بنانا | جوتے بنانا۔ یا چمڑے کو دباغت دے کر چرم بنانا۔ یا چمڑے کو

جوڑنا۔ یہ صنعت و دستکاری بھی بعض صحابۂ کرام نے کی ہے۔ اور بہت سے سلفِ صالحین۔ فقہاء و محدثین حذّاء (جوتا بنانے والا) اور دبّاغ (دباغت کرنے والا) ہوئے ہیں۔ اور بہت سے بزرگانِ دین پُرانے جوتوں کی مرمّت کیا کرتے تھے جو "نعلبند" کہلاتے تھے۔ بہرحال اس صنعت و دستکاری میں نہ کوئی عار ہے۔ نہ کوئی عیب نہ کوئی ذلّت و حقارت۔ بلاشبہ یہ پیشہ بھی شرعاً جائز و دُرست ہے۔

(۱۱) کُمہاری | مٹی کے برتن بنانے کی دستکاری صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے سلفِ صالحین سے ثابت ہے۔ کچھ لوگ مٹی کی ہانڈیاں بناتے اور بیچتے تھے اور وہ "قدوری" کہلاتے تھے۔ لہٰذا اس میں بھی نہ کوئی عار ہے نہ کوئی ذلّت و حقارت۔ شرعاً یہ پیشہ بھی جائز و دُرست اور بابرکت ہے۔

ان دستکاریوں کے علاوہ طبابت، جرّاحی، حجامت، معماری، ڈرائیوری، دوا سازی، قلعی گری، ڈاکٹری، وغیرہ مثلاً نقش و نگار بنانا، سوت کاتنا، تانا تننا، بیم بنانا، روغن سازی و روغن فروشی کرنا، روئی دھننا، کپڑوں کی دھلائی، مشینوں کی مرمّت (میکانک) وغیرہ تمام جائز دستکاریاں اور ہاتھوں کے ہنر یہ سب شرعاً جائز و درست ہیں۔ اور ان دستکاریوں اور پیشوں کی کمائی حلال و طیب اور پاکیزہ ہے۔ لہٰذا ان کاریگریوں کو ذریعۂ معاش بنانا شرعاً بہت اچھا ہے۔ واضح رہے کہ ان پیشوں میں رزقِ حلال حاصل کرنے کے علاوہ ایک نہایت ہی عمدہ اور پسندیدہ پہلو یہ بھی ہے کہ ان دستکاریوں کے ذریعے خدمتِ خلق کا ثواب بھی ملتا ہے۔ جو بجائے خود ایک بہترین عبادت ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست   بہ تسبیح و سجّادہ و دلق نیست

یعنی خدمتِ خلق کے بغیر "طریقت" نہیں حاصل ہوتی۔ صرف تسبیح اور سجادہ اور گدڑی استعمال کرنے کا نام "طریقت" نہیں ہے۔

بہرکیف مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے لڑکوں کو کوئی نہ کوئی دستکاری ضرور سکھا دیں تاکہ وہ ذریعۂ معاش میں کسی کے دست نگر

اور محتاج نہ رہیں۔ اور یقین و ایمان رکھیں کہ مذکورہ بالا پیشوں اور ان کے علاوہ دوسری ہر جائز دستکاریوں میں ہرگز ہرگز نہ کوئی عار ہے۔ نہ کوئی ذلت وحقارت ہے۔ جو لوگ مذکورہ بالا پیشوں کو حقیر و ذلیل اور ان پیشہ وروں کو رذیل سمجھتے ہیں یہ اُن کی جہالت و شرارت ہے۔ شریعت نے جن چیزوں کو جائز و درست قرار دیا ہے۔ اُن چیزوں سے نفرت کرنا گناہ ہے۔ خداوند کریم مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

لڑکیوں کے لئے بعض آسان دستکاریاں

لڑکیوں کے لئے بعض آسان دستکاریاں یہ ہیں جن کو پردے میں رہتے ہوئے لڑکیاں آسانی کے ساتھ ذریعۂ معاش بنا سکتی ہیں۔ (۱) چرخہ چلا کر سوت کاتنا۔ (۲) سوئٹر بُننا۔ (۳) موزے بنانا۔ (۴) کپڑوں پر پھول بوٹے اور چکن بنانا۔ (۵) زردوزی کرنا۔ (۶) ٹوپیاں بنانا۔ (۷) سلائی کی مشین سے کپڑے سینا۔ (۸) چوٹیاں بنانا۔ (۹) رسیاں بٹنا۔ (۱۰) چارپائی اور کرسی بُننا۔ (۱۱) ٹوکریاں بنانا۔ (۱۲) کتابوں کی جلد بنانا۔ (۱۳) اچار۔ چٹنی۔ مربّے بنانا وغیرہ وغیرہ دستکاریاں! لڑکیاں اگر ان پیشوں اور ہنروں کو سیکھ کر دستکاری کریں تو وہ کبھی ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی روزی روٹی کی محتاج اور کسی کی دست نگر نہ رہیں گی!

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر اور دستکاری بھی ضرور سکھا دیا کریں۔ تاکہ ملازمت نہ ملنے کی صورت میں معاشی پریشانیوں کا منھ نہ دیکھنا پڑے۔ اور حلال روزی باعزت طریقے پر حاصل کرتے رہیں۔ خصوصاً اس زمانے میں تو خاص کر مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو دستکاری کی تعلیم دلانا انتہائی ضروری ہے جبکہ بعض متعصب حکام کی وجہ سے مسلمانوں کو سرکاری ملازمت ملنے میں بیحد دشواریوں کا سامنا ہو رہا ہے۔ کاش مسلمانوں کو وقت کی اس خاص ضرورت کا احساس ہو جائے!

(۴) ملازمت

ایسی ملازمت کو رزقِ حلال کا ذریعہ بنانا جس میں اللہ تعالیٰ کے فرائض ترک نہ ہوں اور کوئی حرام کام نہ کرنا پڑے جائز و درست ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ

اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ج — تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔ پھر اگر پورے دس برس کر دو تو تمہاری طرف سے ہے۔

(پ ۲۰۔۱ القصص آیت ۲۷)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت کی۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ — پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مدّت ملازمت پوری کر لی۔

(پ ۲۰۔ القصص آیت ۲۹)

حضرت شُعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں خُدا کے پیغمبر ہیں۔ ایک پیغمبر نے ملازم رکھا۔ اور ایک پیغمبر نے ملازمت کی۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ ملازم رکھنا اور ملازم رہنا یہ دونوں باتیں جائز۔ اور انبیاء علیہم السلام کی سُنت ہیں۔ اس کے علاوہ معتبر تفسیروں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک رنگریز کی ملازمت فرمائی ہے۔ اسی طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی ملازمت کو اپنا ذریعۂ رزق حلال بنایا ہے چنانچہ حدیثوں میں بکثرت آیا ہے کہ بعض صحابہ نے بوجھ ڈھونے بعض نے کھیت و باغ سینچنے بعض نے مویشیوں کو چرانے کی ملازمت کی ہے۔ اس لئے ملازمت اور نوکری بھی رزق حلال حاصل کرنے کا ایک جائز و حلال ذریعہ ہے۔ اس لئے گورنمنٹ اور پبلک فیکٹریوں اور آفسوں کی ملازمتیں بلاشبہہ جائز و درست ہیں۔ بشرطیکہ ان ملازمتوں سے فرائضِ خداوندی کی ادائگی میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو اور کوئی ناجائز کام نہ کرنا پڑے۔ لہٰذا تجارت اور کھیتی باڑی او دستکاری اور ملازمت ان چاروں طریقوں سے حلال روزی کمانا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو عبادتوں اور گناہوں سے بچنے کے علاوہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رکھ رکھاؤ اور رہن سہن کے جن اسلامی معاشروں کی تعلیم دی ہے۔ اسلام میں ان باتوں کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ ہر اسلامی آداب میں مسلمانوں کی فلاح دارین کا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ ان مقدس طریقوں کی پابندی کرنے میں ثوابِ آخرت کے ساتھ ساتھ دُنیاوی فوائد بھی بیحد و بے شمار ہیں۔ لہٰذا ہم اس جگہ اسلامی آداب معاشرہ کی چند باتوں کو تحریر کر رہے ہیں تاکہ مسلمان ان پر عمل کر کے دین و دُنیا کی صلاح و فلاح کا انمول سرمایہ اور قیمتی سامان جمع کریں واللہ تعالیٰ ھو الموفق۔

سلام کے مسائل

اسلام میں سلام کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا ۝ (پ ۵۔ النساء۔ آیت ۸۶)

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے۔ تو تم اُس سے بہتر لفظ جواب میں کہو۔ یا وہی کہدو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو السلام علیکم کہہ کر سلام کرے۔ تو تم اُس سے بہتر لفظ کے ساتھ جواب دو یعنی ایک لفظ بڑھا کر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہو۔ یا وعلیکم السلام ہی کہدو۔

حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اُس وقت تک جنّت میں داخل نہ ہوگے جب تک مومن نہ ہوجاؤ۔ اور تم اُس وقت تک مومن (کامل) نہ ہوگے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگوگے

کیا میں تم لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کا طریقہ نہ بتادوں؟ وہ طریقہ یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں سلام کا چرچا کرو۔ جب تم لوگ یہ کرنے لگوگے تو تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگوگے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۹۷ بحوالہ مسلم)

مسئلہ۔ سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا واجب ہے **مسئلہ**۔ سلام کرنے والے کو چاہیے کہ سلام کرتے وقت دل میں یہ نیت کرے کہ اس شخص کی جان اس کا مال۔ اس کی آبرو سب کچھ میری حفاظت میں ہے۔ اور میں ان میں سے کسی چیز میں خلل اندازی کرنا حرام جانتا ہوں۔ (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۸۵) **مسئلہ**۔ عورت ہو یا مرد سب کے سلام کرنے اور جواب دینے کا اسلامی طریقہ یہی ہے کہ السلام علیکم کہے اور جواب میں وعلیکم السلام کہے۔ اس کے سوا سب طریقے غیر اسلامی ہیں **مسئلہ**۔ اگر کوئی دوسرے کا سلام لائے تو جواب میں اس طرح کہنا چاہیے وَعَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ (عالمگیری ج ۵ ص ۲۸۶) **مسئلہ**۔ سلام کا جواب فوراً ہی دینا واجب ہے۔ بلاعذر اگر تاخیر کی تو گنہگار ہوا۔ اور یہ گناہ جواب دے دینے سے دفع نہیں ہوگا۔ بلکہ توبہ کرنا لازم ہے۔ (دُرِّ مختار و ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۶) **مسئلہ**۔ ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس آئی۔ اور ان میں سے کسی ایک نے بھی سلام نہ کیا۔ تو سب سُنّت چھوڑنے کے الزام میں گرفتار ہوئے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی سلام کرلیا۔ تو سب بری ہوگئے لیکن افضل یہی ہے کہ سب ہی سلام کریں۔ یوں ہی اگر جماعت میں سے کسی نے بھی سلام کا جواب نہ دیا تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے سب گنہگار ہوئے۔ اور اگر ایک شخص نے بھی سلام کا جواب دے دیا تو پوری جماعت الزام سے بری ہوگئی لیکن افضل یہی ہے کہ سب ہی سلام کا جواب دیں۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۲۸۶)۔ **مسئلہ**۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ سوار پیدل کو سلام کرے۔ تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ ایک شخص پیچھے سے آیا یہ آگے والے کو سلام کرے (عالمگیری ج ۵ ص ۲۸۶) **مسئلہ**۔ کافر کو سلام نہ کرے۔ اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم کہے اور اگر ایسی جگہ گزرتا ہو جہاں کافر و مسلمان دونوں

جمع ہوں تو السلام علیکم کہے۔ اور مسلمانوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے ملے جلے مجمع کو اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی کہہ کر سلام کرے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۶) **مسئلہ**۔ اذان واقامت اور جمعہ وعیدین کے خطبہ کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۶) **مسئلہ**۔ شراب پینے والوں، جُوا کھیلنے والوں، اور علانیہ فسق وفجور کرنے والوں کو بھی سلام نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر ان لوگوں سے ایذا کا خوف ہو تو ان فُسّاق لوگوں کے ساتھ سلام وکلام کے ساتھ ظاہری میل جول رکھنے میں یہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۷) **مسئلہ**۔ انگلی یا ہتھیلی سے سلام کرنا منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ انگلیوں سے سلام کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اور ہتھیلی سے سلام کرنا یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے۔ **مسئلہ**۔ بعض لوگ سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض تو فقط آنکھوں کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا کرتے ہیں۔ یوں سلام کا جواب نہیں ہوا۔ زبان سے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۷) **مسئلہ**۔ چھوٹے جب بڑوں کو سلام کرتے ہیں۔ تو بڑا جواب میں کہتا ہے کہ "جیتے رہو" اسی طرح بڑھیا عورتیں بچیوں کے سلام کا جواب اس طرح دیا کرتی ہیں۔ "خوش رہو" "سہاگن بنی رہو" "دودھ پوت والی رہو" ان سب الفاظ سے سلام کا جواب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر مرد اور ہر عورت کو سلام کے جواب میں ہمیشہ وعلیکم السلام ہی کہنا چاہئے۔ کہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ **مسئلہ**۔ اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کئے ہیں جن میں سب سے بُرے الفاظ "نمستے" اور "بندگی عرض" ہیں۔ مسلمانوں کو کبھی ہرگز ہرگز یہ نہیں کہنا چاہئے۔ بعض لوگ "آداب عرض" کہتے ہیں۔ اس میں اگرچہ اتنی بُرائی نہیں۔ مگر یہ بھی سُنّت کے خلاف ہے۔ **مسئلہ**۔ کوئی شخص تلاوت یا درس وتدریس یا علمی مشغلہ میں مشغول ہو تو اُس کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ یا ایک شخص بول رہا ہے اور باقی لوگ سُن رہے ہوں دونوں صورتوں میں سلام نہ کرے مثلاً عالم وعظ کہہ رہا ہے اور حاضرین سُن رہے ہیں۔ تو آنے والا شخص چُپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۸)۔

مسئلہ۔ جو شخص پاخانہ پیشاب پھر رہا ہو، یا کبوتر اُڑا رہا ہو، یا گانا گا رہا ہو، یا پیشاب کے بعد ڈھیلا لے کر استنجا سُکھا رہا ہو اُس کو سلام نہ کیا جائے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۶) **مسئلہ**۔ جب اپنے گھر میں جائے تو گھر والوں کو سلام کرے۔ بچّوں کے سامنے گزرے تو ان بچّوں کو سلام کرے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۸۷) **مسئلہ**۔ بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک جاتے ہیں۔ اگر یہ جُھکنا رُکوع کے برابر ہوجائے تو حرام ہے۔ اور اگر رکوع کی حد سے کم ہو تو مکروہ ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۹۲) **مسئلہ**۔ کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ حضرات انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت جبریل علیہ السلام۔ نبی اور فرشتے کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہئے۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۹۳) **مسئلہ**۔ ہر مسلمان کے ہر مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔

(۱) جب وہ بیمار ہو تو اُس کی عیادت کرے۔ (۲) جب وہ مر جائے تو اُس کے جنازہ پر حاضر ہو۔ (۳) جب دعوت کرے تو اس کی دعوت کو قبول کرے (۴) جب وہ ملاقات کرے تو اُس کو سلام کرے (۵) جب وہ چھینکے تو یرحمک اللہ کہہ کر اُس کی چھینک کا جواب دے۔ (۶) اُس کی غیر حاضری اور موجودگی دونوں صورتوں میں اُس کی خیر خواہی کرتا رہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۳۹۷)۔

دست بوسی اور کھڑے ہوجانا

عالمِ دین اور بادشاہِ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے۔ بلکہ ان لوگوں کے قدم کو بھی چومنا جائز ہے۔ بلکہ اگر کسی عالمِ دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں۔ تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کے لئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔ (دُرِّ مختار ج۵ ص۲۴۵) **مسئلہ**۔ بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۹۹ بحوالہ زیلعی و دُرِّ مختار ج۵ ص۲۴۵)

بوسہ کی چھ قسمیں

یاد رکھو کہ بوسہ کی چھ قسمیں ہیں۔ (۱) بوسۂ رحمت جیسے

ماں باپ کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا۔(۲) بوسۂ شفقت جیسے اولاد کا اپنے والدین کو بوسہ دینا۔(۳) بوسۂ محبت جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے (۴) بوسۂ تحیت جیسے ایک مسلمان بوقت ملاقات دوسرے مسلمان کو بوسہ دے۔(۵) بوسۂ شہوت جیسے مرد عورت کو بوسہ دے۔(۶) بوسۂ دیانت۔ جیسے حجر اسود کا بوسہ۔(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۹۹ بحوالہ زیلعی)

مسئلہ۔ قرآن شریف کو بوسہ دینا بھی صحابۂ کرام کے عمل سے ثابت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ صبح کو قرآن مجید کو چومتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے رب کا عہد اور اُس کی کتاب ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قرآن مجید کو بوسہ دیتے تھے اور اپنے چہرے سے لگاتے تھے۔(درمختار ج ۵ ص ۲۴۶) **مسئلہ**۔ کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا جائز بلکہ مستحب ہے۔ خصوصاً جب کہ ایسے شخص کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جو تعظیم کا مستحق ہے مثلاً عالمِ دین کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۶)

مصافحہ و معانقہ | مصافحہ کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد و استغفار کریں۔ تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی (ابو داؤد ج ۲ ص ۳۶۱ مجتبائی) **مسئلہ**۔ مصافحہ سنت ہے۔ اور اس کا ثبوت متواتر حدیثوں سے ہے۔ اور احادیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو ہلایا تو اُس کے تمام گُناہ گر جائیں گے جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ مطلقاً مصافحہ کا جائز ہونا اس سے یہ ثابت ہوا کہ نماز فجر و نماز عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے۔ اور فقہ کی بعض کتابوں میں جو اس مصافحہ کو بدعت لکھا ہوا ہے۔ اس سے مراد بدعتِ حسنہ ہے۔ اور ہر بدعتِ حسنہ جائز ہی ہوا کرتی ہے۔ (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۹۸ بحوالہ دُرمختار و ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۴) اور جس طرح نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ جائز ہے اسی طرح دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جب مصافحہ کی

اصل جائز ہونا ہے۔ تو جس وقت بھی مصافحہ کیا جائے جائز ہی رہے گا جب تک کہ شریعت مطہرہ سے اس کی ممانعت ثابت نہ ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کی کوئی ممانعت شریعت کی طرف سے ثابت نہیں لہٰذا پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۹۹ بحوالہ ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۴) **مسئلہ**۔ وہابی غیر مقلد جو اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو ناجائز اور خلاف سُنّت بتاتے ہیں یہ ان لوگوں کی جہالت ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو ہندوستان کے "امام الحدیث" ہیں وہ صاف صاف تحریر فرماتے ہیں کہ

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیئے۔(اَشِعَّةُ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۰)

مسئلہ۔ معانقہ کرنا بھی سُنّت ہے کیونکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا ہے۔(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶۱)۔ **مسئلہ**۔ بعد نماز عیدین مسلمانوں میں معانقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اظہارِ خوشی کا ایک طریقہ ہے۔ یہ معانقہ بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ فتنہ کا خوف اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ مثلاً خوبصورت امرد لڑکوں سے معانقہ کرنا کہ یہ فتنہ ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے۔(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۹۸) **مسئلہ**۔ سجدۂ تحیت یعنی ملاقات کے وقت تعظیم کے طور پر کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ اور اگر یہ سجدہ عبادت کی نیت سے ہو تو سجدہ کرنے والا کافر ہے کہ غیرِ خُدا کی عبادت کُفر ہے۔ سجدۂ عبادت کسی پیر کے سامنے یا کسی قبر کے سامنے ہر حال میں اور ہر صورت میں کُفر ہے۔(ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۶)

کھانے پینے کے آداب

سُنّت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو گٹے تک دھوئے۔ بعض لوگ ایک ہاتھ اور بعض لوگ صرف انگلیوں کو دھو لیتے ہیں۔ خوب یاد

بھوکر اس سے سُنّت نہیں ادا ہوگی۔ لیکن اس کا دھیان رکھنا چاہئے کہ کھانے
سے پہلے ہاتھ دھوکر پونچھنا نہیں چاہئے۔ اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوکر خوب
اچھی طرح پونچھ لینا چاہئے تاکہ کھانے کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ (ترمذی ج۲ ص۷
و عالمگیری ج۵ ص۲۹۶) مسئلہ۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں اور بسم اللہ
بلند آواز سے پڑھیں تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ اور اگر شروع میں بسم اللہ
پڑھنا بھول گیا ہو تو جب یاد آجائے تو یہ دُعاء پڑھ لے بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ
(ترمذی ج۲ ص۷) روٹی کے اوپر کوئی چیز نہ رکھی جائے۔ اور ہاتھ کو روٹی سے نہ پونچھیں
کھانا ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھائیں۔ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے
(مشکوٰۃ ج۲ ص۳۶۳) کھانا کھاتے وقت بایاں پاؤں بچھادے اور داہنا پاؤں کھڑا
رکھے۔ یا اُکڑوں بیٹھ کر کھائے۔ اور اگر بھاری بدن یا کمزور ہونے کی وجہ سے اس طرح
بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہو۔ تو پالتی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کھانا کھانے
کے درمیان کچھ باتیں بھی کرتا رہے۔ بالکل چُپ رہ کر کھانا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ مگر
کوئی بیہودہ اور پھوہڑ بات ہرگز نہ کرے۔ کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لے۔
اور برتنوں کو بھی انگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔ کھانے کی ابتداء نمک سے کریں
اور نمک ہی پر ختم کریں کہ اس میں بہت سی بیماریوں سے شفاء ہے۔ کھانے کے
بعد یہ دُعاء پڑھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔
کھانے کے بعد صابون لگا کر ہاتھ دھونے میں کوئی حرج نہیں۔ کھانے سے پہلے عوام
اور جوانوں کے ہاتھ پہلے دُھلائے جائیں۔ اور کھانے کے بعد علماء و مشائخ اور
بوڑھوں کے ہاتھ پہلے دُھلائے جائیں۔ دسترخوان پر صاحبِ خانہ اور حاضرین کے لئے
خیر و برکت کی دُعاء مانگنی بھی سُنّت ہے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج۵ ص۲۱۶ وغیرہ کتب معتبرہ)
مسئلہ۔ پاؤں پھیلا کر اور لیٹ کر اور کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے کچھ کھانا پینا
خلافِ ادب اور طریقۂ سُنّت کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کو ہر بات اور ہر کام میں
طریقۂ سُنّت کی تابعداری اور پابندی کرنی چاہئے۔ کہ اس میں دُنیا و آخرت دونوں

کی صلاح و فلاح ہے۔ مسئلہ۔ چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے بلکہ
ان برتنوں کا کسی طرح سے استعمال درست نہیں۔ جیسے سونے چاندی کا چمچہ یا سونے
چاندی کے گلاب پاش سے گلاب چھڑکنا۔ یا سونے چاندی کے گلاب پاش سے
گلاب چھڑکنا۔ یا سونے چاندی کے خاصدان میں پان رکھنا۔ یا سونے چاندی کی
سلائی سے سُرمہ لگانا۔ یا چاندی کی پیالی میں تیل رکھ کر تیل لگانا یہ سب حرام ہے
(دُرمختار و ردالمحتار ج۵ ص۲۱۷ وغیرہ) مسئلہ۔ ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جائے تو
اُس کو اُٹھا کر کھالو۔ اُس کو ضائع کر دینا اسراف ہے جو گُناہ کا کام ہے۔ زیادہ
گرم کھانا مت کھاؤ۔ نہ کھانے کو سونگھو۔ نہ کھانے پر پھونک مار کر ٹھنڈا کرو کہ یہ سب
باتیں خلافِ سُنّت بھی ہیں اور مُضر بھی۔ (کنزالعمال ج۸ ص۱۹۷ و ردالمحتار ج۵ ص۲۱۶)
مسئلہ۔ کسی کے یہاں دعوت میں جاؤ تو کھانے کے لئے بہت زیادہ بے صبری نہ
ظاہر کرو۔ اور دوسروں کے برتن کی طرف نظر نہ ڈالو۔ اور کھانے میں کوئی عیب نہ نکالو
اور کوئی بات خلاف مزاج ہو تو اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرو۔ اور
صاحبِ خانہ کی دلجوئی کے لئے چند تعریفی کلمات بول کر اس کا حوصلہ بڑھا دو۔
ایسا کرنے سے صاحبِ خانہ کے دل میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا۔ مسئلہ۔
جو کچھ بھی پیو بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے تین سانس میں پیو۔ ہر مرتبہ برتن
سے مُنہ ہٹا کر سانس لو۔ چاہئے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک ایک گھونٹ
پئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے۔ کھڑے ہو کر ہرگز کوئی چیز نہ پئے۔
حدیثوں میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہئے۔ غٹ غٹ بڑے بڑے
گھونٹ سے نہ پئے۔ جب پی چکے تو الحمد للہ پڑھے۔ مسئلہ۔ وضو کا بچا ہوا
پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہو کر پینا سُنّت ہے۔ ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر
پینا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر کچھ نہ پئے۔
اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے تو اس کو چاہئے کہ قے کر دے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۳۷۱)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب

بھول کر پی لینے میں قے کرنے کا حکم ہے تو قصداً پینے میں بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۲)

سونے کا مسنون طریقہ

مستحب یہ ہے کہ باوضو سوئے اور بسم اللہ پڑھ کر داہنی کروٹ پر اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی پڑھ کر داہنے ہاتھ کو رُخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رُو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر سوئے۔ پیٹ کے بل نہ لیٹے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنا بھی منع ہے خصوصاً جب کہ تہبند پہنے ہوئے ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ستر کھُل جانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ۔ ایسی چھت پر سونا منع ہے جس پر گرنے سے کوئی روک نہ ہو۔ مسئلہ لڑکا جب دس برس کا ہو جائے تو اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے ساتھ نہ سُلایا جائے۔ بلکہ اتنی عمر کا لڑکا لڑکوں اور مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (ابن ماجہ و ترمذی وغیرہ) مسئلہ۔ دن کے ابتدائی حصہ اور مغرب و عشاء کے درمیان اور عصر کے بعد سونا مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۰ و بہار شریعت ج ۱۶ ص ۹۰)

مسئلہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رات کی ابتدائی تاریکی آجائے تو بچوں کو گھروں میں سمیٹ لو۔ پھر جب ایک گھڑی رات چلی جائے تو بچوں کو چھوڑ دو۔ اور بسم اللہ پڑھ کر دروازہ کو بند کر لو۔ اور برتنوں کو ڈھانک دو۔ اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو۔ اور سوتے وقت آگ کو اپنے گھروں میں مت چھوڑا کرو۔ یہ آگ تمہاری دُشمن ہے۔ جب سویا کرو تو آگ بُجھا دیا کرو۔ (بخاری و مسلم و ابوداؤد وغیرہ) مسئلہ۔ رات میں جب کُتّوں کے بھونکنے اور گدھوں کے بولنے کی آوازیں سُنو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ پڑھو۔ (شرح السُنّۃ) مسئلہ۔ اگر رات میں کوئی ڈراؤنا خواب نظر آئے تو بائیں طرف

تین مرتبہ تھوک دے اور تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر اور کروٹ بدل کر سو رہے۔ اور کسی سے بھی اس خواب کا ذکر نہ کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس خواب سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۹۴) مسئلہ۔ اپنی طرف سے جھوٹا خواب گڑھ کر لوگوں سے بیان کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۵۲) سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا سنّت ہے۔ جب سو کر اُٹھے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝ اور بستر سے اُٹھ جائے۔ (عالمگیری)

لباس کے مسائل

اتنا لباس پہننا شرعاً ضروری ہے کہ جس سے ستر عورت ہو جائے۔ عورتیں بہت باریک اور اتنا چُست لباس ہرگز نہ پہنیں کہ جس سے بدن کے اعضا ظاہر ہوں کہ عورتوں کو ایسا لباس پہننا حرام ہے۔ مرد بھی پاجامہ اور تہبند اتنے باریک کپڑے کا نہ پہنیں کہ جس سے بدن کی رنگت جھلکے اور ستر پوشی نہ ہو۔ کہ مردوں کو بھی ایسا تہبند اور پاجامہ پہننا جائز نہیں۔ مسئلہ۔ جب نیا لباس پہنے تو سنت یہ ہے کہ یہ دُعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ ۝ پھر پُرانا لباس کسی محتاج کو صدقہ میں دے دے۔ تو وہ اللہ کی امان اور حفاظت میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کو زندگی اور موت کے بعد ہمیشہ اپنے سَتر میں رکھے گا۔ (کنز العمال ج ۱۹ ص ۲۱۶) مسئلہ۔ مسلمان مردوں کو دھوتی نہیں پہننی چاہیے۔ کہ دھوتی ہندوؤں کا لباس ہے۔ مسلمانوں کا اسلامی لباس نہیں۔ پھر اس سے ستر پوشی بھی نہیں ہوتی کہ چلنے اور بیٹھنے میں اکثر ران کا پچھلا حصہ کھُل جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ لباس جو یہود و نصاریٰ یا دوسرے کُفّار کا قومی یا مذہبی لباس ہے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز نہیں پہننا چاہیے۔ (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۵۴)

مسئلہ۔ نیکر اور جانگیہ بھی ہرگز ہرگز نہ پہنیں کہ گھٹنوں اور ران کو کھولنا حرام ہے۔

ہاں تہبند کے نیچے اگر نیکر اور جانگیہ پہنیں تو کوئی حرج نہیں۔ مسئلہ۔ مردوں کو ریشمی لباس پہننا یا لڑکوں کو پہنانا حرام ہے۔ اور عورتوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن اگر ریشمی کپڑے کا بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو تو یہ کپڑا مردوں کے لئے بھی جائز ہے (عالمگیری ج۵ ص۲۸۸) مسئلہ۔ مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا اور عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا بھی منع ہے۔ (ابو داؤد ج۲ ص۲۱۲) مسئلہ۔ سفید کپڑے افضل ہیں کہ حدیث شریف میں اس کی بہت تعریف آئی ہے۔ (کنز العمال ج۱۹ ص۲۱۸) اور سیاہ رنگ کے کپڑے بھی بہتر ہی ہیں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ معظمہ تشریف لائے تو سر اقدس پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔ مسئلہ۔ کسم اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا اور سرخ رنگ کا لباس عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے منع ہے۔ (درمختار و ردالمحتار ج۵ ص۲۲۸) مسئلہ۔ علماء اور فقہاء کو ایسا لباس پہننا چاہئے کہ وہ پہچانے جائیں تاکہ لوگ اُن سے علمی فائدے حاصل کرسکیں۔ اور علم کی عزت و وقعت بھی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ (ردالمحتار و بہار شریعت ج۱۶ ص۵۳) مسئلہ۔ مردوں کا پاجامہ یا تہبند ٹخنوں سے نیچا ہونا سخت منع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ ناپسند ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۳۷۳) مسئلہ۔ اُون اور بالوں کے کپڑے حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں اور بہت سے اولیاء کاملین و بزرگانِ دین نے اپنی زندگی بھر ان کپڑوں کو پہنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اُون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو۔ کہ یہ دُنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۹۳) مسئلہ۔ کپڑا داہنی طرف سے پہننا مثلاً پہلے داہنی آستین۔ داہنا پائنچہ پہننا سنت ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۳۷۴)۔

مسئلہ۔ مردوں کو عمامہ باندھنا سُنت ہے خصوصاً نماز میں۔ کیونکہ جو نماز عمامہ باندھ کر پڑھی جاتی ہے اُس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عمامہ باندھے تو اُس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکائے اور شملہ زیادہ سے زیادہ اتنا بڑا ہونا چاہئے کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۹۱) بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے یہ سُنت

کے خلاف ہے۔ اور بعض لوگ شملہ کو اوپر لاکر عمامہ میں گھرس لیتے ہیں یہ بھی نہیں چاہئے۔ خصوصاً نماز کی حالت میں تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۵۵) مسئلہ۔ عمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اُس کو اُتار کر زمین پر پھینک نہ دے بلکہ جس طرح لپیٹا ہے اُسی طرح اُدھیڑنا چاہئے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۹۱) مسئلہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چھوٹا عمامہ سات ہاتھ کا اور بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا تھا۔ لہٰذا بس اس سنت کے مطابق عمامہ رکھنا چاہئے۔ بارہ ہاتھ سے بڑا عمامہ باندھنا سنت کے خلاف ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۵۶) مسئلہ۔ ٹوپی پہننا بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت ہے۔ (عالمگیری ج۵ ص۲۹۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم میں اور مشرکین میں یہ فرق ہے کہ ہم عماموں کے نیچے ٹوپی رکھتے ہیں اور وہ صرف پگڑی باندھتے ہیں اور اُس کے نیچے ٹوپی نہیں رکھتے۔ چنانچہ ہندوستان کے مشرکین بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اُس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے (بہار شریعت ج۱۶ ص۵۸) مسئلہ۔ جس کے یہاں میت ہوئی ہے اُسے اظہار غم کے لئے کالے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے (عالمگیری ج۵ ص۲۹۳) مسئلہ۔ اولیاء اور صالحین کے مزاروں پر غلاف و چادر ڈالنا جائز ہے جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحبِ مزار کی عظمت و رفعت عوام کی نظروں میں پیدا ہو۔ اور عوام ان اللہ والوں کا ادب کریں۔ اور ان سے فیوض و برکات حاصل کریں۔ اور وہاں باادب حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کریں۔ (ردالمحتار ج۵ ص۲۳۲)

وہابی اور بدعقیدہ لوگ جن کے دلوں میں اولیاء اور بزرگان دین کی محبت و عقیدت نہیں ہے اس کو ناجائز و حرام بتاتے ہیں۔ ان لوگوں کی بات ہرگز ہرگز نہیں ماننی چاہئے ورنہ گُمراہی کا خطرہ ہے۔

مسئلہ۔ عمامہ کھڑے ہو کر باندھے اور پاجامہ بیٹھ کر پہنے۔ جس نے اس کا اُلٹا کیا وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوگا جس کی دوا نہیں۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۲۵۰ بحوالہ ضیاء القلوب فی لباس المحبوب) مسئلہ۔ اظہار غم کے لئے کالا لباس پہننا اور کالے

بتے لگانا بھی ناجائز ہے۔ اوّلاً تو یہ سوگ کی صورت ہے جو منع ہے۔ دوم یہ کہ یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے۔ اسی طرح محرم کے دنوں میں پہلی محرم سے بارہویں محرم تک تین قسم کے رنگ والے کپڑے نہ پہنے جائیں۔ کالا کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔ سبز کہ یہ بدعتیوں یعنی تعزیہ داروں کا طریقہ ہے۔ اور سُرخ کہ یہ خارجیوں کا طریقہ ہے کہ وہ معاذ اللہ اظہارِ مسرت کے لئے سُرخ لباس پہنتے ہیں۔ (بہار شریعت بحوالہ اعلٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ جلد ۱۶ صفحہ ۵۳) مسئلہ۔ پاجامہ کا تکیہ نہ بنائے کہ یہ ادب کے خلاف ہے اور عمامہ کا بھی تکیہ نہ بنائے۔ (بہار شریعت ج ۱۶ صفحہ ۲۵) مسئلہ موٹے کپڑے پہننا، اور پھٹے پُرانے کپڑوں میں پیوند لگا کر پہننا اسلامی طریقہ ہے۔ (عالمگیری ج ۵ صفحہ ۲۹۳) حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک کپڑے میں پیوند لگا کر نہ پہن لو۔ اُس وقت تک کپڑے کو پُرانا نہ سمجھو۔ اس لئے خبردار، خبردار کبھی ہرگز بھی پیوند لگا کر کپڑوں کو پہننے میں نہ شرم کرو۔ نہ اس کو حقیر سمجھو۔ نہ اس پر کسی کو طعنہ مارو۔ (بہار شریعت ج ۱۶ صفحہ ۵۴) مسئلہ۔ رومال رکھنا کہ اُس سے ناک صاف کریں یا وضو کے بعد مُنہ پونچھیں یا پسینہ پونچھنے کے کام میں لا سکیں عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے جائز ہے۔ اس کے لئے رومال رکھنا چاہئے۔ دامن یا آستین سے ہاتھ مُنہ پونچھنا یا ناک صاف کرنا خلافِ ادب اور گھناؤنی بات ہے۔ (عالمگیری ج ۵ صفحہ ۲۹۳)

زینت کا بیان

شریعت میں اجازت ہے کہ اگر اللہ تعالٰی نے دولت دی ہے تو اچھا لباس اور قیمتی کپڑوں کا استعمال عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ فخر اور گھمنڈ کے لئے نہ ہو بلکہ خُدا کی نعمت کے اظہار کے لئے ہو۔ مسئلہ۔ مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ مرد چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ والی جو وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہن سکتے ہیں۔ مرد چند انگوٹھی یا ایک انگوٹھی کئی نگ والی اور چھلّے نہیں پہن سکتے کہ یہ سب مردوں کے لئے ناجائز ہیں۔ عورتیں سونے چاندی کی ہر قسم کی

انگوٹھیاں چھلّے، اور ہر قسم کے زیورات پہن سکتی ہیں۔ لیکن سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں مثلاً لوہا۔ تانبہ پیتل۔ رولڈ گولڈ وغیرہ کے زیورات یا انگوٹھیاں مرد اور عورت دونوں کے لئے ناجائز ہیں۔ بجنے والے زیورات بھی عورتوں کے لئے منع ہیں۔ نابالغ لڑکوں کو بھی زیورات پہنانا حرام ہے۔ پہنانے والے گنہگار ہوں گے۔ (دُرمختار و ردالمحتار ج ۵ صفحہ ۲۳۰ و عالمگیری ج ۵ صفحہ ۲۹۵)

مسئلہ۔ انسان کے بالوں کو عورت کا چوٹی بنا کر اپنے بالوں میں گوندھنا تاکہ اُس کے بال زیادہ اور خوبصورت معلوم ہوں یہ حرام ہے۔ ہاں اگر اُون یا کالے دھاگوں کی چوٹی بنا کر بالوں میں گوندھے تو یہ جائز ہے۔ (عالمگیری ج ۵ صفحہ ۳۱۳)۔

مسئلہ۔ دانتوں کو ریتی سے ریت کر خوبصورت بنانے والی، یا موچنے سے بھوں کے بالوں کو نوچ کر بھوؤں کو باریک اور خوبصورت بنانے والی، ان سب عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ (بخاری ج ۲ صفحہ ۸۷۸) مسئلہ۔ لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا جائز ہے۔ بعض جاہل لوگ لڑکوں کے کان چھدواتے ہیں۔ اور دُریا پہناتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ یعنی لڑکوں کا کان چھدوانا اور اُن کے کان میں زیور پہنانا دونوں حرام ہیں۔ (ردالمحتار) عورتیں اپنی چوٹیوں میں سونے چاندی کے دانے، پھول، کلپ لگا سکتی ہیں

مسئلہ۔ عورتیں کاجل اور کالا سُرمہ زینت کے لئے لگائیں تو جائز ہے۔ مردوں کو کالا سُرمہ محض زینت کے لئے لگانا مکروہ ہے۔ ہاں اگر کالا سُرمہ آنکھوں کے علاج کے لئے لگائے تو اس میں کوئی کراہت اور حرج نہیں۔ (عالمگیری ج ۵ صفحہ ۳۱۴)۔

مسئلہ۔ ہر ہفتہ نہا دھو کر ناف کے نیچے اور بغل کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرھویں دن سہی۔ زیادہ سے زیادہ چالیس دن۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ اگر چالیس دن گذر گئے اور بال صاف نہ کئے تو گناہ ہوا۔ عورتوں کو خاص طور پر اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ عورتوں کی گندگی اور پھوہڑپن سے شوہروں کو اپنی بیویوں سے نفرت ہو جایا کرتی ہے۔ پھر میاں بیوی کے تعلقات ہمیشہ کے لئے خراب ہو جایا کرتے ہیں۔

(دُرِ مختار ج ۵ ص۲۶۱) **مسئلہ** - ڈاڑھی کو بڑھانا اور مونچھوں کو کٹانا سنت ہے۔ مونچھوں کو اتنی چھوٹی کٹائے کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصّہ سے نہ لٹکیں۔ ایک روایت میں مونڈنا بھی آیا ہے۔ (دُرِ مختار و ردالمحتار) **مسئلہ** - مونچھوں کے دونوں کناروں کے بال بڑے بڑے ہوں تو حرج نہیں بعض بزرگانِ سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔ (بہارِ شریعت ج ۱۶ ص۱۹۷) **مسئلہ** - داڑھی مُنڈانا یا ایک مُشت سے کم کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر ایک مُشت سے زائد ہوجائے تو جتنی زیادہ ہے اُس کو کٹوا سکتے ہیں۔ (بہارِ شریعت ج ۱۶ ص۱۹۷ بحوالہ دُرِ مختار) **مسئلہ** - مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے۔ بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں بڑھا لیتے ہیں جو اُن کے سینے پر لہراتی رہتی ہیں۔ اور بعض چوٹیاں گوندھتے ہیں یا جوڑے بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز کام اور خلافِ شریعت ہیں۔ تصوف بالوں کے بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری پیروی کرنے اور خواہشاتِ نفس کو مٹانے کا نام تصوف ہے۔ **مسئلہ** - مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال مونڈائے۔ یا بڑھائے اور بیچ سر میں مانگ نکالے۔ (ردالمحتار) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں چیزیں ثابت ہیں اگرچہ مونڈانا صرف احرامِ حج کھولنے کے وقت ثابت ہے۔ دیگر اوقات میں حضور سے مُنڈانا ثابت نہیں۔ ہاں البتہ بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطورِ عادت مُنڈایا کرتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس بال شریف کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لَو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے اور حضور بیچ سر میں مانگ نکالتے تھے۔ (بہارِ شریعت ج ۱۶ ص۱۹۸) **مسئلہ** - چار چیزوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفن کر دی جائیں بال۔ ناخُن۔ حیض کا لتا۔ خون۔ (بہارِ شریعت ج ۱۶ ص۲۰۰ بحوالہ عالمگیری) **مسئلہ** - ناخُن کے تراشہ کو پاخانہ یا غسل خانہ میں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور موئے زیرِ ناف کو ایسی جگہ ڈال دینا کہ اُس پر دوسروں کی نظر پڑے۔ یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ ایسی جگہ کا بال ہے

کہ دوسروں کو اُس جگہ کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (بہارِ شریعت ج ۱۶ ص۲۰۱ بحوالہ عالمگیری)

چلنے کا اسلامی طریقہ

راستہ چلنے میں اِترا اِترا کر چلنا۔ یا اکڑ کر چلنا۔ یا دائیں بائیں ہلتے اور جھومتے ہوئے چلنا۔ یا زمین پر پاؤں پٹک پٹک کر چلنا۔ یا بلاضرورت دوڑتے ہوئے چلنا۔ یا بلاضرورت اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے چلنا۔ یا لوگوں کو دھکا دیتے ہوئے چلنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت مبارکہ کے خلاف ہے۔ اس لئے شریعت اور طریقۂ اسلام میں اس قسم کی چال چلنا منع اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝

(پ ۲۱۔ لقمٰن۔ آیت - ۱۹)

اور زمین پر اِتراتے ہوئے مت چلو۔ بیشک کوئی اِترا کر چلنے والا فخر کرنے والا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اور درمیانی چال چلو۔ (نہ بہت آہستہ نہ بلاضرورت دوڑ کر) اور بات چیت میں اپنی آواز پست رکھو۔ یقیناً سب آوازوں میں بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص دو چادریں اُوڑھے ہوئے اِترا اِترا کر چل رہا تھا۔ اور بہت گھمنڈ میں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص۴۰۴ بحوالہ بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ چلنے میں جب تمہارے سامنے عورتیں آجائیں تو تم اُن کے درمیان میں سے مت گزرو بلکہ داہنے یا بائیں کا راستہ لے لو۔ (شعب الایمان بیہقی) راستہ چلنے میں ہمیشہ اس کا دھیان رکھنا چاہئے کہ وقار و اطمینان کے ساتھ چلے۔ اور کسی کو نہ ایذاء دے نہ کسی کا نقصان کرے۔

مسئلہ - راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں۔ ہاں اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے لیکن اگر زمین کا مالک منع کرے تو اب نہیں چل سکتا بعض مرتبہ کھیت بویا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس میں چلنا کاشتکار کے نقصان کا سبب ہے۔ ایسی صورت میں ہرگز اس میں چلنا نہ چاہئے۔ بلکہ بعض مرتبہ کھیت کے کنارے پر کانٹا رکھ دیتے ہیں یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ کھیت والے کی جانب سے چلنے کی ممانعت ہے مگر اس پر بھی بعض لوگ توجہ نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ اس صورت میں چلنا منع ہے۔ (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۳۵)

آداب مجلس کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آداب مجلس کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دو۔ تو جگہ دے دو۔ اللہ تمھیں جگہ دے گا۔ اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

(پ ۲۸۔ المجادلہ۔ آیت ۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ مجلس سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے۔ بلکہ آنے والوں کے لئے ہٹ جائے اور جگہ کشادہ کر دے۔ (بخاری وغیرہ)

مجلسوں میں ہر مرد و عورت کو ان چند آداب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

(۱) کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں مت بیٹھو۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶)

(۲) کوئی مجلس سے اٹھ کر کسی کام کو گیا۔ اور معلوم ہے کہ وہ ابھی آئے گا۔ تو ایسی صورت میں اس جگہ کسی اور کو بیٹھنا نہیں چاہئے۔ وہ جگہ اسی کا حق ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۵)

(۳) اگر دو شخص مجلس میں پاس پاس بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں تو ان دونوں کے بیچ میں جا کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ دونوں اپنی خوشی سے تمھیں اپنے درمیان بٹھائیں تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶)

(۴) جو تم سے ملاقات کے لئے آئے تو تم خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے لئے ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ۔ جس سے وہ یہ جانے کہ میری قدر و عزت کی ہے۔

(۵) مجلس میں سردار بن کر مت بیٹھو۔ بلکہ جہاں بھی جگہ ملے بیٹھ جاؤ۔ گھمنڈ اور غرور اللہ تعالیٰ کو بیحد ناپسند ہے اور تواضع و انکساری اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔

(۶) مجلس میں چھینک آئے تو اپنے منہ پر اپنا ہاتھ یا کوئی کپڑا رکھ لو اور پست آواز سے چھینکو۔ اور بلند آواز سے الحمد للہ کہو۔ اور حاضرین مجلس جواب میں یرحمک اللہ کہیں!

(۷) جمائی کو جہاں تک ہو سکے روکو۔ اگر پھر بھی نہ رکے تو ہاتھ یا کپڑے سے منہ ڈھانک لو اور دل میں یہ خیال کرو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تھی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جمائی نہیں آئے گی!

(۸) بہت زیادہ زور سے قہقہہ لگا کر مت ہنسو کہ اس طرح ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(۹) مجلسوں میں لوگوں کے سامنے تیوری چڑھا کر، اور ماتھے پر بل ڈال کر، اور ناک منہ چڑھا کر مت بیٹھو کہ یہ گھمنڈی اور متکبروں کا طریقہ ہے۔ بلکہ نہایت عاجزانہ انداز سے غریبوں کی طرح بیٹھو۔ کوئی بات موقع کی ہو تو لوگوں سے بول چال بھی لو۔ لیکن ہرگز ہرگز کسی کی بات مت کاٹو۔ کوئی بول رہا ہو تو اس کی بات ختم ہونے پر تم بولو مگر اس طرح بولو کہ نہ کوئی گناہ کی بات ہو۔ نہ اس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

(۱۰) مجلس میں خبردار خبردار۔ کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاؤ کہ یہ بالکل ہی خلافِ ادب ہے۔

مجلس سے اُٹھتے وقت کی دُعاء

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجلس سے اُٹھ کر تین مرتبہ یہ دُعاء پڑھ لے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو مٹا دے گا۔ اور جو شخص مجلسِ خیر میں اور مجلسِ ذکر میں اس دُعاء کو پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اُس خیر پر مہر کر دے گا۔ (ابو داؤد ج۲ ص۳۱۹ مجتبائی) دُعاء یہ ہے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ
وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ

اے اللہ! ہم تیری تعریف کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے دربار میں توبہ کرتا ہوں۔

اپنی زبان کی حفاظت رکھو

بات چیت میں ہمیشہ اس کا دھیان رکھو کہ تمہاری زبان سے کوئی گناہ کی بات نہ نکل جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہت سے لوگوں کو اُن کی زبانوں سے نکلی ہوئی باتیں جہنم میں لے جائیں گی۔ اس لئے خاص طور پر بات چیت میں ان باتوں کا خیال رکھو۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۱۱)

(۱) بے سوچے سمجھے ہرگز کوئی بات نہ کہو۔ جب سوچ کر تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ بات بُری نہیں ہے۔ تب بولو۔ ورنہ بولنے سے چُپ رہنا بہتر ہے!

(۲) کسی کو بے ایمان کہنا۔ یا یہ کہنا کہ فلاں پر خُدا کی مار۔ خُدا کی پھٹکار۔ خُدا کی لعنت۔ خُدا کا غضب پڑے۔ فلاں کو دوزخ نصیب ہو۔ اس طرح سے بولنا گناہ کی بات ہے۔ جس کو ایسا کہا ہے۔ اگر واقعی وہ ایسا نہ ہوا۔ تو یہ ساری لعنت اور پھٹکار کہنے والے پر پڑے گی۔

(۳) اگر تم کو کسی نے دُکھ دینے والی بات کہدی ہے۔ تو تم صبر کرو اور معاف کر دو۔ بہت بڑا اجر و ثواب ملے گا۔ اور اگر تم اس کا جواب دینا چاہو تو تم بس اتنا ہی کہہ سکتے ہو جتنا اُس نے تم کو کہا ہے۔ اگر اس سے زیادہ کہو گے تو گنہگار ہو جاؤ گے۔

(۴) دو غلی بات کبھی ہرگز مت کرو کہ اُس کے مُنہ پر اُس کی سی بات کرو۔ اور دوسرے کے مُنہ پر اس کی سی بات کرو۔ کہ یہ دونوں جہان میں رُسوائی کا سامان ہے۔

(۵) نہ کسی کی چُغلی کرو۔ نہ کسی کی چغلی سنو کہ یہ بڑے بڑے فسادوں کی جڑ اور گناہ کبیرہ ہے۔

(۶) جھوٹ کبھی ہرگز نہ بولو کہ یہ بہت ہی سخت گناہ کبیرہ ہے۔

(۷) خوشامد کے طور پر نہ کسی کے مُنہ پر اس کی تعریف کرو۔ نہ پیٹھ کے پیچھے بھی حد سے زیادہ کسی کی تعریف کرو۔

(۸) نہ کسی کی غیبت کرو۔ نہ کسی کی غیبت سُنو۔ غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ اور غیبت یہ ہے کہ کسی کی پیٹھ کے پیچھے اس کی ایسی کوئی بات کہنا کہ اگر وہ اس کو سُنے تو اس کو رنج ہو۔ اگرچہ وہ بات سچی ہی ہو۔ اور اگر وہ بات ہی غلط ہو تو اس کو کہنا بُہتان ہے۔ اس میں غیبت سے بھی زیادہ گناہ ہے۔

(۹) جس شخص کی غیبت کی ہے اگر اُس سے معاف نہ کرا سکو تو اُس کے لئے مغفرت کی دُعائیں کیا کرو۔ اُمید ہے کہ قیامت میں وہ معاف کر دے۔

(۱۰) کبھی ہرگز کسی سے جھوٹا وعدہ نہ کرو۔

(۱۱) محض اپنی بات کو اونچی رکھنے کے لئے کسی سے بحث نہ کرو۔

(۱۲) کبھی ایسی ہنسی مت کرو جس سے دوسرا ذلیل ہو جائے۔

(۱۳) سُنی سُنائی باتوں کو بلا تحقیق کئے مت کہا کرو۔ کیونکہ اکثر ایسی باتیں جھوٹ ہوا کرتی ہیں۔

(۱۴) کسی کی بُری صورت یا بُری بات کی نقل مت کرو۔

(۱۵) ہمیشہ اچھی باتیں لوگوں کو بتاتے رہو۔ اور بُری باتوں سے لوگوں کو منع کرتے رہو۔

کسی کو گالی مت دو

بد زبانی اور گالی بکنا یہ لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اس سے جھگڑا بڑھتے بڑھتے خوں ریزی کی نوبت آجاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کو حرام اور گناہ قرار دیا ہے۔ قرآن وحدیث میں خاص طور پر اس کی ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (پ۔ ۷۔ الانعام۔ آیت۔ ۱۰۸)

اور اُنھیں (بتوں کو) گالی مت دو جنھیں وہ (کفار) اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ کہ وہ (کفار) اللہ کو زیادتی اور جہالت سے گالی دیں گے۔

اور حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو گالی دینا فسق (گناہ کا کام) اور مسلمانوں سے جنگ کرنا کفر کا کام ہے۔ (مشکوۃ ج۲ ص۴۱۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

اس لئے اپنی زبانوں کو گالی دینے سے محفوظ رکھو۔ اور زبانوں کی حفاظت کا خاص طور پر دھیان رکھو۔ تاکہ اسلامی معاشرہ میں جھگڑے تکرار اور جنگ وجدال کے فساد نہ پیدا ہونے پائے۔

کسی کو طعنہ نہ دو اور کسی کا مذاق نہ اڑاؤ

کسی کو طعنہ مارنا اور مذاق اُڑا کر اس کو ذلیل کرنا ایک مسلمان کی دل شکنی اور ایذا رسانی کا سبب بنتا ہے جو معاشرہ میں نفرت اور لڑائی جھگڑے کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ اس لئے خداوند قدوس نے ان شر انگیز حرکتوں سے بھی مسلمانوں کو منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کی ہنسی اُڑائیں۔ عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔

مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ج وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

(پ۔ ۲۶۔ الحجرات۔ آیت۔ ۱۱)

اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ مارو۔

مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کی ہنسی نہ اڑاؤ۔ اور اس سے اپنی زبانوں کی حفاظت کرو۔

بدگمانی اور جاسوسی نہ کرو

بلا وجہ مسلمانوں سے بدگمانی رکھنا۔ اور مسلمانوں کے چھپے عیبوں کو جاسوس بن کر ڈھونڈتے رہنا۔ چونکہ یہ بھی معاشرہ میں نفاق وشقاق اور بغض وعناد کا سبب ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان حرکتوں سے منع فرماتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا

(پ۔ ۲۶۔ الحجرات۔ آیت۔ ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو! بیشک کوئی گمان گناہ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی مت کرو۔

حسد مت کرو

حسد اسلامی معاشرہ کی صلاح وفلاح کے حق میں زہر ہلاہل سے بڑھ کر خطرناک ہے۔ کیونکہ حسد کرنے والا دوسرے کی نعمت پر جل بھن کر اُس کی بربادی کی تمنا کرے گا۔ یا اس کی نعمت کو اُس سے چھین کر خود اُس پر قبضہ جمانے کی آرزو رکھے گا۔ تو ظاہر سی بات ہے کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی تناؤ پیدا ہوگا اور اس سے نفاق وشقاق کی ایسی آگ بھڑکے گی کہ آپس میں جدال وقتال کی گرم بازاری شروع

ہوجائے گی۔ اور مسلمانوں کا امن وامان غارت ہوجائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ اور اُس نعمت کی تمنا مت کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

(پ ۵۔ النساء۔ آیت ۳۲)

اسی تمناؤں کے جذبات کا نام حسد ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ یہ سوچ کر خداوند کریم کی مرضی پر راضی اور صابر رہیں کہ خُدا کے نزدیک وہ اس نعمت کے قابل تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ نعمت دی۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس نعمت کا اہل نہیں تھا اس لئے اُس نے مجھے یہ نعمت نہیں دی ؎

اُس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی؟ اگر تو کسی قابل ہوتا

نہ چُغلی کرو۔ نہ چُغلی سُنو

چغلخوری بہت خبیث ترین عادت ہے۔ سیکڑوں لڑائیاں اسی چغلخوری کی لعنت سے جنم لیتی ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۱ بحوالہ بخاری و مسلم) چغلخور جنت میں نہیں داخل ہوگا

امانت میں خیانت نہ کرو

امانت میں خیانت گناہ ہے۔ اور یہ اسلامی معاشرہ کے صاف اور سفید دامن پر بہت ہی بدنما اور بدترین داغ دھبہ ہے۔ اور آخرت کی بھلائی کے حق میں بے حد ضرر رساں بلکہ انتہائی مہلک ہے۔ اسی لئے خاص طور پر اس کے متعلق قرآن مجید میں سورۂ انفال کی ایک آیت نازل ہوئی۔ جس کی امانت ہے وہ امانت اُس کے سپرد

کرنا ضروری ہے اگر امانت رکھنے والے نے امانت سے کچھ کمی یا نقصان پہنچا کر امانت کو لوٹایا۔ تو یہ امانت میں خیانت ہوئی۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اے ایمان والو! اللہ و رسول کے ساتھ خیانت مت کرو۔ اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔

(پ ۹۔ انفال۔ آیت ۲۷)

فائدہ نافعہ۔ یاد رکھو کہ امانت صرف روپے پیسے اور سامانوں ہی کی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اس کے علاوہ دوسری بھی بہت سی امانتیں ہیں مثلاً (۱) اللہ و رسول نے ہر مسلمان خصوصاً علماء کرام کو اپنے دین یعنی شریعت اسلامیہ کا امین بنایا ہے۔ اب اگر تبلیغ دین میں کوئی کتر بیونت کرے۔ یا کمی کوتاہی کرے تو یہ اللہ و رسول کے ساتھ خیانت ہوگی۔ (۲) اسی طرح جو ڈیوٹی تم کو دی گئی ہے وہ امانت ہے۔ اگر ڈیوٹی پوری نہ کروگے تو امانت میں خیانت ہوگی۔ (۳) اسی طرح سلام و پیغام پہنچانے کے لئے کسی نے تمہیں امین بنایا تو تم پر لازم ہے کہ وہ سلام و پیغام جیسا ہے ویسا ہی پہنچا دو اگر اس میں کمی زیادتی یا ردوبدل کروگے۔ تو تم پر خیانت کا گناہ ہوگا۔ (۴) اسی طرح تمہیں کسی نے اپنے راز کا امین بنایا۔ تو اگر تم نے اُس راز کو فاش کر دیا۔ تو تم نے خیانت کر دی۔ (۵) میاں بیوی جماع کے وقت ایک دوسرے کے ساتھ جو جو حرکتیں کرتے ہیں۔ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے امین ہیں۔ اگر مرد یا عورت نے دوسرے پر ان معاملات کو ظاہر کر دیا۔ تو اس پر خیانت کرنے کا الزام ہوگا۔ اسی طرح سمجھ لو کہ ہر امانت میں خیانت حرام ہے۔ اور امانت کی بہت صورتیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اصلاحِ معاشرہ کے بیس نکات

اسلامی معاشرہ کے آداب میں ان چند باتوں پر بھی خاص طور پر دھیان رکھو۔

(۱) چوروں، ڈاکوؤں، شرابیوں، زناکاروں غرض ہر قسم کے بدکاروں سے

دلی نفرت رکھو۔ اور کبھی بھی ان ظالموں کی حمایت اور رفاقت نہ کرو۔ اسی طرح بیدینوں۔ بدمذہبوں اور مُرتدوں سے بھی اظہار بیزاری کرتے رہو۔ اور ہرگز ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمھارے دین اور تمھارے اسلامی معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوجانے کا اندیشہ بلکہ عظیم خطرہ ہے۔

(۲) ظالموں اور بدکاروں اور گمراہوں کی مجالس اور ان کے جلسوں کا ہمیشہ بائیکاٹ کرو۔ تاکہ تمھارا دین اور اسلامی معاشرہ فسادوں سے محفوظ رہے۔

(۳) بددینی و بداعمالی کے سوا کسی اور بُنیاد پر اپنے رشتہ داروں سے رشتہ داری کو مت کاٹو۔ کیونکہ رشتہ داری کو کاٹنے والے کو حدیث شریف میں "ملعون" فرمایا گیا ہے۔

(۴) مسلمانوں کے حقوق ادا کرتے رہو۔ حقوق کے بیان میں سب کے حقوق پڑھ لو اور اُس پر عمل کرتے رہو۔

(۵) کسی شخص یا کسی قوم کو توہین آمیز ناموں سے مت پکارو۔ قرآن مجید میں خاص طور سے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (پ۲۶۔ الحجرات۔ آیت ۱۱)

اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔ کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہوکر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔

(۶) ہر کام اور ہر بات میں تکبّر اور گھمنڈ سے بچو۔ کیونکہ یہ ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ شیطان اپنی ہزاروں عبادتوں اور بزرگیوں کے باوجود اسی تکبّر کی نحوست سے ہمیشہ کے لئے دونوں جہان میں راندۂ درگاہِ الٰہی ہوگیا۔ ہماری تمھاری حقیقت ہی کیا ہے؟ (دیکھو ہماری کتاب غرائبُ القرآن)

(۷) ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور خوش روئی سے ملو۔ حدیث شریف میں ہے کہ تمھارا کسی دینی بھائی کے سامنے مسکرا کر بات کرنا۔ یا اچھی بات کا حکم دینا

اور بُری بات سے منع کر دینا۔ یا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ بتا دینا۔ یا کسی نابینا کی مدد کرنا۔ یا راستہ سے پتھر اور کانٹا ہٹا دینا۔ یا اپنے ڈول میں سے اپنے کسی دینی بھائی کے ڈول میں پانی اُنڈیل دینا ان سب باتوں پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۸ و ص۱۶۹ بحوالہ ترمذی)

(۸) رُخسار کج کرکے یا مُنہ بگاڑ کر ہرگز کسی سے بات نہ کرو۔ کیونکہ یہ متکبرین اور گھمنڈیوں کا منحوس طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (پ۲۱۔ لقمٰن۔ آیت ۱۸)

اور کسی سے بات کرنے میں مُنہ بگاڑ کر بات نہ کرو۔

(۹) مسلمانوں میں کوئی لڑائی ہو تو تم تماشائی نہ بنے رہو۔ بلکہ صلح کرانے کی بھرپور کوشش کرو۔ یہ قرآن و حدیث کا بہت تاکیدی حکم اور اسلامی معاشرہ کے اصلاح کی بہت ہی انمول و زرّیں سعیِ مشکور ہے۔

(۱۰) خدمتِ خلق کو بہترین خصلت اور افضل ترین عبادت سمجھ کر اس میں لگے رہو۔ اپنے مال و دولت یا اپنے علم و ہنر سے یا اپنی صورت اور وجاہت سے غرض جس طرح بھی ہو سکے مخلوق خُدا کی ہمیشہ خدمت کرتے رہو۔ حدیث شریف میں ہے خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ یعنی لوگوں کو نفع پہنچانے والا بہترین آدمی ہے۔ جس طرح بھی لوگوں کو نفع پہنچا سکے خدمت کرے اور نفع پہنچائے۔

(۱۱) ہر حال میں تقویٰ اور خوش اخلاقی کو اپنی زندگی کے لئے لازمی بنائے رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ جو چیز لوگوں کو جنّت میں داخل کرے گی وہ پرہیزگاری اور خوش اخلاقی ہے۔ اور سب سے زیادہ جو چیز لوگوں کو جہنّم میں داخل کرے گی۔ وہ مُنہ اور شرمگاہ ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۱۲) یعنی آدمی کی زبان سے نکلی ہوئی گناہ کی باتیں، اور شرمگاہ کی بدکاریاں، یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگ جہنّم میں داخل ہوں گے۔

(۱۲) کمزوروں، عاجزوں اور مصیبت زدوں پر ہمیشہ رحم کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو۔ تو آسمان والا (اللہ تعالیٰ) تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۳) اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ خداوند تعالیٰ بھی اُس پر رحم نہیں فرماتا۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۱) اور یہ بھی ارشاد نبوی ہے کہ اُسی کے دل سے رحم چھین لیا جاتا ہے جو بدنصیب ہوتا ہے (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۳)۔

(۱۳) ہمیشہ چھوٹوں پر رحم، بڑوں کی تعظیم، اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے منع کرتے رہو۔ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔ اور اچھی باتوں کا حکم، اور بُری باتوں سے منع نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۳)۔

(۱۴) ہمیشہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اور کسی کے ساتھ بُرائی نہ کرو۔ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ بہترین آدمی وہ ہے کہ لوگ اُس سے بھلائی کی اُمید رکھیں۔ اور اُس کی بُرائی سے لوگ بے خوف رہیں۔ اور بدترین آدمی وہ ہے کہ لوگ اُس کی بھلائی سے نااُمید رہیں اور اس کی بُرائی سے بے خوف نہ رہیں۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۵)

(۱۵) ہمیشہ مصیبت زدوں کی فریاد رسی کرتے رہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے تہتّر مغفرتیں عطا فرمائے گا۔ ایک مغفرت تو اُس کو یہ ملے گی کہ دُنیا میں اُس کے سب کام بنتے رہیں گے اور بہتّر مغفرتیں یہ ہوں گی کہ آخرت میں اُس کے درجات بلند ہوں گے (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۵)

(۱۶) کسی مسلمان کے ساتھ دھوکا بازی نہ کرو۔ اور کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ جو کسی کو نقصان پہنچائے یا کسی کو دھوکہ دے وہ "ملعون" ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۸)۔

(۱۷) غصّہ بہت کم کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ غصّہ ایمان کو اس طرح خراب

کرتا ہے۔ جس طرح "ایلوہ" شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۳۴) "ایلوہ" اتنا کڑوا ہوتا ہے کہ شہد جیسی میٹھی چیز کو کڑوا بنا دیتا ہے!

(۱۸) چار چیزوں کو لازم کرلو۔ امانت۔ سچائی۔ خوش اخلاقی۔ پاک دامنی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر یہ چاروں چیزیں کسی کو مل جائیں۔ تو اگر دُنیا کی دوسری چیزیں اُس کو نہ ملیں تو کوئی حرج نہیں۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۴۵)

(۱۹) کاموں میں جلد بازی نہ کرو۔ بلکہ ہر کام کو اطمینان کے ساتھ انجام دو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلْاَنَاۃُ مِنَ اللہِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی دھیرا کام رحمٰن کا، اور جلد بازی کا کام شیطان کا۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۹)

(۲۰) حرص و حسد مت کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے مگر مال اور لمبی عمر کی حرص جوان رہتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۴۹) اور حسد کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیا کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۸)

غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں اور کیسے ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی زنا کر لیتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ کو قبول فرما کر اُس کو بخش دیتا ہے۔ اور غیبت کرنے والے کو خداوند تعالیٰ اُس وقت تک نہیں بخشے گا جب تک اُس کو وہ نہ بخش دے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۱۵)

اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے والا

غیبت معاشرہ میں نفاق و شقاق پیدا کرنے والی بدترین خصلت اور

گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیبت کو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قبیح بتایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے کہ

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط

(پ-۲۶-الحجرات-آیت-۱۲)

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمھیں گوارا نہ ہوگا۔

مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا

ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا مومن بُزدل ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "ہاں" پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا مومن "بخیل" ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "ہاں" پھر لوگوں نے سوال کیا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "نہیں"۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۱۴)

کسی گنہگار کو عار دلا کر خوشی نہ مناؤ

جو شخص کسی ایسے گنہگار کو جو توبہ کر چکا ہو عار دلائے گا۔ یا اُس پر ہنسے گا۔ وہ خود اپنے مرنے سے پہلے اُسی گناہ کو ضرور کرے گا۔ پھر مرے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اپنے گناہگار بھائی کے گناہ پر اظہار خوشی نہ کرو۔ ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس گنہگار پر رحم فرمائے اور تم کو اُس گناہ میں مبتلا فرما دے۔

(مشکوٰۃ ج۲ ص۴۱۴ بحوالہ ترمذی)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ آج وہ بزرگ بن گیا ہے۔ اور ایک سال پہلے وہ فلاں فلاں گناہ کر چکا ہے۔ جن گناہوں سے میں بچا ہوا ہوں۔ اور پھر اس کو عار دلا کر ہنس دیتے ہیں۔ یہ حدیث ان لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

چھ چیزوں پر جنّت کی گارنٹی

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میرے لئے اپنی ذاتوں کی طرف سے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ۔ تو میں تم لوگوں کے لئے جنّت کی گارنٹی دیتا ہوں (۱) جب بات کرو تو سچ بولو۔ (۲) جب کوئی وعدہ کرو تو اُس کو پورا کرو۔ (۳) جب تم کو کوئی امانت سونپی جائے تو امانت کو ادا کرو۔ (۴) اپنے شرمگاہوں کی حفاظت رکھو۔ (۵) اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو۔ (۶) اپنے ہاتھوں کو (بُرائیوں سے) روکے رکھو۔

(مشکوٰۃ ج۲ ص۴۱۵ بحوالہ بیہقی)

محبّت و دولت اور عمر بڑھنے کا نسخہ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ خاندانوں کا علم رکھو۔ تاکہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان سکو۔ اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) محبت پیدا ہوتی ہے (۲) دولت بڑھتی ہے۔ (۳) زندگی میں برکت ہو کر عمر لمبی ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۰ بحوالہ ترمذی)

تین آدمیوں پر غضبِ الٰہی

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام فرمائے گا نہ اُنھیں گناہوں سے پاک فرمائے گا۔ اور نہ اُن پر (رحمت) کی نظر فرمائے گا۔ اور اُن کو بڑا ہی دردناک عذاب دے گا۔ (۱) بوڑھا زناکار۔ (۲) جھوٹا بادشاہ۔ (۳) متکبر فقیر۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۲۳)

سب سے بڑا مفلس شخص

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا کہ (سب سے بڑا) مفلس کون ہے؟ کیا تم لوگ اُس کو جانتے ہو؟ تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگوں میں تو مفلس وہ شمار کیا جاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ کوئی سامان۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے بڑا مفلس وہ ہے کہ جو قیامت کے دن نماز و روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ مگر اُس کا حال یہ ہوگا کہ کسی کو گالی دی ہوگی۔ اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ اور کسی کا مال کھالیا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا ہوگا۔ تو ان سب لوگوں کو اُس کی نیکیوں میں سے بدلہ دلایا جائے گا۔ اور اگر بدلہ پورا ہونے سے پہلے اُس کی نیکیاں ختم ہوگئیں۔ تو ان مظلوموں کے گناہوں کو اُس کے سر پر ڈال دیا جائے گا۔ اور پھر اس کو جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ سب سے بڑھ کر اور سب سے بڑا مفلس ہوگا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۳۵)

مسکینوں سے محبت اور قُرب رکھو

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دُعا مانگی کہ اے اللہ! تو مجھے مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھ۔ اور مسکین ہونے کی حالت میں مجھے وفات دے۔ اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما۔ تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیوں آپ نے مسکین رہنے کی دُعا مانگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس برس پہلے جنّت میں داخل ہوں گے۔ پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اے عائشہ! تو مسکین کو خالی ہاتھ واپس مت لوٹا۔ کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر اُس کو واپس کر۔ اے عائشہ! تو مسکینوں سے محبت کر۔ اور اُن کو قریب کر۔ تو اللہ تعالیٰ تجھ کو قیامت میں اپنا قُرب عطاء فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۷ بحوالہ ترمذی و بیہقی)

قبر کی تقریر اور میّت سے گفتگو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ لوگ اس طرح ہنس رہے ہیں کہ اُن کے دانت ظاہر ہو رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ موت کو یاد کرتے جو لذتوں کو کاٹ دینے والی ہے۔ تو تمھیں اس طرح ہنسی نہ آتی۔ اے لوگو! تم موت کو بکثرت یاد کرو۔ کیونکہ روزانہ قبر یہ کہتی ہے کہ میں پردیس کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں مٹّی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ اور جب بندۂ مومن قبر میں دفن ہوتا ہے تو قبر اُس سے کہتی ہے کہ خوش آمدید! تو تمام ان لوگوں میں مجھ کو زیادہ محبوب تھا جو میری پیٹھ پر چلتے تھے تو اب آج جبکہ میری حکومت میں اور میرے پاس تو آگیا ہے۔ اب تو اپنے ساتھ میرا برتاؤ دیکھے گا۔ یہ کہکر قبر اتنی لمبی چوڑی ہوجاتی ہے جہاں تک میّت کی نظر جاتی ہے۔ اور اُس کے لئے قبر میں جنّت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی کافر قبر میں دفن ہوتا ہے تو قبر اُس سے کہتی ہے کہ تیرے لئے نہ مرحبا ہے نہ خوش آمدید۔ جتنے لوگ میری پیٹھ پر چلتے تھے تو اُن سب میں زیادہ میرے نزدیک مبغوض تھا۔ اب آج جبکہ تو میری حکومت میں اور میرے پاس آگیا ہے تو اب اپنے ساتھ تو میرا برتاؤ دیکھے گا۔ یہ کہہ کر قبر اتنی تنگ ہوجاتی ہے کہ دب کر داہنی پسلی بائیں طرف اور بائیں پسلی داہنی طرف ہوجاتی ہے۔ اور اُس پر ستر اژدہے مسلط کر دئے جاتے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک اژدہا زمین میں پھونک مار دے تو زمین کبھی سبزی نہ اُگا سکے گی۔ اور وہ اژدہے حساب ہونے تک برابر اُس کو ڈھنستے اور کاٹتے رہیں گے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قبر یا تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۵۷ و ص ۱۵۸ بحوالہ ترمذی)

زمین کی پیٹھ بہتر یا پیٹ؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے حکام بہترین لوگ ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں۔ اور تمہارے معاملات باہمی مشوروں سے طے ہوتے رہیں اُس وقت تک تو زمین کی پیٹھ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جب تمہارے حکام بدترین لوگ ہوں۔ اور تمہارے مالدار بخیل ہوں۔ اور تمہارے معاملات عورتوں کے مشوروں سے انجام پانے لگیں۔ تو اُس وقت تمہارے لئے زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۹)

پانچ بداعمالیوں کے دُنیاوی اثرات

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (۱) جس قوم میں علانیہ خیانت ہونے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ اُس قوم کے دلوں میں خوف ڈال دے گا۔ یعنی وہ قوم ڈرپوک ہوجائے گی۔ (۲) اور جس قوم میں زناکاری پھیل جائے گی وہ قوم بکثرت مرے گی (۳) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی۔ اُن کی روزی ختم ہوجائے گی۔ (۴) اور جس قوم میں ناحق فیصلہ ہونے لگے گا۔ اُس قوم میں خوں ریزی بکثرت پھیل جائے گی۔ (۵) اور جو قوم عہد شکنی کرے گی اُس کے دُشمن اُس قوم پر غالب ہوجائیں گے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۹)

نہ تکلیف دو، نہ تکلیف اُٹھاؤ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامل درجے کا مومن وہی ہے کہ اپنے لئے جو کچھ پسند کرے وہی اپنے دوسرے دینی بھائیوں کے لئے بھی پسند کرے (بخاری ج ۱ ص ۶) ظاہر ہے کہ کوئی شخص تکلیفوں میں پڑنا اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ تو پھر فرمانِ رسول کے مطابق ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے کسی قول

یا عمل سے کبھی کسی مسلمان کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائے۔ اس لئے مندرجہ ذیل ہدایات پر خاص طریقے سے دھیان رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) کسی کے گھر مہمان بن کر جاؤ۔ یا بیمار پُرسی کے لئے جاؤ تو اس قدر زیادہ دنوں تک یا اتنی دیر تک نہ ٹھہرو کہ گھر والا تنگ ہوجائے اور وہ تکلیف میں پڑجائے۔

(۲) اگر کسی سے ملاقات کے لئے جاؤ تو وہاں اتنی دیر تک نہ بیٹھو۔ اور اُس سے اتنی زیادہ باتیں نہ کرو کہ وہ اُکتا نہ جائے یا اُس کے کام میں حرج ہونے لگے کیونکہ اس سے یقیناً اُس کو تکلیف ہوگی!

(۳) راستوں میں چارپائی یا کُرسی یا کوئی دوسرا سامان برتن یا اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ روزانہ کی عادت کے مطابق تیزی کے ساتھ بے کھٹکے چلے آتے ہیں۔ اور ان چیزوں سے ٹھوکر کھا کر اور اُلجھ کر گر پڑتے ہیں بلکہ خود ان چیزوں کو ڈالنے والا بھی رات کے اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرتا ہے۔ اور چوٹ کھاجاتا ہے۔

(۴) کسی کے گھر جاؤ تو جہاں تک ہوسکے ہرگز ہرگز کسی چیز کی فرمائش نہ کرو۔ بعض مرتبہ بہت ہی معمولی چیز بھی گھر میں موجود نہیں ہوتی۔ اور وہ تمہاری فرمائش پوری نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں اس کو شرمندگی اور تکلیف ہوگی اور تم کو بھی اُس سے کوفت اور تکلیف ہوگی کہ خواہ مخواہ میں نے اس سے ایک گھٹیا درجے کی چیز کی فرمائش کی اور میری زبان خالی گئی۔

(۵) ہڈی یا لوہے شیشے وغیرہ کے ٹکڑوں۔ یا خار دار شاخوں کو نہ خود راستوں میں ڈالو۔ نہ کسی کو ڈالنے دو۔ اگر کہیں راستوں میں ان چیزوں کو دیکھو تو ضرور راستوں سے ہٹادو۔ ورنہ راستہ چلنے والوں کو ان چیزوں کے چبھ جانے سے تکلیف ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ غفلت میں تمہیں کو تکلیف پہنچ جائے۔ اسی طرح کیلے اور خربوزہ وغیرہ کے چھلکوں کو راستوں پر نہ ڈالو۔ ورنہ لوگ پھسل کر گریں گے۔

(۶) کھانا کھاتے وقت ایسی چیزوں کا نام مت لیا کرو۔ جس سے سُننے والوں

کو گھن پیدا ہو۔ کیونکہ بعض نازک مزاجوں کو اس سے بہت تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔

(۷) جب آدمی بیٹھے ہوئے ہوں تو جھاڑو مت دلواؤ۔ کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

(۸) تمھاری کوئی دعوت کرے تو جتنے آدمیوں کو تمھارے ساتھ اُس نے بلایا ہے۔ خبردار۔ اس سے زیادہ آدمیوں کو لے کر اُس کے گھر نہ جاؤ۔ شاید کھانا کم پڑ جائے تو میزبان کو شرمندگی اور تکلیف ہوگی۔ اور مہمان بھی بھوک سے تکلیف اٹھائیں گے۔

(۹) اگر کسی مجلس میں دو آدمی پاس پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہوں۔ تو خبردار تم ان دونوں کے درمیان میں جا کر نہ بیٹھ جاؤ۔ کہ ایسا کرنے سے اُن دونوں کو تکلیف ہوگی

(۱۰) عورت کو لازم ہے کہ اپنے شوہر کے سامنے کسی دوسرے مرد کی خوبصورتی یا اُس کی کسی خوبی کا ذکر نہ کرے کیونکہ بعض شوہروں کو اس سے تکلیف ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے سامنے کسی عورت کے حسن و جمال یا اُس کی چال ڈھال کا تذکرہ اور تعریف نہ کرے۔ کیونکہ بیوی کو اس سے تکلیف پہنچے گی۔

(۱۱) کسی دوسرے کے خط کو کبھی ہرگز نہ پڑھا کرو۔ ممکن ہے کہ خط میں کوئی ایسی راز کی بات ہو جس کو وہ ہر شخص سے چھپانا چاہتا ہو۔ تو ظاہر ہے کہ تم خط پڑھ لوگے تو اُس کو تکلیف ہوگی۔

(۱۲) کسی سے اس طرح ہنسی مذاق نہ کرو جس سے اس کو تکلیف پہنچے۔ اسی طرح کسی کو ایسے نام یا القاب سے نہ پکارو جس سے اُس کو تکلیف پہنچتی ہو۔ قرآن مجید میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

(۱۳) جس مجلس میں کسی عیبی آدمی کے عیب کا ذکر کرنا ہو تو پہلے ہر طرف دیکھ لو کہ وہاں اس قسم کا کوئی آدمی تو نہیں ہے۔ ورنہ اُس عیب کا ذکر کرنے سے اُس آدمی کو تکلیف اور ایذا پہنچے گی۔

(۱۴) دیواروں پر پان کھا کر نہ تھوکو۔ کہ اس سے مکان والے کو بھی تکلیف ہوگی۔ اور ہر دیکھنے والے کو بھی گھن پیدا ہوگی۔

(۱۵) دو آدمی کسی معاملہ میں بات کرتے ہوں۔ اور تم سے کچھ پوچھتے نہ ہوں تو خواہ مخواہ تم ان کو کوئی رائے مشورہ دو۔ ایسا کبھی ہرگز نہیں کرنا چاہئے یہ تکلیف دینے والی بات ہے۔ اور ممکن ہے کہ ان کے تلخ جواب سے تمھیں تکلیف ہو جائے۔

(۱۶) جس کے مصنوعی دانت ہوں تو دسترخوان پر کھانا کھا کر دانت نہ دھوئے کہ اس سے لوگوں کو گھن اور تکلیف ہوگی۔

(۱۷) مجلس کے اندر اگر اُگالدان میں پان کھا کر تھوکنا ہو تو منہ کے قریب [illegible] تھوکو۔ تاکہ حاضرین کو گھن اور تکلیف نہ ہو۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہو کہ تمھارے کسی قول یا فعل سے یا کسی طور طریقے سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اور نہ خود تم بلا ضرورت خواہ مخواہ کسی تکلیف میں پڑو۔

سفر کے چند آداب

(۱) سفر میں روانہ ہونے سے پہلے پیشاب و پاخانہ وغیرہ ضروریات سے فراغت حاصل کر لو۔

(۲) اکیلے سفر کرنا خصوصاً خطروں کے دور میں اچھا نہیں۔ ایک دو رفقاء سفر میں ساتھ ہوں۔ تاکہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کریں۔ یہ مسنون طریقہ ہے۔

(۳) سفر میں کم سے کم سامان ساتھ میں ہو یہ آرام دہ اور اچھا ہے۔ بعض عورتوں میں یہ عیب ہے کہ وہ سفر میں بہت زیادہ سامان لاد لیا کرتی ہیں جس سے بہت زیادہ زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ خاص کر سب سے زیادہ مصیبت و پریشانی مردوں کو اٹھانی پڑتی ہے۔ کیونکہ سامانوں کو لادنا۔ اُتارنا۔ مزدوری کے پیسے دینا۔ سامانوں کی گنتی کرنا۔ اُن کی حفاظت و نگرانی رکھنا یہ ساری بلائیں غریب مردوں کے سروں پر نازل ہوتی ہیں۔ عورتیں تو اچھی خاصی بے فکر بیٹھی رہتی ہیں۔ پان کھاتی رہتی ہیں اور گال بجاتی رہتی ہیں۔

(۴) سفر میں چلتے وقت سامانوں کو گن کر اُن کی گنتی یاد رکھو۔ اور ہمیشہ سامانوں کو لادتے اور اُتارتے وقت گنتے رہو تو کوئی سامان سفر میں چھوٹے گا نہیں۔ ورنہ بعض اوقات [illegible] میں یاد نہیں رہتا کہ کون کون سا سامان ہمارے ساتھ ہے۔ بلکہ اگر سامانوں پر اپنا نام لکھ دو [illegible]

یا کوئی نشان لگا دو تو بہت اچھا ہے تاکہ دور سے اپنے سامانوں کو پہچان لو اور اگر کوئی دوسرا آدمی تمہارے سامانوں کو اٹھانے لگے تو تم اُسے پکڑ سکو۔

(۵) بدمزاج، جھگڑالو اور کمینے آدمیوں کے ساتھ ہرگز سفر نہ کیا کرو ورنہ ہر قدم پر کوفت اور تکلیف اٹھاؤ گے۔ بلکہ ہمیشہ اپنے مزاج کے موافق آدمیوں کا ساتھ ڈھونڈو اور خود بھی سفر میں برداشت رکھو۔

(۶) خبردار خبردار! سفر میں کسی اجنبی آدمی کا دیا ہوا کھانا یا پان بیڑی سگریٹ ہرگز استعمال نہ کرو۔ بلکہ اُس کا دیا ہوا عطر بھی نہ سونگھو کہ اس سے خطرات کا اندیشہ ہے۔

(۷) سفر میں کسی کے سامان کی حفاظت کی ذمہ داری قبول نہ کرو۔ نہ اپنا سامان کسی اجنبی کو سپرد کیا کرو۔

(۸) ہر سواری میں اس طرح بیٹھو کہ تمہارے بدن کا کوئی حصہ سواری کے باہر نہ رہے۔ نہ منہ نکال کر باہر جھانکو۔

(۹) سفر میں تم جب کسی کے مہمان ہو تو سب سے پہلے پیشاب پاخانہ کی جگہ معلوم کر لو۔

(۱۰) سفر میں مطالعہ کے لئے کوئی کتاب، چند کارڈ، لفافے، پنسل، سادہ کاغذ، وضو کا لوٹا، گلاس، مصلیٰ، چاقو، سوئی دھاگا، کنگھا، آئینہ ضرور ساتھ رکھو۔ اگر میزبان کے گھر بستر ملنے کی امید ہو تو خیر ورنہ مختصر بستر بھی ہونا ہی چاہئے۔

(۱۱) جہاں جانا ہو وہاں دن میں اور جلد پہنچنا چاہئے۔ بعض مردوں اور عورتوں میں یہ ایک بڑا عیب ہے کہ خواہ شہر میں یا سفر میں کہیں بھی جانا ہو تو ٹالتے ٹالتے بہت دیر کر دیتے ہیں۔ بعض مرتبہ گاڑیاں چھوٹ جاتی ہیں اور بڑی تاخیر سے منزل مقصود پر پہنچتے ہیں اور سارا پروگرام بگڑ جاتا ہے۔

گناہوں سے بچو

گُناہوں کا بیان

بندوں کا ہر وہ قول و فعل جس سے خداوند قدوس ناراض ہو۔ یا اُس کو ناپسند ہو وہ **گناہ** ہے۔

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ گناہِ صغیرہ (چھوٹے چھوٹے گناہ) گناہِ کبیرہ (بڑے بڑے گناہ) گناہ صغیرہ تو اکثر نیکیوں اور عبادتوں کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں۔ مگر گناہ کبیرہ اُس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک کہ آدمی سچی توبہ کر کے اور صاحبانِ حقوق سے اُن کے حقوق معاف نہ کرالے۔

گُناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟

گناہ کبیرہ ہر اُس گناہ کو کہتے ہیں جس سے بچنے پر اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے (حاشیہ بخاری ج۱ ص۳۶) اور بعض علمار کرام نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ جس کے کرنے والے پر اللہ و رسول نے وعید سُنائی۔ یا لعنت فرمائی۔ یا عذاب کا ذکر فرمایا وہ **گناہ کبیرہ** ہے۔ (فیوض الباری ج۱ ص۴۰۵)

گُناہِ کبیرہ کون کون ہیں؟

گناہِ کبیرہ کون کون ہیں؟ اور اُن کی تعداد کتنی ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ گناہِ کبیرہ کی تعداد "سات" ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) شرک۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) خون ناحق۔ (۴) سود خواری۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جہاد سے بھاگ جانا۔ (۷) پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷ باب الکبائر)۔

یہ ساتوں گناہ وہ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔ اور محدث حاکم کی روایت میں گناہِ کبیرہ کی تعداد "نو" اور بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی بتائی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ کیا گناہِ کبیرہ سات ہی ہیں؟ تو آپ نے

فرمایا کہ گناہ کبیرہ کی تعداد "سات سو" تک ہے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح ایک چھوٹی سی نیکی کو خلوص نیت کے ساتھ اگر کوئی کرے۔ تو اُس کا اجر و ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح گناہ صغیرہ یعنی چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اگر کوئی بے باکی اور بے خوفی کے ساتھ کرتا رہے۔ تو وہ گناہِ صغیرہ بھی گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر گناہ صغیرہ پر جب اصرار کیا جائے تو وہ "گناہِ کبیرہ" بن جاتا ہے۔

تصوف کے امام حضرت شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ گناہ کبیرہ "سترہ" ہیں۔ چار تو وہ ہیں جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۱) شرک (۲) گناہوں پر اصرار۔ (۳) اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہو جانا۔ (۴) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو جانا۔ اور چار وہ ہیں جن کا تعلق زبان سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) جھوٹی گواہی دینا۔ (۲) پاک دامن کو تہمت زنا لگانا۔ (۳) جادو کرنا۔ (۴) حرم کعبہ میں گناہ کرنا۔ اور تین وہ ہیں جن کا تعلق شکم سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) شراب پینا۔ (۲) یتیم کا مال کھانا۔ (۳) سود کھانا۔ اور دو وہ ہیں جن کا تعلق شرمگاہ سے ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) زنا کاری۔ (۲) لواطت۔ ایک وہ ہے جس کا تعلق پاؤں سے ہے۔ اور وہ یہ ہے (۱) جہاد سے بھاگ جانا۔ اور دو وہ ہیں جو ہاتھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۱) خون ناحق۔ (۲) چوری۔ اور ایک وہ ہے جو تمام جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے (۱) ماں باپ کو رنج پہنچانا۔ (شرح عقائد مع حاشیہ ص۱۰۲ و کیمیائے سعادت رکن ۴ مہلکات)۔

واضح رہے کہ مختلف روایتوں میں جو گناہِ کبیرہ کی تعداد بتائی گئی ہے وہ "حصر" کے لئے نہیں کہ گناہ کبیرہ سات ہی ہیں۔ یا نو ہی ہیں یا سترہ ہی ہیں۔ بلکہ یہ مثال کے طور پر ہے کہ کسی روایت میں مثال کے طور پر سات کا ذکر آگیا۔ کسی روایت میں نو کا۔ کسی روایت میں سترہ کا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا گناہوں کے سوا اور بھی بہت سے گناہ کبیرہ ہیں۔ مثلاً نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کو چھوڑ دینا۔ ڈاکہ مارنا۔ جھوٹ بولنا۔ چغلی کھانا۔ دو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دینا۔ ناچ دیکھنا۔ عورتوں کا بے پردہ پھرنا۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔ جُوا کھیلنا۔ حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت

کرنا۔ ماں باپ کو رنج پہنچانا۔ وغیرہ وغیرہ سیکڑوں گناہِ کبیرہ ہیں!

چند مشہور گناہ کبیرہ

(۱) شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) خونِ ناحق کرنا۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جہاد کفار سے بھاگ جانا۔ (۷) پاک دامن مردوں اور عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (۸) زنا کرنا (۹) اغلام بازی کرنا۔ (۱۰) چوری کرنا۔ (۱۱) شراب پینا۔ (۱۲) جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینی۔ (۱۳) ظلم کرنا۔ (۱۴) ڈاکہ ڈالنا۔ (۱۵) ماں باپ کو تکلیف دینا۔ (۱۶) حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنی۔ (۱۷) جوا کھیلنا۔ (۱۸) صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا۔ (۱۹) اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجانا۔ (۲۰) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہوجانا۔ (۲۱) عورتوں کا بے پردہ پھرنا۔ (۲۲) ناچ دیکھنا۔ (۲۳) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (۲۴) چغلی کھانا۔ (۲۵) غیبت کرنا۔ (۲۶) دو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دینا۔ (۲۷) امانت میں خیانت کرنا۔ (۲۸) کسی کا مال و سامان یا زمین غصب کرلینا۔ (۲۹) نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ فرائض کو چھوڑ دینا۔ (۳۰) مسلمانوں کو گالی دینا یا اُن سے ناحق مار پیٹ کرنا۔ (۳۱) مسلمانوں کی آبرو ریزی کرنا وغیرہ وغیرہ سیکڑوں گناہ کبیرہ ہیں جن سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اور ساتھ ہی دوسرے مسلمانوں کو بھی ان گناہوں سے روکنا لازم و ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی گناہ کرتے دیکھے تو اُس پر لازم ہے کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اُس کو اُس گناہ کے کرنے سے روک دے۔ اور اگر ہاتھ سے اُس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کردے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل سے اُس گناہ کو بُرا سمجھ کر اُس سے بیزاری ظاہر کردے۔ مگر یہ ایمان کا نہایت ہی کمزور درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۳۶ مجتبائی) اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم میں رہ کر گناہ کا کام کرے۔ اور وہ قوم قدرت رکھتے ہوئے بھی اُس آدمی کو گناہ کرنے سے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ اس ایک آدمی کے گناہ کے سبب سے پوری قوم کو اُن کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا

فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۳۷)

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم فلاں فلاں شہر کو اس طرح الٹ پلٹ کردو کہ ان شہروں کے تمام باشندے دب کر ہلاک ہوجائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ عرض کیا کہ اے میرے رب! ان شہر والوں میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک مارنے بھر بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پورے شہر والوں اور اُس بندے پر بھی شہر کو الٹ پلٹ کردو (کیونکہ اُس بندے نے اگرچہ میری نافرمانی نہیں کی ہے) مگر دوسروں کے گناہوں پر (ناراض ہوکر) اُس نے کبھی منہ نہیں بگاڑا۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۳۸ و ص۴۳۹) بہرحال تمام گناہوں سے بچنا فرض ہے اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روکنا یا کم سے کم اُن سے ناراضگی کا اظہار کرکے بیزاری ظاہر کرنا بھی لازم و ضروری ہے۔ لوگ عام طور سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں کے گناہ سے ہم کو کیا غرض؟ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ مگر یاد رکھئے کہ اس معاملہ میں ایسا نہیں ہے۔ گناہ کرنے والوں اور اُن کو دیکھ کر خاموش رہنے والوں کی مثال دیتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ کچھ لوگ دو منزل کی کشتی پر سوار ہوں اور نیچے کی منزل میں کوئی چھید کرکے پانی لے تو اگر اوپر کی منزل والے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کشتی میں چھید کرنے سے روک دیں۔ جب تو اوپر اور نیچے دونوں منزلوں کے لوگ سلامت رہیں گے۔ اور اگر نیچے کی منزل میں ایک آدمی چھید کرتا رہا۔ اور لوگ خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہے اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس کو نہ روکا تو جب کشتی غرق ہوگی تو نیچے اور اوپر کی دونوں منزل والے غرق ہوجائیں گے۔ بس یہی مثال ہے کہ قوم میں ایک آدمی گناہ کر رہا ہے۔ اور قوم خاموش تماشائی بنی رہے۔ اور اُس کو نہ روکے تو جب اُس کے گناہوں کے سبب سے عذاب الٰہی آئے گا تو اچھے اور بُرے گنہگار اور نیکوکار سبھی ہلاک ہوجائیں گے اور اگر قوم نے اُس گنہگار کو گناہ سے روک دیا تو سب عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۳۷) اس لئے ہر گاؤں اور ہر محلے کے لوگوں کو چاہئے کہ ایک اصلاحی کمیٹی بنالیں کہ وہ خود بھی گناہوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روکیں۔ ورنہ جب عذابِ الٰہی آئے گا تو سب برباد ہوجائیں گے!

اور علماء کرام اور واعظین کو چاہئے کہ اپنے وعظوں میں عوام کو خوش کرنے کے لئے نکات اور
لطائف بیان کرنے کی جگہ ترغیب و ترہیب کا وعظ بیان کریں۔ یعنی لوگوں کو گناہوں کے
وبال سے ڈرائیں۔ اور نیکیوں کی رغبت دلائیں۔ مشائخ اور پیران کبار کو چاہئے کہ اپنے مریدوں
کو اپنے بزرگوں کی کرامات سُنانے کے بعد بزرگوں کی کچھ عبادتوں کے اور گناہوں سے بچنے
کے احوال بھی سُناتے رہیں۔ تاکہ مریدین کو گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی رغبت حاصل ہو۔

گناہوں سے دُنیاوی نقصان

یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ گناہوں سے عذابِ جہنم اور عذابِ قبر اور آخرت کا بہت
بڑا نقصان ہے۔ مگر یاد رکھو گناہوں کی نحوست سے آدمی کو دُنیا میں بھی طرح طرح کے
نقصانات پہنچتے رہتے ہیں۔ جن میں سے چند نقصانات یہ ہیں۔ اور ان سے بڑے بڑے
نقصانات کا بھی خطرہ ہے۔

(۱) روزی کی برکت کم ہوجانا۔ (۲) بلاؤں کا ہجوم ہونا۔ (۳) عمر گھٹ جانا۔ (۴) دل
میں اور بعض مرتبہ تمام بدن میں اچانک کمزوری پیدا ہو کر صحت کا خراب ہوجانا۔ (۵)
عبادتوں سے محروم ہوجانا۔ (۶) عقل میں فتور پیدا ہوجانا۔ (۷) لوگوں کی نظروں میں ذلیل
وخوار ہوجانا۔ (۸) کھیتوں اور باغوں میں اچانک پیداوار کی کمی ہوجانا۔ (۹) نعمتوں کا چھن
جانا۔ (۱۰) ہر وقت دل کا پریشان رہنا۔ (۱۱) اچانک لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہوجانا۔
(۱۲) اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبیوں، اور اُس کے فرشتوں، اور اُس کے نیک بندوں کی
لعنتوں میں گرفتار ہوجانا۔ (۱۳) چہرے سے ایمانی نور نکل جانے سے چہرے کا بے رونق ہوجانا۔
(۱۴) شرم و غیرت کا جاتا رہنا۔ (۱۵) ہر طرف سے ذلتوں، رُسوائیوں اور ناکامیوں کا ہجوم
ہوجانا۔ (۱۶) مرتے وقت مُنہ سے کلمہ نہ نکلنا وغیرہ وغیرہ۔ گناہوں کی نحوستوں سے بڑے
بڑے نقصان ہوا کرتے ہیں۔ آدمی بار بار سوچتا ہے کہ ایسا کیوں؟ اور کس وجہ سے ہوا؟
مگر کچھ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اُس کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سب نقصانات
گناہوں کی نحوستوں سے ہوا کرتے ہیں۔ جن کا واحد علاج یہی ہے کہ آدمی جن گناہوں

میں پڑا ہوا ہے۔ اُن سے سچی توبہ کرکے اُن گناہوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔
اور پھر رحمت الٰہی کا جلوہ دیکھے کہ وہ کیا تھا؟ اور کیا ہوگیا؟ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو
اس کی توفیق بخشے۔ (آمین)

عبادتوں کے دُنیاوی فوائد

عبادتوں اور نیکیوں سے آخرت کے فوائد و منافع تو ہر مسلمان کو معلوم ہیں کہ
اللہ تعالیٰ اپنے عابد اور نیک بندوں کو آخرت میں جنت کی بے شمار نعمتیں عطا
فرمائے گا۔ لیکن اس سے غافل نہ رہو کہ عبادت سے آخرت کے فائدوں کے علاوہ
عبادت اور نیکی کی برکتوں سے بہت سے دُنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں مثلاً۔
(۱) روزی بڑھنا۔ (۲) مال و سامان اور اولاد ہر چیز میں برکت ہونا۔ (۳) بہت سی
دُنیاوی تکلیفوں اور پریشانیوں کا دفع ہوجانا۔ (۴) بہت سی بلاؤں کا ٹل جانا۔
(۵) سب کے دلوں میں اُس کی محبت پیدا ہوجانا۔ (۶) نورِ ایمان کی وجہ سے چہرے
کا بارونق ہوجانا۔ (۷) عمر کا بڑھ جانا۔ (۸) پیداوار میں خیر و برکت ہوجانا۔ (۹) بارش
ہونا۔ (۱۰) ہر جگہ عزت و آبرو ملنا۔ (۱۱) فاقہ سے نجات ملنا۔ (۱۲) روز بروز نعمتوں
میں ترقی ہونا۔ (۱۳) بہت سی بیماریوں سے شفا پانا۔ (۱۴) آئندہ آنے والی نسلوں
کو فائدہ پہنچنا۔ (۱۵) اطمینانِ قلب کی زندگی نصیب ہونا۔ (۱۶) مرتے وقت کلمہ
نصیب ہونا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دُنیاوی فائدے ہیں۔ جو عبادتوں
اور نیکیوں کی برکتوں سے دُنیا میں حاصل ہوا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو
اس کی توفیق بخشے۔ (آمین)

نیکیوں کا بیان

نیکیاں بہت ہیں۔ اور اُن کی تین قسمیں ہیں۔ قلبی۔ بدنی۔ مالی۔ قلبی عبادات اور نیکیاں جیسے اسلامی عقائد اور عمدہ خیالات اور نیک ارادوں کا دل میں ہونا۔ بدنی عبادات اور نیکیاں جیسے نماز و روزہ وغیرہ۔ اور مالی عبادات اور نیکیاں جیسے زکوٰۃ اور صدقہ، خیرات اور اچھے کاموں میں مال خرچ کرنا۔

قلبی عبادات قلبی عبادات بہت ہیں۔ (۱) تمام ایمانی عقائد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنا۔ اور ہر قسم کے غیر اسلامی عقیدوں سے قلب کو پاک و صاف رکھنا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہونا جس کو صوفیہ کرام مراقبہ کہتے ہیں۔ (۳) اللہ و رسول اور قرآن اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نیک جذبہ دل میں رکھنا۔ جس کو حدیث شریف میں اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ فرمایا گیا ہے۔ (۴) نیک کاموں کی نیت اور ارادہ دل میں رکھنا۔ (۵) بُرے کاموں سے نفرت کا جذبہ دل میں رکھنا۔ (۶) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں اور اللہ والوں سے دینی و ایمانی محبت دل میں رکھنا۔ (۷) خداوند تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی اُمید ہر وقت دل میں رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب قلبی عبادات اور نیکیاں ہیں۔

بدنی عبادات بدنی نیکیاں اور عبادتیں بھی بہت ہیں۔ مثلاً (۱) فرض و نفل نمازیں اور روزے اور حج و زیارت۔ (۲) اپنے بدن سے کمزوروں کی امداد و نصرت، اور اللہ و رسول کے دُشمنوں سے جہاد کرنا۔ (۳) تلاوتِ قرآن مجید اور درود شریف اور دوسرے اوراد و وظائف کا پڑھنا۔ (۴) اچھے کاموں کی طرف چلنا۔ (۵) اچھے کاموں کی طرف ہاتھ بڑھانا وغیرہ وغیرہ بہت سی بدنی عبادات اور نیکیاں ہیں۔ جن کی کچھ تفصیل ہم آگے ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

مالی عبادات مالی عبادات اور عبادتوں کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ خُدا کی راہ میں فرض و نفل کے طور پر مال کو خرچ کرنا۔

خواہ جہاد میں ہو یا تعلیم دین میں یا مدارس و مساجد کی تعمیر میں۔ یا غریبوں مسکینوں کی مالی امداد میں۔ یا دینی کتابوں کی اشاعت میں۔ یا رفاہ عام میں مثلاً شفاخانے اور مسافر خانے بنانا۔ یا نل اور کنوئیں عام مسلمانوں کے لئے بنوانا وغیرہ وغیرہ۔ نیکیاں اب چند نیکیوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) توبہ کی فضیلت

جس طرح برتن پر پالش کر کے اُس کو چمکدار بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے برتن کو مانجھ کر دھو لیا جائے۔ اور اچھی طرح صاف کر لیا جائے۔ اسی طرح عبادتوں اور نیکیوں کے نور سے قلب کو نورانی اور مجلّٰی بنانے کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ پہلے توبہ و استغفار کر کے قلب کو گُناہوں کے زنگ اور میل کُچیل سے پاک و صاف کر لیا جائے۔ چنانچہ تمام بزرگوں کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توبہ کرنا سالکوں اور مُریدوں کا سب سے پہلا قدم ہے۔ اور کسی کو بھی توبہ سے چارہ نہیں۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سوا ہر آدمی سے گُناہ ہوا ہی کرتا ہے۔ اس لئے ہر آدمی پر توبہ فرض ہے جیسا کہ حدیث کا ارشاد ہے کہ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴) یعنی ہر فرزند آدم گنہگار ہے اور بہترین گناہگار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو! سب کے سب اس اُمید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

(پ ۱۸۔ النور۔ آیت ۳۱)

اور دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ (اے پیغمبر) آپ فرما دیجئے اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو جاؤ۔ بیشک اللہ سب گُناہ

جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ — بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

(پ ۲۴۔ الزمر۔ آیت ۵۳)

اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے توبہ کرنے پر صرف اُن کے گناہوں کو معاف ہی نہیں فرما دیتا۔ بلکہ بندوں سے خوش ہو کر اس طرح فضل و کرم فرماتا ہے کہ اُن کے گناہوں کو بدل کر نیکی بنا دیتا ہے چنانچہ اُس رب کریم کا ارشاد ہے کہ

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ — مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

(پ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت ۷۰)

گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک حدیث میں اس طرح ہے کہ

ایک بندے نے گناہ کر لیا۔ پھر اُس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کر لیا۔ لہٰذا تو میرے گناہ کو بخش دے۔ تو اُس کا رب فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے؟ کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور مواخذہ بھی فرماتا ہے۔ تو میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ چاہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر وہ بندہ کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کر لیا۔ لہٰذا تو اس گناہ کو بخش دے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے؟ کہ اُس کا کوئی رب ہے جو کبھی گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور کبھی مواخذہ بھی فرماتا ہے۔ تو میں اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے اور پھر گناہ کر لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے ایک دوسرا گناہ کر لیا۔ لہٰذا تو اس کو بخش دے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے؟ کہ اُس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا بھی ہے اور

مواخذہ بھی فرماتا ہے۔ (اچھا) میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ وہ اب جو چاہے کرتا رہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴ بحوالہ بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ جب ہر گناہ کے بعد بندہ توبہ کرتا رہے۔ تو ہمیشہ رب تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشتا رہے گا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ گناہ پر توبہ و استغفار کرنے والا۔ گناہوں پر اصرار کرنے والا نہیں شمار کیا جائے گا۔ اگرچہ دن بھر میں ستر مرتبہ گناہ کرتا رہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۰۴ بحوالہ مرقاۃ) خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المعصومین ہونے کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۳ بحوالہ بخاری) یعنی دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتا ہوں اور توبہ کیا کرتا ہوں۔

بہر حال توبہ کی بڑی فضیلت ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت کو ہمیشہ توبہ او مغفرت کی دعا میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور کبھی توبہ و استغفار سے غافل نہیں رہنا چاہیے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ — اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو تم سے اُتار دے۔ اور تمہیں ایسی جنتوں میں لے جائے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

(پ ۲۸۔ التحریم۔ آیت ۸)

توبہ کا طریقہ کیا ہے؟

مسلمان سچے دل سے خداوند کریم کی طرف متوجہ ہو کر اپنے گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے گناہ کی معافی اور بخشش کی دعا مانگے۔ اور پھر پورے عزم کے ساتھ خداوند کریم سے یہ عہد کرے کہ اب دوبارہ کبھی اس گناہ کو نہیں کروں گا بس یہی توبہ کی حقیقت اور توبہ کا طریقہ ہے۔ چاہے تو تنہائی میں توبہ کر لے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کسی پابندِ شریعت

نیک و صالح عالمِ دین کا ہاتھ پکڑ کر بیعتِ توبہ کرے۔ اور جس توبہ کے بعد آئندہ پھر کبھی وہ گناہ نہ کرے تو اسی کا نام توبۂ نصوح ہے۔ جس کا اوپر والی آیت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توبۂ نصوح کی توفیق بخشے۔ (آمین)

(۲) اچھی نیت

ہر نیک کام سے پہلے اچھی نیت کرے۔ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے۔ اور اچھی نیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اُس کے دربار میں تقرب حاصل کرنے کا قصد ارادہ کرے۔

اعمالِ صالحہ یعنی نیکیوں اور عبادتوں میں "نیت" کی بڑی اہمیت ہے۔ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُہَا اَوِامْرَاَۃٍ یَّتَزَوَّجُہَا فَہِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ہَاجَرَ اِلَیْہِ۔

تمام اعمال کا ثواب نیتوں سے ہے۔ اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جو اُس نے نیت کی۔ لہٰذا جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اُس کی ہجرت اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہے اور جس کی ہجرت دُنیا کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہو تو اُس کی ہجرت اُسی کے لئے ہوگی جس کی طرف اُس نے ہجرت کی ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۲ و مسلم)

واضح رہے کہ اعمال دو قسم کے ہیں (۱) بُرے اعمال (۲) اچھے اعمال۔ بُرا عمل تو خواہ بُری نیت سے کیا جائے خواہ اچھی نیت سے اس پر ثواب ملنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ بُرا عمل تو بہرصورت اور بہرحال بُرا ہی اور باعثِ عذاب ہی ہے۔

رہ گیا اچھا عمل۔ تو اس کے بارے میں اوپر تم بخاری شریف کی حدیث پڑھ چکے کہ تمام اچھے اعمال خواہ وہ دل کے اعمال ہوں یا دوسرے اعضاء کے خواہ قلبی نیکی و عبادت ہو یا بدنی یا مالی نیکی و عبادت ہو ان سب اعمال اور نیکیوں اور عبادتوں پر ثواب اُسی وقت ملے گا جب

ان اعمال کو تقرب الی اللہ اور رضاءِ الٰہی طلب کرنے کی نیت سے کیا جائے۔ اور اگر معاذ اللہ کوئی عمل خواہ وہ کتنا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو خُدا کی خوشنودی کی نیت سے نہ کیا جائے بلکہ ریاکاری یا شہرت یا لذتِ نفس یا کسی غرضِ فاسد کی نیت سے کیا جائے تو اگرچہ وہ عمل فرض و واجب یا سُنّت و مستحب ہی کیوں نہ ہو مگر ہرگز ہرگز اُس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ اُلٹا نقصانِ ایمان اور عذابِ جان کا باعث، اور دونوں جہان دخُسران کا سامان بن جائے گا۔ غرض ایک ہی اچھا عمل اچھی نیت سے لائق ثواب۔ اور بُری نیت سے باعثِ عذاب بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو اُس کی نیتوں پر ہی ثواب ملتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک حکایت بڑی مشہور اور بہت سبق آموز و عبرت خیز ہے۔

حکایت ایک بزرگ کے دو مُرید تھے۔ ایک مُرید نے مسجد کے دروازے پر ایک کھونٹا گاڑ دیا۔ اور دوسرے مُرید نے اُس کو اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ جب لوگوں نے اُن بزرگ کو دونوں مُریدوں کی حرکتوں سے آگاہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ دونوں کو ثواب ملا۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ تو پوچھا کہ ایک نے گاڑا اور ایک نے اُکھاڑ پھینکا۔ پھر دونوں کو ثواب کیونکر اور کیسے ملا؟ یہ بزرگ صاحب کشف تھے۔ آپ نے کشف کے ذریعہ دونوں مُریدوں کی نیت کو جان لیا تھا پھر آپ نے دونوں مُریدوں کو لوگوں کے سامنے بُلایا۔ اور پوچھا کہ تم نے مسجد کے دروازے پر کھونٹا کیوں گاڑا؟ تو اُس نے جواب دیا کہ اونٹ والے۔ بیل والے۔ گھوڑے والے نماز کے لئے مسجد میں آتے تھے۔ تو اُن لوگوں کا دھیان جانوروں میں لگا رہتا تھا کہ کہیں بھاگ نہ گئے ہوں۔ اس لئے میں نے یہاں ایک کھونٹا گاڑ دیا کہ لوگ اپنے جانوروں کو اس میں باندھ کر اطمینان سے نماز پڑھیں گے۔ دوسرے مُرید سے پوچھا کہ تم نے کھونٹا کیوں اُکھاڑ دیا؟ تو اُس نے کہا کہ اس مسجد کے کچھ نمازی نابینا بھی تھے تو میں نے اس نیت سے کھونٹا اُکھاڑ دیا کہ کسی نابینا نمازی کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ تو بزرگ نے لوگوں سے فرمایا کہ اب آپ

کیا کہتے ہیں؟ دونوں کی نیت اچھی تھی لہٰذا دونوں کو ثواب ملنا چاہئے یا نہیں؟ تو سب حاضرین نے مان لیا کہ یقیناً دونوں کی نیت چونکہ اچھی تھی۔ اس لئے دونوں کو ثواب ملنا ہی چاہئے۔

غور فرمائیے کہ دونوں مُریدوں کا عمل ایک دوسرے کے بالکل ہی خلاف ہے مگر چونکہ دونوں کی نیتیں اچھی تھیں اس لئے دونوں کو برابر ثواب ملا۔

ایک عمل چند نیتیں

جب آپ نے اس حدیث کا مطلب سمجھ لیا کہ عمل کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے تو اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ایک عمل پر ایک ہی اچھی نیت ہوگی۔ تو ایک ہی ثواب ملے گا۔ اور اگر ایک عمل کرتے وقت اچھی اچھی چند نیتیں کرلی جائیں۔ تو جتنی تعداد میں اچھی اچھی نیتیں ہوں گی اُتنی ہی تعداد میں ثواب ملے گا۔ مثلاً مسجد میں داخل ہونا ایک نیک عمل ہے۔ اب فرض کیجئے کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے۔ ایک نے تو صرف نماز پڑھنے کی ہی نیت کی۔ اور دوسرے نے یہ چند نیت کرلیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں گا۔ اور چند منٹ مسجد میں اعتکاف بھی کروں گا۔ جماعت کے انتظار میں بھی بیٹھا رہوں گا۔ مسجد کے نیک لوگوں سے ملاقات بھی کروں گا۔ اور جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہوں گا۔ دُنیاوی خرافات سے بھی بچا رہوں گا۔ کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھوں گا۔ یا کسی کو کوئی مسئلہ بتادوں گا۔ دیکھ لیجئے مسجد میں داخل ہونا ایک ہی عمل ہے مگر جس نے ایک ہی نیت کی ہے اُس کو ایک ہی ثواب ملے گا۔ اور جس نے اچھی اچھی چند نیتیں کی ہیں اُس کو ان سب نیتوں پر چند ثواب ملے گا۔

اسی لئے ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ (کیمیائے سعادت رُکن چہارم منجیات اصل نیت) یعنی مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔ کیونکہ ایک عمل پر تو ایک ہی ثواب ملتا ہے مگر نیت جتنی تعداد میں ہوگی اُتنی تعداد میں ثواب ملے گا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمل میں ریاکاری اور دکھاوا ہو تو عمل پر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اور نیت چونکہ دل کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔

اس لئے اس میں ریاکاری اور دکھاوے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اچھی نیت پر تو بہرحال ثواب ملے گا۔ اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن مخلوق کا حشر نیتوں کے مطابق ہوگا اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ بہشت جو دائمی ہے وہ اس چند روزہ عمل سے نہ ملے گی۔ بلکہ اچھی نیت کے سبب سے ملے گی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ (کیمیائے سعادت رکن چہارم اصل نیت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جہاد تبوک کے موقع پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس سفر کی بھوک اور رنج میں ہمارے برابر کے شریک ہیں۔ تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ لوگ کیسے ہمارے شریک ہیں؟ وہ لوگ تو اس ہمارے رنج سفر سے محروم ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ وہ لوگ بوجہ عذر ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔ ورنہ اُن کی نیت تو ہماری ہی جیسی نیت ہے۔ (کیمیائے سعادت منجیات اصل نیت)

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ مومن کی اچھی نیت بہت بڑی عبادت اور نہایت ہی عظیم نیکی ہے۔ اسی لئے تصوف والے صوفیۂ کرام کا یہی طریقہ ہے کہ وہ عمل سے پہلے نیت کی اچھائی اور نیت کی دُرستگی کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ کاش ہر مسلمان کو یہ توفیق نصیب ہو کہ وہ ہر اعمال کو نیک نیتی سے کریں۔

(۳) اخلاص

عمل میں اچھی نیت کے ساتھ ساتھ اخلاص بھی بہت ضروری ہے کہ نیت اور عمل دونوں میں اخلاص ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ	اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اللہ کے لئے دین میں اخلاص رکھتے ہوئے۔

(پ ۳۰۔ البینہ۔ آیت ۵)

یعنی ہر عبادت اخلاص کے ساتھ ہو۔ اور ہرگز ہرگز اس میں کسی ریا اور شہرت یا دُنیاوی اغراض کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

اخلاص کیا ہے؟ صرف اللہ کی رضا جوئی کے سوا اور کوئی مقصد نہ ہو۔ اسی کو حدیثوں میں احسان بھی فرمایا گیا ہے۔ کہ رضاءِ الٰہی کو اس طرح اپنی عبادتوں کا مقصود بنا لینا چاہیے کہ گویا تم خُدا کو دیکھ رہے۔ اور اگر اتنی حضوری نہ ہو سکے تو کم سے کم اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ خُدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ اگر ذرا بھی ریاکاری یا دُنیاوی مقاصد کا شائبہ بھی عبادت میں شامل ہو گیا۔ تو اخلاص کی فضیلت جاتی رہی اور عمل جسم بلا روح ہو گیا۔ مثلاً روزہ رکھا مگر عبادت کے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ ایک دن کا کھانا بچے گا۔ پکانا بھی نہ پڑے گا۔ اور کھانے پینے کم پرہیز سے تندرستی بھی اچھی رہے گی۔ تو اخلاص ختم ہو گیا۔ کیونکہ خالص رضاءِ الٰہی کے لئے روزہ نہیں رکھا۔ بلکہ اس میں دُنیاوی اغراض کا بھی عمل دخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے عمل میں اخلاص کی توفیق بخشے۔ (آمین)

(۴) خوفِ خُداوندی

اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اُس کے مواخذہ سے بے خوف ہو جانا کفر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید ہو جانا بھی کُفر ہے۔ اور خوف و رجاء کے درمیان رہنا یہ ایمان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔ اور اُس کی رحمت کا اُمیدوار بھی رہے۔ اسی طرح اپنی عبادتوں اور نیکیوں کے بارے میں بھی خوف و رجاء کے درمیان رہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی رہے کہ شاید وہ قہار و جبار میری عبادتوں اور نیکیوں کو مردودِ بارگاہ کر دے۔ اور یہ اُمید بھی رکھے کہ شاید وہ رحیم و کریم اپنے فضل و کرم سے میری عبادتوں اور نیکیوں کو قبول فرمائے۔

بعض بزرگوں پر خوف کا غلبہ رہا ہے۔ اور بعض بزرگوں پر رجاء کا غلبہ

رہا ہے۔ اگرچہ بزرگانِ دین کے حالات پڑھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ خوف و اُمید کے درمیان رہتے ہوئے بھی زیادہ تر بزرگانِ دین پر خوف کا پلّہ بھاری رہا ہے چنانچہ بعض صحابہ کرام اور بزرگانِ سلف کی چند حکایات ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

صحابہ اور سلف کی چند حکایات

حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی پرندہ کو دیکھتے تو فرماتے کہ کاش میں تجھ سا ہی ہوتا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ کاش میں کوئی درخت ہی ہوتا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن شریف کی کوئی آیت سنتے تو بعض وقت بیہوش ہو جاتے۔ اور کئی کئی دن تک لوگ آپ کی عیادت کو جایا کرتے تھے اور آپ فرمایا کرتے کہ کاش عمر اپنی ماں کے یہاں پیدا ہی نہ ہوتا۔ ایک شخص قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ تو آپ اس کو سُن کر گھونٹ سے اتر پڑے۔ اور اپنے کو ایک دیوار پر ڈال دیا۔ کمزوری کی وجہ سے لوگ آپ کو اُٹھا کر گھر لے گئے۔ ایک مہینہ آپ بیمار رہے۔ اور کسی نے بھی آپ کی بیماری کا سبب نہیں جانا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ وضو کرتے وقت خوف سے زرد ہو جاتا۔ لوگ عرض کرتے کہ کیا بات ہو گئی؟ تو آپ فرماتے کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں کسی کے سامنے نماز میں کھڑا ہونے والا ہوں؟ اس خوف سے میرا چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بے خبری میں ایک اجنبی نے یہ آیت پڑھ دی کہ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ یعنی جس دن اکٹھا کریں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمانوں کی طرح اور ہم ہنکا دیں گے گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسا۔ آپ نے فرمایا کہ میں گنہگاروں میں سے ہوں نہ کہ متقیوں میں سے۔ پھر فرمایا ایک بار اسی آیت کو اور پڑھ۔ اُس نے ایک بار اور پڑھا۔ آپ نے ایک چیخ ماری اور فوراً ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اچھی جگہ کی وجہ سے مغرور نہ ہو جاؤ۔

بہشت سے اچھی کون جگہ ہوگی؟ مگر وہاں آدم علیہ السلام کا کیا انجام ہوا؟ اپنی عبادت پر گھمنڈ نہ کرو۔ کیونکہ ابلیس بہت بڑا عابد تھا۔ مگر اُس کا کیا حال ہوا؟ اور نیک لوگوں کی زیارت پر بھی غرور نہ کرو۔ کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بعض عزیزوں کو باوجود آپ کی محبت اور زیارت کے ایمان نصیب نہیں ہوا۔ حضرت عطار سُلَمی بھی خائفین میں سے تھے۔ آپ چالیس برس نہ ہنسے۔ نہ آسمان کی طرف دیکھا۔ جب ایک بار آسمان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور جب قحط پڑتا یا کوئی بلا آتی تو آپ فرمایا کرتے کہ یہ سب میری نحوست کے سبب سے ہے۔ اگر میں مرجاؤں تو لوگوں کو اس بلا سے نجات مل جائے گی۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنم اور پُل صراط کا نام سُن کر بے ہوش ہو جاتے تھے اور بھی اس قسم کی بہت سی حکایات ہیں۔ (کیمیائے سعادت رکن چہارم منجیات اصل دوم خوف و رجاء)۔

خلاصہ یہ ہے کہ خوفِ خُدا بہت بڑی عبادت اور نیکی ہے۔ بلکہ خوفِ خُدا ہزاروں گُناہوں سے بچنے، اور ہزارہا عبادتوں کا سرچشمہ ہے۔ خداوند کریم خوفِ خُدا کی دولت ہر مسلمان کے دل میں عطاء فرمائے۔ (آمین)

(۵) محاسبہ و مراقبہ

محاسبہ۔ یہ ہے کہ مسلمان روزانہ رات کو سوتے وقت اپنے نفس سے حساب لے کہ آج مجھ سے کس قدر نیکیاں ہوئی ہیں؟ اور کس قدر گُناہ ہوئے ہیں؟ اگر نیکیاں زیادہ ہوئی ہیں تو خداوند کریم کا شُکر ادا کرے۔ اور اگر گُناہ زیادہ ہوئے ہوں تو افسوس کے ساتھ توبہ و استغفار کرے۔

حضرت ابن الصمہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ نے محاسبہ نفس کرتے ہوئے اپنی عمر کا حساب کیا تو اُن کی عمر ساٹھ برس کی ہو چکی تھی۔ پھر انھوں نے دنوں کا حساب لگایا تو اکیس ہزار چھ سو دن ہوئے۔ پھر کہنے لگے کہ افسوس! اگر ایک

دن میں ایک گُناہ بھی ہو۔ تو میرے اکیس ہزار چھ سو گُناہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دن مجھ سے ایک ہزار گُناہ بھی ہوئے ہوں۔ تو میرے گُناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔ بھلا اتنے زیادہ گُناہوں سے میری رہائی کیونکر اور کیسے ہوگی؟ یہ سوچ کر انھوں نے ایک چیخ ماری۔ اور گر کر بے ہوش ہوگئے۔ جب لوگوں نے انہیں اُٹھایا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔ (کیمیائے سعادت رکن چہارم منجیات اصل محاسبہ و مراقبہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا یعنی قبل اس کے کہ (قیامت میں) تمھارا حساب لیا جائے۔ تم خود اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو۔ چنانچہ آپ روزانہ رات کو اپنے نفس سے گُناہ اور نیکی کا حساب لیا کرتے تھے۔ اور اپنے پاؤں پر دُرّہ مار مار کر زور زور سے فرمایا کرتے تھے کہ بول۔ اے عمر! آج تو نے کون کون سا اور کیا کیا کام کیا ہے؟ (کیمیائے سعادت رکن چہارم منجیات اصل محاسبہ و مراقبہ)۔

مراقبہ۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دھیان اور اُس کی طرف توجہ اس طرح رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ ایک دن حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ تو دیکھا کہ وہ مراقبہ میں اس انداز سے بیٹھے ہوئے ہیں کہ اُن کے بدن کا کوئی بال بھی جُنبش نہیں کرتا۔ آپ نے پوچھا کہ اس سکون کے ساتھ آپ نے مراقبہ کرنا کس سے سیکھا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ بلّی سے۔ کیونکہ میں نے بلّی کو چوہے کے انتظار میں بل کے پاس اس سے بھی زیادہ سکون کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ (کیمیائے سعادت رکن چہارم منجیات محاسبہ و مراقبہ)

محاسبہ اور مراقبہ میں بزرگوں کے حالات مختلف ہیں۔ کوئی دن رات ہر وقت محاسبہ اور مراقبہ میں مشغول رہتا ہے۔ اور کوئی دن رات میں گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے بیٹھ کر محاسبہ و مراقبہ کرلیتا ہے۔ باقی اوقات میں دوسرے کاموں میں مشغول رہا

کرتے ہیں۔ بہرحال اتنا تو ہر مسلمان کرسکتا ہے۔ اور اُس کو کرنا ہی چاہیئے کہ سوتے وقت روزانہ تھوڑی دیر محاسبہ کرے۔ اور بعد فجر یا بعد عشاء تھوڑی دیر مراقبہ کرے۔ کیونکہ محاسبہ و مراقبہ بہت بڑی عبادت اور نہایت ہی اہم نیکی کا کام ہے۔ بلکہ یہ ہزاروں گناہوں سے بچنے اور ہزاروں عبادتوں اور نیکیوں کا ذریعہ اور سبب ہے۔ خداوند قدوس ہر مسلمان کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(۶) فضیلتِ تفکر

تفکر سے مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں اور اُس کی حکمتوں میں غور و فکر کرتا رہے۔ اور زمین و آسمان اور چاند و سورج اور جمادات و نباتات و حیوانات غرض تمام مخلوقات میں سوچ بچار کرکے خداوند قدوس کی قدرتوں اور اُس کی بے شمار نعمتوں اور رحمتوں پر ایمان لانے کو مضبوط و مستحکم کرتا رہے اور غفلت کی حالت میں اپنی عمر کو ختم نہ کردے۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ یعنی گھڑی بھر تفکر کرنا ایک برس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ (کیمیائے سعادت رُکن چہارم مُنجیات اصل تفکر)

قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار تفکر و تدبر اور نظر و اعتبار کا حکم دیا ہے۔ اور خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ وحی سے پہلے غارِ حرا میں کئی کئی دن تنہائی میں مسلسل تفکر و تدبر میں رہا کرتے تھے۔ اور نزول وحی کے بعد تمام عمر اکثر اوقات آپ خدا کی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ تفکر و تدبر کرتا رہے۔ اور غفلت میں اپنی زندگی نہ گزارے۔ کہ تفکر و تدبر بھی ایک بہت بڑی عبادت اور نیکی کا کام ہے۔

(۷) توکل علی اللہ

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو توکل کا حکم دیا ہے۔ بلکہ اس کو ایمان کی شرط ٹھہرایا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۶- المائدہ- آیت ۲۳) اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو۔

اور ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ یعنی بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ایک آیت میں اس طرح فرمایا کہ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (پ ۲۸- الطلاق- آیت ۲) یعنی جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہے۔ اور کہیں یوں فرمایا کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط (پ ۲۴- الزمر- آیت- ۳۵) کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں؟ اور بھی دوسری اس قسم کی بہت سی آیات ہیں۔

توکل- دل کی ایک حالت اور کیفیت کا نام ہے جو ایمان کا ثمرہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر کام کا فاعلِ حقیقی مانتے ہوئے اس پر اعتماد اور بھروسہ رکھے کہ میرے ہر کام کا کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ روزی۔ شفاء۔ حفاظت۔ غرض ہر چیز اور ہر کام کے بارے میں اپنی پوری کوشش اور تمام اسباب کو استعمال کرنے کے باوجود یہی یقین و اعتماد رکھے کہ جو کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ ہی کرے گا اور جو کچھ ہوگا اُسی کے حکم اور اُسی کے ارادہ و مشیت سے ہوگا۔ میرے کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

توکل کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خود کچھ بھی نہ کرو۔ اور صرف خدا سے لَو لگائے بیٹھے رہو۔ بلکہ توکل کا یہی مطلب ہے کہ اپنی طاقت اور کوشش بھر سب کچھ کرو۔ اور پھر خدا سے لَو لگاؤ کہ جو کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ چنانچہ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اونٹ کے پاؤں میں رسی باندھ کر توکل کروں؟ یا اونٹ کو کُھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ تو حضور علیہ الصلاۃ

والسلام نے فرمایا کہ تم پہلے اونٹ کے پاؤں میں رسّی باندھو۔ اور اپنی طاقت بھر اونٹ کی حفاظت کا انتظام کر لو۔ اس کے بعد توکل کرو۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ؎

گفت پیغمبر بہ آوازِ بلند
بر توکل پائے اُشتر را بہ بند

یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ اونٹ کے پاؤں میں رسّی باندھ کر خدا پر توکل کرو۔

یہی بات ہر کام میں ہے کہ مثلاً روزی کے لئے اپنی طاقت بھر کسب اور کمائی میں پوری کوشش کر لو۔ اور شفار کے لئے دوا علاج میں اپنی طاقت بھر کوشش کر لو۔ اور حفاظت کے لئے اپنی طاقت بھر انتظام کر لو۔ پھر خدا ہی پر بھروسہ اور اعتماد رکھو کہ روزی اور شفاء اور حفاظت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ میری کوششوں سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ ہی کرے گا! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توکل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

(۸) صبر و شُکر

صبر و شکر کا درجہ بہت بلند اور اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور یہ بہت بڑی عبادت اور بہت ہی اہمیت والی نیکی ہے۔ کیونکہ صبر کے بغیر کسی شیطانی خواہشوں سے بچنا، اور کسی فرائض کو درستگی کے ساتھ ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ستر مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اور بلند سے بلند انسانی مرتبہ کو اس صبر کے ساتھ مربوط و موقوف فرمایا چنانچہ ارشاد قرآنی ہے کہ

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ — اور ہم نے اُن میں سے کچھ امام بنائے جو لوگوں کو ہمارا حکم بتاتے ہیں جب کہ انھوں نے صبر کیا۔

(پ-۲۱-السجدہ-آیت-۲۴)

اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ — صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی کے

(پ-۲۳-الزمر-آیت ۱۰)

اور شکر بھی ایک بہت ہی عزیز القدر اور بلند ترین درجۂ عبادت ہے اور یہ وہ جلیل القدر فضیلت ہے جو بہت کم لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں خداوند قدوس کا ارشاد گرامی ہے کہ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (پ ۲۲-السبا-آیت ۱۳) یعنی میرے بندوں میں جو شکر گزار ہیں وہ بہت ہی کم ہیں۔ اور درجۂ شکر کی بلندی اسی سے سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ذکر کے ساتھ ملاکر بیان فرمایا ہے کہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (پ ۲-البقرہ-آیت ۱۵۲) یعنی تم میرا ذکر کرو۔ تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو۔ اور میری ناشکری مت کرو۔

بہرحال صبر و شکر کا رُتبہ بہت بلند ہے۔

صبر کیا ہے؟ صبر کے معنی یہ ہیں کہ حَبْسُ النَّفْسِ عَلَى الْمَكَارِهِ یعنی نفس کو تکلیفوں پر قابو میں رکھنا۔ اور بے قراری اور گریہ وزاری سے روکے رہنا۔ یہ تکلیفیں خواہ بلاؤں کی وجہ سے ہوں۔ خواہ گناہوں کے چھوڑنے سے ہوں۔ خواہ عبادتوں کے کرنے کے باعث ہوں۔ کیونکہ تینوں صورتوں میں نفس کو تکلیف ہوا کرتی ہے۔ بیماری یا کسی کی موت یا کسی نقصان سے بھی تکلیف ہوا کرتی ہے اور غلبۂ شہوت اور زنا کے مواقع ملنے پر زنا سے رُکنے پر بھی نفس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور جاڑوں میں وضو کرنے اور لحاف میں سے نکل کر تہجد پڑھنے میں بھی نفس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ نفس کو ان تینوں صورتوں اور دوسری تکلیفوں پر قابو میں رکھ کر نفس کو جزع فزع اور بے قراری سے روکے رہنا یہ صبر ہے۔

شکر کے کیا معنی ہیں؟ شکر کے معنی یہ ہیں کہ جَمِيْلُ الثَّنَاءِ عَلَى النِّعْمَةِ بِاللِّسَانِ

اَوِالْقَلْبِ اَوِالْجَوَارِحِ یعنی کسی نعمت کے ملنے پر مُنعِم کی تعریف کرنا خواہ زبان سے تعریف ہو یا دل سے یا اعضاء سے۔ خُداوند قدوس مُنعِمِ حقیقی ہے۔ وہی تمام ظاہری و باطنی اور دُنیوی و اُخروی نعمتوں کا دینے والا ہے۔ لہٰذا بندوں کو چاہیئے کہ زبان و قلب اور اعضاء سے اس کا شُکر ادا کرتے رہیں۔ کہ زبان سے اُس کی حمد کریں۔ اور دل میں اُس کی حمد و عظمت کا جذبہ رکھیں۔ اور نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ ادا کر کے اعضاء بدن کے جوڑ جوڑ سے اس کی تعظیم کا اظہار و اعلان کرتے رہیں۔ اُس مُنعِمِ حقیقی کا وعدہ ہے کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنی اگر تم میرا شُکر ادا کرو گے تو میں یقیناً اور زیادہ نعمتیں تمھیں دوں گا۔

(۹) زُہد و قناعت

یہ دونوں وصف بھی بہت بڑی نیکیاں ہیں۔ جن خوش نصیبوں کو زُہد و قناعت کی دولت مل گئی اُنھیں سکون و اطمینانِ قلب کی بادشاہی اور نفسِ مطمئنہ کا تاج مل گیا۔ اور وہ دُنیا و آخرت میں خُداوند قدوس کے فضل و کرم کی جنتوں کے حقدار ہو گئے۔

زُہد و قناعت کیا ہے؟ دُنیا سے بے رغبت ہو کر تارکُ الدنیا ہو جانا اس رُتبۂ بلند کا نام زُھد ہے۔ زاہد اور تارکُ الدُنیا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کے پاس دُنیا کا کوئی سامان ہی نہ ہو۔ بلکہ تارکُ الدُنیا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ دُنیا کا سارا مال و سامان اُس کے پاس ہو مگر اس کو دُنیا کے سامانوں سے کوئی قلبی رغبت اور دلی محبت و لگاؤ نہ ہو۔ بس دُنیا میں اُس کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے رغبت ہو۔ اور سارے جہان کے مال و سامان سے اُس کو بے رغبتی ہو جائے۔ چنانچہ تاریخِ اولیاء گواہ ہے کہ بہت سے بادشاہ بھی زاہد اور تارکُ الدنیا ہوئے ہیں۔ اور وہ زاہد اور تارک الدنیا اسی وجہ سے ہوئے کہ اگرچہ اُن کے پاس دُنیا کا ہر ایک سامان تھا

مگر اُن کو کسی چیز سے کوئی قلبی رغبت اور لگاؤ نہ تھا۔ وہ صرف خُدا کی خوشنودی اور اس کی رضا سے رغبت رکھتے تھے اور خُدا ہی کے طالب تھے!

قناعت۔ یہ ہے کہ جو کچھ مل جائے اُسی پر اُس کو صبر ہو جائے۔ زیادہ کی اُس کو طمع اور حرص نہ رہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہر طرح کی طمع (لالچ) اور حرص جس کے دل سے نکل جائے گی یقیناً اُس کو سکون و اطمینان کی جنت مل جائے گی۔ اور وہ کسی مال و سامان کی حرص و ہوس میں پریشان اور بھاگا بھاگا نہ پھرتا رہے گا۔ بلکہ وہ اعلیٰ درجے کا زاہد اور تارک الدُنیا ہو گا!

(۱۰) تسلیم و رضاء

یہ بھی نہایت جلیل القدر اور بلند ترین مقام ہے کہ نفع و نقصان اور اچھا یا بُرا اس کو دُنیا میں جو کچھ بھی پیش آئے اُس کو خداوند قدوس کی طرف سے اور تقدیرِ الٰہی سمجھ کر اُس پر راضی رہے۔ اور ہرگز کوئی شکوہ و شکایت اور جزع و فزع نہ کرے۔ اور ہرگز اُس پر گریہ و زاری اور اظہار بے قراری نہ کرے۔ بلکہ یہی کہہ کر خاموش رہے کہ یہی میری تقدیر میں تھا۔ اور یہی میرے رب کی مرضی تھی جس پر میں صابر و شاکر ہوں اور میں اپنے رب کی مرضی پر راضی اور خوش ہوں۔ یہی مقامِ تسلیم و رضاء ہے جو اُن سالکوں کو ہی نصیب ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہوتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ہ خداوند کریم ہر مسلمان کو یہ فضل عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

(۱۱) اللہ و رسول سے محبّت

واضح رہے کہ "مقامِ محبت" مذکورہ بالا تمام مقامات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ بلکہ تمام مقامات سے اسی مقام کا حاصل کرنا مقصود ہے۔ تمام دُنیائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ و رسول کی محبت ہی وہ فرض اعظم ہے کہ جو تمام

فرائض کی جان ہے۔ بلکہ یہی عینِ ایمان ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا فرمان ہے کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهٗ ؕ یعنی جس کے دل میں اللہ و
رسول کی محبت ہی نہ ہو اُس کا ایمان ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی
اور اپنے محبوب اکرم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دولتوں سے مالامال
فرمائے۔ (آمین)

اپنی موت کو یاد کرو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ یعنی جس نے بھی
زندگی کا میٹھا میٹھا شربت پیا ہے۔ اُس کو ایک نہ ایک دن ضرور موت کا
کڑوا کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

لَنَا مَلَكٌ يُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ
لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

یعنی روزانہ ہی ایک فرشتہ اپنی بلند آواز سے ہمیں یہ پکار کر اعلان سناتا
ہے۔ کہ دنیا والو! سن لو۔ اس دنیا میں ہر بچہ اسی لئے پیدا ہوتا ہے کہ اُس کو
ایک نہ ایک دن مرجانا ہے۔ اور ہر مکان اسی لئے بنتا ہے کہ اُس کو ایک نہ
ایک دن گر جانا ہے۔ تو بہرحال موت بالکل یقینی اور برحق ہے۔

اور موت کی گھڑی اور جاں کنی کا عالم کس قدر بھیانک، اور کتنا خوفناک،
اور کس درجہ لرزہ خیز، و دردناک ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اُس وقت تک
اس کی خوفناکی کا کسی کو صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا جب تک اُس پر موت کا عالم
طاری نہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مومن اور کافر کی موت اور
جاں کنی کا ایک اجمالی نقشہ، اور مختصر تصویر پیش فرمائی ہے۔ جس کو سوچ سوچ کر
جسم کا رونگٹا رونگٹا، اور بدن کا بال بال موت کی ہیبت اور جلال سے لرزہ
براندام ہو جاتا ہے۔ وہ حدیث شریف یہ ہے کہ

جب مومن کا وہ وقت آتا ہے کہ وہ دنیا سے منقطع ہو کر آخرت
کی منزل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یعنی اُس کی موت کا وقت آجاتا ہے
تو چند فرشتے جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو لے کر زمین میں اُتر پڑتے
ہیں۔ اور مرنے والے سے اتنی دور بیٹھتے ہیں جہاں تک مرنے والے کی نظر
پہنچتی ہے۔ یہ فرشتے بیحد حسین و جمیل ہوتے ہیں اور ان کے چہرے سورج
کی طرح چمکتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آکر مرنے والے کے سر
کے پاس بیٹھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے پاک جان! نکل اللہ کی مغفرت
اور رضوان کی طرف تو مومن کی روح اس طرح سہولت اور آسانی کے ساتھ
نکل جاتی ہے جس طرح مشک سے پانی کا قطرہ نکل کر بہہ جاتا ہے تو ملک الموت
علیہ السلام پلک مارنے کی مقدار اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ پھر فوراً ہی دوسرے
فرشتے اُس کو لے لیتے ہیں۔ اور اُس روح کو جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں
رکھ کر آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ اور اُس روح سے روئے زمین کے
بہترین مشک کی خوشبو اُڑتی ہے۔ اور فرشتے اُس روح کو لے کر جس آسمان
میں پہنچتے ہیں تو اُس آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کون سی پاکیزہ روح ہے؟
تو فرشتے اُس کا بہترین نام لے کر کہتے ہیں کہ یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔ یہاں تک کہ
فرشتے اُس روح کو لے کر ساتویں آسمان تک جاتے ہیں۔ اور ہر آسمان کے
فرشتے اُس روح کا استقبال کرتے اور نہایت اعزاز کے ساتھ اُس کو رخصت
کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کا مقام علّیین کے
باشندوں یعنی مقربین کے دفتر میں اس کا نام لکھ دو۔ اور دوبارہ اس کو
زمین کی طرف لے جاؤ۔ کیونکہ میں نے اس کو زمین ہی سے پیدا کیا ہے۔ اور
دوبارہ اس کو زمین ہی میں لے جاؤں گا۔ اور پھر (قیامت میں) زمین ہی سے
اس کو نکالوں گا تو قبر میں اُس کی روح دوبارہ اُس کے بدن میں ڈالی
جائے گی۔ پھر قبر میں دو فرشتے (منکر و نکیر) اُس کے پاس آئیں گے۔ اور سوال

کریں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر
پوچھیں گے کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کریں گے کہ یہ کون ہیں؟ جو
تمھارے اندر بھیجے گئے۔ تو وہ کہے گا کہ یہ رسول اللہ ہیں۔ پھر پوچھیں گے
کہ یہ سب باتیں تجھ کو کیسے اور کہاں سے معلوم ہوئیں؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے
خدا کی کتاب کو پڑھ کر اُس کی تصدیق کی اور اُس پر ایمان لایا ہوں۔ اتنے میں
ایک فرشتہ آسمان سے پکارے گا اور خدا کا یہ اعلان سنائے گا۔ کہ میرے
بندے نے سچ کہا لہٰذا اس کو جنتی لباس پہناؤ۔ اور اس کے لئے جنتی بستر
بچھاؤ۔ اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ جس سے جنت
کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوائیں اُس کے پاس آتی رہیں گی۔ اور جنت کی خوشبو
بھی۔ پھر اس کی قبر اتنی دور تک کشادہ ہو جائے گی۔ جہاں تک اُس کی نظر
جائے گی۔ اور اُس کے پاس ایک نہایت خوبصورت اور خوش پوشاک آدمی
آئے گا جو پاکیزہ خوشبو والا ہوگا۔ وہ کہے گا کہ تیرے لئے خوشخبری ہے۔ یہی تیرا
وہ دن ہے کہ جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ تو قبر والا اُس سے کہے گا کہ
ارے۔ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ تو بھلائی کا آئینہ دار ہے۔ تو وہ کہے گا کہ میں
تیرا "نیک عمل" ہوں۔ تو مُردہ کہے گا کہ میرے پروردگار! قیامت قائم
کردے۔ قیامت قائم کردے یہاں تک کہ میں اپنے گھر والوں اور اپنے مال
وسامان کی طرف لوٹ کر جاؤں! اور **جب کافر** کی موت کا وقت آتا ہے تو
کچھ فرشتے آسمان سے اس کی طرف اُترتے ہیں جن کے چہرے کالے ڈراؤنے
ہوتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ ایک ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ مرنے والے سے نظر
کی دوری برابر دور بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اُس کے سر کے پاس
بیٹھ کر کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! نکل اللہ کے غضب کی طرف۔ یہ سُن کر
روح تمام بدن میں سمٹ جاتی ہے۔ تو ملک الموت روح کو اس طرح کھینچ کر

نکالتے ہیں۔ جس طرح گرم سیخ اُونی گیلے کپڑے میں سے (سختی کے ساتھ) کھینچی
جاتی ہے پھر پلک مارنے بھر ہاتھ میں لے کر دوسرے فرشتوں کو دے دیتے
ہیں۔ اور یہ فرشتے اُس کو اُسی ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اُس روح سے
روئے زمین میں مُردار کی نہایت سڑی ہوئی لاش کی طرح بدبو نکلتی ہے۔ پھر
وہ فرشتے اُس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ تو فرشتوں کی ہر جماعت یہی پوچھتی
ہے کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ تو فرشتے اُس کا سب سے بُرا نام لے کر کہتے
ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور شہادت
قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ یعنی کافر کی روح
کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلیں گے۔ اور یہ کافر جنت میں نہیں داخل
ہوں گے۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکہ میں اونٹ داخل ہو جائے (جو غیر ممکن ہے)
پھر اللہ فرمائے گا کہ اس کافر کا نام سجین کے باشندوں یعنی ملعونوں کے دفتر
میں لکھ دو جو نچلی زمین میں ہے۔ اس کے بعد وہ روح زمین میں پھینک دی
جاتی ہے، اور پھر (قبر میں) اس کے بدن میں ڈال دی جاتی ہے اور دو فرشتے
(منکر ونکیر) قبر میں آکر اُس کو بٹھاتے ہیں۔ اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون
ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ افسوس! ہائے افسوس۔ میں تو کچھ نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے
ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ یہی کہتا ہے کہ افسوس۔ افسوس! میں تو کچھ بھی
نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں تو کیا
کہتا ہے؟ تو وہ یہی کہتا ہے کہ افسوس۔ افسوس! میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ پھر
آسمان سے ایک فرشتہ اعلان کرے گا کہ یہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے جہنمی بچھونا
بچھاؤ۔ اور جہنم کا ایک دروازہ اس کی طرف کھول دو۔ جس میں سے جہنم کی
لُو اور گرم ہوائیں اُس کے پاس آتی رہیں گی۔ اور اُس کی قبر اتنی تنگ ہو جائیگی
کہ دب کر اُس کی داہنی پسلی بائیں طرف اور بائیں پسلی داہنی طرف ہو جائے گی۔

اور اُس کے پاس ایک بدشکل بدبودار اور بدترین کپڑوں میں ایک آدمی آئے گا اور کہے گا کہ تجھے (ان عذابوں کی) بشارت ہے جو تجھے غم میں ڈالیں گے۔ تو مُردہ کہے گا کہ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ تو بُرائیوں کا آئینہ دار ہے۔ تو وہ کہے گا کہ میں تیرا "خبیث عمل" ہوں۔ تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب قیامت نہ قائم فرما۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۴۲ و ص۱۴۳)

مسلمانوں! مومن اور کافر کی موت کے دونوں منظروں کو دیکھ کر اپنے خاتمہ کی فکر کرو۔ کہ ہمارا ایمان پر خاتمہ ہوگا اور ہماری موت اچھی موت ہوگی۔ یا ہمارا خاتمہ کُفر پر ہوگا۔ اور ہماری موت بُری موت ہوگی؟ یہ ڈرنے کی اور سوچنے کی بات ہے۔ کیونکہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے خاتمہ کی خبر نہیں ہے۔ لہٰذا موت کو یاد کرو۔ اور ہر وقت خداوند کریم سے دُعائیں کرتے رہو کہ ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اور ہمیں مومن کی موت نصیب ہو۔ اور ہمارا خاتمہ کُفر پر نہ ہو۔ اور ہم کافر کی موت سے محفوظ رہیں۔ اور ایسے اعمال صالحہ میں لگ جاؤ جس سے خاتمہ بالخیر نصیب ہو۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو خاتمہ بالخیر کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ "اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ" یعنی اے لوگو! لذتوں کو کاٹ دینے والی یعنی "موت" کو بکثرت یاد کرتے رہو۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۴۰)

اپنی قبر کو یاد رکھو!

مسلمانوں! ہم سب کو ایک دن مر کر قبر میں دفن ہونا ہے۔ اور اس اندھیری کوٹھری میں تنہائی کے اندر رہنا ہے۔ ذرا قبر کی وحشت اور تاریکی اور قبر میں عذابوں اور سانپوں بچھوؤں کو یاد کرو حدیث شریف میں ہے کہ بِئْسَ عَبْدٌ سَھَا وَ لَھَا وَنَسِیَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰی یعنی بُرا ہے وہ بندہ جو بھولا اور کھیل کود میں پڑا رہا۔ اور قبروں کو اور گلنے سڑنے کو بھول گیا۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۴۴)

روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس طرح روتے کہ آنسوؤں سے اُن کی داڑھی تر ہوجایا کرتی تھی۔ تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ جنت و جہنم کا تذکرہ کرتے ہیں تو روتے نہیں اور قبر سے اس طرح رویا کرتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے۔ تو اگر آدمی اس سے نجات پاگیا تو اس کے بعد کی ساری منزلیں اُس کے لئے آسان ہوجائیں گی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تمام خوفناک منظروں میں سب سے زیادہ خوفناک منظر قبر ہی کو دیکھا ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۶)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں اُس فتنے کا ذکر فرمایا جس فتنہ میں آدمی قبر کے اندر ڈالا جائے گا۔ تو تمام حاضرین نے ایسی چیخ ماری کہ وہ چیخ میرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھنے کے درمیان حائل ہوگئی۔ پھر جب لوگوں کی چیخ ساکن ہوگئی۔ تو میں نے ایک آدمی سے کہا کہ خُدا تمہیں برکت دے چیخ کے درمیان حضور نے کیا فرمایا؟ تو اُس نے بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں فتنے کے اندر ڈالے جاؤگے جو تقریباً دجّال کے فتنہ کے مثل ہوگا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۶)

قیامت کو یاد کرتے رہو!

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ قیامت آئے گی۔ قیامت کا منظر کیا ہوگا؟ اس کو سُن لو۔ قیامت کا میدانِ محشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ اُس دن زمین اتنی ہموار ہوگی اور اس قدر صاف ستھری ہوگی کہ اس میدان کا ایک کنارہ دوسرے کنارے سے صاف دکھائی دے گا۔ اس دن زمین تانبے کی ہوگی۔ اور سورج زمین سے صرف ایک میل کی دوری پر ہوگا۔ اُس دن پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔

اُس دن کی دھوپ اور اس کی تپش سے خُدا کی پناہ! پسینوں میں بھیگ کر کھڑے ہوں گے۔ پیاس کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہوجائیں گی اور کسی کسی کی زبانیں باہر نکل پڑی ہوں گی۔ اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی کمر تک۔ اور کوئی اپنے پسینوں میں ڈبکیاں لگاتا ہوگا۔ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے ساتھ بے کسی و بے بسی کا یہ حال ہوگا کہ کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں ہوگا۔ بھائی بھائی سے بھاگے بھاگے گا۔ ماں باپ اپنی اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے۔ بچے ماں باپ سے بچھڑ جائیں گے۔ شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے بیزار ہوکر سب ایک دوسرے سے جان چھڑاتے پھریں گے۔ یہ ایسا کٹھن اور دہشت ناک دن ہوگا کہ تکالیف اور آلام و مصائب کے بوجھ سے چھوٹے چھوٹے بچے دُکھ درد اور رنج و غم اُٹھاتے اُٹھاتے بوڑھے ہوجائیں گے۔ حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے۔ خوف و دہشت اور پریشانیوں سے لوگ پراگندہ ٹڈیوں کی طرح اِدھر اُدھر گرتے پڑتے پھریں گے۔ اور لوگ مدہوشی اور بدحواسی کے عالم میں اس طرح لڑکھڑاتے ہوئے چلیں گے کہ گویا نشہ کی حالت میں ہیں حالانکہ لوگ نشہ میں نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سختیاں انھیں مدہوش اور بدحواس بناکر اس حال میں پہنچا دیں گی۔ (مضامینِ قرآن مجید و احادیث فریضہ)

عُلمائے سلف کی عبادتیں

اب ہم چند علمائے سلف فقہاء و محدثین کرام کی عبادتوں کے مختصر حالات تحریر کرتے ہیں جو بلا شبہ آجکل کے مسلمانوں خصوصاً علمائے کرام کے لئے بہت زیادہ عبرت خیز اور نصیحت آموز ہیں۔ ان کو بغور پڑھئے اور اپنے اندر ان بزرگوں کے جذبات عبادت سے ایمانی لہر پیدا کیجئے۔

(۱) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ہی کثیر العبادات تھے۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے۔ رات بھر قیام اللیل کی وجہ سے لوگ آپ کو "کھونٹی" کہا کرتے تھے۔ رات کو خوف الٰہی سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ کے حال پر رحم آنے لگتا تھا جیل خانے کی جس کوٹھری میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھا تھا۔ رمضان شریف میں آپ اکسٹھ ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے تیس ختم دن میں اور تیس ختم رات میں اور ایک ختم تراویح میں۔ آپ کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔ اور کفن پہنا کر قاضی القضاۃ نے ہزاروں کے مجمع میں بھرائی ہوئی آواز سے چلا چلا کر یہ اعلان فرمایا کہ اے ابو حنیفہ! آپ پر خداوند کریم رحم فرمائے۔ آپ نے تیس سال تک مسلسل روزہ رکھا اور چالیس برس تک رات میں بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔ نماز جنازہ میں اتنا بڑا ہجوم تھا کہ پانچ مرتبہ نماز جنازہ ہوئی۔ اور سب سے آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد بن ابو حنیفہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۸۰ھ میں آپ کی ولادت کوفہ میں ہوئی۔ اور ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اور بغداد کے قبرستان "خیزران" میں مدفون ہوئے۔

آپ کے مفصل احوال کا مطالعہ کرنا ہو تو امام ابو جعفر طحاوی کی کتاب

عقود الدرر والعقیان فی مناقب النعمان۔ اور موفق بن احمد کی کتاب مناقب الامام الاعظم۔ اور عبدالقادر قرشی کی کتاب البستان فی مناقب النعمان اور جلال الدین سیوطی کی کتاب تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ۔ اور ابو عبداللہ محمد بن یوسف دمشقی کی کتاب عقود الجمان فی مناقب النعمان اور ابن کاس کی کتاب تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان وغیرہ پڑھئے۔

(۲) قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما عہدۂ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت و ریاضت میں بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہونے کی مدت میں باوجود انتہائی مصروفیات کے روزانہ دو سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ آپ ۱۱۳ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ اور ۱۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ خود خلیفہ ہارون رشید نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بغداد میں مقابر قریش کے اندر زبیدہ کی قبر کے پاس آپ مدفون ہوئے۔ (عمدۃ الرعایہ و شذرات الذہب لابن عماد)

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کو دس لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ آپ اکثر سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر یا کبھی سرکہ سے کھا لیا کرتے تھے۔ ساری رات شب بیداری اور گریہ و زاری کرتے۔ اور روزانہ بلا ناغہ تین سو رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے پانچ حج کئے تین پیدل چل کر اور دو حج سواری پر مگر کسی حج میں بھی اپنی ذات پر بیس درہم سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔ خلیفہ معتصم باللہ نے خلق قرآن کے فتنہ میں آپ کو گرفتار کیا۔ اور اٹھائیس ماہ آپ کو جیل خانے میں رکھ کر کوڑے لگواتا رہا۔ خلیفہ معتصم باللہ کے بعد واثق باللہ خلیفہ ہوا۔ تو اس کے دور میں بھی کوڑوں کی مار اور جیل کی سختیاں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ متوکل باللہ جب

خلیفہ ہوا تو فرقہ معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا۔ اور آپ جیل خانہ سے رہا ہوئے۔ ۱۶۴ھ میں شہر بغداد کے اندر آپ کی ولادت ہوئی۔ اور ۲۴۱ھ میں بعمر ستہتر سال بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں دس لاکھ آدمیوں کا مجمع ہوا۔ اور آپ کی نماز جنازہ اور دفن سے متاثر ہو کر بیس ہزار یہودی و نصرانی و مجوسی مسلمان ہو گئے۔ آپ کی وفات کے دو سو تیس برس کے بعد آپ کی قبر کے پہلو میں جب ابو جعفر بن ابو موسیٰ کے لئے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ دو سو تیس برس گزر جانے کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کفن صحیح و سالم اور آپ کا بدن بالکل تر و تازہ تھا۔ (اکمال۔ تہذیب التہذیب۔ طبقات شعرانی)

(۴) حضرت ابراہیم تیمی علیہ الرحمۃ زمانۂ تابعین کے بڑے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کی تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کا مقولہ تھا کہ تم جب کسی شخص کو دیکھ لو کہ وہ تکبیر اولیٰ پانے میں سستی کرتا ہے تو تم اس سے نا امید ہو جاؤ۔ اور اس کی صلاح و فلاح سے ہاتھ دھو لو۔ حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کوفہ کے گورنر نے بہت سے نیک و صالح علماء کو جیل میں بلا قصور بند کر رکھا تھا۔ قید و بند کی سختیاں زیادہ دنوں تک آپ برداشت نہ کر سکے۔ چند ہی دنوں میں بیمار ہو کر ۹۲ھ میں جیل خانے کے اندر ہی آپ وفات پا گئے۔ جس رات آپ کا انتقال ہوا۔ حجاج بن یوسف ظالم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اے حجاج! اٹھ دیکھ تیرے قیدیوں میں سے آج ایک جنتی کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے صبح کو قیدیوں کا حال پوچھا۔ تو پتہ چلا کہ اس رات میں حضرت ابراہیم تیمی کا انتقال ہو گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (طبقات شعرانی)

(۵) حضرت ابو العالیہ علیہ الرحمۃ بہت ہی جلیل القدر محدث تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سیکڑوں بڑے بڑے محدثین ہوئے ہیں۔ علم کے کمال کے ساتھ

زہد و تقویٰ اور عبادت میں بھی بہت ممتاز و مشہور تھے۔ سفر اور وطن میں بھی کبھی آپ کی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی۔ آپ کا قول ہے کہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ عالم و حافظ ہو کر رات بھر سوتا رہے۔ اور نماز تہجد میں قرآن مجید نہ پڑھے۔ ۹۰ھ میں اس پیکر علم و عمل کا وصال ہوا۔ (اکمال و طبقات شعرانی)

(۶) حضرت اسود بن یزید نخعی علیہ الرحمۃ یہ حضرت ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ جو حضرت امام ابو حنیفہ کے دادا استاد ہیں۔ حضرت اسود بن یزید حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد اور صاحب فتویٰ تھے۔ علمی مشاغل کے باوجود روزانہ سات سو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے۔ اور مسلسل روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ روزہ و عبادت کی کثرت اور شب بیداری کی مشقتوں کی وجہ سے ان کے بدن کا رنگ پہلے زرد پھر سبز ہو گیا تھا۔ روتے روتے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ کوفہ ان کا وطن تھا۔ اور کوفہ کے عوام و خواص آپ کو "اسود جنتی" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ۷۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور کوفہ ہی میں آپ کی قبر بنی۔ (عمدۃ القاری و طبقات و تہذیب التہذیب)

(۷) حضرت ابوبکر بن عبد الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ خاندان قریش کے علماء میں بہت جید و ممتاز ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے سات فقیہوں میں آپ کا شمار ہے علم و فضل کے ساتھ کثرت عبادت میں اپنے دور کے "امام العابدین" کہلاتے تھے۔ یہ نفل نمازوں میں بہت ہی طویل سجدے کرتے تھے۔ دیر تک ہتھیلی زمین پر رکھنے سے ان کی ہتھیلی گرم ہو جاتی تھی۔ اس لئے یہ دو طشتوں میں پانی بھر کر رکھ لیتے تھے اور بوقت سجدہ اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں طشتوں میں رکھ کر سجدہ کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

(۸) حضرت امام اعمش علیہ الرحمۃ کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ کوفہ میں مستقل قیام

فرمالیا تھا۔ سنہ ۶۰ھ میں ایران کے اندر پیدا ہوئے۔ حدیث میں آپ کے اُستادوں اور شاگردوں کا شمار دُشوار ہے۔ یہ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں بلا وضو میری موت نہ ہو جائے۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ ستر برس تک نمازِ باجماعت کی تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ مزاج میں تواضع و انکسار بھی حد سے زیادہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں مرجاؤں تو کسی کو میری موت کی خبر نہ دینا۔ بس چپکے سے مجھے قبر میں دفن کر دینا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ دیندار مسلمان میرے جنازے کو کندھے پر اُٹھا کر چلیں۔ ربیع الاوّل سنہ ۱۴۸ھ میں بعمر اٹھاسی سال وفات پائی۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)
(طبقات شعرانی و اِکمال و تہذیب التہذیب)

(۹) حضرت ابوبکر بن محمد انصاری علیہ الرحمۃ۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ بہت ہی کثیر الحدیث محدّث ہیں علم و فضل و تقویٰ و دیانت میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ شب بیداری و کثرتِ عبادت میں بھی اپنے دَور کے ممتاز عابدوں میں ہیں۔ عُطّاف بن خالد کا بیان ہے کہ ابوبکر بن محمد انصاری نے چالیس برس تک رات میں بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔ تمام رات نوافل پڑھتے۔ اور اتنا طویل سجدہ کرتے تھے کہ ان کی پیشانی اور ناک پر بہت نمایاں سجدوں کا نشان پڑ گیا تھا۔ عمر بن عبداللہ تمیمی کا قول ہے کہ سنہ ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ہَیثم بن عدی نے کہا کہ سنہ ۱۱۷ھ میں ان کا وصال ہوا۔ اور واقدی وغیرہ نے ان کا سنہ وفات سنہ ۱۲۰ھ تحریر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

(۱۰) حضرت ابن جُریج علیہ الرحمۃ ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ہے۔ بہت ہی بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ محدّثین میں سب سے پہلے علمِ حدیث کی کتابیں تصنیف فرمانے والے یہی ابن جُریج ہی ہیں۔ یہ بہت ہی طاقتور و تندرست تھے۔ اولاد کے بیحد خواہشمند تھے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ انھوں نے یکے بعد دیگرے ستر عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن کسی عورت سے ان کی کوئی

ابدال ہونے کی نشانی ہے۔ مکہ مکرمہ میں اپنے دَور کے سب سے بڑے عبادت گزار اور زاہدِ شب زندہ دار تھے۔ ہر ماہ میں صرف تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ باقی سال بھر روزانہ روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سنہ ۱۴۹ھ یا سنہ ۱۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پاکر مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ عبدالرزاق محدّث علانیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ابن جُریج سے بڑھ کر بہترین نماز پڑھنے والا کسی نمازی کو نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

(۱۱) حضرت ابوبکر بن عیاش کوفی علیہ الرحمۃ یہ بہت ہی بلند مرتبہ محدّث ہیں۔ اور کوفہ کے محدّثوں اور قاریوں میں ان کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان کے تقویٰ و دیانت کا یہ حال ہے کہ زندگی بھر کوئی بیہودہ لفظ ان کی زبان پر نہیں آیا۔ اور تمام عمر میں کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اور عبادت کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ تیس برس تک مسلسل روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ اور ستر برس تک متواتر ساری رات بیدار رہ کر نوافل پڑھتے۔ اور دن کو روزہ رکھتے۔ یہ بہت بڑے صاحبِ کرامت بھی تھے۔ ایک مرتبہ زمزم شریف کے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ڈول بھر کر دودھ نکالا اور ایک مرتبہ زمزم شریف کے کنوئیں میں سے ڈول بھر شہد نکالا۔ یہ ہارون رشید خلیفۂ بغداد کو علانیہ نصیحت فرماتے تھے۔ سنہ ۱۹۳ھ میں نوے برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم ڈرتی ہو کہ تمھارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ اے نورِ نظر! تمھیں کیا خبر؟ میں نے اپنے مکان کے صرف اس ایک کونے میں ۲۴ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب و نووی)

(۱۲) حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالملک رقاشی ہے۔ یہ بصرہ کے اصلی باشندہ ہیں۔ مگر بعد میں بغداد کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ یہ بڑے پائے کے محدّث ہیں۔ محمد بن جریر طبری نے تو یہاں تک کہا کہ میں نے ان سے

بڑھ کر حدیث کا حافظ کسی کو نہیں دیکھا۔ علمی کمالات کے ساتھ عبادت کی منزل میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ روزانہ بلا ناغہ چار سَو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ ان کا سنہ ولادت ۱۹۰ھ اور وفات کا سال ۲۷۶ھ ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ وغیرہ)

(۱۳) بلال بن سعد بن تمیم اشعری علیہ الرحمۃ یہ دمشق کے باشندہ تھے۔ ابن سعد نے ان کو بزرگ تابعی اور ثقہ محدّث تحریر کیا ہے۔ اور محدّث ابن زُرعہ نے فرمایا کہ یہ بہترین واعظ بھی تھے۔ اور صلاح و تقویٰ اور عبادت میں شام کے اندر ان کا وہی مرتبہ ہے جو بصرہ میں خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اور امام اَوزاعی محدّثِ شام نے تو ان کے بارے میں یہاں تک فرما دیا کہ بلال بن سعد کا عبادت میں وہ مرتبہ ہے کہ اس اُمّت میں کسی کے بارے میں اتنی کثیر عبادت کا حال سُننے میں نہیں آیا ہے یہ دوسری طرح طرح کی عبادتوں کے علاوہ روزانہ ایک ہزار رکعت نمازِ نفل پڑھتے تھے۔ ان کا سنہ وفات تقریباً ۱۲۰ھ ہے۔ (تہذیب التہذیب)

(۱۴) حضرت بِشر بن منصور سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن بصرہ ہے۔ ابن حبّان نے ان کو بصرہ کا ثقہ محدّث اور بصرہ کا سب سے نیک و صالح عالم، اور سب سے بڑا عبادت گزار عابد بتایا ہے یہ روزانہ پانچ سو رکعت نمازِ نفل پڑھتے تھے۔ اور ہر تیسرے دن قرآن مجید کا ایک ختم پورا کرتے تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ مگر پھر بھی ان کی عبادتوں میں کوئی فرق نہیں پڑا ۱۸۰ھ میں دُنیا سے رحلت فرمائی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن مَہدی و فُضیل بن عیاض و بشر حافی جیسے باخُدا و عابد و زاہد محدّثین نے ان سے سبق پڑھا ہے۔ اور سب کی انھوں نے تربیت فرمائی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

(۱۵) حضرت بِشر بن المُفضّل رَقاشی بصرہ کے اُن علمائے حدیث میں سے ہیں جو حدیث و فقہ اور تقویٰ و عبادت میں اپنے دَور کے ممتاز علمار ربّانیین میں سے

ہوئے۔ یہ روزانہ بلا ناغہ چار سو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے۔ اور عمر بھر صوم داؤدی کے پابند رہے۔ یعنی ایک دن روزہ رکھتے۔ اور ایک دن افطار کرتے ۱۸۰ھ میں ان کا وصال ہوا۔ حضرت امام احمد بن حنبل و امام اسحاق وغیرہ اماموں نے ان سے سبق پڑھا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

(۱۶) حضرت ثابت بن اَسلم بُنانی رحمۃ اللہ علیہ آپ بصرہ کے بزرگ ترین تابعین میں سے ہیں۔ چالیس برس تک حضرت اَنس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہے۔ آپ پر خوف الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ چنانچہ آپ کے سامنے جب کبھی بھی جہنّم کا تذکرہ کر دیا جاتا۔ تو آپ پر ایسا اضطراب ہوتا کہ تڑپنے لگتے۔ اور بدن پر اتنا شدید لرزہ طاری ہو جاتا کہ کسی نہ کسی عضو کا جوڑ الگ ہو جاتا۔ عبادت کا یہ عالَم تھا کہ پچاس برس تک آپ کی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی۔ رات بھر نفل نماز پڑھتے۔ اور صبح کو رو رو کر یہ دُعا مانگتے تھے۔ کہ اے اللہ! اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو مجھ کو ضرور یہ توفیق عطا فرمانا "کہ میں اپنی قبر میں بھی نماز پڑھتا رہوں" چنانچہ آپ کی دُعا مقبول ہوگئی۔ اور آپ کی یہ کرامت تو دیکھئے کہ آپ کے دفن کے بعد بالکل اچانک نیچے سے ایک اینٹ ٹوٹ گئی۔ اور قبر میں ایک سوراخ ہوگیا تو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ تو آپ کی بہت مشہور کرامت ہے کہ وفات کے بعد آپ کی قبر سے ایک مُدّت تک تلاوتِ قرآن مجید کی آواز آتی رہی۔ اور ہزاروں انسان سُنتے تھے۔

ابوبکر مُزنی و ابن حبّان نے کہا کہ بصرہ میں ثابت بن اسلم بُنانی سے بڑا کوئی عابد نہیں تھا۔ رات بھر نوافل پڑھنے کے علاوہ بلا ناغہ روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے۔ اور ہمیشہ روزانہ روزہ دار بھی رہتے تھے۔ چھیاسی برس کی عمر شریف ہوئی ۱۲۳ھ میں وصال ہوگیا۔

(اکمال و تہذیب التہذیب وغیرہ)

(۱۷) حضرت حارث بن یزید حضرمی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے رہنے والے تھے۔ اور
نہایت بلند درجہ کے محدث تھے۔ یہ درس حدیث کے بعد اپنا پورا وقت
نفلی عبادتوں میں گزارتے تھے۔ لیث بن سعد محدث مصر کا بیان ہے کہ یہ
روزانہ چھ سو رکعات نماز نفل پڑھا کرتے تھے ۱۳۰ھ میں ان کی وفات
ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

(۱۸) حضرت حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ یہ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم اور نہایت ہی
بلند پایہ محدث تھے۔ جس زمانے میں آپ بخارا کے قاضی ہوئے تو بادشاہ
نے آپ کو وزیر بنا کر پوری سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔
اس حالت میں بھی آپ نے علم دین کا مشغلہ ترک نہیں کیا اور مختصر و
منتقیٰ و کافی وغیرہ فقہِ حنفی کی کتابیں اپنی وزارت ہی کے دور میں
تصنیف فرمائی ہیں اور درس حدیث و فقہ کا سلسلہ بھی قائم رکھا۔
منقول ہے کہ آپ کو شہادت کی بیحد تمنا تھی۔ اور ہر نماز کے بعد
شہادت کی دُعا مانگا کرتے تھے چنانچہ آپ کی دُعا مقبول ہو گئی۔ اور
شہادت نصیب ہو گئی۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے
اور وہ یہ ہے کہ تنخواہ میں دیر ہونے کی وجہ سے بادشاہ کے کچھ فوجیوں نے
بغاوت کر دی۔ اور وزیر ہونے کی وجہ سے ان فوجیوں نے آپ کے مکان
کا محاصرہ کر لیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ
حجامت بنوائی اور غسل کر کے بہترین کفن پہنا۔ اور پوری رات صبح تک
نماز نفل پڑھتے رہے۔ شاہی فوج اور باغیوں میں خونریز جنگ بھی ہوئی۔
بالآخر باغی فوج غالب ہوئی۔ اور وہ آپ کے مکان میں گھس گئی۔ آپ
بحالتِ نماز سجدے میں تھے کہ باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ
ربیع الاول ۳۳۴ھ میں ہوا۔ (تبصرۃ الروایۃ)

(۱۹) حضرت حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمۃ "شرح السُّنّۃ" کے مصنف تمام عمر

تصنیف اور حدیث و تفسیر و فقہ کے درس میں بھی مشغول [illegible]
درس دیتے رہتے۔ اور عمر بھر یہ عمل رہا [illegible]
دن بھر روزہ دار رہتے۔ اور وقت افطار [illegible]
روٹی کا ایک ٹکڑا تناول فرما لیتے [illegible]
سالن کے روغن زیتون استعمال فرماتے تھے [illegible] میں وفات پائی
اور اپنے استاد قاضی حسین شامی کے مقبرہ میں مدفون ہوئے [illegible]

(۲۰) حضرت خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ جو حافظ ابو نعیم مصنف "حلیۃ الاولیاء"
کے شاگرد خاص اور ان کے شاگردوں میں محدث [illegible] بہت مشہور
ہیں۔ حضرت خطیب بغدادی نے ساٹھ سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائی
ہیں۔ مگر ان کی تصنیفات میں سے "تاریخ بغداد" بہت مشہور ہے جو حقیقت
آپ کا بہت بڑا علمی شاہکار ہے۔ ان کی عبادت کا ذوق بھی کرامت کی
حد کو پہنچا ہوا تھا۔ سفرِ حج میں ہر روز تجوید و ترتیل کے ساتھ ایک ختم
قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے جس کو تمام لوگ لفظ بلفظ سنتے تھے۔ سفر کی
تکان اور بیماری کی حالت میں بھی آپ اپنے ورد کا ناغہ نہیں فرماتے تھے۔
۷ ذوالحجہ ۴۶۲ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ اور بغداد میں حضرت بشر حافی
رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد بغداد کے
اولیاء میں سے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور حال پوچھا۔ تو آپ نے
فرمایا کہ اَنَا فِیْ رَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَّجَنَّۃِ نَعِیْمٍ (یعنی میں راحت و آرام اور
نعمتوں کی جنت میں ہوں۔ (بستان المحدثین)

(۲۱) حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ یہ کوفہ کے بہت ہی مشہور فقیہ اور نامور
عابد و زاہد ہیں۔ یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشد تلامذہ
میں سے ہیں۔ اور حضرت سفیان بن عُیینہ و ابن عُلیّۃ و وکیع وغیرہ جلیل القدر
محدثین کے اُستاد ہیں۔ یہ پہلے حدیث و فقہ کے بہت نامور معلم تھے۔ لیکن

بعد میں ایک دم درس و تدریس کا سلسلہ ختم کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے
یہاں تک کہ کوفہ میں "فقیہِ زاہد" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ان کے زہد و قناعت
کا یہ عالَم تھا کہ عطار بن مسلم کا بیان ہے کہ جب بھی ہم داؤد طائی کے مکان پر
گئے۔تو اس کے سوا ہمیں وہاں کوئی سامان نظر نہیں آیا۔کہ ایک چٹائی بچھی
ہوئی ہے۔اور اُس پر تکیہ کے لئے ایک اینٹ رکھی ہوئی ہے۔اور ایک جھولی میں
خشک روٹی کے چند ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ایک لوٹا ہے جس سے وہ وضو و
استنجاء بھی فرماتے ہیں۔اور اسی سے پانی بھی پیتے ہیں۔

ان کو اپنے والد سے میراث میں بیس دینار ملے تھے۔اسی رقم کو انھوں نے
بیس سال تک خرچ کیا۔اور عمر بھر نہ کسی دوست کا ہدیہ قبول کیا۔نہ کسی بادشاہ
یا امیر سے کوئی نذرانہ لیا۔اس طرح زندگی بسر کی کہ مُحارِب بن دِثار فرمایا کرتے
تھے کہ اگر داؤد طائی اگلی اُمتوں میں سے ہوتے تو ضرور اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید
میں اُن کا قصہ بیان فرماتا۔ابونعیم نے ان کا سنہ وفات ۱۶۰ھ بتایا۔
اور ابن نُمیر کا قول ہے کہ ۱۶۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔(رحمہ اللہ تعالیٰ)

(تہذیب التہذیب)

(۲۲) حضرت زُرارہ بن ابی اَوفی رحمۃ اللہ علیہ بصری تابعی ہیں۔بڑی شان کے
محدّث تھے۔حضرت قَتادہ اور حضرت عَوف جیسے نامور محدّثین ان کے
شاگردوں میں ہیں۔آپ بصرہ کے قاضی بھی تھے۔اور قبیلۂ بنی قُشیر کی مسجد
میں لوجہ اللہ امامت فرماتے تھے۔نہایت ہی عابد و زاہد اور خوف و خشیتِ
الٰہی میں ڈوبے ہوئے عالمِ باعمل تھے۔تلاوتِ قرآن مجید کے وقت وعید و
عذاب کی آیتیں پڑھ کر لرزہ براندام بلکہ کبھی کبھی خوفِ خداوندی سے بیہوش
ہو جاتے تھے۔حضرت بَہز بن حکیم محدّث کا بیان ہے کہ ایک دن فجر کی نماز
میں آپ نے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝ کی
آیت تلاوت فرمائی۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن

بہت ہی سخت ہوگا" یہ آیت پڑھتے ہی آپ پر حالتِ نماز میں اس قدر خوفِ
خُداوندی کا غلبہ ہوا کہ لرزتے اور کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔اور آپ کی
روح پرواز کر گئی۔بہز بن حکیم محدّث کہتے ہیں کہ میں بھی اُن کی لاش مبارک
کو مسجد سے گھر تک اُٹھائے جانے والوں میں شامل تھا۔یہ واقعہ ۹۲ھ
میں ہوا۔(اکمال و ترمذی شریف)

(۲۳) حضرت زُبید بن حارث کوفی رحمۃ اللہ علیہ بڑے باکمال اُستاد حدیث ہیں۔
شُعبہ و منصور و سُفیان ثوری و اعمش وغیرہ ان کے شاگردوں کی فہرست
میں ہیں۔ابن حبان محدّث کا بیان ہے کہ یہ بیحد عبادت گزار اور انتہائی
صالح و متقی عالمِ حدیث تھے۔ابن شُبرمہ کہتے ہیں کہ حضرت زبید بن
حارث رات بھر نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ابونُعیم کا قول ہے کہ ۱۲۲ھ
میں ان کی وفات ہوئی۔(رحمہ اللہ تعالیٰ)
(تہذیب التہذیب)

(۲۴) حضرت زُہیر بن محمد مَروزی رحمۃ اللہ علیہ یہ علمِ حدیث کی طلب میں "مَرو"
سے بغداد آئے تھے۔امام بغوی فرمایا کرتے تھے کہ بغداد میں امام احمد بن حنبل
کے بعد زُہیر بن محمد سے بڑھ کر صاحبِ علم و عمل مجھے نظر نہیں آیا۔ان کو جہاد
کا بہت شوق تھا۔چنانچہ آخری عمر میں بغداد سے "طرطوس" روانہ ہو گئے۔
اور وہاں مجاہدین کے گھوڑے سواروں کے دستہ میں شامل ہو کر جہاد میں
شریک ہو گئے اور ۲۵۸ھ میں بحالتِ جہاد طرطوس ہی میں وفات پائی۔یہ
رمضان شریف میں دن رات ملا کر روزانہ تین ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے
تھے۔اور ہمیشہ ہر سال صرف رمضان شریف میں نوّے ختم قرآن مجید پڑھا
کرتے۔اور سال کے دوسرے دنوں میں بھی زیادہ سے زیادہ تلاوتِ
قرآن مجید کا شغل رکھتے تھے۔(تہذیب التہذیب و تذکرۃ الحفاظ)

(۲۵) حضرت سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی بلکہ سید التابعین
ہیں۔امام زُہری و امام مکحول وغیرہ ہزاروں باکمال تابعین و تبع تابعین کو

آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ آپ بڑے بارُعب و صاحبِ وقار تھے۔ آپ کی درسگاہ میں بڑے بڑے اُمراء بھی بغیر اجازت کے باریاب ہونے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے۔ آپ کی سیکڑوں کرامتیں مشہور ہیں۔

آپ نے چالیس حج کئے۔ اور چالیس برس تک کوئی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ تیس برس تک ہر اذان مسجد میں سُنی۔ اور پچاس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ۱۹۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔
(طبقات شعرانی و اکمال)

(۲۶) حضرت سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دیدار کرنے والے تابعی ہیں۔ یہ فقہ و حدیث کے بڑے عالموں میں سے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی بھی تھے۔ چالیس برس تک روزانہ ہر دن روزہ دار رہے۔ اور اسی قسم کے دوسرے مجاہدات کرتے رہتے تھے۔ ۱۲۵ھ میں بہتر سال کی عمر پاکر وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

(۲۷) حضرت سُلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ اور بصرہ کے محدثین میں ایک اُمتیازی شان رکھتے ہیں۔ صحابہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور حضرت شُعبہ و اعمش و سُفیان بن عُیینہ وغیرہ جلیل الشان محدثین کے اُستاد ہیں۔ بصرہ کے بڑے بڑے عابدوں میں ان کا شمار ہے۔ ایسے صاحبِ کرامت عبادت گزار تھے کہ عمر بھر ان کا یہ معمول رہا کہ عشاء کے وضو سے فجر تک ساری رات نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ذیقعدہ ۱۴۳ھ میں ستانوے برس کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب)

(۲۸) حضرت شُعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ کا وطن بصرہ ہے۔ آپ کا لقب "امیر المومنین فی الحدیث" ہے آپ کے اُستادوں اور شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اُن کا شمار دُشوار ہے۔ آپ اعلیٰ درجے کے متقی اور اپنے دَور کے بے مثال عبادت گزار تھے۔ عام طور پر لوگ ان کو "صائم الدہر و قائم اللیل"

کہا کرتے تھے یعنی دن کے روزہ دار۔ اور رات کے تہجد گزار۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ دن یا رات جب بھی میں "شعبہ" کے مکان پر گیا۔ تو انھیں نماز ہی میں مشغول پایا۔ کثرتِ عبادت اور کثرتِ مجاہدات کی وجہ سے جسم پر ہڈی اور چمڑے کے سوا گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں تھی۔ ۱۶۰ھ میں وصال فرمایا۔ اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ (طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب)

(۲۹) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مشہور امام فقہ و حدیث اور صاحب المذہب ہیں۔ نام محمد بن ادریس اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اور لقب امام شافعی ہے جو آپ کے مورثِ اعلیٰ "شافع" کی طرف نسبت ہے۔ آپ ۱۵۰ھ میں فلسطین کے قریب شہر "غزہ" میں پیدا ہوئے۔ اور بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ خاص اُسی دن پیدا ہوئے جس دن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ دو برس کی عمر تھی کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ "غزہ" سے مکہ معظمہ آئے۔ اور آغوشِ مادر میں نہایت مفلسی کی حالت میں پرورش پائی۔ سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضرت سُفیان بن عُیینہ اور مسلم بن خالد زنجی کی خدمت میں فقہ و حدیث کی تعلیم شروع کی۔ پھر تیرہ برس کی عمر میں مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کا شرف پایا۔ امام مالک نے آپ کی صورت دیکھتے ہی اپنی باطنی فراست سے معلوم کرلیا کہ یہ ستارہ ایک دن آفتاب بن کر چمکنے والا ہے۔ چنانچہ امام مالک علیہ الرحمۃ نے بڑی شفقت کے ساتھ یہ نصیحت فرمائی کہ صاحبزادے! تم تقویٰ کی زندگی اختیار کرو۔ عنقریب تمھاری ایک نرالی شان ہونے والی ہے۔ پھر عراق کا سفر فرمایا۔ حضرت امام محمد شاگرد امام اعظم ابوحنیفہ نے آپ کی والدہ ماجدہ سے نکاح فرمالیا تھا۔ اس لئے وہ آپ پر بیحد شفیق تھے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد کا ہے۔

آپ آخری عمر میں بغداد سے مصر تشریف لے گئے۔ اور وہاں شب جمعہ بعد
مغرب چوّن برس کی عمر میں وفات پائی۔
آپ تقویٰ شعاری و پرہیز گاری، نیز کثرتِ عبادت میں بھی اپنے دَور کے
بے مثال عابد و زاہد اور صاحبِ ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔ ہمیشہ آپ کا
یہ معمول رہا کہ ایک تہائی رات سوتے۔ اور ایک تہائی رات میں عبادت کرتے۔
اور ایک تہائی رات میں تصنیفات تحریر کرتے زندگی بھر کبھی کوئی جھوٹ
آپ کی زبان پر نہیں آیا۔ نہ کبھی قسم کھائی۔ سخت سے سخت سردیوں میں
بھی کبھی جمعہ کا غسل نہیں چھوڑا۔ اور سولہ برس تک لگاتار کبھی بھر پیٹ کھانا
نہیں کھایا۔ آپ نے فقہاء و محدثین کے علاوہ اپنے دَور کے بہت سے مشائخ
صوفیہ کی بھی صحبت اُٹھائی۔ اہل بیت کرام سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ آپ
بہت ہی متبعِ سُنت تھے۔ اور اپنے زمانے کے بد دینوں اور بد عقیدوں یعنی فرقہ
مُرجیہ و قدریہ و روافض و خوارج سے انتہائی اجتناب و نفرت فرمایا کرتے تھے۔ اور
صاف صاف اعلان فرماتے تھے کہ اگر کوئی بد عقیدہ ہوا میں بھی اُڑنے لگے۔
جب بھی وہ میری نظر میں قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ آپ کے مذہب کو بڑی
مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور آج بھی آپ کے مقلدین کروروں کی تعداد میں
مصر و یمن اور انڈونیشیا و ہندوستان کے علاقہ کوکن وغیرہ میں موجود ہیں۔
(اکمال و طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب)

(۳۰) حضرت شمس الدین محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ یہ ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ
میں بمقام دمشق پیدا ہوئے۔ اور مغرب کے بڑے بڑے شہروں کی مرکزی
درسگاہوں میں سفر کر کے فقہ و حدیث اور فنِ قرارت کا علم حاصل کیا۔ اور
خوب خوب علم قرارت و حدیث کی تعلیم و اشاعت فرمائی۔ اور آپ کو اس قدر
شہرت حاصل ہوئی کہ بلادِ مغرب میں "امام اعظم" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔
باوجودیکہ آپکے پاس علم حدیث اور علمِ قرارت کے طلبہ کا ہر وقت میلہ لگا رہتا

تھا۔ مگر پھر بھی آپ اپنے اوراد و وظائف اور کثرت عبادت کے بہت پابند
تھے۔ سفر اور وطن میں ہمیشہ ساری رات نوافل پڑھتے رہتے اور ہر دو شنبہ
اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتے۔ اور ہر مہینے میں تین روزے برابر رکھتے تھے۔
آپ کی تصنیف کردہ دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔ حدیث میں "حصن حصین"
اور قرارت میں النشر فی القراءات العشر۔ اخیر عمر میں شیراز میں سکونت
کر لی تھی۔ جہاں جمعہ کے دن ۸۳۳ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔
(بستان المحدثین)

(۳۱) حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ کبار صحابہ مثلاً امیر المومنین حضرت
عُمر و حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں۔ اور
ان کے شاگردوں میں حضرت سعید بن جُبیر و عامر شعبی و ابواسحاق سبیعی
رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے محدثین کرام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ ایسے عارف باللہ و باکرامت
بزرگ ہیں کہ جب یہ مسجد میں داخل ہوتے۔ تو حاضرین کو ان کی صورت دیکھ کر
خُدا یاد آجاتا تھا عبادت کی کثرت میں مشہور تھے۔ پچاس حج اور پچاس عمرہ
ادا کیا تھا۔ اور دوسری عبادتوں کا تو شمار ہی نہ ہو سکا۔ ۷۴ھ میں وفات
پائی۔ اور کوفہ میں دفن ہوئے۔ (تہذیب التہذیب)

(۳۲) حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی علی بن حسین بن علی ہے
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ خانۂ اہل بیت کے روشن چراغ، بلکہ اپنے دَور کے
"سید السادات" "کثیر العبادت۔ صاحب کرامت۔ سردار اولیاء۔ سرتاج اصفیاء
ہیں۔ آپ شہداء کربلا کی شہادت کے بعد خواتینِ اہلبیت کو ہمراہ لے کر کربلا
سے دمشق اور دمشق سے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ بہت ہی حلیم اور
صابر و شاکر تھے۔ کبھی سفر اور وطن میں آپ کی نمازِ تہجد قضا نہیں ہوئی۔ نہ
آپ ایک ہزار رکعت نمازِ نفل پڑھتے تھے۔ اٹھاون برس کی عمر شریف پاکر
مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کے علم و عمل کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ (اکمال و طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب)

(۳۳) حضرت عبداللہ بن غالب حُدّانی رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور عابد و زاہد تابعی ہیں۔ اور علم حدیث میں حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں قتادہ وغیرہ نامور محدثین ہیں۔ یہ روزانہ ایک سو رکعت نماز چاشت پڑھتے تھے۔ مگر اتنے اطمینان کے ساتھ اور اتنی طویل نماز پڑھتے تھے کہ سعید بن یزید کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ یہ سجدہ میں گئے۔ اور ایک شخص بصرہ کے پُل پر سے گزر کر جانوروں کا چارہ خریدنے کے لئے گیا۔ اور وہ بازار سے چارہ خرید کر آ گیا۔ مگر اُس وقت تک انھوں نے سجدے سے سر نہیں اُٹھایا تھا۔ ۸ ذوالحجہ ۸۲ھ کو یہ شہید کر دئے گئے دفن کے بعد ان کی قبر شریف کی مٹی سے مُشک کی خوشبو آتی تھی چنانچہ عام طور پر لوگ ان کی قبر کی مٹی اُٹھالے جاتے تھے۔ بار بار ان کی قبر مبارک پر مٹی ڈالی جاتی تھی اور لوگ خوشبو کی وجہ سے اُٹھالے جاتے تھے۔

(تہذیب التہذیب)

(۳۴) حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ہی شاندار محدث ہیں۔ خلیفہ اموی سلیمان بن عبدالملک کو آپ فقہ و حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ اور اُس کی بادشاہی کا مطلق خیال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ غریب و مفلس طلبہ کی صف میں اُس کو بٹھا کر پڑھاتے تھے۔ آپ نماز تہجد کے بید پابند تھے۔ اور روزانہ نماز تہجد میں دو سو آیتیں نہایت تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے زندگی میں ستر حج کئے۔ اور سَو برس کی عمر پا کر ۱۱۵ھ میں مکہ معظمہ کے اندر وصال فرمایا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)

(۳۵) حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہم یہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ یہ بہت ثقہ و معتمد محدث تھے۔ مگر بہت ہی کم حدیثوں کی روایت فرماتے تھے زیادہ تر ان کا میلان عبادت کی طرف تھا۔ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ کثرت نماز کی وجہ سے ان کو سجّاد (بہت زیادہ سجدہ کرنے والا) کہتے تھے ابن مدینی کا قول ہے کہ ۱۱۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)

(۳۶) حضرت عُمَیر بن ہانی عَنسی رحمۃ اللہ علیہ شام کے تابعی محدثین میں بہت ممتاز اور نامور ہوئے ہیں۔ یہ روزانہ بلا ناغہ ایک ہزار رکعت نماز نفل اور ایک لاکھ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ صَقر بن حبیب مُرّی نے ان کو شہید کر دیا۔ اور ان کے سر مبارک کو نیزے پر چڑھا کر شہر میں گشت کرایا۔ مروان طاطری کا بیان ہے کہ میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھے برداشت کی طاقت نہ رہی۔ تو میں نے چلا کر کہا کہ افسوس۔ اے بد نصیب! کاش تجھے خبر ہوتی کہ تو کس کے سر کو نیزے پر لے جا رہا ہے! یہ واقعہ ۱۲۷ھ میں پیش آیا۔ (تہذیب التہذیب)

(۳۷) حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم عُتَقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر میں مالکی مذہب کے مشہور فقیہ ہیں۔ انھوں نے سال کے مہینوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ چار مہینے "اسکندریہ" میں رہ کر جہاد کرتے۔ اور تین مہینے حج و زیارتِ مدینہ منورہ میں صرف کرتے اور پانچ مہینے تصنیفات میں اور اپنی درسگاہ میں علمِ حدیث کی تعلیم میں گزارتے۔ یہ ہمیشہ روزانہ دو ختم قرآن مجید پڑھتے۔ مگر جب، لوگوں نے ان کو تعلیم حدیث کی طرف توجہ دلائی۔ تو ایک ختم موقوف کر دیا۔ اور ایک ہی ختم آخر عمر تک پڑھتے رہے۔ یہ ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۱ھ میں وفات پائی۔ اور مصر میں مدفون ہوئے۔ (بُستان المحدثین)

(۳۸) حضرت عبدالرحمٰن بن اسعد نخعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت ہی بلند مرتبہ تابعی

محدّث ہیں اور ان کا لقب ''فقیہ'' ہے۔ یہ بہت ہی عابد و زاہد و باکرامت بزرگ تھے محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو ان کے پاؤں میں کوئی ایسی بیماری ہوگئی تھی کہ وہ ایک پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتے تھے۔ تو ہم لوگوں نے دیکھا کہ وہ بعد عشار ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر ساری رات نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے عشار کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ انھوں نے چالیس حج اور چالیس عمرہ ادا کیا تھا۔ اور کبھی بھی ایک سفر میں حج و عُمرہ ایک ساتھ نہیں کیا۔ بلکہ حج کے لئے الگ سفر کرتے۔ اور عُمرہ کی نیت سے دوبارہ سفر کرتے۔ اسی طرح ان کے والد حضرت اسود علیہ الرحمۃ نے چالیس حج اور چالیس عمرہ ادا کئے تھے۔ ابن حبان نے ان کی وفات کا سال ۱۹۹ھ لکھا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

(۳۹) حضرت علی بن بکّار رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا لقب ''مُحدّث زاہد'' ہے۔ ان کا دل خوف الٰہی سے لبریز تھا۔ دن رات روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ یہ ساری رات نوافل پڑھتے رہتے یہاں تک کہ عمر بھر عشار کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے رہے بعض کا قول ہے کہ انھوں نے ۲۰۷ھ میں وصال فرمایا۔ اور ابن سعد نے کہا کہ ان کا سال وفات ۲۰۸ھ ہے۔ مگر ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ ۱۹۹ھ میں بمقام مِصِّیصِیَہ شہید ہوئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

(۴۰) حضرت علی بن الجعد رحمۃ اللہ علیہ کا وطن بغداد ہے۔ یحییٰ بن مَعین ان کے خاص شاگردانِ حدیث میں سے ہیں۔ ابو اسرائیل محدّث نے ان کے جنازہ کے پاس کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ یہ وہ عالمِ ربّانی ہیں کہ انھوں نے ساٹھ برس تک صومِ داؤدی رکھا۔ یعنی ایک دن کا ناغہ کرکے ہمیشہ ساٹھ برس تک روزہ رکھتے رہے۔ ۱۳۲ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۲۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

(۴۱) حضرت غُندر رحمۃ اللہ علیہ آپ کا نام محمد بن جعفر ہے۔ اور وطن بصرہ ہے آپ قبیلۂ ''ہذیل'' کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اس لئے ''ہذلی'' بھی کہلاتے ہیں۔ ''غُندر'' آپ کا لقب ہے۔ غُندر کے معنی بہت شور مچانے والا۔ یہ لقب ابن جُریج محدّث نے آپ کو دیا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ ابن جُریج محدّث کی درسگاہ حدیث میں طلبہ بہت زیادہ حدیث کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔ اور محمد بن جعفر سب سے زیادہ زور زور سے سوال و جواب کرنے لگے۔ تو ابن جُریج نے ان کو ڈانٹ کر فرمایا کہ اُسْکُتْ یا غُنْدَرُ یعنی اے شور مچانے والے خاموش ہوجا۔ اُسی دن سے ''غُندر'' آپ کا لقب ہوگیا۔ اور یہ لقب اس قدر مشہور ہوگیا کہ حدیث کی سندوں میں آپ کا نام بہت کم آتا ہے۔ اکثر سندوں میں آپ کا لقب ''غُندر'' ہی استعمال ہوتا ہے۔

عبادت و تقویٰ میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کی باکرامت عبادت یہ ہے کہ آپ نے پچاس برس صومِ داؤدی رکھا۔ یعنی پچاس برس تک ایک دن روزہ رکھا۔ اور ایک دن افطار کیا۔ ذیقعدہ ۱۹۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (نووی علی المسلم)

(۴۲) حضرت قاسم بن سَلّام رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''قاضی'' اور ''فقیہ'' ہے۔ ان کی پیدائش ''ہرات'' میں ہوئی۔ مگر انھوں نے ''بغداد'' کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ اس لئے ''بغدادی'' کہلاتے ہیں امام ابوبکر انباری کا بیان ہے کہ قاسم بن سَلّام رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک تہائی رات سوتے۔ اور ایک تہائی رات نوافل پڑھتے اور ایک تہائی رات میں کتابیں تصنیف کرتے۔ اس لئے آپ کی تصنیفات بھی کافی تعداد میں ہیں۔ آخری عمر میں حج کے لئے گئے اور مکہ مکرمہ ہی میں ۲۲۴ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ (تہذیب التہذیب)

(۴۳) حضرت منصور بن مُعتمر کوفی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ آپ تبعِ تابعین میں سے ہیں مگر امام احمد بن حنبل و عبدالرحمٰن بن مہدی و علی بن مدینی وغیرہ نے آپ کو کوفہ کا

سب سے ثقہ و اعلیٰ محدث تسلیم کیا ہے۔ ان کی عبادت کا یہ حال تھا کہ سفیان ثوری کا قول ہے کہ اگر تم منصور بن معتمر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے۔ تو یہ کہتے کہ بس ابھی ان کا انتقال ہو جائے گا۔ داڑھی سینے سے لگی ہوئی۔ استغراق کے عالم میں رات بھر نماز میں مشغول رہتے۔ جب منصور بن معتمر کا وصال ہو گیا۔ تو ان کے پڑوسی کی ایک لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اے باپ! ہمارے پڑوسی کی چھت پر ایک ستون تھا وہ کب گر گیا؟ بچی کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ منصور بن معتمر کبھی دن میں چھت پر نہیں چڑھتے تھے۔ صرف رات میں چھت پر کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھتے تھے۔ تو وہ بچی یہ سمجھتی تھی کہ یہ کوئی ستون ہے۔ آپ رات میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کے گھر والوں کو ان پر رحم آنے لگتا تھا۔ اور شب بیداری و گریہ وزاری سے آپ کی آنکھوں میں سرخی رہنے لگی تھی۔ مگر آپ اپنی شب بیداری کو چھپانے کے لئے صبح کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور چہرے پر تیل مالش کر کے اپنی درسگاہ حدیث میں اس شان سے بیٹھتے کہ گویا ساری رات نیند بھر سو چکے ہیں۔ آپ کی باکرامت عبادت کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ مسلسل ساٹھ برس تک ہمیشہ صائم الدہر اور قائم اللیل رہے۔ یعنی ساٹھ برس تک روزانہ دن میں روزہ رکھا اور ہر رات نفل نمازوں میں گزاری۔ اللہ اکبر ؎

یہ عشقِ الٰہی کے پھندے کہاں ہیں؟
یہ اللہ کے پاک بندے کہاں ہیں؟

(طبقات شعرانی و نووی علی المسلم)

(۴۴) حضرت محمد بن طارق مکی رحمۃ اللہ علیہ کو امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ اور صالح محدث اور اپنے زمانے کا ممتاز عابد لکھا ہے۔ یہ اپنا گھر بار چھوڑ کر بیت اللہ شریف کے مجاور بن گئے تھے۔ اور روزانہ بلا ناغہ ستر طواف کرتے تھے۔ ستر طواف کرنے میں تقریباً دس میل چلنے کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

(تہذیب التہذیب)

(۴۵) حضرت مکی بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ یہ بلخ کے رہنے والے امام فقہ و استادِ حدیث ہیں۔ یہ علم و فضل کی جلالت کے ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی صاحبِ کرامت تھے۔ ساٹھ حج کئے اور دس برس تک حرم کعبہ میں معتکف رہ کر عبادت میں مصروف رہے۔ یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیحد معتقد اور مداح تھے۔ چنانچہ ہر مجلس خصوصاً نماز پنجگانہ کے بعد حضرت امام ابو حنیفہ کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ و مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ)

(۴۶) حضرت معلّٰی بن منصور رازی رحمۃ اللہ علیہ فقہائے حنفیہ میں نہایت بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجہ کے امام حدیث ہیں۔ اور قاضی امام ابو یوسف و امام محمد (شاگردان امام ابو حنیفہ) کے مایۂ ناز و قابل فخر شاگرد ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان کی شاگردی کی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ کَانَ مِنْ اَوْعِیَةِ الْعِلْمِ یعنی یہ علم کے بھرے برتنوں میں سے تھے۔ انتہائی عابد و زاہد اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ نمازوں میں ان کا استغراق اور خضوع و خشوع تو کرامت کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ یہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک بھڑوں کا چھتہ ان کے سر پر گر پڑا۔ مگر یہ نہایت ہی اطمینان کے ساتھ نمازوں میں مشغول رہے۔ کیا مجال کہ ذرا توجہ ہٹ جائے۔ آخر اسی حالت میں نماز ختم کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ اور لوگوں نے دیکھا تو بھڑوں کے ڈنک سے ان کے تمام سر میں ورم آ گیا تھا۔ آپ کا اصلی وطن "رے" ہے۔ مگر بغداد آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اور سنہ ۲۱۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ)

(۴۷) حضرت محمد بن عبد اللہ رقاشی رحمۃ اللہ علیہ ان کا وطن بصرہ ہے۔ اور یہ امام بخاری و امام مسلم و امام نسائی وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔

ان کے لئے عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ یہ روزانہ چار سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ امام بخاری کا قول ہے کہ ان کی وفات ۲۱۰ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

(۴۸) حضرت محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد کے بہت ہی نامور شاگرد ہیں۔ حضرت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ یہ فرماتے تھے کہ چالیس برس تک کبھی میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ لیکن جس روز میری والدہ کا انتقال ہوا اُس دن ایک وقت کی جماعت چھوٹ گئی۔ تو میں نے اس خیال سے کہ جماعت کی نماز کا پچیس گنا ثواب ملتا ہے۔ میں نے اس نماز کو اکیلے پچیس مرتبہ پڑھا۔ اسی درمیان میں مجھے غنودگی آگئی۔ تو کسی نے خواب میں آکر کہا کہ پچیس نمازیں تو تم نے پڑھ لیں۔ مگر فرشتوں کی آمین کا کیا کرو گے؟

حدیث شریف میں آیا ہے کہ امام جب ولا الضالین کہے تو لوگ آمین کہو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہوتی ہے۔ اُس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو اس فضیلت کو تم بغیر جماعت سے نماز پڑھتے ہوئے کس طرح حاصل کر سکتے ہو؟ ۲۳۳ھ میں محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب)

(۴۹) حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ بصری کا شمار اُن محدثین میں ہے جو حدیثوں کی جانچ پرتال اور راویوں کے پرکھنے میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ بہت زیادہ عبادت گزار بھی تھے۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بیس سال تک بلا ناغہ آپ ہر رات نماز تہجد میں ایک ختم قرآن مجید پڑھتے رہے۔ اور چالیس برس تک، نماز ظہر کے لئے زوالِ آفتاب سے پہلے مسجد

میں پہنچ [illegible] ابراہیم [illegible] کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ [illegible] آپ کے [illegible] عبارت لکھی ہوئی ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ [illegible] الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ بَرَاءَةٌ لِيَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ [illegible] کی طرف سے۔ لکھی ہوئی یہ نجات کی تحریر ہے جو غالب اور علم والا ہے یحییٰ بن سعید قطان کے لئے جہنم سے نجات ہے۔ ۱۲۰ھ میں آپ کی ولادت اور ۱۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

(۵۰) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ کا لقب "امام دار الہجرۃ" اور وطن مدینہ منورہ ہے۔ آپ "مالکی مذہب" کے امام ہیں ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے نو سو مشائخ سے علم حدیث پڑھا۔ اور آپ کے بے شمار شاگردوں میں سے حضرت امام شافعی بھی ہیں جو آپ ہی کے ہم پلہ علم و فضل والے ہیں۔ آپ کو علم طلب کرنے کی خواہش بلکہ حرص بہت زیادہ تھی حالانکہ زمانہ طالب علمی آپ کا بہت ہی مفلسی میں گزرا مگر اس کے بعد آپ پر دولت کا دروازہ کھل گیا۔

آپ درس حدیث کا بڑا اہتمام و احترام فرماتے تھے۔ غسل کر کے باوضو بہترین پوشاک پہن کر اور خوشبو لگا کر ایک چوکی پر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ بیٹھتے۔ درس حدیث کے دوران عود و لوبان کی انگیٹھی جلتی رہتی۔ اور آپ درسِ حدیث کے درمیان کمالِ ادب کی وجہ سے پہلو نہیں بدلتے تھے۔ بلکہ جس حالت اور نشست کے ساتھ اول بیٹھتے اُسی ہیئت و حالت پر بیٹھے رہتے۔ ایک مرتبہ درسِ حدیث کے دوران آپ کے پیرہن میں بچھو گھس گیا۔ اور اُس نے چند مرتبہ آپ کو ڈنک بھی مارا۔ مگر آپ نے احترام درس حدیث کی وجہ سے نہ سبق بند کیا نہ پہلو بدلا۔

مدینۃ الرسول کے احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ تمام عمر مدینہ منورہ میں

رہے۔ مگر زمانۂ بیماری کے سوا کبھی شہر کے اندر قضائے حاجت نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ حرم کے باہر میدانوں اور جنگلوں میں رفعِ حاجت کے لئے تشریف لے جاتے۔

بادشاہوں نے تحائف میں بہترین گھوڑے آپ کو نذر کئے۔ مگر آپ حرمِ مدینہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے۔ اور یہی فرماتے رہے کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنے چوپایہ کے پاؤں سے کس طرح روندنا گوارا کروں گا؟ جس زمین کے چپے چپے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدمبوسی کا فخر و شرف حاصل ہو چکا ہے۔

خلیفہ ہارون رشید آپ کی بیحد تعظیم کرتا تھا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ تو بہت گراں قدر نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور آپ کو اپنے دار السلطنت بغداد لے جانے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر آپ نے صاف انکار فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مجھے مدینۃ الرسول کی جدائی کسی قیمت پر گوارا نہیں ہے۔

درسِ حدیث کے بعد تلاوتِ قرآن مجید آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ اور آپ نے اتنی بار کلام اللہ ختم کیا کہ شمار نہیں ہو سکا۔

آپ بہت ہی صاحبِ کرامت بھی تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک پارسا عورت کا انتقال ہوا۔ غسل دینے والی عورت نے کسی دشمنی کی وجہ سے اس پارسا اور نیک عورت کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ شرمگاہ کس قدر زناکار تھی۔ فوراً ہی غسل دینے والی عورت کا ہاتھ شرمگاہ سے ایسا چمٹ گیا کہ ہزاروں کوششوں کے باوجود ہاتھ شرمگاہ سے جدا نہیں ہوا۔ تمام علمائے مدینہ اس کا سبب اور تدبیر معلوم کرنے سے عاجز رہے۔ لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشف و کرامت سے معلوم کر لیا۔ اور فرمایا کہ اس غسل دینے والی عورت کو "حدِ قذف" (وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر کی ہے) لگائی جائے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد

کے مطابق اسّی کوڑے لگائے گئے۔ تو خود بخود اس کا ہاتھ شرمگاہ سے جدا ہو گیا۔ اور سب کے دلوں میں امام مالک کی امامت و کرامت کا نور جگمگانے لگا۔

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "موطأ امام مالک" ہے۔ جس کو ایک ہزار محدثین نے آپ کی زبانِ مبارک سے سن کر تحریر کیا ہے۔ یوں تو موطأ کے سولہ نسخے پائے جاتے ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور و رائج نسخہ "یحییٰ بن یحییٰ مصمودی" اندلسی کا نسخہ ہے یہی یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کی وفات کے آخری وقت ملاقات کے لئے ایک سو تیس فقہاء و محدثین حاضر تھے۔ اور سب اسی انتظار میں تھے کہ شاید اس آخری وقت میں امام کی کوئی نظرِ کرم مجھ پر پڑ جائے اور میری دنیا و آخرت سدھر جائے۔ اس حالت میں امام مالک نے آنکھیں کھولیں اور یحییٰ بن یحییٰ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى وَ اَمَاتَ وَ اَحْيٰى۔ یعنی اس خدائے عزّ و جل کے لئے حمد ہے جس نے ہمیں کبھی خوشی دے کر ہنسایا۔ اور کبھی غم دکھلا کر رلایا۔ اسی کے حکم پر زندہ رہے اور اسی کے حکم پر جان قربان کرتے رہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب موت سر پر کھڑی ہے۔ اور اب خداوند تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امام! اس وقت آپ کا کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ۔ میں اولیاء اللہ کی صحبت کی وجہ سے بہت خوش ہوں۔ اور میں اہلِ علم کو ہی "اولیاء" سمجھتا ہوں یاد رکھو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کو علمائے دین سے زیادہ عزیز کوئی مخلوق نہیں۔ علمائے کرام حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور میں بیحد مسرور ہوں کہ میری تمام عمر علم دین کی تحصیل و تعلیم میں بسر ہو گئی۔ سن لو۔ میں کسی مسلمان کو شریعت کا ایک مسئلہ بتا کر اس کے اعمال کی اصلاح

کر دینا ایک سو حج، اور ایک سو جہاد سے بہتر سمجھتا ہوں اس کے بعد آپ کی آواز دھیمی پڑ گئی۔ اور پھر چند منٹ کے بعد آپ کا وصال ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن (اکمال وطبقات شعرانی وبستان المحدثین)

(۵۱) حضرت ابو جعفر قاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ بچپن میں حضرت بی بی اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُم المومنین نے ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھرایا۔ یہ تابعی ہیں۔ اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ و ابن عمر و ابن عباس وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں یہ قرأت میں اہل مدینہ کے امام و اُستاد ہیں۔ اسی لئے قاری کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ بہت ہی پرہیزگار اور بہت بڑے عبادت گزار اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ ان کی وفات کے بعد جب ان کو غسل دیا جانے لگا تو تمام حاضرین نے دیکھا کہ ان کے سینے میں دل کے مقام پر کھال کا رنگ کاغذ کے ورق کی طرح سفید و شفاف نظر آتا تھا اور اس میں ایک خاص قسم کی چمک تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر تمام حاضرین نے بالاتفاق یہی کہا کہ بلا شبہ یہ قرآن کا نور ہے جو ان کے قلب میں چمک رہا ہے۔ کیونکہ تمام عمر انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم دی ہے۔ ابو موسیٰ کا قول ہے کہ آپ کا سال وفات ۱۲۷ھ ہے۔ اور خلیفہ نے کہا کہ آپ کا وصال ۱۳۰ھ میں ہوا۔

(تہذیب التہذیب)

(۵۲) حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور زمانہ۔ اور آپ کی امامت و بزرگی پر تمام اکابر کا اتفاق ہے۔ آپ کا حافظہ بیحد قوی تھا ستر ہزار فتاویٰ کا جواب آپ نے اپنے حفظ سے تحریر کرایا۔ پہلے آپ "دمشق" میں رہتے تھے۔ پھر "بیروت" چلے گئے۔ اور مجاہدینِ اسلام کے ساتھ جہاد میں مشغول ہو گئے۔ اور آخر عمر تک جہاد کرتے رہے۔ آپ جلیل الشان فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ عبادت و ریاضت کی منزل میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ (نووی علی المسلم وطبقات شعرانی وغیرہ)

(۵۳) حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ اور جن کی کرامتوں کے چرچے تمام دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ حدیث و فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے خاص شاگرد ہیں۔ اور حضرت سفیان ثوری و شقیق بلخی و امام اوزاعی وغیرہ بڑے بڑے محدثین آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ آخری عمر میں آپ درس و تدریس سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اور لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر جہاد کے لئے آپ "روم" بھی تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

(۵۴) حضرت ابراہیم بن طَہمان رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت بلند مرتبہ شاگردوں میں سے ہیں۔ یہ علمی جلالت کے ساتھ تقویٰ و دیانت اور عبادت و ریاضت میں بھی نہایت اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد تھے۔ آپ "ہرات" میں پیدا ہوئے۔ پھر ایک مدت تک "نیشاپور" میں رہے مگر آخری عمر میں مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ اور بیت اللہ شریف کے جوار میں مصروف عبادت رہ کر ۱۶۳ھ میں وصال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ وغیرہ)

(۵۵) حضرت ابن عُلَیَّہ رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدّث ہیں۔ اور ان کے شاگردوں میں حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی بھی ہیں۔ محدثین عام طور پر ان کو سید المحدثین و ریحانۃ الفقہاء (فقہاء کا پھول) کہا کرتے تھے۔ یہ زہد و تقویٰ میں طاق، اور عبادتوں میں اپنے زمانے کے یکتائے روزگار تھے تمام عمر کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔ علی بن مدینی محدث کا بیان ہے کہ میں ایک رات ان کے مکان پر رہا۔ تو میں نے دیکھا کہ رات میں انھوں نے ایک تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اور پھر نوافل میں ساری رات گزار دی

حکومتِ وقت نے ان کو قاضی کا عہدہ سپرد کر دیا تھا۔ مگر حضرت عبد اللہ بن مبارک نے ان کو طعنہ مارا اور غیرت دلائی کہ تم نے درس حدیث چھوڑ کر حکومت کی ملازمت کر لی۔ تم پر افسوس ہے۔ آپ نے کچہری سے اٹھ کر خلیفۂ بغداد ہارون رشید کے دربار میں جاکر کہدیا کہ اے امیر المومنین! میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرے بڑھاپے پر رحم فرمائیے۔ اور قاضی کے عہدہ سے میرا استعفار قبول کر لیجیے۔ کیونکہ ایک لمحہ کے لئے بھی میں اس عہدہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ آپ کا استعفار منظور کر لیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے خوش ہو کر درہموں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نذرانے میں حضرت ابن عُلَیّہ کی خدمت میں بھیج دی۔ اور آپ پھر درسِ حدیث میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

(۵۶) حضرت ابو اسحٰق ہروی رحمۃ اللہ علیہ ہرات کے رہنے والے تھے۔ مگر بغداد کو انھوں نے اپنا وطن بنا لیا تھا۔ یہ امام ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ ائمۂ محدثین کے اُستاد ہیں۔ اور ہُشیم (شاگرد امام ابو حنیفہ) کے خاص الخاص شاگرد ہیں حافظ ذہبی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ بہت ہی سچے زاہد اور بہت زیادہ روزہ دار اور بہت ہی عبادت گزار تھے۔ رمضان ۲۴۴ھ میں جب کہ ان کی عمر نوے برس سے زائد ہو چکی تھی وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

(۵۷) حضرت احمد بن مَنیع رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں امام ابو یوسف (شاگرد امام ابو حنیفہ) کے تلمیذ، اور امام بخاری وغیرہ صحاح ستہ کے مصنفین کے اُستاد ہیں۔ علمی جاہ و جلال کے ساتھ ساتھ عبادت میں بھی بہت باکمال تھے۔ چالیس برس تک متواتر آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ اور ترکِ دُنیا اور زُہد کا یہ عالم تھا کہ وفات کے بعد جب آپ کا کُل متروکہ سامان فروخت کیا گیا۔ تو کتابوں کے

علاوہ کُل سامان چوبیس درہم کا ہوا۔ آپ ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

(۵۸) حضرت ابو زُرعہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کے مشہور امام ہیں۔ اور امام مسلم و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ محدثین آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور آپ فن حدیث میں امام بُخاری کے ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایک بار امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور ابو زُرعہ ان میں سے چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کر چکے ہیں۔ آپ یقیناً اپنے زمانے کے "امیر المومنین فی الحدیث" ہیں۔ آپ بہت ہی عبادت گزار بھی تھے۔ آپ کی وفات کے وقت جبکہ آپ سکرات کے عالم میں تھے بہت سے محدثین حاضر خدمت تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے۔ مگر حضرت ابو زُرعہ کی جلالتِ شان کے سامنے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کر سکے۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ ان کو کلمہ طیبہ یاد آجائے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی حَدَّثَنَا الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ اور اتنا کہہ کر محمد بن مسلم کی زبان بند ہو گئی۔ اور باقی حضرات بھی خاموش ہی رہے۔ اس پر حضرت ابو زُرعہ نے جاں کنی کے عالم میں روایت شروع کر دی۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ کَثِیْرِ بْنِ مُرَّۃَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان کی روح پرواز کر گئی اور آپ کی وفات ہو گئی۔ پوری حدیث یوں ہے کہ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نکلے وہ جنت میں داخل ہو گا۔

سُبحان اللہ۔ سُبحان اللہ۔ کتنے خوش نصیب تھے حضرت ابوزرعہ اور حدیث پاک سے کتنا گہرا لگاؤ اور والہانہ تعلق تھا اُن کو کہ موت کی آخری سانس تک بھی علم و عمل کا ساتھ رہا۔ ۲۰۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ماہ ذوالحجہ ۲۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب وغیرہ)

(۵۹) حضرت ابن جُمَیع رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند پایہ محدّث ہیں انھوں نے مکّہ مکرمہ مدینہ منورہ و کوفہ و بصرہ و بغداد کے مشہور شیوخِ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور عبدالغنی بن سعید و تمّام رازی ان کے شاگردوں کی فہرست میں بہت ممتاز ہیں۔ یہ علمی جلالت کے ساتھ بہت عبادت گزار و صاحبِ ریاضت و مجاہدہ بھی تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر سے وفات تک یہی معمول رہا کہ سال بھر ہمیشہ روزہ دار ہی رہے۔ سوائے اُن پانچ دنوں کے جن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ یعنی یکم شوال اور بقرعید کی دس۔ گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ تاریخوں میں۔ آپ کی تصانیف میں سے مُعجَم ابن جُمیع بہت مشہور ہے۔ آپ کا سنہ وفات ۴۰۲ھ ہے۔ (بُستان المحدثین)

(۶۰) حضرت حسین بن ولید قُرشی رحمۃ اللہ علیہ بڑی شان کے محدّث ہیں۔ یہ بہت ہی سخی تھے۔ اپنے ہر شاگرد کو حدیث سُنانے سے پہلے "فالودہ" کھلاتے تھے۔ درس حدیث و فتاویٰ کے ساتھ ساتھ قسم قسم کی نفلی عبادتوں میں دن رات مشغول رہا کرتے تھے۔ اور بلاناغہ ہر تیسرے سال جہاد کے لئے جاتے اور ہر پانچویں سال حج کرتے تھے۔ امام بخاری کا قول ہے کہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

(۶۱) حضرت ذَکوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ و ابوسعید خُدری و ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد ہیں۔ اور آپ کے شاگردوں میں امام زُہری و اعمش و عطاء بن ابی رَباح وغیرہ باکمال محدّثین

ہیں۔ امام اعمش کا بیان ہے کہ یہ اپنی مسجد میں پنجوقتہ لوجہ اللہ اذان دیتے تھے۔ ایک دن امام مسجد کے آنے میں دیر ہوگئی تو لوگوں نے ان کو امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ قرارت شروع کرتے ہی ان پر اس قدر رقّت طاری ہوگئی کہ کثرتِ گریہ سے قرارت نہیں کرسکے۔ یہ اُمراء و سلاطین کے نذرانوں سے بیحد نفرت کرتے تھے۔ اور دوستوں کے ہدیوں اور تحفوں سے بھی پرہیز فرمایا کرتے تھے اور اپنے ذریعۂ رزق کے لئے گھی اور زیتون کا تیل کوفہ میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ اسی لئے سمّان (گھی والا) اور زیات (روغن زیتون والا) کہلاتے تھے۔ ۱۰۱ھ میں وفات پائی

(تہذیب التہذیب)

(۶۲) حضرت رِبعی بن حِراش رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت عُمر و حضرت علی و عبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حدیث میں شاگرد ہیں۔ اور منصور بن مُعتمِر وغیرہ کبار محدّثین کے اُستاد ہیں۔ آپ بہت ہی متقی و عبادت گزار تھے۔ زندگی بھر کوئی جھوٹ ان کی زبان پر نہیں آیا۔ آپ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ میں اُس وقت تک نہیں ہنسوں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ میں جنّتی ہوں۔ چنانچہ تمام عمر میں کبھی بھی نہیں ہنسے مگر انتقال کے بعد آپ کو غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ اُنھیں غسل دیتے رہے۔ وہ برابر لگاتار مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے۔ ۱۰۱ھ یا ۱۰۴ھ میں ان کا وصال ہوا۔ (نووی علی المسلم و تہذیب التہذیب)

(۶۳) حضرت رَبیع بن صَبیح سعدی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے باکمال محدّثین میں سے ہیں ابن حبّان کا قول ہے کہ یہ بصرہ کے بے مثال زاہد و عبادت گزار تھے۔ رات کو ان کے گھر میں سے تلاوت کی کثرت اور تہجد کے باعث شہد کی مکھی کے چھتوں کی سی آواز آیا کرتی تھی۔ ان کے گھر میں کا بچہ بچہ عابد شب زندہ دار

وتہجد گزار تھا۔ یہ بہت بہادر بھی تھے۔ اور زبردست مجاہد بھی تھے۔
یہ سندھ کے جہاد میں بھی شریک ہوئے تھے اور دورانِ سفر سمندر میں ان کی
وفات ہوئی اور ایک جزیرہ میں دفن ہوئے۔ یہ سنہ ۱۶۰ھ کا واقعہ ہے۔
(تہذیب التہذیب)

(۶۴) حضرت امام زُفر رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کے نہایت محبوب و معتمد شاگرد ہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی درسگاہ
میں سب سے آگے انھیں کو جگہ ملتی تھی۔ اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ ہر
موقع پر امام زُفر کی مدح و ثنا فرمایا کرتے تھے۔ یہ حدیث و فقہ میں امامت کا
درجہ رکھتے ہوئے تقویٰ اور عبادت میں بھی اپنے زمانے کے بے مثال عبادت گزار
تھے۔ آپ کے زُہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ حکومتِ وقت نے ان کو قاضی
بننے پر مجبور کیا۔ مگر دونوں مرتبہ آپ نے اپنے اُستاد حضرت امام ابوحنیفہ کی طرح
سرکاری عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور وطن چھوڑ کر کسی پوشیدہ
مقام میں روپوش ہو گئے۔ اور دونوں مرتبہ حکومت نے مارے غصہ کے
ان کا مکان منہدم اور برباد کر دیا۔ چنانچہ دو مرتبہ ان کو اپنا مکان تعمیر
کرنا پڑا۔ یہ اصل میں کوفہ کے باشندہ تھے۔ مگر اپنے بھائی کی میراث لینے
کے لئے بصرہ گئے۔ تو بصرہ والوں نے کسی طرح ان کو بصرہ سے نکلنے نہیں
دیا یہاں تک کہ یہ بصرہ کے متوطن ہو گئے۔ اور سنہ ۱۵۸ھ میں وفات پاکر
بصرہ ہی میں مدفون ہوئے۔ (تبصرۃ الدرایہ وغیرہ)

(۶۵) حضرت صالح مُرّی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ بڑے بڑے نامور محدثین کے شاگرد
اور بلند پایہ محدثین کے اُستاد ہیں بصرہ آپ کا وطن تھا۔ آپ اپنے دَور کے
عابدوں میں بہت ممتاز عبادت گزار تھے۔ آپ اپنے وعظ میں خوفِ الٰہی
سے پھوٹ پھوٹ کر زار زار روتے تھے۔ اور سامعین آپ کے وعظ سے
اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ بعض تڑپ تڑپ کر بے ہوش ہو جاتے۔ اور

بعض کی روح پرواز کر جاتی۔ آپ پر خوفِ خداوندی کا یہ عالم تھا کہ آپ
کسی قبر کو دیکھ لیتے تھے۔ تو دو دو تین تین دن تک مبہوت و خاموش
رہتے اور کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کی ایک بڑی خاص کرامت
یہ تھی کہ آپ قبرستان کے مُردوں کی گفتگو سُن لیا کرتے تھے۔ اور خود بھی
مُردوں سے گفتگو اور سوال و جواب کرتے تھے۔ خلیفہ نے آپ کا سنہ
وفات سنہ ۱۷۲ھ لکھا ہے۔ اور امام بخاری کا قول ہے کہ آپ نے سنہ ۱۷۶ھ
میں وفات پائی۔ (نووی۔ تہذیب التہذیب وطبقات)

(۶۶) حضرت ضرار بن مُرّہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سعید بن جُبیر اور ابوصالح وغیرہ
محدثین کے شاگرد اور شُعبہ و سُفیان ثوری و سُفیان بن عُیینہ وغیرہ
محدثین کے اُستاد ہیں یہ اگرچہ بہت قلیل احادیث روایت کرتے تھے۔
مگر بہت ہی ثقہ و صالح و عبادت گزار تھے۔ اپنی وفات سے پندرہ سال
پہلے ہی اپنی قبر تیار کر لی تھی اور روزانہ اس قبر میں بیٹھ کر ایک ختم قرآنِ مجید
پڑھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

(۶۷) حضرت عبداللہ بن مُحیریز جُمحی قُرشی رحمۃ اللہ علیہ بہترین عابد و صالح
محدث ہوئے ہیں۔ حضرت رجاء بن حَیوۃ محدث فرمایا کرتے تھے کہ اگر
اہلِ مدینہ کو اپنے عابد عبداللہ بن عمر پر فخر ہے تو ہم لوگوں کو اپنے عابد
عبداللہ بن مُحیریز پر ناز ہے۔ یہ تابعی ہیں حضرت ابو محذورہ اور عُبادہ
بن صامت وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت کی۔ اور مکحول و امام
زُہری وغیرہ باکمال محدثین نے ان کی خدمت میں تحصیلِ علم کی ہے۔ سنہ ۱۰۰ھ
سے قبل آپ کا وصال ہوا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)

(۶۸) حضرت یونس بن یوسف لیثی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ آپ
بہت بڑے فاضلِ حدیث ہیں۔ آپ کے علم و فضل کا اندازہ لگانے کے لیے
یہی کافی ہے کہ حضرت امام مالک و حضرت ابن جُریج نے بھی آپ کی درسگاہ

میں حاضری دے کر علم حدیث کی تحصیل کی ہے۔ آپ بہت ہی پابند شریعت و صاحب عبادت و باکرامت بزرگ ہیں۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی اجنبی عورت پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! تو مجھے اندھا کر دے تاکہ پھر مجھ سے یہ گناہ نہ ہو سکے چنانچہ فوراً ہی آپ کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی لیکن چند دنوں کے بعد جب حدیثوں کے لکھنے پڑھنے کی مجبوری کا خیال آیا۔ تو پھر یہ دعا مانگی کہ الٰہی میری آنکھوں میں روشنی عطا فرما تاکہ میں حدیثوں کو لکھ پڑھ سکوں۔ چنانچہ یہ دعا بھی مقبول ہو گئی۔ اور اسی دم آپ کی آنکھوں میں روشنی آ گئی۔ اور آپ پھر حدیثوں کے لکھنے پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ مقبولیتِ دعا میں آپ کی کرامت عام طور پر مشہور تھی۔ (تہذیب التہذیب)

(۴۹) حضرت ہمام بن حارث نخعی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کوفہ کے صاحب فضیلت تابعی ہیں۔ آپ عام طور پر عابد کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے شاگردوں میں امام ابراہیم نخعی بھی ہیں جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاد ہیں۔ آپ کی ایک عجیب کرامت یہ ہے کہ آپ نے یہ عزم کر لیا تھا کہ قبر کے سوا پیٹھ لگا کر کبھی نہیں سوؤں گا۔ چنانچہ آپ تمام عمر کبھی پیٹھ لگا کر نہیں سوئے ہمیشہ بیٹھے بیٹھے سو لیا کرتے تھے۔ آپ نے کوفہ میں ۶۵ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

(۵۰) حضرت یحییٰ بن معین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانے کے محدثین "جبل الحدیث" (حدیث کا پہاڑ) کہتے تھے۔ اور آپ کا لقب "امام الجرح والتعدیل" ہے۔ آپ کے والد معین رے کے میر خراج تھے لاکھوں روپے آپ کو اپنے والد کی میراث میں ملے تھے۔ مگر آپ نے یہ ساری رقم علم حدیث حاصل کرنے میں خرچ کر ڈالی۔ دس لاکھ حدیثوں کو آپ نے اپنے قلم سے تحریر کیا۔ محمد بن نصر طبری کا بیان ہے کہ میں یحییٰ بن معین کی ملاقات کے لئے گیا۔ تو

انھوں نے حدیثوں کے بہت سے دفتروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جو حدیث ان دفتروں میں نہ ملے سمجھ لو کہ وہ جھوٹی ہے۔ انتقال کے بعد تیس الماریاں اور بیس تھیلے حدیثوں کے دفتروں سے بھرے ہوئے آپ کے گھر سے نکلے۔ یہی آپ کا ترکہ تھا۔

آپ کی علمی وجاہت اور رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ اس زمانے کے محدثین آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے۔ بلکہ بہت سے لوگوں کے ہاتھوں سے آپ کو دیکھ کر کتابیں گر پڑتی تھیں۔ بغداد کے ہر کوچہ و بازار میں علانیہ یہ کہا جاتا تھا کہ یحییٰ بن معین وہ شخص ہیں جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذاتِ پاک سے جھوٹ کو دفع فرماتے ہیں۔ اور چھانٹ چھانٹ کر جھوٹی حدیثوں کو نکال پھینکتے ہیں۔ حضرت خطیب بغدادی نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ یحییٰ بن معین امام ربانی و عالم حقانی ہیں۔ ابن حبان اور عجلی وغیرہ نے ان کو دیندار و صاحبِ فضیلت و متقی و نقادِ حدیث اور اہل علم و صاحبِ معرفت تحریر فرمایا ہے۔ آپ ۱۵۸ھ میں بغداد کے اندر پیدا ہوئے اور ۲۳۳ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔

ان کو خدمت حدیث کے طفیل میں خداوند عالم نے یہ کرامتیں اور فضیلتیں عطا فرمائیں کہ ان کو اسی تخت پر غسل دیا گیا جس تخت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا۔ اور ان کا جنازہ اسی مقدس چارپائی پر اٹھایا گیا جس چارپائی پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری وقت میں آرام فرمایا تھا۔ اور جنۃ البقیع میں آپ کی قبر مبارک بنی۔

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی وفات کے دن بغداد کے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں ان بزرگ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس وقت حضور اتنی بڑی جماعت کے

ساتھ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں یحییٰ بن معین کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جارہا ہوں۔ یہ وہ شخص تھا جو میری حدیثوں سے جھوٹ کو دفع کرتا تھا۔

حُبیش بن مُبَشّر کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔ اور مجھ کو دو مرتبہ اپنے دیدار سے مشرّف فرمایا۔ اور تین سو حوریں میرے نکاح میں آئیں۔ (تہذیب التہذیب) رضی اللہ تعالیٰ عنھم وعنّا وعن جمیع المؤمنین بحرمۃ ھٰؤلاء الصالحین یہ ہیں اُن علماء ربانیین وعالمان دین میں سے ستر بزرگوں کے اسماء گرامی جو سب کے سب علم وعمل کے پہاڑ تھے۔ جو پہلے ہزاروں کی تعداد میں روحانیت کے ستارے بن کر خدا کی زمین پر چمکتے رہتے تھے۔ اور بستی بستی جنگل اُن کے علوم واعمال کے انوار سے جگمگاتے رہتے تھے۔ مگر افسوس کہ یہ سب علم وعمل کے درخشاں ستارے زمین کے اندر غروب ہوکر روپوش ہو گئے۔ اور صرف اسماء الرجال اور فقہاء ومحدّثین کی تواریخ کے صفحات پر ان کے ناموں اور ان کے مقدّس کارناموں کی تجلّیاں باقی رہ گئی ہیں۔ آج اس دَور میں ان بزرگوں کو روئے زمین پر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آنکھیں پتھرا گئیں۔ لیکن وہ تو کیا اُن کے ہم شکلوں کا بھی کہیں کوئی سُراغ نہیں مل رہا ہے۔ افسوس وہ سُنہرا دَور ہی ختم ہوگیا۔ آج ہزاروں عالموں کے مجمع میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آرہا ہے جس کو سلفِ صالحین کا نمونہ کہہ سکیں۔ اس لئے علم وعمل کے اس قحط الرجال اور اس پُر آشوب ماحول اور حال کو دیکھ کر بے اختیار یہ مرثیہ زبان پر جاری ہوجاتا ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ بار بار اس مرثیہ کو خود پڑھتا رہوں۔ یا کسی سے سُنتا رہوں۔ اور

شدّت غم سے سر دُھنتا رہوں۔ افسوس۔ صد ہزار افسوس۔ آہ۔ آہ۔ آہ! اے مسلمانو! تم بھی میرے ساتھ آواز ملاکر پڑھو۔ کہ ؎

مرثیۂ علم و عُلماء

وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہیں؟ — وہ اَخبارِ دیں کے مُبصّر کدھر ہیں؟
اصولی کدھر ہیں؟ مناظر کدھر ہیں؟ — محدّث کہاں ہیں؟ مفسّر کدھر ہیں؟

وہ محفل جو کل سر بسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

مدارس وہ تعلیم دیں کے کہاں ہیں؟ — مراحل وہ علم و یقیں کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرعِ متیں کے کہاں ہیں؟ — وہ وارث رسولِ امیں کے کہاں ہیں

رہا کوئی اُمّت کا ملجا نہ ماوا
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ مُلّا

پڑی ہیں سب اُجڑی ہوئی خانقاہیں — وہ درویش وسلطاں کی اُمید گاہیں
کُھلی تھیں جہاں علم باطن کی راہیں — فرشتوں کی پڑتی تھی جن پر نگاہیں

کہاں ہیں وہ جذب الٰہی کے پھندے
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے

کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر؟ — کہاں ہیں وہ علمِ الٰہی کے منظر؟
چلی ایسی اس بزم میں باد صرصر — بُجھیں مشعلیں نور حق کی سراسر

رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

استغاثہ بہ دربار رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دُعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دِیا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

اے چشمۂ رحمت! بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ
دُنیا پہ ترا لُطف سدا عام رہا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہباں!
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

کر حق سے دُعا، اُمتِ مرحومہ کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اُمت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں ہوا ہے

گل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا؟
اب تک تو ترے نام پہ اِک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں۔ پھر آخر ہیں تمھارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دُعا تیری کہ مقبولِ خُدا ہے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ ۝ بِجَاهِ حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ۝ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

خادم الحدیث دارالعلوم فیض الرسول۔